وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ۚ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ۚ

تاریخ جلیلہ

نامی متولی

الخُلد۔ بنگلہ روڈ
مریدکے منڈی، ضلع شیخوپورہ

Marfat.com

مصنف : پیر غلام دستگیر نامی

Marfat.com

نذرِ اشرفؒ

میرے خالِ محترم سیّدنا پیر محمد اشرف عالم شاہ صاحبؒ سجادہ نشین و جاگیردار رتہ پیراں اس وقت نظروں سے پوشیدہ ہیں۔ مگر ان کی روح زندہ ہے۔ لہٰذا احسان شناسی کا تقاضا ہے کہ میں یہ کتاب انہی کی نذر کروں، کیونکہ اگر وہ مجھے تعلیم نہ دلاتے تو میں اہل قلم نہ بنتا۔ اور اگر اوقاف کا متولی نامزد نہ کرتے تو میں یہ کتاب تیار کر کے پیش نہ کرسکتا۔

ہوئی تیار تاریخِ جلیلہ فیض اشرف سے
صدا بارانِ رحمت اس سخی کی قبر پر برسے!

خاکسار:

غلام دستگیر نامیؔ متولی

Marfat.com

Marfat.com

(یہ کتاب عقیدت مندوں کے استفادہ کے لیے ہے اسے لے کر بیچنا خیانت ہے)

وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْباً وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْاط اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَاللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ط

☆☆☆

خدا نے بنائے شعوب وقبائل — کہ اک دوسرے کی رہے جان پہچان
مگر نزدِ حق سب سے بڑھ کر مکرّم — وہ ہے جو بڑا متقی ہو مسلمان

(نامؔی)

الحمدللہ کہ کتاب مستطاب الموسوم بہ

تاریخِ جلیلہ

جس میں سیّدنا قطب العالم حضرت شیخ عبدالجلیل چوہڑ شاہ بندگی لاہوری حاکمی ہکّاری سہروردی عظمہ اللہ تعالیٰ کے اذکار اور ان کے دودمانِ کبریٰ، بزرگانِ خاندان، اولادِ امجاد و خلفاء باصفا و مریدانِ عقیدت مند کے حالات درج ہیں۔ نیز لاہور و بزرگانِ لاہور کی بھی مختصر تاریخ دی ہے۔

جسے

پیر غلام دستگیر نامؔی حاکمی متوّلی وقف جلیلہ نے برائے استفادۂ اولاد و مریدانِ

حضرت قطب العالم رحمۃ اللہ علیہ، تالیف کیا

اور

پیر محمد ابوبکر ہاشمی ولد پیر غلام دستگیر نامی

نے ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۰۰۸ء میں تیسری بار شائع کیا

Marfat.com

83948

Marfat.com

بسمہ تعالیٰ

کچھ طبع سوم کے سلسلے میں!

خدائے بزرگ و برتر نے اس جہانِ فانی میں حسب و نسب کی پہچان کے لیے اولادِ آدم کے شعوب اور قبائل بنادیے لیکن اپنے ہاں پہچان اور قرب کا معیار تقویٰ رکھا۔ فرمایا

وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ط اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَاللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ط

مندرجہ بالا دونوں اعتبار سے لاہور اور بزرگانِ لاہور کا ذکر نہ صرف خواص بلکہ عوام کے لیے بھی فائدہ مند ہے۔ 'تاریخِ جلیلہ' یوں تو ایک معتبر اور معزز خاندان کی تاریخ ہے مگر یہ اس اعتبار سے منفرد ہے کہ اس کا تعلق ہادیٔ برحق ﷺ سے جاملتا ہے۔ یہ کاوش اس لحاظ سے بھی قابلِ ذکر ہے کہ اس سے لاہور میں مقیم بزرگانِ دینِ متین سے شناسائی بھی ہوتی ہے۔ اہلِ لاہور میں ایسے بے شمار خاندان موجود ہیں جنھیں تاریخ کا حصہ ہونے پر فخر ہے لیکن وہ اپنے آباؤ اجداد کے کارہائے نمایاں کو محفوظ رکھنے میں کامیاب نہیں ہوسکے۔ اگر خانوادۂ جلیلہ کی طرح دوسرے خاندان بھی تاریخ کا زندہ حصہ بن جائیں تو شاید علم الانساب ایک بار پھر زندہ ہوجائے۔

تاریخ جلیلہ کی چند کتب محض حوالہ جات کے لیے کتب خانوں کی زینت بنی رہیں۔ اس کا سابقہ ایڈیشن ۱۹۶۰ء میں زیورِ طباعت سے آشنا ہوا۔ اس خوش کن لمحے کو گزرے ۴۷ سال ہوگئے۔ دریں اثنا خانوادۂ جلیلہ کی تین نسلیں پروان چڑھ چکیں تھیں جن کے اسمائے دل پذیر ۱۹۶۰ء کے نسخہ میں جگہ پانے کے لیے شاید ناگزیر ہوں۔ بزرگ پاک طینت نامی مرحوم و مغفور نے اپنی اولاد پیر ابوبکر ہاشمی، پیر ظہیر الحسن اور پیر جاوید اقبال سے توقع رکھی تھی کہ ''تاریخِ جلیلہ'' میں تغیر ہائے زمانہ کو مدنظر رکھ کر اسمائے معروفہ کا ضرور اضافہ کریں گے مگر وہ:

رہینِ ستم ہائے روزگار

ایسا نہ کرسکے۔ اس سلسلے کے ٹوٹنے اور پھر سے شروع کرنے میں پیر محمد عاقل افضل شاہ خاطر خواہ دلچسپی کا اظہار کررہے تھے اور سچی بات یہ ہے کہ نیک کام اُن کی ذاتی دلچسپی اور عملی کاوش کے بغیر نہ صرف مشکل تھا بلکہ ناممکن بھی اسی خواہش کو حقیقت کا روپ دینے میں میری اہلیہ عذرا سلطانہ کی ذات کا عمل دخل میرے

Marfat.com

لیے بے حد ممد و معاون رہا۔ اس اہم کام کی تکمیل میں جہاں سعی و تگ و دو کی ضرورت تھی وہاں مال و زر کی حاجت بھی تھی۔ اس ضرورت کو راقم نے حتی المقدور پورا کرنے کی کوشش کی اور سرخروئی کا طلبگار ہے۔ یہاں خالد ابوبکر، محمد اسامہ ابوبکر اور محمد شعیب ہاشمی کی ''تاریخِ جلیلہ'' میں ضروری اضافے کے لیے تگ و دو بھی قابل ذکر ہے۔ کتاب کو سنوارنے اور قابلِ طباعت بنانے میں عزیزم قمرالزماں قریشی دائم برکاتہٗ کی مساعی قابل ستائش ہے۔ اسی کوشش کی ایک کڑی پیر ظہیرالحسن شاہ، محمد عثمان اقبال ہاشمی اور کرنل ضیاء الحق ہیں۔ ان اصحاب کی دلچسپی ''تاریخِ جلیلہ'' کے ایک بار پھر خواص و عام کے لیے طبع ہونے کا باعث ہے

کچھ اور ہی رنگِ بہار ہے ان دنوں

مجھے قوی امید ہے کہ مصنف مرحوم کے طرزِ تحریر کو چھیڑے بغیر متن میں ضروری اضافہ مداحین ناؔمی کو پسند آئے گا اور نئی بزرگ نسل (جلیلہ) جو اس اعتبار سے نژادنو ہے کہ 'تاریخِ جلیلہ' کا پہلی بار حصہ بنے گی، خوش ہوگی۔ خدا کرے کہ ''تاریخِ جلیلہ'' خانوادۂ جلیلہ کو ایک لڑی اور خاندان کے روپ میں پیش کر سکے اور نا صرف خاندان میں بلکہ دوسرے تاریخی خانوادوں میں بھی مقبولیت حاصل کرے تا کہ وہ طرح جو غلام دستگیر ناؔمی مرحوم نے ڈالی مصرعوں کی صورت میں ڈھل کر ایک مکمل نظم بن جائے اور معتبر خاندان کو تعلیم و تربیت کی روشنی فراہم کرتی رہے۔ آمین!

الداعی الی الخیر
پیر محمد ابوبکر ہاشمی
پسر
پیر غلام دستگیر ناؔمی
الخلد، بنگلہ روڈ کینال پارک مرید کے، ضلع شیخوپورہ

Marfat.com

(یہ کتاب عقیدت مندوں کے استفادہ کے لیے ہے اسے لے کر بیچنا خیانت ہے)

وَ جَعَلْنٰکُمْ شُعُوْباً وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ط اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ط

☆☆☆

خدا نے بنائے شعوب و قبائل | کہ اک دوسرے کی رہے جان پہچان
مگر نزدِ حق سب سے بڑھ کر مکرّم | وہ ہے جو بڑا متقی ہو مسلمان

(نامیؔ)

الحمدللہ کہ کتاب مستطاب الموسوم بہ

تاریخِ جلیلہ

جس میں سیّدنا قطب العالم حضرت شیخ عبدالجلیل چوہڑ شاہ بندگی لاہوری حاکمی ہکّاری سہروردی عظمہ اللہ تعالیٰ کے اذکار اور ان کے دودمانِ کبریٰ، بزرگانِ خاندان، اولادِ امجاد وخلفاء باصفاو مریدانِ عقیدت مند کے حالات درج ہیں۔ نیز لاہور و بزرگانِ لاہور کی بھی مختصر تاریخ دی ہے۔

جسے

ابوالافضل **غلام دستگیر نامی** حاکمی متولّی وقف جلیلہ نے برائے استفادۂ اولادومریدانِ

حضرت قطب العالم رحمۃ اللہ علیہ، تالیف کیا

اور

۱۳۵۶ھ مطابق ۱۹۳۷ عیسوی میں

صابر الیکٹرک پریس لاہور میں باہتمام منشی ذاکر حسین منیجر چھپوا کر درگاہ جلیلہ واقع میکلوڈ روڈ لاہور شائع کیا

Marfat.com

Marfat.com

(یہ کتاب عقیدت مندوں کے استفادہ کے لیے ہے اسے لے کر بیچنا خیانت ہے)

وَ جَعَلْنٰکُمْ شُعُوْباً وَّ قَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا ط اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ ط

☆☆☆

خدانے بنائے شعوب وقبائل | کہ اک دوسرے کی رہے جان پہچان
مگر نزدِ حق سب سے بڑھ کر مکرّم | وہ ہے جو بڑا متقی ہو مسلمان

(نامؔی)

الحمدللہ کہ کتاب مستطاب الموسوم بہ

تاریخِ جلیلہ

جس میں سیّدنا قطب العالم حضرت شیخ عبدالجلیل چوہڑ شاہ بندگی لاہوری حاکمی ہکّاری سہروردی رضی اللہ تعالیٰ کے اذکار اور ان کے دودمانِ کبریٰ، بزرگانِ خاندان، اولادِ امجاد وخلفاء باصفاومریدانِ عقیدت مند کے حالات درج ہیں۔ نیز لاہور وبزرگانِ لاہور کی بھی مختصر تاریخ دی ہے۔

جسے

ابوالفضل غلام دستگیر نامؔی حاکمی متولی وقف جلیلہ نے برائے استفادۂ اولاد ومریدانِ

حضرت قطب العالم رحمۃ اللہ علیہ، تالیف کیا

اور

۱۳۸۰ھ مطابق ۱۹۶۰ء میں دوسری بار شائع کیا

Marfat.com

Marfat.com

فہرست مضامین تاریخ جلیلہ

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
اہل علم کی قیمتی آرا	۱	لنگاہ افغانوں کی بادشاہی	۹۵
مقدمہ	۵	شاہانِ جام	۹۷
دیباچہ طبع ثانی	۹	راجہ جام کی بیٹی سے سلطان حاکمؒ کی شادی	۹۹
دیباچہ طبع اول از نامیؔ	۱۳	سلطان حاکمؒ کا فقر وفاقہ اور عصمت	۱۰۱
تاریخ جلیلہ کے لیے سفر	۱۵	تصانیفِ حضرت حاکمؒ	۱۰۵
ماخذ کتاب	۱۶	تاریخ وصالِ حضرت حاکمؒ و دیگر	۱۰۶
تاریخ کے غیر مکمل رہنے کا اعتراف	۱۷	بزرگانِ سہروردیہ	
تاریخ جو گزٹیئر کے لیے لکھی گئی	۱۸	سردارِ اعظم مکران کی تصریح	۱۰۷
قریش کی وجہ تسمیہ	۲۳	عروج وزوال سلاطین در عہد سلطان حاکمؒ	۱۱۰
قریش کا شجرہ اور حالات	۲۴	قلعہ مبارک اور اس کے مزارات	۱۱۲
سید، شیخ، قریشی کی تعریف	۳۵	حضرت سید احمد توختہ ترمذیؒ	۱۲۲
قریشیوں کے قبیلے	۳۷	حضرت توختہ کی صاحبزادیاں اور مقبرہ	۱۲۷
سید القریش سرورِ کونین ﷺ	۴۷	سید صاحب کے انہدام کے حالات	
گنبدِ خضریٰ اور اس میں آسودگان	۴۹	مؤلف انیس الواعظین کی سلطان حاکمؒ	۱۳۴
کیا سید قریشیوں سے الگ قوم ہے	۵۱	سے ارادت	
اولاد حارث بن عبدالمطلب	۵۴	ذکر اولاد شیخ نورالدین فرزند سلطان حاکمؒ	۱۳۶
شہزادہ بہاء الدین کی شادی اور اولاد	۶۶	حضرت شیخ عبدالجلیل چوہڑ شاہ بندگیؒ	۱۳۸
حضرت شیخ حاکم کی حکومت	۷۲	اور ان کے حالات وغیرہ	
سلطان التارکین کا سفر بغداد وغیرہ	۷۸	شیخ عبدالجلیلؒ کی لاہور میں رونق افروزی	۱۴۳
شیخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ	۷۹	حضرت شیخ کا کولاہوری	۱۴۴
حضرت حاکمؒ کی حضرت زکریا کی بیٹی سے شادی	۸۳	صاحبزادی کی دل جوئی	۱۴۵
شیخ بہاؤالدین زکریاؒ ملتانی	۸۶	دولت خاں کی بیٹی کی حاضری	۱۴۶
شیخ رکن الدین ابوالفتحؒ ملتانی	۸۹	حضرت کے دو خلفا کے مزارات	۱۵۱

Marfat.com

بنائے شہر بٹالہ	۱۵۳
سلاطین لودھی کا عروج وزوال	۱۵۳
شیر شاہ سوری کی ارادت	۱۵۷
حضرت عبدالجلیلؒ کے مشائخ	۱۵۹
حالات شاہ مدار	۱۶۲
طریق بیعتِ جلیلہ	۱۶۲
تصانیف حضرت عبدالجلیلؒ	۱۶۵
ملفوظات حضرت قطب العالمؒ	۱۶۹
وصال حضرت عبدالجلیلؒ	۱۶۹
بیرون ہند اسلامی سلطنتیں	۱۷۱
تاریخوں میں ذکر حضرت عبدالجلیلؒ	۱۷۲
عمارات خانقاہ کی بحالی	۱۷۸
تزئین وتوسیع مرقدِ مبارک	۱۷۹
دینی مدرسہ کا قیام واوقاف اشرف کا ذکر	۱۸۰
وقف ہذا کی حدیں	۱۸۱
اوقاف کے متعلق فتوے	۱۸۲
منقبت حضرت عبدالجلیلؒ	۱۸۶
لاہور کی مختصر تاریخ	۱۸۷
حضرت کی اولاد کی لاہور میں سکونت	۱۹۵
حضرت سے پہلے بزرگان لاہور	۱۹۹
داتا صاحبؒ سے میراں بادشاہ تک	۱۹۹
اور بعد کے بزرگوں کا حال	
از شیخ ابواسحٰق تا شیخ حامد قادری	۲۰۳
درگاہوں کے چشم دید حالات	۲۰۸
مع حال مزار حکیم فقیر محمد صاحب چشتی	
لاہور کی مشہور مساجد مقابر کا نقشہ	۲۱۳
حالات برادران شیخ عبدالجلیلؒ	۲۱۷
حضرت عبدالجلیلؒ کی اولاد کا ذکر	۲۳۰
حضرت مراد شاہؒ	۲۴۲
حضرت قلندر شاہؒ	۲۴۵
خاندانِ فقیراں سے دوستانہ تعلقات	۲۵۱
بزرگان خاندان کی علمی شہرت	۲۵۴
پیر غلام محی الدین شاہ	۲۵۹
روبکار جاگیرات از مسٹر جان لارنس	۲۶۰
پیر محمد اشرف عالم شاہ صاحب مرحوم	۲۶۹
جانشین اشرف افضل کو اختیاراتِ مجسٹریٹی	۲۷۶
شیخ بہاء الدین بن حضرت عبدالجلیلؒ	۳۱۴
فہرستِ دیہات مملوکہ حضرت عبدالجلیلؒ	۳۳۲
اولاد سلطان حاکمؒ در تحصیل جھنگ	۳۳۶
اولاد فرزند ثانی حضرت حاکمؒ علاقہ بہاولپور	۳۴۱
حالات حضرت شاہ موسیٰؒ مقبور قصبہ	۳۵۳
پنڈی شیخ موسیٰؒ	
لاہور میں رشتہ داریاں	۳۶۳
ذکر خلفاء حضرت عبدالجلیلؒ	۳۶۷
تبدیل قوم کا مرض	۳۸۶
فہرستِ دیہاتِ مملوکہ فرزندان	۳۹۲
حضرت عبدالجلیلؒ	
مشاغل اولاد حضرت عبدالجلیلؒ	۴۰۱
مزار قطب الدین ایبک	۴۰۸
تاریخ تعمیر مسجد وخانقاہ حضرت عبدالجلیلؒ	۴۱۰
تاریخِ عرسِ بزرگان	۴۱۱
تکملہ ۱۳۸۰ء مطابق ۱۹۶۰ء	۴۱۳
تکملہ ۱۴۲۹ء مطابق ۲۰۰۸ء	۴۲۹

Marfat.com

اہلِ علم کی قیمتی آراء

۱۔ ''تاریخ جلیلہ'' مطبوعہ ۱۹۴۳ء کو اہل علم و تحقیق نے جس نظر سے دیکھا اس کا اندازہ ملک کے مشہور ذی علم محقق ''داستانِ تاریخِ اردو'' کے مصنف حامد حسن صاحب چشتی قادری پروفیسر آگرہ کالج (جو حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کی اولاد سے قابل فخر مرد ہیں) کے نامۂ نامی مورخہ ۲۰ مارچ ۱۹۴۴ء سے ہوسکتا ہے جو حسب ذیل ہے:

''مکتوب گرامی اور تاریخ جلیلہ دونوں موصول ہوئے۔ نہایت ممنون فرمایا۔ پرسوں شنبہ کے روز سے میں ہوں اور آپ کی تاریخ جلیلہ۔ پہلے سیر کی اور پھر دل چسپ مقامات کو پڑھنا شروع کیا اور بہت پڑھ گیا۔ بہت ہی عمدہ کتاب لکھی ہے بڑے سلیقہ سے نہایت محنت سے اور بے حد خلوص سے۔ آپ نے اپنے خاندان کی یادگار قائم کی اور دوسرے خاندانوں کے لیے مثال قائم کردی۔ کتاب کی جامعیت اور حسن ترتیب آپ ہی کا حصہ ہے میں بہت متاثر ہوا اور نہایت محظوظ۔ تصویر اور حالات دیکھ کر بہت لطف آیا۔ میں اور آپ تقریباً ہم عمر ہوں گے۔ آپ کی ریش مصوّر میں (جو سات سال پہلے کی ہے) سفیدی سیاہی سے کم ہے میرا معاملہ برعکس ہے۔''

۲۔ دبیر الملک مولانا الحاج محمد عزیز الرحمٰن صاحب عزیزؔ مرحوم و مغفور ڈسٹرکٹ جج ریاست بہاولپور اپنے رسالہ العزیز بابت ماہ اپریل ۱۹۴۳ء کے صفحہ ۳۸ پر زیر عنوان ''حضرتِ نامیؔ دام برکاتہم کی تاریخ جلیلہ'' میں رقم طراز ہیں:

''قیامِ لاہور کے ایام میں راقم کو حضرت پیر غلام دستگیر صاحب نامیؔ کی ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ آپ حضرت سلطان التارکین شاہ حمید الدین حاکم رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے ہیں جن کا مزار مقدس موؔ مبارک ضلع رحیم یار خان ریاست بہاولپور میں واقع ہے۔ اور اس سلسلۂ نسب سے وہ حقیقت میں مملکت خداداد بہاولپور کے ساتھ وطنیت کا تعلق رکھتے ہیں۔ آپ سولہ (۱۶) واسطوں سے حضرت حاکم علیہ الرحمہ کے سلک میں اور آپ کے پوتے ہیں اور حضرت مخدوم کرم شاہ صاحب مخدوم روشن چراغ صاحب اور مخدوم محمد بخش صاحب گیلانی روسائے موؔ مبارک کے

Marfat.com

یک جدی ہیں۔ آپ کا خاندان عرفان وروحانیات کے بے شمار باکمال بزرگوں کی وجہ سے تمام ہند میں خاص امتیاز رکھتا ہے۔ آپ اپنے علمی مشاغل میں ابتدائے عمر سے مصروف ہیں اور ایک سو سے زیادہ کتابیں مختلف مضامین پر لکھ چکے ہیں۔ اپنی بے نظیر تصنیفات میں سے ''تاریخ جلیلہ'' کی ایک کاپی آپ نے مجھے بھی عنایت کی جو ایک ضخیم تاریخی کتاب ہے۔ اس میں آپ نے مختلف مستند تاریخوں اور اپنی تحقیقات کے نتیجوں کا خلاصہ درج کیا ہے۔ حضور فخر بنی آدم سرور عالم ﷺ، خلفائے راشدین اور معدّد اولیائے کرام کے حالات قلم بند کرنے کے بعد اپنے خاندان کا شجرہ اور بزرگوں کے مفصل حالات سپرد قلم فرمائے ہیں۔ چالیس سے زیادہ بلاکوں کی تصاویر اس کتاب میں شامل ہیں۔ چار سو صفحات کے قریب اس کی ضخامت ہے۔''

۳۔ جناب محمد الدین صاحب فوق جو کئی مشہور تاریخی کتابوں کے ثقہ مصنف ہیں رقم فرما ہیں:

''میں نے آپ کی بیش بہا تصنیف تاریخ جلیلہ کو دیکھا۔ آپ کی محنت کی داد دیتا ہوں۔ یہ آپ کے جلیل القدر خاندان ہی کی تاریخ نہیں ہے بلکہ لاہور کے اکثر ممتاز بزرگانِ دین کے جستہ جستہ حالات بھی اس میں ملتے ہیں میں نے بھی اپنی کتاب ''باغات ومزاراتِ لاہور'' میں آپ کی اس تاریخ سے استفادہ کیا ہے۔''

۴۔ سید مبارک علی شاہ صاحب مولوی فاضل میونسپل کمشنر قصور لکھتے ہیں:

''آپ کا مرسلہ تحفہ یعنی ''تاریخ جلیلہ'' موصول ہو چکی ہے۔ بعض مقامات کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ کتاب بہت سی مفید تحقیقات کی حامل ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ اس کارِ خیر کی جزائے خیر عطا فرمائے۔''

۵۔ اسی طرح مولوی محمد عبداللہ صاحب قریشی جو مشہور تحقیقی اور تاریخی مضمون نگار ہیں لکھتے ہیں:

''تاریخ جلیلہ'' کہنے کو تو قطب العالم سیدنا حضرت عبدالجلیل چوہڑ شاہ بندگی سہروردی لاہوریؒ کی خاندانی تاریخ ہے جو پیر غلام دستگیر صاحب نامی نے حضرت کے مریدوں اور متعلقین کے افادہ کے لیے مرتب کی ہے مگر حق یہ ہے کہ اس میں جو قیمتی تاریخی سرمایہ پیش کیا گیا ہے اس کی فراہمی میں بڑی تحقیق وتدقیق اور تجسس وتلاش کی گئی ہے اور نہ صرف پرانی مستند تاریخی کتابوں اور بزرگوں کی قلمی یاداشتوں کی ورق گردانی سے کام لیا گیا ہے بلکہ کئی مقامات کا سفر

Marfat.com

اختیار کر کے بے حد مفید معلومات حاصل کی گئی ہیں جن سے کتاب علم کا ایک قابل قدر ذخیرہ بن گئی ہے میں اس کامیاب تصنیف پر نامی صاحب کی خدمت میں ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں۔"

۶۔ سید عبدالقادر صاحب ایم۔اے مرحوم نے جو اُن دنوں اسلامیہ کالج لاہور کے وائس پرنسپل تھے خاندانِ جلیلہ اور نیاز آگیں نامی کے متعلق ایک مضمون روزنامہ "زمیندار" مورخہ ۲۴ مئی ۱۹۴۵ء میں لکھتے ہوئے حسب ذیل رائے کا اظہار فرمایا۔

"اس خاندان (جلیلہ) کے افراد ایک ہزار سال سے میدانِ علم کے یکّہ تاز چلے آرہے ہیں جن کے نہ صرف تاریخی حالات بلکہ ذہنی کارنامے محفوظ ہیں۔

خانقاہِ حضرت عبدالجلیلؒ کی جس طرح غور و پرداخت ہو رہی ہے لاہور کی اور کوئی درگاہ اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ اور اس کا سہرا پیر غلام دستگیر صاحب نامی کے سر ہے۔ جو بزرگوں کے مزارات کی کماحقہ نگہداشت رکھنے کے علاوہ ان کی تصانیف کو اور ان کے حالاتِ زندگی پر مشتمل کتابوں کو وقتاً فوقتاً شائع کرتے رہتے ہیں۔ اس سلسلے میں ان کی مساعی سے ہمارے ادب میں بہت سی قابل قدر کتابوں کا اضافہ ہو چکا ہے۔ آپ بلا مبالغہ پنجاب کے بہترین متولیوں میں سے ہیں اگر تمام متولی ان کی تقلید کریں تو اوقاف کی حفاظت کا مسئلہ حل ہو جائے .... الخ۔"

خدا کا شکر ہے کہ اس کتاب کو سخن شناسوں نے پسند کیا ہے اور ناشناسوں کی تحسین کی یہ منت پذیر نہیں ہوئی۔

ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم o

(مؤلّف)

Marfat.com

Marfat.com

مقدمہ

از پروفیسر محمد شجاع الدین صاحب ایم۔اے صدر شعبہ تاریخ دیال سنگھ کالج، لاہور

''تاریخ جلیلہ'' آج سے تئیس ۲۳ برس پہلے شائع ہوئی تھی اس وقت سب ارباب علم نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا اور جنابِ نامی صاحب کی مساعی کو بہ نظر تحسین دیکھا۔ ہمارے ملک میں کسی سجادہ نشین یا متولی نے اپنے خاندانی بزرگوں کے بارے میں اس انہماک، توجہ اور محنت سے کتابیں شائع نہیں کیں۔ یہ سعادت صرف مخدوم غلام دستگیر نامی ہی کی قسمت میں ہے کہ آج چھہتر (۷۶) سال کی عمر میں وہ نوجوانوں سے زیادہ باہمت ہیں اور ہمیشہ اپنے بزرگوں کی تصنیفات میں سے کوئی کتاب یا ان کے سوانح پر کوئی رسالہ طبع کرانے کی فکر میں نظر آتے ہیں۔ ہمارے دیکھتے دیکھتے انھوں نے تاریخ جلیلہ، مامریداں، نامہ مراد، اذکارِ قلندری، تذکرۂ قطبیہ وغیرہ متعدد کتابیں جن میں بعض کافی ضخیم ہیں چھپوائیں۔ ان کے نسخے لائبریریوں میں رکھوائے اور ارباب علم تک پہنچائے۔

نامی صاحب لاہور کے ایک بہت مقتدر اور تاریخی خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ اس شہر سے جس کا تعلق سلطان قطب الدین ایبک کے زمانے سے ہے اُس دور میں ایک خدارسیدہ بزرگ حضرت سید احمد توختہ ترمذی (المتوفی ۶۰۲ھ) رونق افروزِ لاہور تھے جو نامی صاحب کے مورثِ اعلیٰ حضرت بہاء الدین

Marfat.com

کے خسر تھے۔ ان کے اخلاف میں سے حضرت عبدالجلیلؒ المشہور چوہڑ بندگی قدس سرہٗ لودھیوں کے دور میں مستقل طور پر یہاں آباد ہو گئے اور ایک خانقاہ کی بنیاد رکھی۔ اس وقت سے خانوادۂ جلیلہ لاہور میں آباد ہے۔ اب اس خاندان کے کچھ گھرانے متصلہ اضلاع اور بالخصوص ضلع شیخوپورہ کے دیہات میں آباد ہیں اور بڑے خوشحال زمیندار ہیں۔ خانوادۂ جلیلہ کے مقتدر افراد سے ہمارے بزرگوں کے دوستانہ محبانہ اور مخلصانہ روابط مدتوں سے چلے آ رہے ہیں۔ نامی صاحب کے محترم ماموں صاحب حضرت پیر اشرف عالم مرحوم سے میرے دادا اور نانا کو بے حد محبت اور عقیدت تھی۔ پیر اشرف عالم مرحوم المتوفی ۱۹۳۲ء رتہ پیراں ضلع شیخوپورہ کے ایک ہر دل عزیز اور غریب پرور رئیس تھے۔ انھوں نے اپنے خاندان کے بزرگوں کا نام زندہ رکھنے اور ان کے کارناموں کو اجاگر کرنے کے لیے لاکھوں کی مالیت کی اپنی ذاتی جائداد وقف کر دی۔ نامی صاحب نے اپنے اس بزرگ کی خواہشات کو عملی جامہ پہنایا اور اسی وقف سے متولی کی حیثیت سے نہایت دیانتداری اور کفایت شعاری سے اس کی آمدنی کو صرف کیا۔ اور سب سے زیادہ قابلِ تعریف چیز یہ ہے کہ خاندانی کتب کی اشاعت کا بیڑا اٹھایا۔

> نامی صاحب میرے واجب الاحترام بزرگ ہیں۔ ان کا اپنا میل ملاپ ہمارے خاندان سے میرے نانا صاحب مرحوم کے زمانے سے ہے۔ ان کی تالیف پر دیباچہ لکھنا کچھ گستاخی معلوم ہوتا ہے لیکن اس تاریخی خاندان سے عقیدت اور دل چسپی کا جذبہ مجبور کرتا ہے کہ یہ چند سطور قلم بند کروں۔

لاہور میں بے شمار تاریخی خاندان ہیں جن کے پاس بزرگوں کے علمی نوادر تھے لیکن لاپروا اخلاف کے تساہل سے وہ جواہر پارے ضائع ہو رہے ہیں۔ اوقاف کی آمدنی کے دیگر جائز مصارف کے علاوہ میرے نزدیک سب سے اہم مصرف اشاعتِ کتب ہے اگر خانوادۂ جلیلہ کی طرح دوسرے مقدس خاندانوں کی کتب بھی ان کے اوقاف کی آمدنی سے شائع ہو جائیں تو یہ بہت بڑی تاریخی اور قومی خدمت ہوتی۔

تاریخ جلیلہ مدت سے ختم ہو چکی تھی۔ میں نے نامی صاحب سے درخواست کی کہ اس مفید تاریخی کتاب کو بارِ دگر شائع کیا جائے چنانچہ میں اس محترم بزرگ کا بے حد شکرگزار ہوں کہ انھوں نے میری اس درخواست کو شرفِ پذیرائی بخشا اور کتاب حلۂ طبع سے پیراستہ آپ کے ہاتھوں میں ہے اور یہ "نقشِ ثانی"

Marfat.com

امید ہے کہ "نقشِ اوّل سے بھی زیادہ مقبول ہوگا۔ خانوادۂ جلیلہ کی بہت سی کتب شائع ہو چکی ہیں لیکن اس کے باوصف چند اور ضروری کتابیں جن کے مخطوطات نامؔی صاحب کے پاس محفوظ ہیں اشاعت کی منتظر ہیں۔ میں نامؔی صاحب سے بصد ادب یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنے تمام مخطوطات یکے بعد دیگرے شائع کر دیں تاکہ یہ کتابیں اربابِ تحقیق تک پہنچ جائیں۔

پاکستان کی ثقافتی تاریخ کی تدوین اس وقت تک پایۂ تکمیل پہ نہیں پہنچ سکتی جب تک کہ عالموں صوفیوں اور درویشوں کی سرگرمیوں کا مطالعہ نہ کیا جائے اور انھوں نے اپنے زمانے کے لوگوں پر جو اثرات چھوڑے ان کا صحیح جائزہ نہ لیا جائے۔ ۱۹۳۷ء میں جب تاریخِ جلیلہ پہلی بار شائع ہوئی ہماری غلامی کا زمانہ تھا آج طلوعِ صبحِ آزادی کے بعد اس قسم کی کتابوں کی ضرورت اور بڑھ گئی ہے کاش کہ پاکستان کے تمام متولی اور سجادہ نشین نامؔی صاحب کی طرح علم کے شیدائی ہوتے۔ اس جگہ ایک اور امر کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں۔ تمام عمر نامؔی صاحب نے محکمہ تعلیم میں ملازمت کر کے روزی کمائی۔ دوسرے مشائخ کی طرح بزرگوں کی استخواں فروشی، تعویذ نویسی اور کشف و کرامت کو جلبِ زر کا ذریعہ نہیں بنایا۔

خدا کرے کہ یہ کتاب جلد مطبوع ہو کر قارئین تک پہنچ جائے۔

محمد شجاع الدین

صدر شعبۂ تاریخ

دیال سنگھ کالج،

لاہور

مورخہ ۲ر جون ۱۹۶۰ء

Marfat.com

Marfat.com

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم و علیٰ آلہٖ و اصحابہ اجمعین

دیباچۂ طبع ثانی

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے اس نیاز مند نامیؔ کو "تاریخِ جلیلہ" بارِ دوم تیئیس (۲۳) برس بعدِ اشاعتِ اول، ضروری ترمیم کے ساتھ شائع کرنے کی توفیق دی۔ اس عرصہ میں میں نے نہ صرف جدِّ نا حضرت عبدالجلیلؒ قطب العالم کی خانقاہ اور مسجد کو سنگِ رخام سے پائیدار بنایا بلکہ ان کے اور ان کے آباؤ اجداد اور لائق اولاد کے ناموں اور علمی کارناموں سے بذریعہ اشاعتِ تصانیف اہل علم کو متعارف کیا۔ مثلاً پیر مراد شاہؒ اور ان کے برادرانِ عزیز (پیر قلندر شاہؒ، سکندر شاہؒ اور فرخ بخشؒ) کے کلام کو درگاہ قطبیہ ہی کی طرف سے نہیں بلکہ احباب کے ذریعے شائع کرا کر خاندانِ جلیلہ کا نام روشن کرنے کی توفیق پائی۔

جیسا کہ ان کی تحریروں سے ثابت ہے جو قدر دان اہل علم
حضرات کی طرف سے مختلف اخباروں اور رسالوں میں اشاعت
پذیر ہوتی رہیں۔ والحمدللہ علی ذالك

"تاریخ جلیلہ" کو دوبارہ عزیزوں اور دوستوں کے حسب تقاضا شائع کیا جا رہا ہے۔ ان کی رائے ہے کہ فی الحال افرادِ خاندانِ جلیلہ میں کوئی فرد نظر نہیں آتا جو سلسلۂ تبلیغ و اشاعت کو جاری رکھنے کی ہمت کرے۔ مغربی تعلیم کی دل دادگی نے نوجوانوں کے خیالات اس طرف سے بدل دیے ہیں۔

لہٰذا تم (نامیؔ) نے جو خاندانی اور تاریخی سرمایہ فراہم کیا ہوا ہے۔
اسے ایک دفعہ پھر محفوظ کر دیا جائے۔

Marfat.com

بقولِ اقبال ع

دگر دانائے راز آید کہ ناید

مجھے یقین ہے کہ جس طرح مجھے اللہ تعالیٰ نے اولادِ قطب العالمؒ میں جدّ نا پیر نبی بخشؒ ناظم شجرۂ خاندانی اور فرزندانِ حضرت کرم شاہ شہیدؒ کے بعد خاندانی تاریخ کو شائع کرنے کی توفیق دی اسی طرح کوئی اور بھی پیدا کر سکتا ہے۔ گو میرے بیٹوں (محمد افضل و محمد ابو بکر بی۔ ایس سی) نے کوئی کتاب تصنیف نہیں کی مگر مضمون لکھ پڑھ لینے کا جوہر ضرور رکھتے ہیں اور پوتے اور نواسے بھی کالجوں میں پہنچے ہیں اور چند فارغ التحصیل ہو چکے ہیں یا ہونے والے ہیں مثلاً برخوردار شمیم افضل سی ٹی بی اے اور جاوید اقبال۔ انشاء اللہ ان کو خاندانی روایات اور وقار قائم رکھنے کا خیال ضرور پیدا ہوگا کیونکہ یہ ''مٹی بہت نمناک ہے۔'' برخوردار ظہیر اجمل بھی گریجوایٹ ہونے والا ہے۔

بہر حال خدا کے فضل سے تاریخ جلیلہ دوسری بار جلوہ گر ہو رہی ہے میں نے اس میں خاندانِ جلیلہ ....اس کے نامور خلفاء بزرگوں کے آستانوں اور اسلامی تاریخ کا ذکر بحال رکھا ہے۔ اور رشتہ دار غیر برادریوں کے مفصل تذکرہ کا اعادہ تحصیلِ حاصل سمجھ کر ترک کر دیا ہے۔ ایک بار ان کا ذکر درجِ تاریخ ہو جانا ان کے لیے کافی ہے۔

مضمون وہ قائم رہنا چاہیے جو بہ حیثیت تاریخ
عوام الناس کے لیے دائمی مفاد کا حامل ہو

(نامیؔ)

Marfat.com

اولادِ حاکم کے لیے قابلِ غور بات

ع

پیوستہ رہ شجر سے امیدِ بہار رکھ

یہ مصرع ڈاکٹر اقبال مرحوم کی ایک نظم کا عنوان ہے جس میں مرحوم نے مسلمانوں کو ملت کے ساتھ رابطہ استوار رکھنے کی تاکید کی ہے اور دلیل یہ دی ہے کہ درخت سے جو شاخ ٹوٹ جائے وہ موسم بہار کی بارش سے بھی ہری نہیں ہوسکتی اس لیے مسلمانوں کو اس کٹ کر گری ہوئی اور کبھی سرسبز نہ ہونے والی ڈالی سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔اسی مضمون کو پیر قلندر شاہؒ صاحبِ ''معراج المقبول'' میں ادا کر چکے ہیں ؎

فرع را با اصلِ خود پیوستگی باید قوی — تا شود سرسبز و آرد صد ہزاراں برگ و بار

ہر کہ ماند دور تر از اصل خود بے بر شود — خشک گردد آخرش سازند ہیزم بہرِ نار

ہر کہ اصل خویش را گم کرد گم رہ گشت آہ — تا ابد سر گشتہ گردد تا ابد دیوانہ وار

میں اس بزرگانہ نصیحت سے اولاد حضرت عبدالجلیل قطب العالمؒ کو جو سلطان التارکین حضرت شیخ حمید الدین حاکمؒ کی بھی اولاد ہیں اور دوسرے حاکمی بھائیوں کو سبق اندوز ہونے کی نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے بزرگوں اور ان کے آستانوں سے رابطہ اور باہمی رشتۂ اخوت قائم رکھیں۔اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف وکرم سے تمام اولادِ حاکمؒ کے سکونتی اضلاع رحیم یار خاں، لاہور، شیخوپورہ، لائلپور (فیصل آباد)، منٹگمری (ساہیوال) اور جھنگ وغیرہ کو پاکستان ہی میں رکھا ہے اور پاکستان ہی میں ان کے بزرگوں کے آثار موجود ہیں۔اس لیے انھیں ان کی بدستور حفاظت رکھنا چاہیے۔اگر انھوں نے خدانخواستہ ان کو کسمپرسی کی حالت

Marfat.com

میں چھوڑ دیا تو ان پر گورنمنٹ کے محکمۂ اوقاف کو قبضہ کرنا پڑے گا اور پھر خاندان اپنے ہر مرکز سے محروم ہو جائے گا۔

دوسری چیز جس کے کھوئے جانے پر اقبالؔ مرحوم نے خون کے آنسو بہائے ہیں وہ علم کے موتیوں یعنی اپنے باپ دادا کی کتابوں کا اغیار کے دستِ تصرف میں چلے جانا ہے اور اس سے زیادہ ان کا ضائع ہو جانا ہے۔

> شیخ شہر اللہؒ نے ''تذکرہ حمیدیہ'' میں سلطان حاکمؒ کی مصنفہ کتب کی تعداد ایک سو بیس (۱۲۰) بتائی ہے۔ مگر اب ہمارے پاس صرف ایک ہی ہے گلزار۔ اور صَرف میں ''پنج گنج''، جو تاجرانِ کتب کے پاس ہے غالباً آپ ہی کی ہے۔ دوسری کتابوں کا پتہ نہیں۔ یہ قیمتی موتی اولاد کی نہیں تو اور کس کی غفلت سے گم ہو گئے؟ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے توفیق دی اور میں نے جو جواہر پارے ہاتھ آئے طبع کرا کر محفوظ کر لیے۔ اسی طرح حضرت جمال الدینؒ ابوبکرؒ مدفون محلّہ جوگی پورہ آگرہ کی تصانیف کا پتہ نہیں۔

اب آئندہ نسلوں کا فرض ہے کہ انھیں بحفاظت رکھیں۔ اس میں انھیں کی نیک نامی ہے۔ کیونکہ نام علم سے ہی زندہ رہتا ہے۔ ع

اولاد سے تو ہے یہی دو پشت چار پشت
(ذوقؔ)

Marfat.com

دیباچہ طبع اول از نامیؔ

وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ؕ

آغاز

اس آیۂ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ برادریاں اور قبیلے اللہ تعالیٰ نے بنائے ہیں اور اس غرض کے لیے بنائے ہیں کہ ہم ایک دوسرے کا تعارف حاصل کریں۔ جان پہچان رکھیں اور یہ جان لیں کہ ہم میں سے اللہ کے نزدیک قدر اسی کی ہے جو زیادہ متقی یعنی پرہیز گار ہو۔

شعوب وقبائل سے تعارف کا شوق

میں نے جب ۱۹۰۰ء میں اسلامیہ ہائی سکول لاہور سے پنجاب یونیورسٹی اینگلو ورنیکلر مڈل پاس کیا اور انٹرنس میں قدم رکھا تو اپنے شعوب وقبائل سے تعارف کا شوق پیدا ہوا۔ ایام طالب علمی میں شجرہ نویسی میں مرا انہماک دیکھ کر قبلہ ماموں صاحب اشرفِ خاندان نے مجھے سرزنش کی کہ ایسی باتوں میں وقت ضائع نہ کرو۔ تم نے کوئی بیرونِ برادری رشتہ کرنا ہے جو اس قدر مینا کاری چھان بنتے ہو۔ اپنے شوق میں یہ رکاوٹ دیکھ کر مجھے سخت صدمہ ہوا اور میں الگ بیٹھ کر آٹھ آٹھ آنسو رویا۔ مگر جو خیال قدرتاً دل میں پیدا ہوا سے کون روک سکتا ہے۔ میں معلومات حاصل کرنے میں مشغول رہا اور ایک رجسٹر شجروں کا مرتب کرلیا۔ اسی سے میں نے شیر وشکر اور قندِ مکرر تیار کیا۔ اور اسی سے نسب نامہ مطبوع ہوا۔ مامریداں ومراد العاشقین، ذکر الحسن، شرائط سلوک، حیات مراد، نامۂ مراد، تذکرۂ قطبیہ، تذکرۂ حمیدیہ، حالات بابرکات، اذکار قلندری، تبرک عرس، گلدستہ شادی، قصائد قلندری، نعتیہ کلام حامی۔ خاص خاندانی کتابیں ہیں جو میری سعی سے طبع ہوئیں۔ علاوہ ان کے تاریخ مدینہ منورہ، تاریخ مکہ معظمہ، تاریخ نجدیہ، خلافت صدیقی، خلافت فاروقی، خلافتِ عثمانی، خلافتِ حیدری، زوالِ ایران، حیدرِ کرار، اسلامی تاریخی کتب مؤلفہ خاکسار شائع ہوئیں۔ ''سوانح عمری علم الدین غازی نے محمد افضل شاہ کے نام سے شہرت پائی۔ علم الفرائض کے متعلق مسلمان اور

Marfat.com

رواج، ہم اور ہماری رسمیں، قرآنی قانونِ وراثت، رواج اور شریعت پر ایک دل چسپ بحث، بیٹے کا حصہ، کلید تقسیم وراثت، پیغام شریعت، شریعت اور رواج، انیس الوارثین اور قانونِ وراثت کتب زیورِ الطّباع سے آراستہ ہوئیں۔ پھر میں نے کتب فروشوں کی فرمائش پر حکایاتِ مثنوی مولانا روم، اسلامی سبق، اسلام کا قاعدہ، اسلام کی پہلی، اسلام کی دوسری، اسلام کی تیسری کتاب (جو ابھی شائع نہیں ہوئی) اور گنجینۂ اخلاق کے دو حصے تالیف کیے، مؤخر الذکر کتاب تو بہت ہی مقبول ہوئی اسے ہندوستان بھر کی ٹیکسٹ بک کمیٹیوں نے بطورِ لائبریری بک اور درسی کتاب اسکولوں کے لیے منظور کیا ہے۔ غیر اسلامی رسم ورواج و بدعات کی اصلاح کے لیے جو میں نے ''دائرۃ الاصلاح'' کو رسالے لکھ کر نذر کیے ہیں ان کی تعداد ساٹھ کے قریب ہوگی۔ میرے مضامین کا ایک اور نظموں کے تین رجسٹر ہیں۔ خاندان و بزرگانِ خاندان کے حالات معلوم کرنے کے شوق سے مجھے لکھنے کی دھن پیدا ہوئی اور مشق سے بہت سی کتبِ نادرہ تالیف ہوگئیں۔ تمام کتب ورسائل مطبوعہ کی تعداد سو سے کم نہ ہوگی۔ یہ سب کچھ اللہ کے فضل وکرم اور توفیق سے ہوا۔ میری تالیفات میں زیادہ تعداد ان رسالوں کی ہے جو ہزاروں کی تعداد میں چھپوا کر مفت تقسیم کیے گئے۔

حصولِ معلومات کے لیے سفر

سب سے پہلا سفر میں نے آگرہ کا کیا۔ تاکہ حضرت عبدالجلیل چوہڑ شاہ بندگیؒ کے بھائی حضرت جمال الدین ابوبکرؒ کے مزار کی زیارت کروں۔ تاریخ یاد نہیں رہی اور جو مضمون اس کے متعلق اخبارات میں لکھا تھا وہ بھی ضائع ہوگیا۔ مزار کا حال 'حالاتِ شیخ ابوبکرؒ' میں لکھ دیا گیا ہے۔

دوسرا سفر ۲۱ رجنوری ۱۹۱۲ء ''میانوالی قریشیاں'' ریاست بہاولپور کا ہے۔ مخدوم احمد شاہ صاحب سجادہ نشین بڑے خلق وکرم سے پیش آئے۔ مومبارک اور ٹرنڈہ تک مجھے شرفِ معیت بخشا اور ایک رقم عطا فرمائی جو میں نے واپس آتے ہی مرقدِ حضرت توختہ ترمذیؒ کی فرش بندی پر صرف کی۔ اس سفر میں میں نے میانوالی میں ''گلزارِ حاکمی'' منقولہ ۱۱۸۸ء اور حالاتِ حضرت حاکمؒ، شیخ عماد الدین حماد مؤلفہ جمال الدین بن عبدالرزاق بن محمد کبیر الدین بن سید حمید الدین القرشی حسن رضوی جو سلطان حاکم کا سلسلہ حضرت علیؓ تک پہنچاتے ہیں ملاحظہ کی۔ غالباً اسی کتاب کی بنا پر بہاولپور گزیٹیئر میں بھی آپ کو علوی قریشی لکھا ہے۔ تاریخ وفات بھی کچھ مختلف ہی دی ہے کہ آپ روز چارشنبہ ۶ ربیع الاول کو ملتان میں فوت اور

Marfat.com

بطورِ امانت دفن ہوئے اور پھر ۱۲ ربیع الاول کو بروز دوشنبہ قصبہ مومبارک میں لاکر اپنے بھائی شیخ رکن الدینؒ کی قبر کے پاس سپردِ خاک کیے گئے۔ میں نے جدامجدی پیر نبی بخش کا منظومہ نسب نامہ مخدوم صاحب کی نذر کیا تھا۔ میں پھر ۲۷ جنوری ۱۹۲۲ء کو ہمراہ عموی عالم شاہ صاحب میانوالی گیا۔ مخدوم صاحب موصوف ۱۰ اپریل ۱۹۲۰ء کو بعمر ۵۵ سال وفات پا چکے تھے۔ مگر بقول مولانا رومؒ کہ جب گل نہ رہے تو اس کی خوشبو کہاں پائیں؟ گلاب سے۔ ہم ان کے خلق و تواضع کی خوشبو ان کے فرزندانِ ارجمند مخدوم کرم شاہ اور روشن چراغ صاحبان سے پائی۔ اس سفر میں ہم نے سلطان حاکمؒ کے رقم کردہ قرآن شریف کے پریشان اوراق اور دیگر تبرکات کی (مثلاً دوشالہ جس کے حاشیہ پر چاروں طرف مبارک باد' بافتہ تھا اور کانچ کی انگوٹھی وغیرہ) مخدوم امام بخش صاحب ساکن مومبارک کے پاس زیارت کی۔

۲ جولائی ۱۹۲۶ء کو پنڈی شیخ موسیٰ جا کر ان کی اولاد کے حالات دریافت کیے اور بھائی حیدر شاہ ولد دائم شاہ۔ پہلوان شاہ بن محمد شاہ، عابدین ولد لعل شاہ کی ملاقات سے خورسند ہوا۔ ۱۷ جولائی ۱۹۲۶ء کو گڑھی بھائی خاں بلوچ ضلع مظفرنگر کا سفر برائے ملاقاتِ اولاد شیخ ابوبکرؒ و فریدالدینؒ برادرانِ حضرت عبدالجلیل اختیار کیا۔ یہ معلوم کر کے کہ ان کا سلسلہ نسل قطع ہو چکا ہے مایوس واپس آیا۔

۲۷ نومبر ۱۹۲۶ء کو کوٹ محمد عاشق (نبی پور پیراں) جا کر حالات دریافت کیے۔

۱۹ فروری ۱۹۲۷ء کو موضع قریشیاں والہ اور ۲۹ ستمبر ۱۹۲۸ء کو موضع مرتضیٰ میں ایک ایک رات بسر کی۔

ان سفروں میں تاریخ کے لیے کافی مواد مل گیا۔

۲۵ جنوری ۱۹۳۷ء کو گہلن تحصیل چونیاں پہنچا۔

تاریخ جلیلہ کے لیے سفر

میں اپنے خالق و رازق خدائے کارساز کے انعامات کا شکریہ کس زبان سے ادا کروں کہ اس نے ہمیشہ میرے ارادوں کی تکمیل میں میری مدد فرمائی ہے۔ تاریخ خاندان چھپوانے کے شوق کا پورا ہونا مناسب وقت پر موقوف تھا۔ گزشتہ سال سے میں باقاعدہ طور پر اوقاف اشرف کا متولی ہوں بزرگانِ خاندان کے عرسوں سے فارغ ہو کر مجھے خیال ہوا کہ ان کے نام کو زندہ اور روشن کرنے کا سب سے بہتر طریقہ متولی کے لیے یہ ہے کہ ان کے مبارک حالات کی اشاعت کرے۔ اس کے ساتھ ہی مساجد و مقابر کے فوٹو شامل

Marfat.com

کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ تا کہ وہ اشخاص بھی جو ہر جگہ حاضر ہو کر زیارت کرنے کی توفیق نہیں رکھتے مستفید ہو سکیں۔ میری طبیعت سفر سے بہت گھبراتی ہے اور مجھے گھر سے باہر رہنا بڑا ہی شاق ہے۔ مگر تاریخ کی تالیف کے لیے میں نے فوٹو گرافروں کے ساتھ صعوبت سفر گوارا کی۔

۲۰ دسمبر ۱۹۳۶ء کو کاہنووان گیا۔

۲۸ دسمبر ۱۹۳۶ء کو مومبارک گیا۔

۱۸ جنوری ۱۹۳۷ء کو شاہ کوٹ پہنچا۔

۴ فروری ۱۹۳۷ء کو ننکانہ صاحب گیا۔

تین دفعہ رتہ پیراں گیا اور کوٹلی پیراں میں بھی حاضر ہوا۔

زہر خرمنے خوشۂ یافتم
زہر گوشۂ توشۂ یافتم (سعدی)

وہ کتب جن سے یہ کتاب تالیف کی گئی

میں ۳۶ سال سے ذخیرہ معلومات فراہم کر رہا ہوں۔ علاوہ ازیں مندرجہ ذیل کتب بوقتِ تالیف پیش نظر رہیں:

۱۔ تذکرۂ حمیدیہ ۲۔ تذکرۂ قطبیہ ۳۔ اذکار قلندری ۴۔ کلیات مرادؒ ۵۔ کلیات قلندرؒ ۶۔ کلیات سکندرؒ ۷۔ گنجینۂ سروری ۸۔ منشی محمد الدین صاحب فوقؔ کی تاریخی کتب متعلق لاہور ۹۔ شجرات فرمانروانِ اسلام ۱۰۔ ہسٹری آف لاہور بائی محمد لطیف جج ۱۱۔ خزینۃ الاصفیا ۱۲۔ حدیقۃ الاولیا ۱۳۔ کتاب المعارف ۱۴۔ سیرت النبی ﷺ ۱۵۔ گلوسری آف ٹرائبس ۱۶۔ گزیٹیر آف لاہور، ملتان، جھنگ، منٹگمری (ساہیوال)، گوجرانوالہ اور بہاول پور اینڈ بلوچستان ۱۷۔ تاریخ فرشتہ ۱۸۔ تاریخ ہندوستان ۱۹۔ تحقیقاتِ چشتی ۲۰۔ رپورٹ مردم شماری پنجاب ۲۱۔ صد سالہ جنتری ۲۲۔ اسرارِ عشق ۲۳۔ صحیفۂ تعین زماں ۲۴۔ تاریخ لاہور ۲۵۔ ڈائریکٹری ضلع لاہور و جھنگ ۲۶۔ تاریخ اقوام پونچھ

ضخامت کتاب اور بلاکوں کی افزونی

میں برابر تین ماہ سے شب و روز مصروفِ تاریخِ جلیلہ ہوں۔ خیال تھا کہ اڑھائی سو صفحہ میں کتاب پوری ہو جائے گی مگر باوجود اختصار حجم بڑھ رہا ہے۔ پہلے ارادہ صرف مزارات، مساجد، واقف، متولی اور

Marfat.com

سجادہ نشین کے فوٹو درج کرنے کا تھا۔ پھر خیال ہوا کہ تعارف کے لیے وابستگانِ سلسلۂ جلیلہ کے جتنے فوٹو شامل ہو جائیں۔ غیر موزوں نہیں بشرطیکہ وہ فوٹو اور بلاک کے اخراجات کے خود متحمل ہوں۔ چنانچہ سمجھ دار عزیزوں نے اس[1] تجویز کا خیر مقدم کیا ہے جن میں میری نانی صاحبہ مرحومہ کے بھانجے اور بھانجی کی مقتدر اولاد اور ان کے لاہوری رشتہ دار بھی شامل ہیں۔ مجھے برادریِ جلیلہ کے اُن افراد کی غیر مآل اندیشی پر افسوس آتا ہے جو بڑے بڑے اونچے مکانوں اور ہزار ہا روپیہ کے مالک ہیں مگر انھیں خاندان کی تاریخ کی اہمیت کا کچھ احساس نہیں۔ انھوں نے موقع کو ہاتھ سے کھو دیا اور بے تعارفی میں پڑے رہے۔

تاریخ کے غیر مکمل رہنے کا اعتراف

جہاں تک میری معلومات اور حافظہ نے مدد کی میں نے تمام ضروری باتیں قلم بند کر دی ہیں مگر میں ابھی اس کتاب کو مکمل تصور نہیں کرتا۔ کیونکہ سلطان حاکمؒ کی اولاد موضع کیچ پیرن تحصیل شجاع آباد موضع شیخ عمر تھانہ کوٹ اور موضع کریم داد تھانہ قریشی ضلع مظفر گڑھ۔ بستی حبیب تحصیل تونسہ شریف اور بستی شیخ جوندہ ڈاک خانہ تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی خاں میں بھی بتائی جاتی ہے جن کے حالات باوجود کئی خط لکھنے کے کسی نے تحریر نہیں کیے۔ درگاہِ جلیلہ سے شائع شدہ اخبار ''الجلیل'' (جس کی اشاعت بوجہ تالیف کتاب ہذا بند کرنی پڑی) بھی برابر ان دیہات کے حاکمی بھائیوں کو بھیجتا رہا۔ مگر صدائے برنخاست معلوم ہوتا ہے کہ ان میں قومی روح باقی نہیں یا وہ حاکمی ہونے کا ثبوت پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ شیخ محمد غوث صاحب ساکن کیچ بھی جنھوں نے ان کے نام لکھائے تھے خاموش ہیں۔

شکریہ

میں پیر عبدالحمید صاحب پرویں رقم کا جن کو سرکار گولڑہ شریف سے عہدۂ خلافت تفویض[2] ہوا ہے اور جو لاہور میں بہترین خوشنویس ہیں ممنون ہوں کہ آپ نے سرورق پر آیہ مبارکہ اور نام کتاب ''تاریخِ جلیلہ'' مفت لکھ کر دیا۔ اسی طرح میں قاضی ظہور الدین صاحب رئیس ادارۂ کتابت متصل مسجد والگراں کا بھی شکر گزار ہوں کہ آپ تمام کام چھوڑ کر ہمارا کام کر دیتے رہے۔

---

[1] برادرم مخدوم روشن چراغ صاحب سب سے اسبق و اقدم ہیں۔

[2] پرویں رقم صاحب مرحوم حضرت میاں علی محمد صاحب ساکن بسی نو ہوشیار پور مقیم حال پاک پتن سے بھی آخر زندگی تک بہرہ یاب ہوتے رہے۔ (طبع ثانی)

Marfat.com

نیز میں مسٹر محمد بشیر احمد ولد خان صاحب احمد الدین صاحب رجسٹرار[1] کی مہربانی کا بھی معترف ہوں کہ آپ نے میرے ساتھ کاہنووان جا کر روضہ شیخ برہان کا فوٹو لیا۔ اسی طرح شیخ قمر الدین صاحب کا بھی ممنون ہوں کیونکہ انھوں نے میرے ہمراہ فوٹو لینے کے لیے دور دراز سفر کی صعوبتیں برداشت کیں اور نبی پور میں میرے ساتھ گرسنہ رہے۔ برخوردار محمد منیر اور محمد ابوبکر کو خدا خوش رکھے کہ انھوں نے کتب خانہ باقاعدہ رکھا ہوا ہے۔ جب میں نے کوئی کتاب مانگی انھوں نے فوراً نکال دی۔ خدا ان کا شوقِ قیامِ دارالمطالعہ قائم رکھے۔

مختصر تاریخِ خاندان جو شیخوپورہ گزیٹیر کے لیے لکھی گئی تھی

۲۰ فروری ۱۹۲۶ء کو خان بہادر شیخ نور محمد صاحب ایم۔اے مہتمم بندوبست ضلع شیخوپورہ نے جو اب ڈپٹی کمشنر ہیں بنام اشرفِ خاندان ایک روبکار بدیں مضمون لکھی تھی کہ ضلع شیخوپورہ کے گزیٹیر[2] کے لیے اپنے بزرگان کی خدماتِ سرکاری اور رفاہِ عام کے جو کام انھوں نے کیے ہوں مفصل تحریر کر کے بھیجیں۔ قبلہ ماموں صاحب نے یہ کام میرے سپرد کیا چنانچہ میں نے انگریزی میں جو مضمون سپرد قلم کر کے بھیجا اس کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

ہاشمی فیملی

"یہ خاندان حارثؓ کی اولاد سے ہے جو پیغمبر (علیہ السلام) کے چچا تھے۔ حارثؓ کے جانشینوں میں سے ایک شیخ حمید الدین حاکمؒ ۶۰۵ھ میں کیچ مکران کے حاکم تھے۔ (بہاولپور گزیٹیر صفحہ ۱۶۷)

ان کے پڑپوتے شیخ عبدالجلیل پنجاب میں اشاعتِ اسلام کے لیے آئے جہاں وہ ولی مشہور ہوئے۔ شہنشاہ بہلول لودھی نے اپنی بیٹی آپ سے بیاہ دی۔ آپ کے زہد واتقا کے باعث کثیر التعداد اشخاص زیادہ تر راجپوت آپ کے مرید ہوئے۔ آپ سکندر لودھی کے زمانہ میں درحہ ۱۵۰ اء فوت ہوئے۔ آپ کے دو بیٹے شیخ ابوالفتح اور شیخ بہاء الدین باقی رہے۔ آپ کا مزار میکلوڈ روڈ پر واقع ہے جسے مسلمان بہت متبرک سمجھتے اور اس کی زیارت کرتے ہیں۔ (تاریخ لاہور صفحہ ۲۰۵)

---

[1] آپ بمعہ اہل بیت دوسرا حج کر کے ۴ر اپریل ۱۹۳۷ء کو لاہور مراجعت فرما ہوئے۔
[2] افسوس یہ گزیٹیر ابھی تک نہیں چھپا۔

Marfat.com

شیخ کی اولاد ہاشمی کہلاتی ہے اور ضلع شیخوپورہ کی شاہدرہ اور ننکانہ کی تحصیلوں میں آباد ہے اوّل الذکر تحصیل میں اس کی ۵۳۹۳ اور موخر الذکر میں ۱۹۶۹۸ ایکڑ اراضی ہے۔ ملاحظہ ہو فہرست مشمولہ۔ وہ قریباً ایک لاکھ روپیہ بطور معاملہ مالی ونہری ادا کرتے ہیں۔ ضلع شیخوپورہ اور اس کے مضافات میں دو سو سے کم گاؤں نہ ہوں گے جوان راجپوت اقوام یعنی سلہریہ، کھوکھر، اوان، چوہان وغیرہ کی ملکیت ہیں جو اس بزرگ کے مرید ہیں اور جو اس خاندان کے تمام افراد کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

(گلوسوری آف ٹرائبس جلد اول ص ۵۴۶، تذکرۂ قطبیہ ص ۴۲۔۴۳)

پیر محمد اشرف عالم شاہ ساکن رتہ پیراں تحصیل شاہدرہ خاندان کے سرگروہ ہیں آپ کے والد پیر غلام محی الدین شاہ کو ۱۸۵۳ء کو ۶۲۰ روپیہ کی جاگیر اپنے لیے اور جانشینوں کے لیے علی الدوام عطا ہوئی تھی۔

(ملاحظہ ہو نقل حکم مورخہ کیم ستمبر ۱۸۵۳ء از چیف کمشنر صاحب بہادر پنجاب)

یہ جاگیریں اب پیر صاحب موصوف کے قبضہ میں ہیں جو کرسی نشین بھی ہیں۔ آپ کے بھائی پیر خورشید عالم شاہ رعیہ میں آنریری مجسٹریٹ ۱۸۸۴ء سے ۱۸۸۷ء تک رہے۔ (اذکار قلندری)

اس ہاشمی خاندان نے محاربۂ عظیم میں قریباً چالیس رنگروٹ اور بارہ ہزار سے زیادہ روپیہ بطور قرض یا چندہ دیا۔ پیر محمد اشرف عالم شاہ اپنے علاقہ میں پہلے آدمی ہیں جنھوں نے اپنے گاؤں رتیاں خورشید پور میں کواپریٹو سوسائٹی قائم کی۔ اور علاوہ ازیں ایک درجن ایجنسیاں مضافاتی دیہات میں ان کے اثر سے قائم ہوئیں وہ کواپریٹو یونین کے بھی سرپرست ہیں[1]۔ آپ کی کوششوں کو محکمہ نے بڑی قدر سے دیکھا ہے علاوہ ازیں آپ نے ایک مدرسہ تعمیر کر کے لوئر مڈل سکول رتہ پیراں کے لیے بلا کرایہ دیا ہوا ہے۔ اس برادری میں ایک ذیلدار پیر بہادر شاہ ساکن قریشیاں والا ہے اور جو گاؤں برادری کی ملکیت ہیں ان کی نمبرداریاں بھی خاندانی افراد سے متعلق ہیں۔ محمد اشرف عالم شاہ کے علاوہ پیر عنایت شاہ نبی پوری بھی کرسی نشین ہیں۔ اس خاندان نے بہت سے مشہور مصنفین بھی مثلاً حمید الدین، عبد الجلیل، ابو بکر، مراد شاہ، قلندر شاہ، سکندر شاہ، فرح بخش، نبی بخش، غلام دستگیر نامی وغیرہ پیدا کیے ہیں جن کی کتابیں پنجاب میں دل چسپی سے پڑھی جاتی ہیں۔''

---

[1] اب سرپرستی پیر محمد افضل شاہ سجادہ نشین کر رہے ہیں

Marfat.com

صاحب ضلع شیخوپورہ توجہ فرمائیں!

پیر محمد اشرف عالم شاہ جب ۱۹۳۲ء میں فوت ہوگئے تو پنڈت جانکی ناتھ صاحب اٹل ڈپٹی کمشنر نے ان کے جانشین نواسہ پیر محمد افضل شاہ کو مستحق سمجھ کر فوراً درباری بنوادیا۔ علاقہ کی کواپریٹو سوسائٹیوں نے رتہ یونین کا صدر منتخب کیا اور خان بہادر شیخ نور محمد صاحب ایم۔ اے ڈپٹی کمشنر صاحب نے تمام مواضعات کی نمبرداری کا حق دار قرار دیا مگر ایک موضع کی نمبرداری دوسرے کو عطا کرنے کا ارشاد فرمایا جس کی تعمیل کی گئی۔ اس خاندان کے سجادہ نشین کو گورنمنٹ نے تین مواضعات (کوٹلی، رتہ، مردانہ) میں جاگیر علی الدوام عطا کی جو جنابِ اشرف کے بے اولاد نرینہ فوت ہوجانے پر بحق سرکار ضبط ہوگئی چونکہ موجودہ سجادہ نشین میں اپنے پیش رووں کے تمام اوصاف خوش اخلاقی و مہمان نوازی وغیرہ موجود ہیں اور اخلاص و ہردلعزیزی بھی حاصل ہے اس لیے ڈپٹی کمشنر صاحب اگر گورنمنٹ سے سفارش کرکے جاگیریں بحال کرادیں تو راعی و رعایا دونوں کے لیے مفید ہوگا نیز دیگر اعزاز بھی جو سجادہ نشین صاحب کو حاصل رہے ہیں ملنے چاہئیں۔ اس علاقہ میں حضرات اشرف کے گھر کی تمام شریف گھرانے عزت کرتے ہیں اور یہ عزت صاحبِ ضلع کی توجہ سے قائم رہ سکتی ہے کیونکہ گورنمنٹ کو جو کچھ دینا ہے آپ ہی کی سفارش سے دینا ہے۔

(غلام دستگیر نامی۔ مؤلف)

Marfat.com

قریش

Marfat.com

83548

Marfat.com

قریش کی وجہ تسمیہ

اہل عرب عموماً بڑے شہزور جانوروں کے نام پر اپنے قبیلوں کو موسوم کیا کرتے ہیں۔ مثلاً قبیلۂ اسد (شیر)، نمر (پلنگ) وغیرہ۔ قریش کے بزرگ جن کا نام شجرۂ مندرجہ بالا کا زیب عنوان ہے یعنی فہرؔ آل عدنان میں سے از اولاد حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ تھے۔ انہی نے اپنے قبیلے کو قریش کے نام سے موسوم کیا۔

کعبہ کی تولیّت کا شرف

منتخب اللغات شاہجہانی میں لکھا ہے کہ "قریش قرش کی تصغیر ہے اور وہ ایک سمندری جانور ہے جس سے تمام جانور ڈرتے ہیں۔ اور شتر سوار ایک معروف قبیلہ کا نام بھی ہے جس کا مورث اعلیٰ نضر بن کنانہ تھا۔ از اجداد حضرت رسولِ کریم ﷺ۔ نیز ایک مرد کا نام ہے جو عرب کا صاحب قافلہ تھا۔

Marfat.com

قریش کا شجرۂ نسب

فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ

- غالب
  - لوی
    - کعب
      - مُرّہ
      - ہصیص — حضرت عمرو بن عاصؓ کے مورث اعلیٰ
      - عدی — حضرت فاروق اعظمؓ اور حضرت سعیدؓ بن زید کے مورث اعلیٰ
- حارث — حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کے مورث اعلیٰ

- یقظہ
  - مخزوم — حضرت خالد بن ولیدؓ کے مورث اعلیٰ
- تیم — حضرت ابوبکر صدیقؓ کے مورث اعلیٰ
- کلاب
  - زہرہ — حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، اور سیدہ آمنہ کے مورثِ اعلیٰ
  - قصی
    - عبد مناف
      - ہاشم
        - عبدالمطلب — ہاشمیوں کے مورث اعلیٰ
      - عبدالشمس
        - امیہ — سلاطین بن امیہ کے مورث اعلیٰ
    - عبدالعزیٰ — حضرت زبیر بن عوام کے مورث اعلیٰ

Marfat.com

بیت اللہ کو حضرت ابراہم اور ان کے بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ نے از سرِ نو تعمیر کیا اور اس کے پاس اپنی اولاد کو بسایا۔ کعبہ کی برکت اور کشش دور دور سے لوگوں کو آباد ہونے کے لیے کھینچ لائی۔ ان سب میں اولادِ اسمٰعیلؑ کی سیادت بوجہ تولیتِ کعبہ مسلّم رہی۔ کچھ عرصہ حضرت ابراہیمؑ کے سسرال خاندان جرہم اور قبیلہٴ خزاعہ والے بھی اس کے متولّی رہے۔ مگر پھر قصّی بن کلاب نے آبائی حق حاصل کر لیا۔ قصّی بن کلاب بڑے نمایاں کار شخص گزرے ہیں۔ انھوں نے قریش کے مشورے سے زائرینِ حرم کی مہمان نوازی کے لیے سقایا (حاجیوں) کو آبِ زمزم پلانے) اور رفادہ (کھلانے پلانے) کا انتظام کیا اور ایامِ حج میں مشعرِ حرام (چراغ جلانے) کی رسم ایجاد کی۔ قصّی کے جود و سخا سے اس خاندان کی شہرت اور وقار کو چار چاند لگ گئے اور بعض مؤرخین کا بیان ہے کہ "قریش" کا لقب انہی کو بوجہ ان کی بزرگی کے ملا۔ یا اس وجہ سے وہ اس لقب سے ملقب ہوئے کہ انھوں نے خاندان کو جمع کر کے کعبہ کے آس پاس آباد کیا۔ "تقریش" کے معنی جمع کرنے کے ہیں اسی نسبت سے انھیں مجمع بھی کہتے ہیں۔

قصّی کے بعد حرم کے تمام مناصب حسبِ وصیّتِ پدر ان کے بڑے بیٹے عبدالدار کو تفویض ہوئے مگر وہ نااہل ثابت ہوا اور یہ منصبِ عظیم بہ اتفاقِ خاندان قصّی کے پوتے ہاشم بن عبد مناف کے سپرد ہوا۔

ہاشم بڑے باصولت اور بااثر بزرگ تھے۔ انھوں نے سقایا و رفادہ کے کام کو نہایت خیر و خوبی سے سرانجام دیا۔ اصل میں ان کا نام مغیرہ تھا۔ ہاشم اس وجہ سے پڑا کہ انھوں نے سخت قحط کے دنوں میں بھوکوں کو شوربہ میں روٹیاں چُورا کر کے کھلائیں۔ عربی زبان میں چُورا کرنے کو ہشم کہتے ہیں جس کا اسم فاعل ہاشم ہے۔

ہاشم کا اثر و رسوخ سلاطین پر بھی قائم تھا۔ چنانچہ قیصرِ روم اور نجاشی شاہِ حبش نے فرمان لکھوا دیے تھے کہ جو قریش کا مال ان کے ملکوں میں آئے اس پر محصول نہ لیا جائے۔ بلکہ جب قیصر کے پایۂ تخت انگورہ (انقرہ) میں قریش کا قافلہ جاتا تھا تو قیصر نہایت تپاک سے اس کا خیر مقدم کرتا تھا۔ دیگر قبائلِ عرب پر بھی ہاشم کا رعب تھا۔ اسی وجہ سے قریشی کے کارواں لوٹ مار سے محفوظ رہتے تھے۔

ہاشم کے بعد ان کے بیٹے عبدالمطلب جانشین ہوئے۔ انھوں نے چاہِ زمزم کا پتہ لگا کر کھدوایا اور مکہ میں یادگارِ اسمٰعیلؑ کو پیدا کر کے عقیدت مند محتاجوں کو سیراب کیا۔

Marfat.com

مناصبِ قریش

قریش ظہورِ اسلام سے قبل بھی عرب میں قابلِ احترام تھے چنانچہ مکہ میں واقع کعبہ جس کی عظمت واقتدار کا سکہ تمام عرب میں قائم تھا۔ قریش ہی کی تولیت میں تھا اور اسی وجہ سے وہ تمام ملک کے مذہبی حاکم تھے۔ قریش کے مختلف قبیلے مختلف مناصب پر فائز تھے چنانچہ:

۱۔ دیات ومغارم (خوں بہا اور تاوان) کے فیصلے خاندان تیم سے متعلق تھے اور رسول اللہ ﷺ کے عہد میں اس قبیلہ کے چشم و چراغ حضرت ابوبکر صدیق ؓ اس منصب پر فائز تھے۔

۲۔ سفارت ومنافرت یعنی سفیر ہو کر جانے اور فضیلتِ شرافت کے متعلق قبائل کی نزاع ومنافرت دور کرنے کا کام حضرت عمر فاروق اعظم ؓ کے قبیلۂ عدی سے متعلق تھا اور عہد نبوی ﷺ میں فاروق اعظم ؓ اس عہدۂ جلیلہ پر فائز تھے۔

۳۔ عقاب یعنی علمبرداری خاندان بنی امیہ کے سپرد تھی اور عہد رسالت میں اس کے رئیس ابوسفیان ؓ بن حرب تھے۔

۴۔ سقایہ یعنی حاجیوں کو پانی پلانے کا انتظام بنو ہاشم کے ہاتھ میں تھا۔ حضرت عباس ؓ بن عبدالمطلب آبِ زمزم کے ساقیوں کے سردار تھے۔

۵۔ قبہ یعنی خیمہ وخرگاہ کا انتظام اور سواروں کی افسری حضرت خالد ؓ کے خاندان مخزوم سے متعلق تھی اور ان کے والد ولید بن مغیرہ اس منصب پر فائز تھے۔

۶۔ حجابتہ یعنی کعبہ کی کلید برداری اور تولیت بنی عبدالدار کے سپرد تھی اور عثمان بن طلحہ کلید بردار تھے۔

۷۔ رفادہ یعنی غریب حجاج کی خبر گیری خاندان نوفل کے ذمہ تھی اور حرث بن عامر اس کے منصب دار تھے۔

۸۔ مشورۃ کا کام خاندانِ اسد سے متعلق تھا۔ یزید بن ربیعۃ الاسود حضور ﷺ کے عہد میں مشیر اعظم تھے۔

۹۔ ازلام وایسار یعنی محکمہ مال کا انتظام خاندان جمح کے رئیس صفوان بن امیہ کے پاس تھا۔

۱۰۔ اموال یعنی نظام خزانہ خاندانِ سہم کے لیڈر حرث بن قیس کی تحویل میں تھا۔

Marfat.com

مندرجہ بالا تفصیل سے ظاہر ہے کہ قریش نہ صرف عرب کے روحانی پیشوا تھے بلکہ صلح و جنگ کا اختیار بھی انہی کو حاصل تھا۔ وہ خدائے تعالیٰ کے ہمسائے بلکہ آل اللہ یعنی اللہ کے عیال و اطفال کہلاتے تھے اور تمام عرب ان کا پانی بھرتا تھا۔

رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے وقت ابوسفیان جن کا باپ حرب فجار میں قریش کا سپہ سالار تھا و ابوجہل، جو ولید بن مغیرہ کا بھتیجا تھا۔ ابولہب بن عبدالمطلب (حضور کا چچا) ولید بن مغیرہ (حضرت خالد کا باپ) عاص بن وائل سہمی (حضرت عمروؓ بن عاص فاتح مصر کا باپ) اور عتبہ بن ربیعہ (امیر معاویہ کا نانا) رؤسائے قریش تھے۔ ان کے نزدیک پیغمبری کا دعوے دار اس کو ہونا چاہیے تھا جو مالدار اور اولادِ کثیر رکھتا ہو۔ اور یہ دونوں باتیں اللہ کے پیارے کملی پوش میں نہ تھیں۔ ان کے قومی غرور نے یہ پسند نہ کیا کہ ایک شخص جس کا باپ اس پر نادیدہ قربان ہو گیا ہو جس کا کوئی بیٹا زندہ نہ رہتا ہو جو مال نہ رکھتا ہو اور جس کے بڑے بڑے چچے اور ماموں اور دیگر عالی مرتبہ اہل برادری موجود ہوں وہ اٹھے اور کہے:

> "میری پیروی کرو۔ کبر و غرور کی باتیں چھوڑ دو۔ متقی بن کر عزت حاصل کرو۔ سب کو بھائی جانو۔ ہبل کی جے نہ پکارو۔ بلکہ اللہ اکبر کے نعرے لگاؤ"

چونکہ ان تمام باتوں کو انھوں نے اپنے وقار، عظمت و اقتدار اور عالمگیر اثر کے منافی جانا۔ اس لیے وہ آمادۂ مخالفت ہو گئے اور جتنا کسی کو اپنی عظمت کے نقصان کا خطرہ ہوا اتنا ہی وہ زیادہ دشمن بن گیا۔

دورانِ قیامِ مکہ میں اک دفعہ حضور ﷺ نے کلید بردارِ کعبہ سے زیارت کے لیے چابی مانگی اور اس نے انکار کر دیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک دن یہ چابی میرے ہاتھ میں ہوگی۔ پھر میں جسے چاہوں گا دوں گا۔ اس نے کہا یہ جبھی ہوگا جب قریش بالکل ذلیل خوار ہو جائیں گے۔ مطلب اس کا یہ تھا کہ اتنے بڑے بڑے عالی وقار قریشیوں کے ہوتے ہوئے ایک بے زر اور بے پر آدمی کس طرح چابی پر قبضہ کر سکتا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ نہیں اس دن قریش بیش از بیش معزز و ممتاز ہوں گے۔

چنانچہ جب مکہ فتح ہوا تو حضور اکرم ﷺ کی پیش گوئی پوری ہوئی۔ چابی حضور ﷺ کے دستِ مبارک میں تھی اور کلید بردار صاحب یہ کہتے ہوئے حاضر ہوئے

Marfat.com

سرِ نیاز بباید نہاد وگردنِ طوع
کہ چہ حاکمِ عادل کند ہمہ داد است

چنانچہ اس خلقِ مجسّم اور عادل ترین خدا کے برگزیدہ رسول ﷺ نے فرمایا:

''آج عدل واحسان کا دورہ ہے کسی کے ساتھ ظلم نہیں ہوگا لو
عثمان بن طلحہ اپنی چابی۔ یہ قیامت تک تمھارے ہی خاندان میں
رہے گی اور جو کوئی تم سے چھینے گا وہ ظالم ہوگا''

(رسول اللہ ﷺ کے اس فیصلہ سے متولّی عہدہ کا استحکام مستنبط ہوتا ہےاور مقرر کردہ متولی بدون دلائل شرعی معزول نہیں ہوسکتا) چنانچہ آج تک یہ کلید عثمان بن طلحہ ہی کے خاندان میں جو شیبی کہلاتے ہیں متداول چلی آتی ہے ع

جسے احمد مختار ﷺ دیں اُس سے کون لے

رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق ان کی قوم قریش فتح مکہ کے بعد عروج وکمال کے جس پایہ پر پہنچی وہ تاریخوں میں بحروف جلی نمایاں ہے۔

قریش کی حفاظت وکتابتِ قرآن شریف

خدائے تعالیٰ کا ازلی وابدی کلام دنیا کی سردار قوم (قریش) کی زبان میں ان کے دونوں جہان کے سرور وسیّد محمد ﷺ کی قرأت پر نازل ہوا۔ اس کی حفاظت (انا لہ لحافظون) اور اس کے جمع کرنے (ان علینا جمعہ و قرانہ) کا وعدہ خدائے تعالیٰ نے اسی سردار عالم قوم کے ہاتھوں پورا کرایا۔

یوں تو قرآن مجید حضور اقدس وانور ﷺ کے مبارک عہد ہی میں چمڑوں، پتوں، پتھروں اور لکڑی کی تختیوں اور شانوں کی ہڈیوں وغیرہ پر مکمل طور پر بدستِ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عثمانؓ وحضرت علیؓ وغیرہ قریشیاں تحریر اور صحابہ کرامؓ کو حفظ ہو چکا تھا۔ چنانچہ جب حضور ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق اکبرؓ کی خلافت میں جھوٹے نبیوں کے امام مسیلمہ کذّاب کے خلاف جہاد کرنا فرض ہوا تو اسلامی شہدا میں ستر (۷۰) حافظِ قرآن بھی شامل تھے۔ ان کی شہادت سے حضرت عمرؓ کی نگاہِ دوربین نے قرآن مجید کو ایک مجلد میں نقل کرنے کی ضرورت محسوس کی۔ ان کی اس ضروری تجویز سے حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفۂ رسول ﷺ نے بھی اتفاق فرمایا۔ چنانچہ حضرت زید بن ثابت جو حضور علیہ السلام کے کاتبِ وحی تھے اس کام پر

Marfat.com

مامور ہوئے اور فرقانِ حمید ایک مجلد میں ضبط ہو گیا۔

قرآن شریف کی یہ اوّل ترین جلد پہلے حضرت ابوبکرؓ کے پاس رہی پھر حضرت عمرؓ کے سپرد رہی۔ ان کی شہادت کے بعد آپ کی صاحبزادی ام المومنین سیّدہ حضرت حفصہؓ کے قبضہ میں آئی ان سے لے کر حضرت عثمان ذوالنورینؓ نے سات نسخے نقل کرائے۔ ایک نسخہ مکہ میں اور ایک مدینہ میں رکھا۔ باقی پانچ شام، یمن، بحرین، بصرہ اور کوفہ میں بھیج کر حکم دیا کہ ان کی قرأت کے مطابق لوگوں کو تعلیم دی جائے اور جو عجمی لوگوں نے اور قرأت میں قرآن لکھ لیا ہے جس سے امت میں اختلاف پڑنے کا اندیشہ ہے۔ وہ تمام غیر مربوط اور نامکمل نسخے ضبط کر کے تلف کر دیے جائیں حافظ ابن حجر عسقلانی کی تحقیق کے مطابق آپ نے یہ نسخے جلوائے نہیں تھے بلکہ خرقے کی طرح لپیٹ کر رکھوا دیے تھے تاکہ ان سے کام نہ لیا جا سکے۔ یہ حضرت ذوالنورین ہی کی نیک نیتی کی برکت ہے کہ قرآن مجید بلا اختلاف تمام دنیا میں بقرأتِ قریش اسی طرح محفوظ و موجود ہے۔ جس طرح حضرت رسولِ خدا ﷺ نے چھوڑا تھا الحمدللہ علیٰ ذالک۔ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے بھی اپنے طور پر اسی قرآن شریف کی نقل کرائی تھی جو مشہدِ علیؓ میں محفوظ ہے اور اس پر آپ کے دستخط بھی ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

تعلیم قرآن بہ سعی قریشیاں

حضرت عمرؓ نے اپنے بابرکت عہد میں تعلیم قرآن کے لیے تنخواہ دار قاری اور معلّم مقرر کیے اور اس کی تعلیم لازمی قرار دی۔ ابوسفیان ممتحن مقرر ہوئے۔ حمص، دمشق اور فلسطین میں مدرّس مقرر فرمائے۔ متعلموں کے بھی وظیفے لگا دیے۔ فوجوں کے لیے بھی اس کی تعلیم لازم قرار دی اور حفاظ کی تعداد بڑھائی۔ چنانچہ صرف حضرت سعدؓ بن وقاص کی اسلامی سپاہ میں تین سو حافظ موجود تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے بالکل بجا فرمایا ہے کہ:

''امروز ہر کہ قرآن می خواند از طوائف مسلمین منتِ فاروق اعظمؓ در گردنِ اوست۔''

یعنی آج ہر مسلمان قرآن خوان کی گردن فاروقِ اعظمؓ کے احسانات سے خم ہے۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشا واللہ ذوالفضل العظیم۔

یہی سلسلہ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے عہد میں بھی جاری رہا۔ خلافت راشدہ کے بعد جب

Marfat.com

حکومتِ قریش کی شاخ بنی امیہ کے سپرد ہوئی تو خلیفہ عبدالملک نے جو ۶۵ھ (۶۸۵ء) سے ۸۶ھ (۷۰۵ء) تک حکمران رہا سکوں پر بھی آیاتِ قرآنی نقش کرائیں اور عربی نستعلیق کو زیادہ مقبول صورت میں جلوہ گر کر کے اس کا مطالعہ آسان بنادیا۔ اپنے بیٹے کو غزواتِ اسلام کا مطالعہ ایک کتاب سے کرتے دیکھا تو کتاب جلوادی اور کہا کہ:

''قرآن مجید سب سے زیادہ جرأت آموز اور ایمان افروز ہے۔''

اس کے عظیم المرتبہ فرزند ولید نے جس کا عہدِ حکومت ۹۶ھ (۷۱۵ء) میں ختم ہوا۔ ترویج و تعلیم قرآن میں حضرت فاروق اعظمؓ کی پیروی کی۔ حفاظ کو انعام دیتا تھا اور اس سے جی چرانے والوں کو سزا۔ اس کے بعد حضرت عمرو بن عبدالعزیزؒ (جن کا خلفائے راشدین کے بعد کوئی مثیل ہوا ہے نہ ہوگا) کے عہدِ حکومت میں تعلیمِ قرآن کا وہ چرچا ہوا کہ باید و شاید۔ لوگوں کی گفتگو ہی وظیفہ و حفظِ قرآن کے متعلق ہوتی تھی۔

انہی سلاطینِ بنی امیہ کے عہد میں قرآن اپنی نورانی تعلیم سے افریقہ کو منور کرتا ہوا ہسپانیہ اور فرانس تک ضوفگن ہوا۔ اگر ولید اپنی فتوحات کے سیلِ رواں کو روک نہ لیتا تو آج تمام یورپ قرآن خوان نظر آتا۔ کل امر مرھون باوقاتھا۔ قریش کی شاخ بنی امیہ ہی کی مساعیِ جمیلہ سے یہی قرآن جو حضرت عثمانؓ کی خلافت تک شام، مصر، فلسطین، ایران، خوزستان، تستر تک ضیا بار ہو چکا تھا اس نے اپنی نورانی شعاعوں سے ہرات، افغانستان، سندھ، بخارا، سمرقند کے باشندوں کے دلوں کو مستنیر فرمادیا۔ مغرب کی طرف جب اس نے رخ کیا تو اس کے مبلغوں نے ۵۰ھ میں قیروان بسا کر اسے مقبوضات افریقہ کا دارالحکومت بنایا۔

۷۴ھ (۶۹۳ء) کارتھج کی فتح سے خادمانِ قرآن بحرالکاہل تک جا پہنچے۔

۹۳ھ (۷۱۲ء) میں تانجیر (طنجہ) سے ہسپانیہ میں داخل ہوئے۔

۹۳ھ (۷۱۲ء) ٹولیڈو فتح کیا اور سلطنت گاتھک تمام و کمال عاملانِ قرآن کے زیر نگین ہوگئی۔

۱۰۶ھ (۷۲۵ء) میں نیّرِ قرآن فرانس پر چمکا اور ناربین پر اس کی کرنیں ضیا پاش ہوئیں اور برگنڈی اور ڈرفش کو اکتسابِ نور کی دعوت دیتی رہیں۔

شمال کی طرف مبلغینِ قرآن نے ۲۸ھ (۶۴۹ء) میں تسلط جمایا اور اس کے بعد قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا اور ۸۱ھ (۷۰۰ء) میں ارضِ روم پہنچ گئے۔

Marfat.com

الغرض قریش کی مبلّغانہ سرگرمیوں نے قرآن کی تعلیم کو بحرالکاہل سے دریائے سندھ اور کاسپین سے دریائے نیل کی آبشاروں تک پہنچادیا۔

قریش کی شان

قریش کی شان میں اور کوئی کیا لکھے جب کہ خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے بارے میں ایک سورۃ القریش نازل فرمائی ہے۔ ان کے لیے یہی فخر بس ہے کہ خلاقِ کون ومکان نے اپنے حبیب رحمۃ اللعالمین ﷺ کو انہی میں خلق فرمایا۔ انہی میں صدیق وشہید ولی وقطب پیدا کیے۔ فاتحینِ عالم، عالم فاضل، فقیہہ ومحدّث بھی انہی میں جلوہ گر ہوئے۔ اسی قوم (قریش) کی شان میں کسی نے خوب کہا ہے: ۔

تعالی اللہ زہے قوم سرافراز مقیمانِ حریم لطف و اعزاز
ازایشاں خانۂ دین گشت پُر نور وزیشاں ملک عرفان گشت معمور
فلک روشن زنورِ رائے ایشاں فلک بوسیدہ خاکِ پائے ایشاں
علو قدر ایں قوم شرفناک بو و برتر زوصفِ عقل و ادراک
سلامِ عطر ساں چوں نافۂ چیں درودے چوں نسیمِ صبح مشکیں
نثارِ تربتِ پُرنور ایشاں
قرینِ روضۂ معمور ایشاں

خود رسول اللہ ﷺ اور ان کے خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین سلاطین بنی امیہ جنھوں نے ایشیا اور یورپ میں علم اسلام جا نصب کیا۔ اور سلاطین آل عباس جنھوں نے ایشیا میں اسلامی شان وشوکت قائم رکھی سب قریش تھے ۔

دس وہ قطعی جنتی اصحابِ خیرالمرسلین ﷺ خدمتِ دین سے ہے گویا جن کی جنت زرخرید
ہیں وہ بوبکرؓ و عمرؓ عثمان و حیدرؓ اور زبیرؓ بوعبیدہؓ، سعدؓ و طلحہؓ، عبدِ رحمٰنؓ و سعیدؓ
مصطفٰی مثلِ قمر اصحابؓ ان کے کالنجوم سب قریشی بینھم رحماء و بر اعدا شدید

....

بنی امیہ ، بنی فاطمہ ، بنی عباس بنی عدی و بنی تیم اور بنی مخزوم

Marfat.com

سبھی قریش ہیں تاریخ سب کی ہے ذیشان یہی ہیں فاتحِ عالم جہاں کے مخدوم
محمد عربی ﷺ ہاشمی و مطلبی
ہیں بدر۔ گرد قریشی ہیں جن کے مثل نجوم

قریش کی سیادت از روئے احادیثِ صحیحہ

ہم اس سے پہلے صفحات میں قریش کا شجرہ، قریش کی خدمت دین کا حال بیان کر چکے ہیں اور یہ بھی بتا چکے ہیں کہ ان کی شان میں اور ان کے نام پر خدائے پاک نے ایک مستقل سورۃ نازل فرمائی ہے جس میں ان کے شوقِ سفر کی تعریف ہے۔

مولانا حالی نے ترجمہ یوں کیا ہے:

سدا ان کو مرغوب سیر و سفر تھا ہر اک براعظم میں ان کا گزر تھا
کھنگالا ہوا ان کا سب بحر و بر تھا جو لنکا میں ڈیرا تو بربر میں گھر تھا
وہ گنتے تے یکساں وطن اور سفر کو
گھر اپنا سمجھتے تھے ہر دشت و بر کو

....

کیا جا کے آباد ہر ملکِ ویراں مہیا کیے سب کی راحت کے ساماں
خطرناک تے جو پہاڑ اور میداں انھیں کردیا رشکِ صحنِ گلستاں
بہار اب جو دنیا میں آئی ہوئی ہے
یہ سب پود انھیں کی لگائی ہوئی ہے

اب ہم ان احادیث کو پیش کرتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے قریش کی شان میں ارشاد فرمائی ہیں:

۱۔ عن ابی هريرةؓ ان النبی صلی الله عليه وسلم قال الناس تبعٌ لقريش فی هذا لشان مسلمهم تبع لمسلمهم و كافر هم تبعٌ لكافرهم. (متفق علیہ)

''حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ لوگ قریش کے تابع

Marfat.com

ہیں معاملۂ دین یا خلافت میں۔ ان کے مسلمان ان کے مسلمانوں کے اور ان کے
کافران کے کافروں کے۔''

اس حدیث کی صحت پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے اس کی شرح حاشیۂ مشکوٰۃ شریف میں یوں درج ہے کہ جب سب قریشی مسلمان ہو گئے تو ان کے مشرف بہ اسلام ہونے سے ان کی سیادت میں کچھ فرق نہیں آیا۔ لوگوں پر جو شرف ان کو زمانۂ جاہلیت میں حاصل تھا وہی اسلام میں بھی قائم رہا۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ جب وہ بُرے تھے تو بھی اور جب اچھے ہو گئے تو بھی ان پر انھیں کے سردار حکمران رہے جیسے اعمال ویسے عمال۔

شرح السنہ میں ہے کہ اس سے تمام قبائل عرب پر قریش کی فضیلت اور امامت اور امارت میں ان کی تقدیم مراد ہے۔ شیخ عبدالحقؒ محدّث دہلوی شرح مشکوٰۃ شریف میں لکھتے ہیں کہ قریش اسبق واقدم ہیں امرِ دین اور پیشوائیِ مردم میں حالتِ ایمان وکفر میں۔ پس مسلمان ان کے مسلمانوں کے اور کافران کے کافروں کے اتباع ہیں۔ عرب قریش کے اسلام لانے کے منتظر تھے جب مکہ فتح ہو گیا اور قریش مشرف بہ اسلام ہوئے تو تمام عرب فوج درفوج داخلِ اسلام ہونے لگے۔ چنانچہ اذا جاء نصر اللہ میں اسی طرف اشارہ ہے۔ مقصود بیان قریش کا تقدم وریاست ہے اسلام اور جاہلیت میں۔ لیکن اسلام کا فضل وشرف معتبر ہے اگر مراد بیان مطلق ہو خواہ بجہتِ دین یا باعتبارِ دنیا تو بھی صحیح ہے کیونکہ جاہلیت میں بھی قریش ہی بیت اللہ کے مختلف مناصب پر فائز تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد قریش کی خلافت اور امامت ہے جیسا کہ احادیث میں آیا ہے کہ قریش کے لوگ مطیع فرمان رہیں اگر لوگوں نے مخالفت اختیار کی اور بیعت نہ کی تو اس کا اثر امرِ سیادت پر نہیں پڑ سکتا۔

۲۔ عن جابرؓ ان النبی ﷺ قال الناس تبعٌ لقریش فی الخیر والشر۔ (رواہ مسلم)

''یعنی حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لوگ خیر وشر میں قریش کے تابع ہیں'' یعنی حالت کفر میں بھی وہی لوگوں کے پیشوا تھے اور اسلام میں بھی وہی سردار ہیں اس کو مسلم نے روایت کیا۔

اس کے بعد حدیثوں میں بالصراحت فرمایا گیا ہے کہ خلافت قریش کا حق ہے جو ان کی مخالفت

Marfat.com

کرے گا اللہ اسے ذلیل کرے گا۔ نیز فرمایا کہ ان میں سے بارہ (۱۲) خلیفے ہوں گے اور قیامت نہیں آئے گی جب تک بارہ (۱۲) کی تعداد پوری نہ ہولے۔ یہ سب کے سب قریش ہی ہوں گے۔

۳۔ عن سعدؓ ان النبی ﷺ قال من یرد ھو ان قریش اھانه الله. (رواہ ترمذی)

''جو شخص قریش کی اہانت (ذلّت) کا ارادہ کرے گا خدا اسے ذلیل کرے گا۔''

۴۔ عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ ﷺ اللھم اذقت اوّل قریش نکالاً فاذق آخرھم نوالاً (رواہ الترمذی)

''دعا کی رسول اللہ ﷺ نے کہ اے اللہ تو نے جس طرح اوّل قریش کو بلا و وبال سے دوچار کیا اسی طرح انجام کاران کو اپنی عطا سے بہرہ ور کرنا۔''

اس حدیث کا حاشیہ مشکوٰۃ شریف میں یہ دیا ہے کہ نکالُ سے مراد وہ خواری و عذاب اور قتل کی تکالیف ہیں جو قریش کو آغاز کار میں ان کے کفر اور رسول اللہ ﷺ کی جناب سے روگردانی کی سزا میں لاحق ہوئیں اور نوالؔ سے وہ عزّت اور ملک اور خلافت اور امارت مراد ہے جو انھیں آخر کار عطا ہوئی اور جس کا وصف احاطۂ بیان میں نہیں آسکتا۔ (لمعات) اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں جو میں بہ خوفِ طوالت نقل نہیں کرتا جو لکھی جاچکی ہیں اتنی ہی قریش کی سیادت کے ثبوت کے لیے کافی ہیں۔ خدا تعالیٰ نے اپنے فخر قریش نبی کریم ﷺ کی دعا سے قریش کو جس قدر دینی و دنیوی برکات سے متمتع فرمایا وہ اظہر من الشمس ہے ؎

قریشیوں کے وہ سرخیل سرورِ کونین ﷺ — کہ جن کی مدح ہے قرآن پاک میں مرقوم

قریش ان کی دعا سے بنے متاعِ جہاں، — تمام قومیں ہوئیں ان کی تابع و محکوم

ابوالحسنؒ تھے انھیں میں سے ایک اکمل شیخ — کہ جن کی نسل سے حاکمؒ ہیں اک بڑے مخدوم

ہوئے انھیں سے ہیں عبدالجلیلؒ لاہوری — کہ جن کے فیض سے تاریخ یہ ہوئی مرقوم

خدایا زورِ قلم ہو مجھے عطا ایسا

کہ کرسکوں میں عیاں اپنا مطلب و مفہوم

Marfat.com

سیّد شیخ قریشی

سیّد کے معنی ہیں سردار۔ مثلاً رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کے متعلق فرمایا کہ وہ معمر جنتیوں کے سردار ہیں یا ابوسفیانؓ بن حارث کے متعلق فرمایا کہ السفیان سید الفتیان یعنی ابوسفیان جوانمردانِ جنت کے سردار ہیں یا امام حسین کے متعلق فرمایا سید الشباب اھل الجنه یعنی وہ جوانانِ جنت کے سردار ہیں۔ یا حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت بلالؓ حبشی کے متعلق کہا کہ "ہمارے سید نے ہمارے ہمارے سید کو آزاد کرا دیا ہے!

اسی طرح شیخ خاندان یا قبیلہ کے سردار کو کہتے ہیں چونکہ اسلام نے قومی افتخار کی بجائے ذاتی اتقا کو قابلِ وقعت جانا (ان اکرمکم عندالله اتقاکم) اس لیے نو مسلم دیندار بھی "یا سیّدی" اور "شیخنا" کہہ کر پکارے جانے لگے۔

قریشی بزرگ تو بوجہ اپنے قومی افتخار اور ذاتی اتقا کے سیّدنا و شیخنا کہہ کر پکارے جاتے ہی تھے۔ نو مسلموں پر بھی انھیں القاب کا اطلاق ہونے لگا حتیٰ کہ ان کی اولاد بھی سید و شیخ ہی کے القاب سے پکاری جانے لگی۔ مثلاً مغل بادشاہوں نے وزیر خاں انصاری کو میرزا کا خطاب دیا تو ان کی اولاد بھی میرزا کہلانے لگی۔ رسول اللہ ﷺ نے حسنینؓ کو سید اشباب اھل الجنة کہا تو ان کی اولاد بھی سید کہلانے لگی۔ یونہی کسی بزرگ قوم کی اولاد کو بھی یہ خطاب شیخ پکارنے لگے۔ میرے خیال میں یہ بات اصولاً صحیح نہیں کہ ایک خان صاحب یا خان بہادر کے خطاب یافتہ شخص کی اولاد کو بھی خان صاحب یا خان بہادر کہا جائے۔ موجودہ حکومت میں تو ایسا نہیں کہہ سکتے ہاں اس کے بعد دوسری حکومت میں اگر کہنے لگیں تو کوئی رکاوٹ نہ ہونے کی وجہ سے شاید سیّد و شیخ کی طرح اس کا بھی رواج ہو جائے۔ میری تحقیق کے مطابق شیخ و سید تعظیمی الفاظ ہیں نہ کہ قومی۔ اور ان کا اطلاق انھیں بزرگوں پر ہونا چاہیے جو واقعی سردارِ قوم ہوں۔ مثلاً ریاست بہاول پور میں لفظ مخدوم سجادہ نشین کے لیے مستعمل ہوتا تھا مگر اب سلطان حاکمؒ کی اولاد کے ہر فرد کو مخدوم کہنے لگے ہیں۔ اسی طرح جیسے ہمارے ہاں لفظ پیر عام ہو گیا ہے اور ہر اس شخص کے لیے بولا جاتا ہے جو تعویذ دھاگہ کر کے دے یا دم سے علاج کرے۔ لفظ شیخ تو ہمارے ہاں نو مسلموں اور ان کی اولاد کے لیے خاص ہو گیا ہے۔ جو قوم پوچھیں تو کہہ دیں گے شیخ۔ اس سے سننے والا فوراً بھانپ جائے گا کہ یا تو آپ کی قوم کا حال

Marfat.com

مخدوش ہے یا خوجہ برادری سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہمارے بزرگ بوجہ سرداری شیخ کے تعظیمی لفظ سے پکارے جاتے تھے مگر اب یہ لفظ نومسلموں اور نامعلوم اقوام نے چھین لیا ہے۔ شاہ جی اور سردار جی تو ہندو سیٹھوں اور سکھوں کے لیے خاص ہوگیا ہے اور لفظ پیر کی بھی خوب خاک اڑی ہے۔ اب سادات قریش کیا کہلائیں؟

جب سے قانون انتقال اراضی کی رو سے بہت سے اضلاع کے قریشی ہر جگہ زمینوں کے مالک ہونے کی وجہ سے زراعت پیشہ اقوام میں آ گئے ہیں جبھی سے بہت سی قومیں قصابوں اور میراثیوں سمیت قریشی بننے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی ہیں حالانکہ وہ شخص ملعون قرار دیا گیا ہے جو اپنے آپ کو غیر باپ سے منسوب کرے۔ الحمدللہ تا حال انھیں تبدیلی قوم کی فضول کوشش میں کامیابی نہیں ہوئی۔ اب اگر کوئی اپنے آپ کو قریشی کہے تو سننے والے کو فوراً خیال پیدا ہوتا ہے کہ آج کل قریشی بننے کا مرض عام ہے اس لیے یہ بھی کوئی ایسا ہی مریض ہوگا۔ سیّد بننے کا عارضہ تو مدّت سے لوگوں کو لاحق ہے اور ہمارے سامنے کئی لوگ سیّد کہلانے لگے ہیں لہٰذا جب مصنوعی سیّد اور جعلی قریشی عام ہیں اور اصلی اور نقلی میں تمیز کرنا مشکل ہوگیا ہے تو سیّد یا قریشی کہلانا کیا وقعت رکھتا ہے اور نقلی سیّد مصنوعی قریشی بڑے اہتمام سے اپنے نام کے ساتھ سیّد و قریشی لکھتے ہیں مگر قریش کے اوصاف ان میں کہاں پیدا ہو سکتے ہیں ۔

گیرم کہ مارچوبہ کندتن بہ مشکل مار
کوزہر بہر دشمن وکو مہرہ بہر ودست

اندریں حالات اب سید یا قریشی یا شیخ لکھنا کوئی امتیازی شان پیدا نہیں کرتا۔ تاریخی کتابیں بتا دیں گی کہ ہم کون ہیں۔ ہماری صدیوں کی ہمسایہ قومیں گواہی دیں گی کہ ہم کس باغ کے پھول ہیں۔ عیاں راچہ بیاں۔

تاریخ بتاتی ہے کہ ہم شیخ حمیدالدین حاکمؒ کی اولاد ہیں جن کے مورثِ اعلیٰ حضرت ابوالحسن علی ہنکاریؒ ساداتِ قریش سے تھے۔

لوگ ہماری عزت کرتے آئے ہیں اور کرتے ہیں اگر ہم اپنے نام کے ساتھ سیّد یا قریشی نہ بھی لکھیں تو بھی لوگ ہمیں پہچانتے ہیں کہ یہ فلاں شجر کی شاخ ہیں۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com

قریشیوں کے مشہور قبیلے

اس بات میں اختلاف ہے کہ نضر بن کنانہ بن خزیمہ کو ابوقریش کہنا چاہیے یا مالک بن نضر کو یا فہر بن مالک کو۔

ہاں فہر کی نسل سے جو قبیلے نکلتے ہیں وہ سب کے سب قریش کہلاتے ہیں اوران کو بنوفہر بھی کہتے ہیں۔ مثلاً

- فہر بن مالک
  - غالب
    - لوی
    - حارث
    - تیم
      - بنوادرم
  - محارب
  - حارث
    - ضبہ
      - مہیب

لوی بن غالب کی جانب قریش کی تعداد اور اس کا شرف منتہی ہوتا ہے اس کے بیٹے عامر[۱]۔ سامہ[۲]۔ سعد[۳]۔ خزیمہ[۴]۔ حرث[۵]۔ کعب[۶] اورعوف[۷] تھے۔

۱۔ عامر کے دو بیٹے حلّ اور معیصؔ تھے۔ حل کی اولاد سے سہلؔ، سہیلؔ اور سکران بنوعمرو ہیں۔ معیص کی اولاد میں ابنِ ام مکتوم۔ ابن قیس الرقیات اور خدیجہ بن خویلد کی ماں ہیں۔

۲۔ سامہ بن لوی ولد نباتہ کا باپ ہے جس کی نسل میں ثابت نباتی تھے۔ نباتہ اس قبیلے کی ماں ہے جو سعد کے تحت میں تھیں لڑکا اسی کی جانب منسوب ہوا۔

۳۔ خزیمہ بن لوی کی نسل سے قبیلۂ عائذہ ہے اور وہ بنی شیبان ہیں۔

۴۔ حارث کے پوتے (وہیب) کے پوتے عامر (جراح) بن بلال دادا تھے۔ حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح بن عبداللہ کے۔ ابوعبیدہؓ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ حضورﷺ نے انھیں امینِ امت کا خطاب دیا تھا۔ معرکہ احد میں رسول اللہﷺ کی پیشانی سے تیر کا بھالا اپنے آگے کے دونوں دانتوں سے نکالتے ہوئے ان کے دونوں دانت ٹوٹ گئے تھے۔ آپ ۵۸ برس کی عمر میں ۱۸ھ میں طاعون عمواس سے شام میں شہید ہوئے ان کی اولاد نہیں۔

Marfat.com

۵۔ کعب

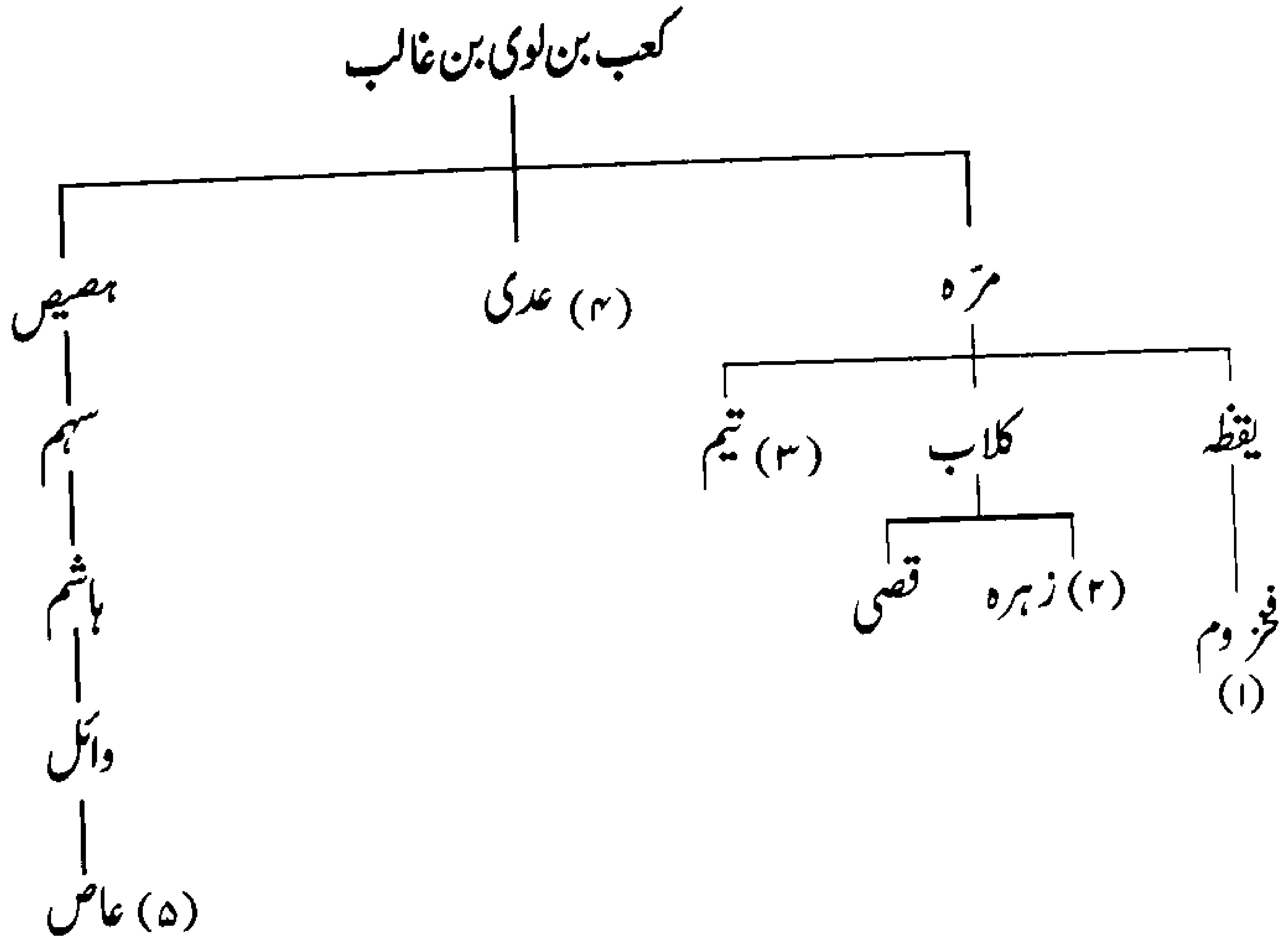

۱۔ مخزوم بن یقظہ کی اولاد بنی مخزوم کہلاتی ہے۔ اسی گھرانے سے رسول اللہ ﷺ کی دادی فاطمہ بنت عمر بن عائذ بن مخزوم تھیں۔ نیز ام المومنین ام سلمہ بنت ابی امیہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن مخزوم بھی اسی قبیلہ سے تھیں۔ حضرت عمر کی والدہ ختمہ بنت ہاشم بن مغیرہ کی پوتی تھیں۔ مغیرہ بن عبداللہ کے دو بیٹے تھے ولید اور ہشام۔ ہشام باپ تھا عمرو (ابوجہل) اور عاص کا۔ دونوں بدر میں مارے گئے۔ مؤخر الذکر حضرت عمر کا ماموں تھا مگر آپ نے قرابت پر اسلام کو ترجیح دیتے ہوئے اسے تیغِ فاروقی سے ہلاک کر دیا۔ اس کا بیٹا ولید بھی مارا گیا۔ ابوجہل کے فرزند رشید عکرمہؓ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اور جہادِ یرموک ۱۳ھ میں بمعہ برادر عمہ زاد و خود ہشام بن امّ حرملہ ولدِ عاص بن وائل درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ اولاد باقی نہیں! ان کے چچا حارث بن ہشام فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے اور پھر مدینہ کو ہجرت کر گئے۔ ۱۸ھ کی طاعون میں شہید ہوئے۔ ان کے بیٹے عبدالرحمن شریف و سخی تھے اور پوتے ابوبکر کثرتِ نماز و نفل کی وجہ سے قریش کے راہب کہلاتے تھے۔ ۹۴ھ میں فوت ہوئے۔ ولید بن مغیرہ کے بیٹے خالدِ جرار تھے جنھیں رسول کریم ﷺ نے سیف اللہ کا خطاب دیا تھا آپ ام المومنین ام سلمہؓ کے چچا زاد بھائی اور ام المومنین میمونہؓ کے بھانجے تھے۔ حضرت عبداللہ، فضل اور عبیداللہ فرزندانِ حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب آپ کی دوسری

Marfat.com

خالہ لبابۂ کبریٰ کے بیٹے تھے۔آپ (حضرت خالد) ۸ھ میں داخل اسلام ہوئے۔تقریباً سو جہادوں میں سردار فوج بن کر آپ نے دشمنانِ دین کو شکست دی۔حمص میں ۲۱ھ میں انتقال فرمایا۔آپ کی اولاد شام میں بہت تھی۔

۲۔ زہرہ بن کلاب کی اولاد بنی زہرہ کہلاتی ہے۔زہرہ کلاب کی بیوی کا نام تھا۔بیٹا بھی اسی نام سے نامی ہوا۔حضور ﷺ کی والدہ سیّدہ آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص (المتوفی ۵۵ھ) بن مالک بن وہب بن عبد مناف اسی گھرانے سے تھے۔حضرت عبدالرحمٰن بن عوف (المتوفی ۳۲ھ) بھی زہرہ کے پوتے عبدِعوف بن حارث کی اولاد سے تھے ان ہر دو حضرات کا شمار دس قطعی جنتیوں میں ہے۔حضرت نبی کریم ﷺ فخریہ کہا کرتے تھے کہ سعد میرے ماموں ہیں کوئی ایسا ماموں تو پیش کرے۔اُحد میں حضور ﷺ اپنے ہاتھ سے آپ کو تیر دے کر فرماتے:

ارم یا سعد فداک امّی و ابی

''سعد! تم پر میرے ماں باپ قربان، تیر چلائے جا۔''

آپ بڑے قادر انداز تھے۔عہد فاروقی میں ایرانیوں کو بمقام قادسیہ وغیرہ شکست آپ ہی کی سپہ سالاری میں اور جلولہ کا معرکہ مار کر فتح عراق کی تکمیل بھی آپ ہی کی سپہ سالاری میں ہوئی۔حضرت سعد کے بھائی عمیر بن ابی وقاص غزوہ بدر میں شہید ہوئے۔حضرت سعد کا بیٹا عمر حضرت امام حسینؓ کے مقابل کوفیوں کی فوج کا سپہ سالار تھا۔۹ دن تک بوجہ قرابت لحاظ کرتا رہا مگر دسویں دن لڑا اور قصاص میں مختار کے ہاتھوں اپنے بیٹے حفص سمیت قتل ہوا۔حسبِ بیان ابن قتیبہ اس کی نسل کوفہ میں ہے حضرت سعد کے چار بیٹے اور بھی تھے (ملاحظہ ہو نسب نامہ مؤلفہ نامی ص ۴۱) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی نسل بھی باقی ہے۔ابن قتیبہ نے معارف میں مفصل ذکر کیا ہے۔

۳۔ تیم بن مرّہ کی اولاد بنی تیم کے نام سے مشہور ہے۔جانشینِ اوّل رسول کریم ﷺ حضرت ابوبکرؓ بن ابوقحافہ عثمان بمعہ اپنی والدہ ام الخیر سلمہ بنت صخر جو آپ کے دادا عامر کی بھتیجی تھیں بنی تیم میں سے تھے۔عامر اور صخر کے والد کا نام عمرو بن کعب بن سعد بن تیم تھا۔مرّہ بن کعب آپ کے اور حضور ﷺ کے جدّ مشترک تھے۔حضرت طلحہ بن عبیداللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بھی اسی

Marfat.com

گھرانے سے ہوئے۔ یہ بھی حضرت صدیق اکبرؓ کی طرح عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کی صاحبزادی سیّدہ عائشہ رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات میں شامل تھیں۔ آپ ہی کے حجرہ میں حضور ﷺ کا انتقال ہوا۔ اور اسی جگہ زیر سبز گنبد تا قیامت اپنے ہر دو خسر اور خلیفہ صدیقؓ و فاروقؓ کے ساتھ آرام فرما ہیں۔

ادھر صدیقؓ اکبر ہیں اِدھر فاروقؓ اعظم ہیں
نبی ﷺ کے قرب میں ہر دم یہ یارانِ معظم ہیں

حضرت ابوبکرؓ بروز وصال حضور ﷺ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ خلیفہ منتخب ہوئے۔ منکرینِ زکوٰۃ سے جہاد کر کے انھیں راہِ راست پر لے آئے۔ آپ نے یمامہ فتح کر کے مسیلمہ کذّاب مدعیِ نبوت کو قتل کیا اور مقام صنعا میں ایسے ہی دوسرے دعویدار اسود بن کعب العنسی کو ٹھکانے لگایا۔ ۱۲ھ میں حج سے واپس آ کر ملک شام پر فوج کشی کی۔ اجنادین کا واقعہ جمادی الاولیٰ ۱۳ھ میں گزرا۔ آپ نے ۲۲ / جمادی الاخریٰ ۱۳ھ کو ہم عمر نبی رحلت فرمائی۔ آپ کی خلافت میں اسلام اپنی جڑوں پر مضبوطی سے قائم ہو گیا۔ آپ کی اولاد صدیقی قریشی کہلاتی ہے اور عتیقی بھی۔ ملاحظہ ہو تفصیل اولاد بر صفحہ نسب نامہ صفحہ ۲۶۔

حضرت طلحہؓ، حضرت علیؓ کے عہدِ خلافت میں شہید ہوئے آپ کا مزار بصرہ میں مشہور ہے نسل ابھی باقی ہے۔ ملاحظہ ہو کتاب المعارف۔

۴۔ عدی بن کعب کی نسل بنی عدی کہلاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی نانی برّہ بن ام حبیب کی نانی برّہ بنت عوف بن عبید بن عویج بن عدی اور ایک زوجہ مطہرہ سیدہ حفصہ ام المومنین بنت حضرت عمر بن خطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن قرط بن رباح بن عبداللہ بن زراح عدی بھی اسی گھرانے سے تھیں۔ حضرت عمرؓ کے چچا عمرو بن نفیل کے پوتے حضرت سعیدؓ بن زید بھی عدی کے گھرانے سے اور داخلِ عشرہ مبشرہ تھے۔ حجرت عمرؓ کو حضرت صدیق اکبرؓ نے ولی عہد مقرر کیا تھا۔ سب مسلمانوں نے ان کی بیعت کر لی۔ ان کی خلافت کے دو ہی برس میں خدائے کریم نے ان کو بیت المقدس پر فتح بخشی۔ دمشق پر قبضہ دیا۔ میانؔ، دشتِ میان، ابوقبالہ اور یرموک کی لڑائیاں بھی سر ہوئیں۔ اہوازؔ اور اس کے اضلاع میں جابیہ کی لڑائی فتح ہوئی۔ ۱۹ھ میں جلولا اور قیساریہ کی لڑائی جیتی۔

Marfat.com

۲۰ھ میں باب الیون کی مہم سرہوئی نہاوند کی جنگ میں فتح ہوئی۔ ارجان ضلع اہواز ۲۲ھ میں مفتوح ہوا۔ ۲۳ھ میں اصطخر اور ہمدان کے معرکے سرہوئے۔ آپ نے پے درپے دس حج کیے۔ دسویں حج سے فارغ ہوکر مدینہ آئے تو ایک مجوسی غلام فیروز ابولولو نے آ کو حالتِ نماز میں مسجد نبوی ﷺ کے اندر مہلک زخم پہنچائے۔ ابن قتیبہ لکھتے ہیں کہ ذوالحجہ ۲۳ھ کے ختم ہونے میں چارروز باقی تھے کہ آپ نے ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔ آپ نے دس سال چھ ماہ اور پانچ دن بڑی شان وشوکت سے خلافت کی۔ آپ کے عہد میں جتنے ممالک فتح ہوئے عموماً ہرفوج کے سپہ سالار قریشی تھے مثلاً خالد بن ولیدؓ ابوعبیدہؓ بن جراح، سعد بن ابی وقاصؓ، معاویہ بن ابی سفیانؓ، عمروؓ بن عاص وغیرہ۔ آپ کی اولاد قریشی فاروقی کہلاتی ہے۔ ملاحظہ ہو تفصیل برصفحہ ۳۰ نسب نامہ مؤلفہ- نامی)۔

حضرت سعید بن زیدؓ کے متعلق ابن قتیبہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی نسل کوفہ میں بہت ہے آپ نے ستر برس سے زیادہ عمر میں ۵۱ھ میں وفات پائی۔

۵۔ عاص بن وائل کے دو بیٹے تھے۔ عمرو بن عاص اور ہشام۔ عمرو سے کسی نے پوچھا کہ تم اچھے ہو کہ ہشام، آپ نے کہا:

> ''میں ہشام سے کس طرح اچھا ہوسکتا ہوں وہ حضرت عمرؓ کی خالہ ام حرملہ بنت ہشام بن مغیرہ کے بیٹے ہیں۔ اور عنز یہ کا۔ باپ کو بھی وہی زیادہ عزیز تھے۔ وہ (ہشام) جہاد یرموک میں شہید ہوگئے۔ اور میں اب تک دنیا میں باقی ہوں۔''

ہشام کی کوئی اولاد نہیں۔

عمرو بن عاصؓ بہترین دماغ والے مدبّر تھے۔ ۸ھ میں خالد بن ولید کے ساتھ مسلمان ہوئے۔ امیر معاویہ کی طرف سے تین برس تک مصر کے حاکم رہے۔ ۷۳ سال کی عمر میں ۴۳ھ میں فوت ہوئے۔ مزار جبلِ مقطم اطرافِ فج میں ہے۔ ان کے بیٹے عبداللہ جوان سے پہلے مسلمان ہوئے ان سے صرف بارہ برس چھوٹے تھے۔ ۷۳ برس کی عمر میں ۶۵ھ میں وفات پائی۔ عبداللہ کا ایک بیٹا محمد از بطن عمرہ بنت عبداللہ ابن عباس بن عبدالمطلب تھا جو شعیب کا والد اور عمرو بن شعیب کا دادا ہوا۔ عمرو کا ایک اور بیٹا محمد بھی تھا۔

Marfat.com

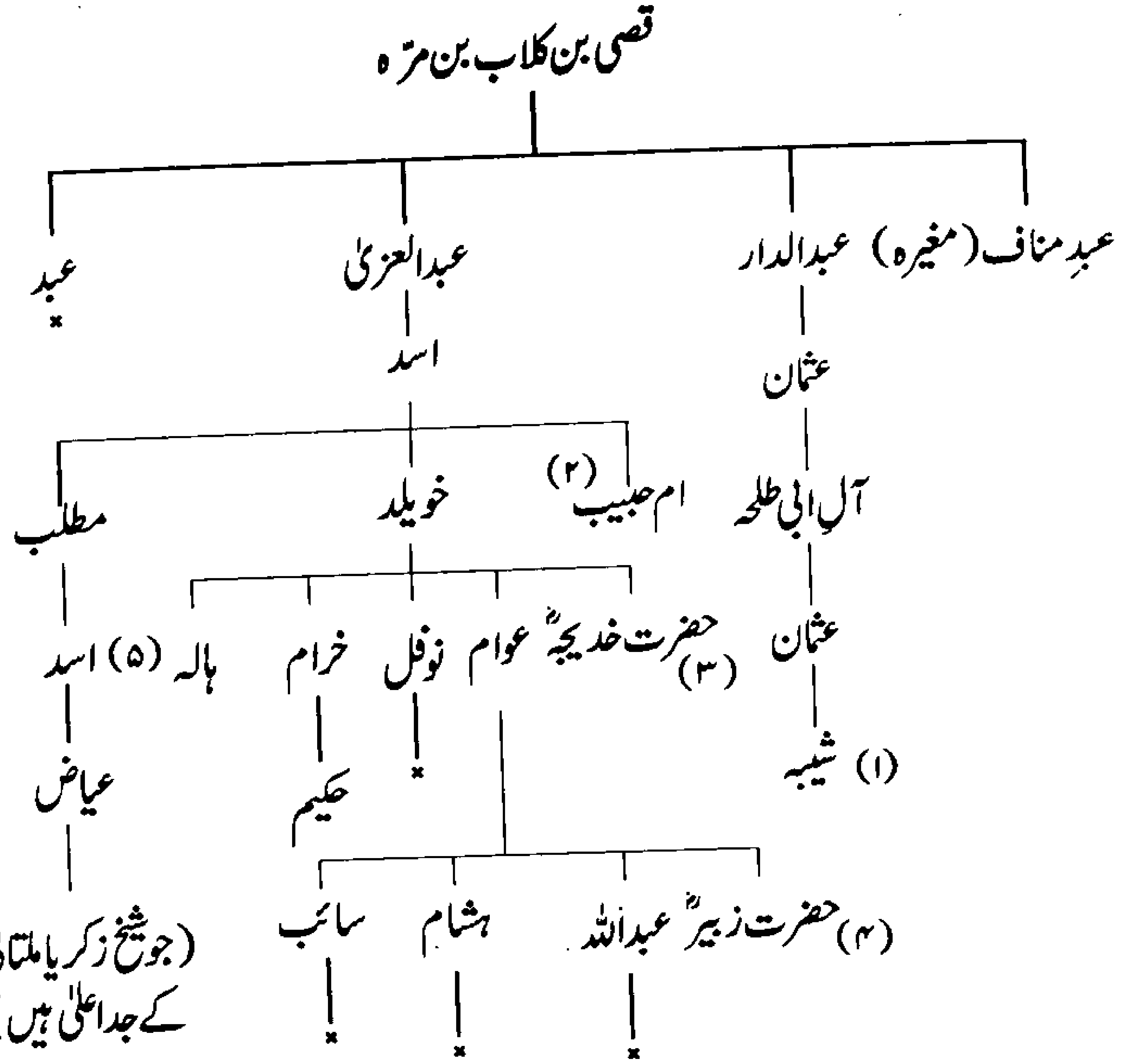

۱۔ شیبہ کے دادا کے دادا عثمان کی اولاد آلِ ابی طلحہ کہلاتی ہے یہ سب غزوۂ احد میں خلافِ اسلام لڑ کر مارے گئے۔ صرف عثمان بن طلحہ کی جان بچی اور مشرف بہ اسلام ہوا۔ نوفل بن خویلد بھی بدر میں مقتول ہوا تھا۔

۲۔ ام حبیب رسول اللہ ﷺ کی والدہ سیّدہ آمنہ بنت برّہ کی نانی تھیں۔

۳۔ حضرت خدیجہؓ رسول اللہ ﷺ کی سب سے پہلی زوجہ مطہرہ تھیں ان ہی کے بطن سے آپ کے ہاں تین بیٹے حضرت قاسمؓ، حضرت طیبؓ، حضرت طاہرؓ اور چار بیٹیاں حضرت زینب جو اپنی خالہ ہالہ کے بیٹے ابوالعاص سے شادی شدہ تھیں اور رقیہ اور ام کلثوم جو یکے بعد دیگرے حضرت عثمانؓ ذوالنورین کے نکاح میں آئیں اور فاطمہؓ جن کا نکاح حضرت علیؓ بن ابی طالب سے ہوا پیدا ہوئیں۔ حضرت خدیجہؓ کے پہلے شوہر عتیق سے ایک لڑکی اور دوسرے شوہر ابوہالہ سے ایک لڑکا ہند پیدا ہوا تھا۔ حضور ﷺ نے ۲۵ سے لے کر ۵۰ سال کی عمر حضرت خدیجہؓ ہی کے ساتھ بسر کی۔ آپ حضور ﷺ سے ۱۵ برس عمر میں بڑی تھیں۔ سنہ ۱۰ نبوی میں واصل بہ حق ہوئیں۔ مزار جنت المعلیٰ مکہ میں ہے۔

Marfat.com

۴۔ حضرت زبیرؓ کے سوا کسی پسرِ عوام کی نسل باقی نہیں رہی۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد اور عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ ۳۶ھ بعمر شست سال ابن جرموز نے ناگہانی طور پر آپ کو شہید کر دیا۔ حضرت علیؓ نے قاتل کو جہنم کی بشارت دی۔ مزار وادی سباہ میں قریب بصرہ ہے آپ کی اولاد زبیری کہلاتی ہے۔ تفصیل نسب نامہ کے صفحہ ۳۹ پر ملاحظہ ہو۔

حضرت زبیر کے چچازاد بھائی حکیم بن حزام بقول شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کعبہ میں حضرت علیؓ کی طرح اتفاقی طور پر پیدا ہو گئے تھے۔

حضرت سائب برادر زبیر احد اور خندق کی لڑائی میں شریک تھے، یمامہ میں شہید ہوئے۔

۵۔ اسد بن مطلب مورث اعلیٰ ہیں۔ حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ قدس سرہٗ کے یہی بات رسالہ خلاصۃ العارفین قلمی میں لکھی ہے۔

مفصل اپنے موقع پر ذکر ہوگا۔

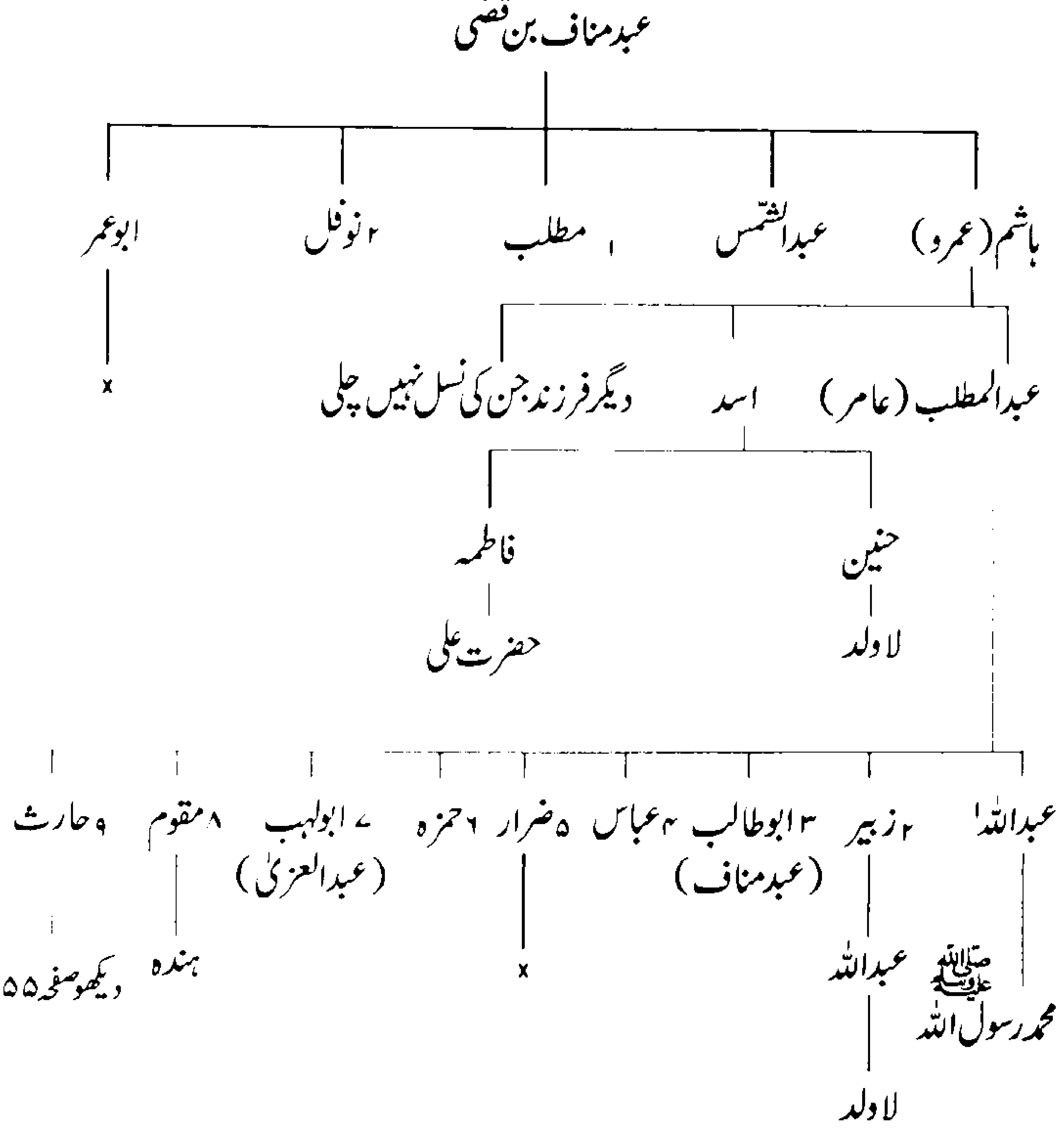

Marfat.com

ہاشم شام کے ایک مقام غزہ میں فوت ہوئے ان کی نسل صرف عبدالمطلب سے پھیلی۔ وہ مدینہ میں ماموں کے پاس تھے ان کے چچا مطلب مکہ واپس لائے وہ چچا کے پیچھے بیٹھے تھے لوگوں نے اس حالت میں دیکھ کر انھیں عبدالمطلب کہنا شروع کر دیا۔ یعنی مطلب کا غلام۔ پس اسی نام سے مشہور ہو گئے ان کی حسب ذیل بیٹے بیٹیاں ہوئیں:

سیدنا عبداللہ، زبیرؓ، ابوطالب، بی بی عاتکہ، امیمہ، بیضا اور برّہ سگے بہن بھائی تھے۔ ان کی ماں فاطمہ بنی مخزوم سے تھیں۔ عباس اور ضرار حقیقی بھائی تھے ان کی ماں قبیلہ نمر بن قاسطہ کے گھرانے سے تعلق رکھنے کی وجہ سے نمیریہ کہلاتی تھی۔ مقوم اور صفیہ کی ماں حالہ تھی قبیلہ بنی زہرہ سے۔ ابولہب ابطن لبنیٰ پیدا ہوئے۔

۱۔ سیدنا عبداللہ بن عبدالمطلب اپنے ماموں سے ملنے مدینہ گئے اور وہیں فوت ہو گئے مزار مدینہ میں ہے۔ ان کی اولاد صرف محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

۲۔ زبیر بڑے بہادر تھے ان کے بیٹوں کی نسل نہیں ہے۔

۳۔ ابوطالب بن عبدالمطلب، فاطمہ بنت اسد بن ہاشم سے بیاہے گئے اور عقیل، جعفر، علی، طالب، ام ہانی، فاختہ اور ہبانہ کے والد بنے۔ سوائے طالب کے سب صاحبِ اولاد ہوئے۔ ان کی اولادیں عقیل قریشی، جعفری قریشی اور علوی قریشی کہلاتی ہیں۔

۴۔ عباس بن عبدالمطلب کو بروز فتح مکہ حضور ﷺ نے سقایت اور زمزم کی خدمت سپرد کی تھی۔ آپ ۳۲ھ میں نواسی برس کی عمر میں حضرت عثمانؓ کے عہد میں فوت ہوئے۔ آپ حضور ﷺ سے تین سال بڑے تھے۔ ایک بیوی لبابہ سے ان کے ہاں عبداللہ فضل، عبیداللہ، قثم، معبد، عبدالرحمان، ام حبیب پیدا ہوئے۔ اور غام کثیر، حارث، آمنہ اور صفیہ لونڈیوں کے شکم سے۔

حضرت عبداللہ کے بیٹے (ابومحمد علی) کے بیٹے محمد (جو باپ سے صرف ۱۴ سال چھوٹے تھے) کے تین بیٹے تھے۔ ایک خلیفہ منصور (جو ہارون الرشید (بن مہدی بن منصور) کے دادا تھے۔ دوسرے سفاح جنھوں نے بنی امیہ کو تخم سوخت کر کے ۱۳۲ھ - ۷۵۰ء میں خلافت بنوعباس کی بنیاد رکھی جو ۶۵۶ھ - ۱۲۵۷ء تک قائم رہی۔ اب ان کی عظمت کا نشان بہاول پور میں باقی ہے۔ خدا اسے قائم رکھے۔ تیسرا پسر محمد ابراہیم تھا۔ حضرت عباس کی اولاد عباسی قریشی کہلاتی ہے۔ ان کا مفصل ذکر کتاب المعارف میں درج ہے۔

۵۔ ضرار بن عبدالمطلب ظہور اسلام سے قبل لاولد مر گئے۔

۶۔ حضرت حمزہؓ الملقب بہ اسداللہ واسدِ رسول اللہ ﷺ۔ حضور ﷺ کے رضاعی بھائی بھی تھے اور

Marfat.com

چچا بھی۔ ان کے بیٹے عمارہ نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔ بیٹی ام ابیہا۔ عمر بن ابی سلمہ مخزومی کے عقد میں آئی۔ بدر میں کئی مشرکوں کو قتل کیا۔ احد میں وحشی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

۷۔ مقوم نے عہد اسلام نہیں پایا۔ نہ ان کے کوئی نرینہ اولاد تھی۔ ایک بیٹی تھی ہندہ نامی۔

۸۔ ابولہب بن عبدالمطلب کا نام عبدالعزیٰ تھا۔ شعلہ رو (حسین) ہونے کی وجہ سے ابولہب مشہور تھا اور چیچک کے مرض سے مکہ میں فوت ہوا۔ عتبہ، عتیبہ اور معتب اس کے بیٹے تھے از بطنِ ام جمیل جسے قرآن شریف میں حمالۃ الحطب کا خطاب دیا گیا ہے اور جو حرب بن امیہ کی بیٹی تھی دونوں میاں بیوی رسول اللہ ﷺ کی دشمنی میں فی النار والسقر ہوئے۔ حضور ﷺ نے قبل از بعثت عتبہ سے اپنی بیٹی رقیہ اور عتیبہ سے دوسری صاحبزادی ام کلثومؓ کا بیاہ کیا تھا مگر رسول کے دشمن باپ نے قبلِ خلوت اپنے بیٹوں سے دونوں کو طلاق دلوادی۔ عتبہ کو حضور ﷺ کی بددعا سے ایک شیر نے پھاڑ ڈالا۔ عتبہ کی اولاد باقی رہی۔ منجملہ ان کے ابراہیم بن ابی خداش بن عتبہ مکہ کا حاکم تھا اور ایک فضل بن عباس بن عتبہ بھی تھا۔ معتب بن ابی لہب مشرف بہ اسلام ہو کر جنگ حنین میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے اور ان کی اولاد بھی بکثرت ہوئی۔

عبدالشمس بن عبدمناف بن قصی

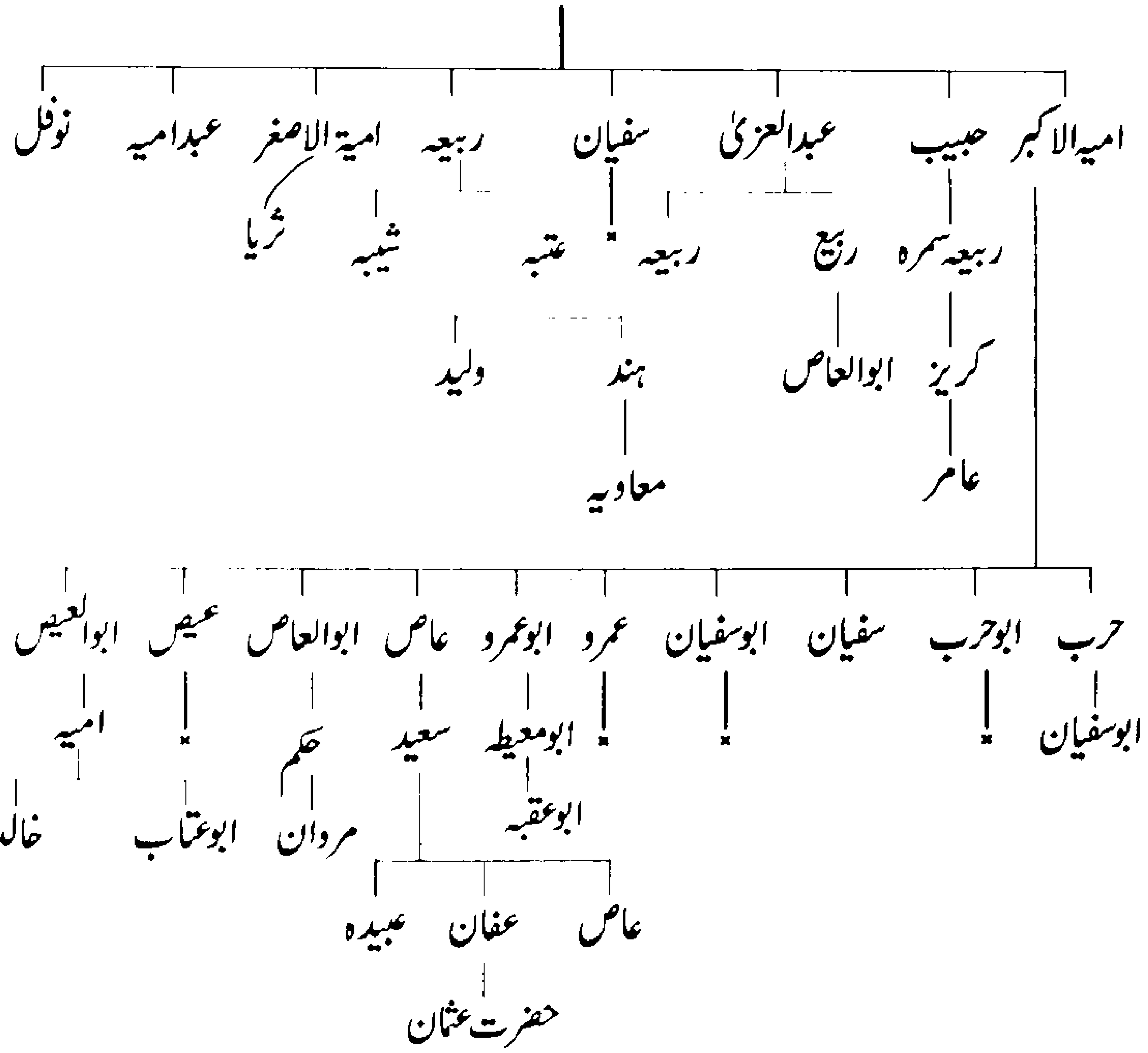

Marfat.com

جنگ بدر میں جہاں عبدالشمس کی اولاد میں سے چند افراد رسول اللہ ﷺ کے مخالف صف بستہ تھے وہاں اولادِ ہاشم میں سے بھی مخالفین میں شامل تھے۔ اوّل الذکر میں سے عاص بن سعید بن العاص بمعہ برادرخود عبیدہ ولید بن عتبہ بن ربیعہ۔ شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ مسلمانوں کی تلواروں کی بھینٹ چڑھ گئے اور موخر الذکر میں سے عباس بن عبدالمطلب، عقیل بن ابی طالب اور نوفل بن حارث بن عبدالمطلب اسیر ہوئے مگر فدیہ دینے پر رہا کیے گئے۔ پھر حضرت عباسؓ اور عقیلؓ مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ اسی طرح ابوسفیان بن حرب کو بھی قبل فتح مکہ خدا نے دولت اسلام سے مشرف فرما کر جہادوں میں شرکت کا شرف بخشا اور ان کے فرزند یزید و معاویہ کو افواج اسلامی کا قائد بنا کر نصاریٰ کو سرنگوں کیا اسی طرح حضرت عثمان کو ابتداہی میں مشرف بہ اسلام فرما کر ذوالنورین بنایا اور حضرت عمرؓ کے بعد انھوں نے یکم محرم ۲۴ھ کو زمام خلافت ہاتھ میں لے کر رے، اسکندریہ، شاپور، افریقہ، قبرص سواحل بحر روم، اصطخر الآخرۃ، فارس الاولیٰ، فارس الآخرۃ، طبرستان، دارالجبرو، بجستان، کرمان، اساورۃ، حصوں، ساحل اردن اور مرو وغیرہ کو داخلِ مملکتِ اسلامیہ فرمایا۔ آخر عبداللہ بن سبا کی بہکائی ہوئی باغی جماعت نے دارالخلافت کو محصور کر کے چپکے سے مکان کے اندر گھس کر اس وقت جب کہ آپ تلاوتِ قرآن میں مصروف تھے ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ کو شہید کر دیا۔

حضرت علیؓ جب حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد کوفہ میں خلیفہ ہوئے تو ان سے کوفیوں نے بڑی بے وفائی کی اور ان کا پونے پنج سالہ عہد خانہ جنگی میں گزار دیا۔ آخر ان کے ایک شیعہ نے خارجی بن کر درِ مسجدِ کوفہ پر رمضان ۴۰ھ میں ان کو شہید کر دیا۔ آپ کے بعد حضرت حسنؓ خلیفہ ہوئے آپ کوفیوں کی غداری اور شرارت کو تاڑ گئے کہ یہ مسلمانوں کو لڑا کر اپنا الو سیدھا کرنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا انھوں نے ملّتِ مسلمہ کی خیر خواہی کو مدِ نظر رکھ کر اسی سال فرائضِ خلافت حضرت معاویہؓ بن ابی سفیانؓ کے سپرد کر دیے اور وظیفہ لے کر مدینہ منورہ میں مکین ہو گئے۔ اور زندگی کے باقی دس سال آرام واطمینان سے بسر کیے ان کو معلوم ہو گیا تھا کہ ہمارے گھر کے لیے شرفِ نبوّت بس ہے حکومت نہیں مل سکتی۔ ان کی وفات کے دس سال بعد کوفیوں نے امام حسینؓ کو عہد یزید میں پھر دھوکا دیا جس کا نتیجہ ۱۰ محرم ۶۱ھ کو کربلا کے سانحہ ہوشربا کی شکل میں نکلا۔

یزید کے بعد اس کا بیٹا معاویہ خلیفہ ہوا مگر اس نے فوراً ۶۴ھ میں خلافت چھوڑ دی جو ابوسفیانؓ کے چچا ابوالعاص کی شاخ کی طرف منتقل ہو گئی۔ اس میں عبدالملک بن مروان بن عبدالملک اور ولید بن

Marfat.com

عبدالملک جیسے جلیل القدر خلیفہ ہوئے جن کے عہد میں اسلامی سلطنت قائم منتہائے عروج یعنی بحر الکاہل سے دریائے سندھ اور کاسپین سے دریائے نیل کی آبشاروں تک پہنچ گئی۔ عبدالرحمٰن بن معاویہ بن ہشام بن عبدالملک نے اسپین میں ایک مستقل اسلامی سلطنت قائم کی جس میں آٹھ سو سال یعنی ۸۹۷ھ (۱۴۹۲ء) تک اللہ اکبر کی صدا گونجتی رہی۔

یہ تمام اشاعتِ اسلام سادات قریش بنی امیہ کی مجاہدانہ سرگرمیوں کا نتیجہ تھی جس پر قریشی جتنا فخر کریں کم ہے۔

عباسی خلفا بھی قریش ہی تھے۔ جن کی ایشیا میں ۵۲۴ سال کی پُرعظمت سلطنت ہلاکو خاں کے ہاتھوں ۶۵۶ھ (۱۲۵۸ء) میں بمقام دارالسلطنت بغداد مٹ گئی

آسماں راحق بود گر خوں ببارد بر زمیں ۔۔۔ بر زوالِ ملکِ معتصم امیرالمومنین
خونِ فرزندانِ عمِ مصطفیٰ ﷺ شد ریختہ ۔۔۔ آہ آں جائیکہ سلطانان نہادندے جبیں

سیّد القریش سرورِ کونین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضور رحمتِ عالمیان سیدِ دوجہاں خواجۂ کون ومکان مفخر قریشیاں محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ سیّدہ آمنہ کے بطن سے سیّدنا عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف کے گھر دوشنبہ ۲۰ راپریل ۵۷۱ء کو عام الفیل میں پیدا ہوئے۔ والدِ بزرگوار آپ پر نادیدہ قربان ہو چکے تھے والدہ نے آپ کو قبیلہ بنی سعد بن بکر کی ایک دایہ کے سپرد کیا۔ جب ۵ سال کے ہوئے وہ آپ کو والدہ کے پاس پہنچا گئیں۔ آمنہ آپ کو لے کر مکہ سے مدینہ روانہ ہوئیں جہاں ان کے ماموں رہا کرتے تھے منزل ابوا میں رحلت فرما گئیں۔ اس وقت حضور ﷺ کی عمر ۶ سال تھی۔ آپ ﷺ اپنی دائی امّ ایمن کے ہمراہ واپس مکہ پہنچے ۹۸ ماہ کی عمر میں آپ ﷺ عبدالمطلب کی وفات کی وجہ سے اپنے دادا کی سرپرستی اور کفالت سے بھی مستغنی ہو گئے اور ۱۲ برس کی عمر میں اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ ہمراہِ کاروانِ تجارت ملک شام کو گئے۔ بیس برس کے سن میں حرب فجار میں شرکت فرمائی۔ ۵ سال کے بعد بی بی خدیجہ کا مالِ تجارت لے کر دوبارہ ملک شام کو تشریف لے گئے۔ واپسی کے دو ماہ بعد ان سے آپ ﷺ کا نکاح ہوا۔ ۳۵ سال کی عمر میں کعبہ کی از سرِ نو تعمیر میں آپ ﷺ قریش کے حکم بنے اور قوم کو کشت وخون سے بچایا۔ چالیس سال کے ہوئے تو شرفِ نبوت ملا۔ مہربان چچا ابوطالب کی

Marfat.com

وفات کے تین دن بعد بی بی خدیجہ بھی انتقال فرما گئیں۔ ان صدموں کے تین دن بعد مشرکینِ مکہ کی سختیوں سے تنگ آ کر آپ زید بن حارثہ کے ہمراہ طائف تشریف لے گئے جہاں ایک مہینہ مقیم رہے۔ سختیاں سہیں مگر ظالموں کے حق میں بددعا نہ کی۔ معطم بن عدی کی پناہ میں مکہ واپس آئے۔ اس سے ڈیڑھ سال بعد آپ ﷺ کو جسمانی معراج ہوئی۔ حکم ہجرت ہوا اور آپ ﷺ بمعیت یارِ غار ابوبکر صدیقؓ ۱۰ ربیع الاول کو مدینہ منورہ پہنچے۔ دوسرے صحابہ کرامؓ بھی وہاں حاضر ہو گئے۔ اس وقت حضور اکرم ﷺ کا سن شریف ۵۳ سال تھا حضرت عمر نے اپنے عہدِ خلافت میں محرم کو سال ہجری کا پہلا مہینہ قرار دیا کیونکہ یہی سال کا پہلا مہینہ ہے۔ مدینہ ہی میں قبلہ کا رخ کعبہ کی طرف قرار پایا۔ ۱۷ رمضان المبارک ۲ھ کو جنگ بدر میں مشرکین قریش پر آپ ﷺ کو فتح حاصل ہوئی۔ آپ کی فوج کی تعداد ۳۱۳ تھی اور مشرکین کی ۹۵۰۔ مدینہ واپس آئے تو سیّدہ رقیہ کا انتقال ہوا۔ اس سے ۱۷ دن بعد حضرت علیؓ نے بی بی فاطمہؓ سے اور ساڑھے پانچ ماہ بعد حضرت عثمانؓ نے سیدہ امّ کلثوم سے زفاف کیا۔ دو ماہ بعد حضور ﷺ نے بی بی حفصہ بنت فاروق اعظمؓ سے عقد کیا۔ بیس دن بعد زینب بنت خزیمہ سے نکاح فرمایا (غور کرو کہ کہیں سوگ کا نام نہیں) ۳ھ میں غزوہ احد واقع ہوا یہاں بھی سات سو کا تین ہزار سے مقابلہ تھا۔ پہلے دشمن کو شکست ہوئی مگر پھر حضور ﷺ کے حکم کے خلاف تیر اندازوں کے مورچہ چھوڑنے پر مسلمانوں کو صدمہ پہنچا۔ ۴ھ میں واقعہ خندق وغیرہ ہوا اور جنگ خیبر ۶ھ میں ہوئی۔ حضرت جعفر طیارؓ نجاشی کے پاس سے واپس آئے اور فدک والوں نے پھلوں کی نصف پیداوار پر صلح کر لی۔ اس سال عمرہ کے ارادہ سے مکہ تشریف لے گئے مگر مشرکین مکہ نے روکا۔ حضور ﷺ نے حضرت عثمانؓ کو سفیر بنا کر مکہ بھیجا۔ مشہور ہوا کہ آپؓ شہید کر دیے گئے اس پر بیعت رضوان ہوئی تا کہ دشمنوں سے مقابلہ کیا جائے مگر بعد کو بات غلط ثابت ہوئی اور حضور ﷺ مدینہ واپس تشریف لے آئے۔ ۸ھ میں جنگ موتہ میں زید بن حارثہ حضرت جعفر اور عبداللہ بن رواحہ جو یکے بعد دیگرے سردارِ لشکر بنے شہید ہو گئے اور مسلمانوں کو خطرے سے نکال کر حضرت خالدؓ بن ولید نے سیف اللہ کا خطاب پایا۔ اسی سال ماریہ قبطیہ کے بطن سے حضور ﷺ کے صاحبزادے ابراہیم پیدا ہوئے و رنجاشی شاہِ حبش اور سیّدہ امّ کلثوم نے رحلت کی۔ رمضان ۸ھ میں آپ کو فتح مکہ حاصل ہوئی۔ نصف شوال میں بمقام حنین حضور ﷺ نے ہوازان کی جماعت سے مقابلہ کیا اور دشمنوں کا مال ومتاع اور عورتیں حضور ﷺ کے قبضہ میں بطور مالِ غنیمت آئیں۔ پھر طائف کو تشریف لے گئے اور ایک ماہ کے محاصرہ کے بعد بغیر فتح

Marfat.com

کیے واپس آ گئے۔ عمرہ کے بعد مراجعت فرمائے مدینہ ہوئے۔ رجب ۹ھ تک قیام فرمانے کے بعد رومیوں پر لشکر کشی کی اور تبوک تک بڑھتے چلے گئے وہاں مسجد بنوائی۔ دومۃ الجندل پر فتح حاصل کی۔ بعد ازاں حضرت خالد کیدر والیِ دومۃ الجندل کو گرفتار کر لائے جو جزیہ ادا کرنے پر رہا ہوا۔ اسی سال حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر کو "امیر الحجاج" بنا کر مکہ روانہ کیا۔ روانگی کے بعد سورۃ توبہ نازل ہوئی جسے دے کر حضرت علیؓ کو روانہ کیا کہ جس وقت حضرت ابوبکرؓ حج سے فارغ ہوجائیں تو یہ سورۃ لوگوں کو سنا دینا۔ ۱۰ھ حضور ﷺ نے مکہ ہی میں گزارا اور وفودِ عرب کو شرفِ ملاقات بخشا۔ اسی سال حضور ﷺ نے شاہانِ روئے زمین کو دعوتِ اسلام کے خطوط روانہ کیے۔ لوگ فوج در فوج مشرف بہ اسلام ہوئے اور آیت "اذا جاء نصر الله والفتح" نازل ہوئی۔ اور آپ سمجھ گئے کہ رحلت کا وقت آ پہنچا۔ موسم حج آیا تو ماہ ذوالحجہ سے پانچ روز پیشتر مدینہ سے مکہ کی طرف روانہ ہوئے اور لوگوں کے ساتھ حج ادا فرمایا اور مدینہ واپس آئے جہاں آپ تا دمِ رحلت یعنی ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ تک مقیم رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے پاس بلا لیا۔ آپ ﷺ پورے دس برس مدینہ میں رہے۔ آپ ﷺ کی عمر ۶۳ سال تھی۔ آپ پیر کے دن پیدا ہوئے اسی دن آپ ﷺ کو پیغمبری ملی۔ اسی روز داخلِ مدینہ ہوئے اور سی دن رحلت فرمائی۔ تین دن خلقت حاضر ہوکر زیارت کرتی اور آپ ﷺ پر درود بھیجتی رہی۔ بدھ کی رات کو حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں جہاں روحِ اطہر نے جسم سے مفارقت کی تھی مدفون ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(ماخوذ از کتاب المعارف)

گنبدِ خضریٰ اور اس کے آسودگان کی شانِ رافع

مقابل کے صفحہ پر جو فوٹو پرنٹ ہے اس سے صاف نمایاں ہے کہ وہ سرور کائنات کا اقدس روضہ ہے۔ جمہور علماءِ اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت حبیبِ خدا محمد مصطفیٰ ﷺ کا مرقدِ اقدس کعبہ اور عرش سے بھی افضل ہے۔ احادیثِ صحیحہ میں وارد ہے کہ پیدائش ہر آدمی کی اس مٹی سے ہوتی ہے جہاں وہ دفن ہوا۔ لہٰذا مدینہ کی خاکِ پاک کو جس سے حضور ﷺ کا جسم مطہر خلق ہوا۔ روئے زمین پر شرف حاصل ہے۔ اسی خاکِ پاک میں رسولِ خدا ﷺ کے دو سب سے افضل صحابہ حضرت ابوبکر صدیقؓ یارِ غار اور حضرت عمر فاروقؓ غمگسار آسودہ ہیں۔ ع

Marfat.com

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

انہی معنوں میں چند شعر دل سے بروئے قلم آئے ہیں

گنبدِ خضرا کی خاکِ پاک میں — اور قربِ صاحبِ لولاک ﷺ میں
تاابد آسودہ ہیں وہ خوش نصیب — جن سے دائم خوش رہے حق کے حبیب ﷺ
ایک ہیں صدیقؓ اکبر یارِ غار — دوسرے فاروق اعظمؓ حق شعار
عمر بھر دونوں رہے حضرت ﷺ کے ساتھ — جان دے کر بھی ملے حضرت ﷺ کے ساتھ
حشر میں بھی یہ اٹھیں گے ایک ساتھ — دستِ سرور ﷺ سے ملائے دونوں ہاتھ
قربِ جسمی اور روحی کا شرف — اور مژدہ بھی ہر اک کو لاتخف
دونوں نے جو خدمتِ اسلام کی — وہ بھی حصہ ہے انہی کا اے اخی!

اسی مضمون پر یہ نظم بھی ملاحظہ ہو:

سبز قبّہ کے مکین

نبی ﷺ، صدیقؓ و فاروقؓ انجمن آرا ہوئے تینوں — محمد ﷺ اور ابوبکرؓ و عمرؓ یکجا ہوئے تینوں
زیادہ تر انہی سے نورِ حق چمکا زمانہ میں — مسلمانوں کے بھی یہ ملجا و ماویٰ ہوئے تینوں
غرورِ قیصری کو توڑنے والے یہ تینوں ہیں — یہی تو کا سرِ عنق و سرِ کسریٰ ہوئے تینوں
نبی ﷺ افضل ہیں پھر صدیقؓ افضل پھر عمرؓ افضل — علیٰ قدرِ مراتب افضل و اعلیٰ ہوئے تینوں
کیے موسوم ان ناموں سے فرزندِ عزیز اپنے — علیؓ کو جب بہت محبوب یہ اسما ہوئے تینوں

یہی تینوں تو پاکستان[1] کے بانی مبانی ہیں
انہی کے دم سے مسلم مستحقِ حکمرانی ہیں

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد خلافت کا بوجھ اٹھا کر جو فتنے منعِ زکوٰۃ ارتداد اور انکارِ ختم نبوت کی صورت میں اٹھے وہ قوتِ ایمانی سے سب مٹا دیے اور بیرونِ عرب اسلامی فتوحات کی داغ بیل ڈال دی۔ صدیقِ اکبرؓ کے بعد فاروقِ اعظمؓ امیر المومنین ہوئے اور آپ نے مسلمانوں کو قیصر و کسریٰ کی سلطنتوں کا مالک بنا دیا۔ دونوں میں سے کسی نے بھی اپنے خاندان میں تو کیا اپنی

[1] یعنی کل اسلامی حکومتیں۔

Marfat.com

اولاد میں سے بھی کسی کو اپنا جانشین نہیں بنایا اور اس قدر سلطنتوں کے مالک ہونے کے باوجود کوئی ذاتی ریاست پیدا نہیں کی بلکہ اپنا سرمایہ خدمتِ رسول ﷺ اور اسلام میں صرف کردیا اور دنیا میں ایک ایسی مثال چھوڑ گئے جس کی نظیر نہیں۔ پھر انھیں معطیِ برحق سے رتبہ بھی ایسا ملا جو اور کسی کو نصیب نہیں ہوا۔ یعنی حبیبِ خدا ﷺ سے دنیا و آخرت میں دائمی قرب۔

لوگ اسی آرزو میں مرتے ہیں کہ ہمیں فلاں ولی اور امام کے نزدیک و دور مرکر ٹھکانہ ملے اور بخشے جائیں۔ اور اس غرض کے لیے ہزاروں روپے بھی خرچ کرتے ہیں۔ پھر ان کی مغفرت اور بلند مرتبے کی کوئی حد ہے جو خاص رحمتہ اللعالمین ﷺ کے پہلو بہ پہلو آرام فرما ہیں۔ دیکھنے والے دیکھیں اور سوچنے والے سوچیں اور اپنے ضمیر سے جو بالکل مردہ نہیں ہوگیا جواب طلب کریں۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

☆☆☆

کیا سیّد، قریشیوں سے الگ قوم ہیں؟

ہندوستان میں سیّد اور قریشی دو الگ قومیں شمار کی گئی ہیں۔ مردم شماری میں دونوں کے اعداد و شمار جدا درج ہوتے ہیں مگر یہ طریق قومی یکجہتی کے منافی ہے۔ حقیقتاً سید اور قریشی ایک ہی مورثِ اعلیٰ (فہر) کی نسل سے ہیں۔ خیر القرون میں ان کی باہم رشتہ داریوں میں رکاوٹ نہ تھی اور سیّد و قریشی کا کوئی سوال نہ تھا فقہ نے بھی کفو کے معاملہ تمام قریش کو ہم کفو قرار دیا۔ جو لوگ سیّد کہلاتے ہیں وہ اسی بنا پر کہلاتے ہیں کہ حضرت علیؓ قریشی کے ہاں حضرت رسولِ خدا کی صاحبزادی فاطمہؓ تھیں جن کے بیٹوں کو سیّد اشباب اہل الجنتہ کہا گیا لہٰذا ان کی تما اولاد سیّد اور قریشیوں سے ممیز ہوگئی۔ آؤ رشتہ داری کے معاملہ ہی میں دیکھیں کہ عہدِ رسالت میں دونوں میں کچھ فرق روا رکھا گیا تھا؟

۱۔ رسول اللہ ﷺ کی چار صاحبزادیاں تھیں جن میں سے تین کی شادی آپ ﷺ نے اپنے پڑدادا (ہاشم) کے بھائی (عبدالشمس) کی اولاد سے کردی چنانچہ سیّدہ زینب کو ابوالعاص بن ربیعہ بن عبدالعزیٰ بن عبدالشمس سے بیاہا اور سیّدہ رقیہ اور ام کلثوم کا یکے بعد دیگرے حضرت عثمانؓ بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبدالشمس سے نکاح کیا۔ چوتھی صاحبزادی سیّدہ فاطمہؓ کو حضرت علیؓ بن ابی طالب بن عبدالمطلب کے عقد میں دے دیا۔ جو سیّد نہ تھے کیونکہ سیّد تو حسینؓ

Marfat.com

ہوئے یا ان کی اولاد۔

۲۔ اگر یہ کہا جائے کہ سیادت کا سلسلہ تو امام حسنؓ وحسینؓ سے چلا ان کی اولاد میں کوئی مثال دکھاؤ تو ہم کہیں گے کہ:

الف۔ امام حسینؓ کی صاحبزادی سیّدہ سکینہ کا پہلا نکاح مصعب بن زبیرؓ سے ہوا۔ جن سے عیسیٰ تولد ہوئے۔ بیوہ ہو کر دوسرا نکاح عبداللہ بن عثمان بن حکیم سے ہوا اور قرین کی والدہ بنیں۔ تیسرا نکاح اصبغ بن عبدالعزیز بن مروان سے ہوا جس نے قبلِ زفاف طلاق دے دی اور چوتھا نکاح زید بن عمرو بن حضرت عثمانؓ سے ہوا جن سے سلیمان بن عبدالملک نے طلاق دلوائی۔

ب۔ سیّدہ فاطمہ بنت امام حسینؓ پہلے حسن مثنیٰ سے بیاہی گئیں اور پھر ان کا نکاح عبداللہ بن عمرو بن عثمان ذوالنورین سے ہوا۔ (کتاب المعارف ص ۱۳۲)

ج۔ سیّدہ فاطمہ بنت رسول خدا ﷺ کے بطن سے ایک صاحبزادی ام کلثوم کبریٰ تھیں جو حضرت عمر فاروقؓ اعظم قریشی کے حبالۂ نکاح میں آئیں جن سے زید اور رقیہ پیدا ہوئے۔

د۔ ان کی بہن زینب الکبریٰ کی از صلب عبداللہ بن جعفر ایک بیٹی ام کلثوم تھیں جو پہلے قاسم بن محمد بن جعفر سے بیاہی گئیں پھر حجاج بن یوسف سے نکاح ہوا۔ اور پھر ایان بن عثمان بن عفان قریشی کے نکاح میں آئیں۔ (کتاب المعارف ص ۱۲۷)

ابن قتیبہ ص ۱۳۳ میں لکھتے ہیں کہ علی اصغر بن حسین (یعنی امام زین العابدین) کی ماں سندھ کی رہنے والی تھیں جن کا نام سلافہ تھا اور بعضوں نے غزالہ کہا ہے۔ حسین کی شہادت کے بعد ان کے آزاد غلام زبید نے ان سے عقد کر لیا تھا۔ اس سے عبداللہ ایک لڑکا پیدا ہوا جو علی اصغر کا ماں کی طرف سے سوتیلا بھائی تھا۔ علی بن محمد نے بروایت عثمان بیان کیا کہ علی اصغر بن حسین نے اپنی ماں کا نکاح اپنے آزاد کردہ غلام سے کر دیا۔ اور اپنی ایک لونڈی کو آزاد کر کے خود اس سے نکاح کر لیا۔ اس پر عبدالملک نے ان کو غیرت دلائی تو انھوں نے اس کے پاس لکھ کر بھیجا کہ:

"تم کو رسول اللہ ﷺ کی اچھی تابعداری کرنا چاہیے کہ آنحضرت ﷺ نے صفیہ بنت حیّ کو آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا تھا اور اپنے غلام زید بن حارثہ کو آزاد کر کے اپنی پھوپھی زاد بہن زینب بنتِ جحش سے نکاح کر دیا تھا۔"

Marfat.com

اس سے ثابت ہوا کہ قرونِ اوّل کے ساداتِ کرام کا کیا طرزِ عمل تھا۔ وہ مروّجہ مسئلہ کفو کے بھی قائل نہیں تھے مگر اب ہم نے خلیج مغائرت کو یہاں تک وسیع کرلیا ہے کہ امام حسینؓ سے پشت ہا پشت نیچے کا ایک شخص سیّد کہلاتا ہے اور صحیح النسب قریشی کو ذات کا گھٹیا سمجھتا ہے دوسری طرف ہمارا خاندانِ حاکمی ان محقرین کا بہترین جواب ہے جو کسی صحیح النسب سیّد کہلانے والے کے ساتھ بھی بیٹی کا نکاح کرنا وقارِ قومی کے خلاف سمجھتا ہے۔ کئی سیّدانیاں ان کے ہاں آئی ہیں مگر ان کی کوئی لڑکی اولادِ حاکم سے باہر نہیں بیاہی گئی۔

میرے خیال میں تمام آل فہر یا آل قصی یا آل عبدمناف کو سمجھنا چاہیے کہ ہم ایک ہی قوم ہیں۔ (ساداتِ قریش) اور اگر ایک دوسرے کا تمدّن اجازت دے تو مناکحت سے پرہیز نہیں کرنا چاہیے ؎

سیدالانبیا قریشی ہیں علی المرتضٰی قریشی ہیں
حسن وحسین و علوی بالیقین بے ریا قریشی ہیں

ہمیں ان اشخاص پر ہنسی آتی ہے جو کہتے ہیں حضور سرورِ کونین ﷺ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ تو قریشی ہیں مگر امام حسن اور امام حسین سیّد ہیں کیونکہ وہ حضرت فاطمہؓ کے بیٹے ہیں۔ ان لوگوں کے جواب میں دیوان حضرت علیؓ مترجم مطبوعہ نامی پریس لکھنؤ پنجم ایڈیشن صفحہ ۳ کے دو شعر کافی ہیں۔ فرماتے ہیں ؎

اَلنَّاسُ مِنْ جِهَةِ التِّمثَالِ اَكْفَاءُ اَبُوْهُمُ آدم وَالْام حَوَّاءُ
وَاِنَّهَا اُمَّهَاتُ النَّاسِ اَوعِيَةٌ مُسْتَوْدَعَاتٌ وَالْاَحْسَابِ اٰبَاءُ

ترجمہ: ''سب آدمی ازروئے صورت یکساں ہیں کہ باپ ان کے آدم اور ماں ان کی حوا ہیں اور سوائے اس کے نہیں کہ مائیں آدمیوں کی صرف ظروف ہیں کہ جائے امانت نطفہ ہیں اور نسب کے لیے باپ کافی ہے۔''

اس سے ثابت ہو گیا کہ اگر حضرت علیؓ بوجہ قریشی ہونے کے سیّد کہلانے کے مستحق نہیں تو ان کی اولاد بھی نہیں اگر ہیں تو سب قریشی سیّد ہیں۔ اگر ماں کی وجہ سے ہی (خلافِ قولِ علیؓ) نسبی سیادت حاصل ہوتی ہے تو پھر بھی حضرت حاکم کی اولاد سیّد کہلانے کی مستحق ہے کیونکہ وہ سیّد السادات حضرت سیّد احمد توختہ ترمذی لاہوری کے نواسے ہیں۔ بڑے نکتہ کی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بھی ''سورۃ القریش'' ہی نازل فرمائی ہے سورہ سادات نہیں۔ الحق کہ جو قریشی نہیں سیّد نہیں لیکن جو سیّد ہے وہ قریشی ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

اولاد حارث بن عبدالمطلب

۱۔ حارث بن عبدالمطلب بن ہاشم

۲۔ حضرت عبیدہ شہیدِ بدر — ۳۔ ابوسفیان — ۴۔ مغیرہ — ۵۔ عبدالشمس — ۶۔ نوفل — ۷۔ ربیعہ

نوفل ← مغیرہ

دوم ناکح حضرت زینب

حضرت عبدالواحد — ۸۔ عبدالوہاب — جعفر — عبداللہ — ربیعہ

ربیعہ ← عبدالمطلب

۹۔ شیخ عمرؒ

۱۰۔ شیخ جعفر المشہور شیخ محمد (حسب تحریر پیر نبی بخش)

۱۱۔ شیخ یوسف

۱۲۔ شیخ محمد المشہور جعفر (حسب تحریر پیر نبی بخش)

شیخ احمد (حسب تحریر ابن خلکان)

شیخ ابراہیم

ابوالحسن علی ہنکاری

۱۔ حارث - عبدالمطلب کی اولاد میں سب سے بڑے تھے۔ باپ کے ساتھ چاہ زمزم کے کھودنے میں شریک رہے اور اسی کے ساتھ وہ اپنی کنیت کیا کرتے تھے۔

۲۔ ابوعبیدہ - بدر کے غزوہ میں جو رمضان ۲ھ میں واقع ہوا۔ جب قریش کے سردار عتبہ نے

Marfat.com

اپنے بھائی شیبہ اور بیٹے ولید کو لے کر مبارز طلب کیے تو اسلامی لشکر سے عوف، معاذ، عبداللہ بن رواحہ مقابلہ کو نکلے۔ عتبہ نے نام و نسب پوچھا اور جب یہ معلوم ہوا کہ یہ مدینہ کے رہنے والے (انصار) ہیں تو پکارا محمد! یہ لوگ ہمارے جوڑ کے نہیں (اہل مدینہ چونکہ کاشتکاری کیا کرتے تھے اور اہل مکہ جو تجارت پیشہ تھے انھیں حقیر سمجھتے تھے چنانچہ جب ابوجہل انصار کے ہاتھ سے مارا گیا تو اس نے مرتے وقت کہا کاش مجھ کو فلاحوں (کاشتکار) کے سوا کسی اور نے مارا ہوتا) رسول اللہ ﷺ نے انصار کو واپس بلا کر اپنے چچا حمزہؓ، چچازاد برادر علیؓ اور عبیدہ کو مقابلہ کے لیے بھیجا۔ عتبہ کو حضرت حمزہؓ نے اور ولید کو حضرت علیؓ نے ٹھکانے لگا دیا لیکن شیبہ نے حضرت عبیدہ کو زخمی کر دیا مگر خود حضرت علیؓ کے ہاتھوں مارا گیا۔ عبیدہ نے حضور ﷺ سے پوچھا میں دولتِ شہادت سے محروم تو نہیں رہا؟ حضور ﷺ نے جواب دیا نہیں تم شہید ہو۔ عبیدہ نے کہا الحمدللہ۔ آج ابوطالب زندہ ہوتے تو تسلیم کرتے کہ ان کے اس شعر کا مستحق میں ہوں ؎

مگر اس وقت جب ہم گرد ان کے لڑ کے مر جائیں — محمد ﷺ کو حوالے دشمنوں کے کر نہیں سکتے
زن و فرزند بھی ان کے لیے دل سے اتر جائیں — محمد ﷺ تو ہمیں ہیں اس قدر پیارے زمانے میں

(نامی)

۳۔ ابوسفیان بن حارث رسولِ پاک ﷺ کے رضاعی بھائی تھے ان کو کچھ دنوں حلیمہ نے دودھ پلایا تھا۔ ابتدا میں وہ رسول اللہ سے بہت الفت کرتے تھے مگر دعویٰ نبوت پر آمادۂ دشمنی ہو کر ہجو کرنے لگ گئے۔ حضرت حسانؓ نے جواب میں ہجو کہنے کی اجازت طلب کی تو حضور ﷺ نے فرمایا میں اپنے چچا کے بیٹے اور بھائی کی ہجو کی کس طرح اجازت دوں۔ سبحان اللہ۔ کیسا تھا خلقِ محمدی کہ اس قدر عداوت کے باوجود آپ ﷺ نے پاسِ اخوت اور حقِ یگانگت فروگزاشت نہ فرمایا۔ جب اسلام کو دن دگنی اور رات چوگنی ترقی حاصل ہوئی تو ابوسفیان از سر حسد و بغض تاب نہ لا کر بمعہ اہل و عیال مکہ سے فرار اختیار کر کے رومؔ چلے گئے۔ قیصر کے دربار میں جب بار ملا تو اس نے نام و نسب دریافت کیا۔ انھوں نے کہا کہ میں ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب ہوں۔ اس نے کہا اگر تم سچ کہتے ہو تو تم محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب کے چچا کے بیٹے ہوئے۔ یہ سن کر آپ نے کہا کہ میں اسلام کے عروج سے بھاگ کر یہاں پہنچا۔ یہاں بھی محمد ﷺ کی نسبت سے میرا تعارف ہوا ہے۔ اس دن سے اسلام کی دوستی ابوسفیان کے دل میں گھر کر گئی۔ پس آپ فتح

Marfat.com

مکہ کے سال ۸ھ میں وطن کو واپس آئے مگران سے ہر ایک شخص متنفر نظر آیا۔ عرصۂ حیات تنگ ہو گیا آخر حضور رحمتہ اللعالمین ﷺ کو ان کی حالتِ زار پر رحم آیا اور حضرت ام المومنین امّ سلمہ کی سفارش سے حضور ﷺ نے ان کی خطاؤں کو عفو فرمایا اور آپ حاضرِ خدمتِ نبوی ہو کر سعادتِ دارین سے بہرہ اندوز ہوئے حتیٰ کہ اسی سال شوال میں آپ کو غزوۂ حنین میں بمعہ فرزندِ خود رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ثابت قدم رہنے کا افتخار حاصل ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے امید ہے کہ یہ حمزہ کے جانشین ثابت ہوں گے۔ یہ بھی فرمایا کہ ابوسفیان جوانمردانِ جنت کا سردار ہے۔ ابوسفیان کی اولاد بھی خمسۂ آلِ پیغمبر سے ہے جن کو لوگوں کا ایلچی بن کر جانا اور اوساخ یعنی مال کی میل (زکوٰۃ) لینا حرام ہے اس کے عوض خمس الخمیس لینا جائز ہے۔

بیا گوش از گوش دل کن مرام — کہ شد صدقہ بر آلِ ہاشم حرام
شدن بر رسالت گرفتن زکوٰۃ — خدا منع فرمود در شش جہات
کہ خمس خمیس آمد اندر قبول — بحکم خدا و بحکم رسول ﷺ
زہے شانِ ایں قوم والا نژاد
چو بر خلقِ آدم خدا فخر داد
(فرحت)

ابوسفیان[1] ۲۰ھ میں مدینہ میں واصل بحق ہو کر بقیع میں دفن ہوئے۔ وقتِ موتراشی منیٰ میں ان کے سر کا مسّہ کٹ گیا جو وفات کا باعث ہوا۔ آپ نے گھر والوں سے کہا کہ تم لوگ مجھ پر گریہ وزاری نہ کرنا کیونکہ جب سے میں اسلام لایا ہوں میں کسی گناہ میں مبتلا نہیں ہوا۔ اس سے ثابت ہوا کہ پاک لوگ ہمیشہ گریہ و ماتم سے منع فرماتے رہے ہیں نیک لوگ اور شہید جان دیتے ہی جنت میں پہنچ کر آرام فرماتے اور دنیا کے قید خانہ سے چھوٹ جاتے ہیں ان کی خوشی وخرمی پر کوئی خیر خواہ ماتم نہیں کر سکتا جب جمادی الاولیٰ ۸ھ میں غزوۂ موتہ میں حضرت جعفر طیار کی شہادت ہوئی تو کسی نے آ کر حضور ﷺ کو اطلاع دی کہ جعفر کی مستورات ماتم کر رہی اور رو رہی ہیں حضور ﷺ نے منع کرا بھیجا مگر وہ باز نہ آئیں دوسری تنبیہ پر بھی نہ رکیں

[1] ابوسفیان کے ایک فرزند زیاد اور ان کے بیٹے زید کا ذکر واقدی کی کتاب فتوح البلدان میں آیا ہے کہ انھوں نے شہر بھنسا کی مہم میں کارہائے نمایاں سرانجام دیے اور انہی کی اولاد سے شیخ ابوالحسن علی ہکاری تھے۔ (مضمون نور احمد فریدی در رسالہ ''بلوچی دنیا'' ص ۱۹ بابت ماہ جون ۱۹۵۹ء)

Marfat.com

تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ان کے منہ میں خاک بھردو۔ حضرت عائشہ نے اس خبر رسانِ گریہ شخص سے کہا کہ خدا کی قسم تم یہ نہ کرو گے (منہ میں خاک نہ ڈالو گے) اور آنحضرت ﷺ کو تکلیف سے نجات نہ ملے گی اگر وفورِ غم سے آنکھوں سے آنسو رواں ہو جائیں تو گناہ نہیں۔ ہاں بے صبری کے کلمات منہ سے نکالنا چھاتی اور ماتھا کوٹنا اور منہ پر طمانچے مارنا سخت گناہ ہے۔

حدیث صحیحہ میں صاف وعید ہے کہ جو شخص گالوں پر طمانچے مارے۔ گریبان پھاڑے اور جاہلیت کے کلمات زبان سے نکالے وہ ہم (مسلمانوں) میں سے نہیں۔

۴۔ مغیرہ بن حارث سب مشرف بہ اسلام ہوئے۔ بنی ہاشم سے عمر میں بڑے تھے۔ حضرت حمزہؓ اور عباس سے بھی۔ بدر کے اسیروں میں سے تھے۔ عباس نے جزیہ دے کر انھیں رہائی دلائی تھی پھر وہ اسلام لا کر غزوۂ خندق ۴ھ کے دوران میں ہجرت کر کے مدینہ چلے آئے۔ ان کی اولاد بہت ہے۔

۵۔ عبدالشمس بن حارث کا نام رسولِ پاک ﷺ نے عبداللہ رکھا تھا۔ وہ رسول ﷺ کے سامنے ہی راہیِ عالمِ بقا ہوئے اور حضور علیہ السلام نے ان کو ان کی قمیص ہی میں دفن فرمایا۔ ان کی قلیل سی اولاد ملک شام میں سکونت رکھتی تھی۔

۶۔ نوفل بن حارث کی اولاد میں سے مغیرہ تھے جو عہدِ خلافتِ عثمان میں مدینہ کے قاضی تھے۔ جنگِ صفین میں وہ حضرت علیؓ کے طرف دار تھے۔ جنابِ علیؓ کی وصیت کے مطابق رسول مقبول کی نواسی امامہ بنت زینبؓ جو بعدِ سیّدہ فاطمہ علی کے نکاح میں تھیں) آپ نے نکاح کرلیا جن سے یحییٰ پیدا ہوئے دیگر ازواج سے نوفل کے بیٹے عبدالملک، عبدالواحد، سعید اور عبدالرحمٰن وغیرہ ہوئے۔

۷۔ ربیعہ بن حارث کو صحبتِ نبوی حاصل ہوئی۔ حضور ﷺ نے فرمایا تھا ربیعہ بہت اچھا آدمی ہے اگر وہ اپنے بالوں کو کٹوا ڈالے اور اپنے لباس کے دامنوں کو سمیٹ لے یعنی کم کردے۔ آپ حضرت عثمان کے ساتھ شریکِ تجارت رہے۔

عباس بن ربیعہ بڑے عالی مرتبہ شخص تھے۔ عثمان نے بصرہ میں انھیں ایک مکان جاگیر میں دیا تھا اور ایک لاکھ درہم بھی۔ وہ حضرت علیؓ کی معیت میں صفین کی جنگ میں کام آئے ان کی بیوی امّ فراس

Marfat.com

حسّان بن ثابت کی بیٹی تھیں جن سے کئی اولادیں ہوئیں اور ان کی نسل بکثرت ہے۔

۸۔ عبدالوہاب بن ابی سفیان بن حارث صحبت رکھتے تھے اپنے بھائی عبدالواحد سے۔ آپ اپنی قوم میں شریف اور عزیز تھے۔ احکام شریعت پر قائم۔ ورع و پرہیز گاری میں یگانۂ عصر اور عشقِ خدا اور محبتِ مولا میں یکتائے روزگار تھے۔

۹۔ حضرت شیخ عمر صحبت رکھتے تھے اپنے والد بزرگوار شیخ شریف عبدالوہاب سے۔ آپ صاحبِ علم و معلم تھے اور فقر و فنا میں آپ کا مرتبہ عالی تھا۔

ہر دم و آن با خدا می بود   از کدورات با صفا می بود
سر توحید داشت در دلِ خویش   درد در سینہ داشت بیش از بیش

۱۰۔ حضرت شیخ جعفر المشہور شیخ محمد اپنے والد ماجد شیخ عمرؒ کے فیض یاب صحبت تھے آپ مرد سلیم الطبع اور رقیق القلب تھے۔

ہر زباں وہ سوئے خدا می داشت   چشم حق الیقین دامی داشت
سینہ از عشق داشت مالا مال   دل پُر از یاد ایزدِ متعال!
یکدم از یاد حق نہ خالی بود   محرمِ سرّ لایزالی بود

۱۱۔ حضرت شیخ یوسف اپنے پدرِ عالی قدر شیخ محمد کے نظر پروردۂ فیض تھے۔ آپ مردِ صاحبِ درد تھے۔ ہمیشہ عشقِ خدا سے لو لگائے مولیٰ کی محبت میں دل و جان قربان کیے ہوئے۔

دُرِّ دریائے لا بالی بود   مظہرِ عشق لایزالی بود
نکتہ دانِ علوم فضل و کمال   حاملِ جلوۂ جمال و جلال
نو بہارِ حدیقۂ اسرار   نو گلِ گلشنِ اولی الابصار
جوشِ موّاج بحر عرفان بود   راز دار رموز سبحان بود
حبّ غیر از خدا بسینہ نداشت   خویش را درمیانِ خود نگذاشت
تا کجا وصفِ او کنم تحریر   ہست افزوں زحیطۂ تقریر
یوسفِ مصرِ شوق مولیٰ بود
زاں سبب گوئے حسن و عشق و بود

Marfat.com

حضرت شیخ یوسف نے بہ سبب بعضے ہرج مرج بنی امیہ جو کہ اہل بیت رسول ﷺ سے وقوع میں آئی مدینہ منورہ کی سکونت چھوڑ کر افات جبل ہکار جو قبۃ الاسلام بغداد شریف کے حوالی میں واقع ہے اختیار کر لی۔ اکثر اہل طلب حسب القسمت ہنکار میں فیض دو جہانی اور دولتِ جاودانی حاصل کر کے اپنی مراد کو پہنچ گئے۔

۱۲۔ حضرت شیخ محمد صحبت رکھتے تھے اپنے باپ شیخ یوسف سے اپنے زمان میں ایسے اوحدِ دہر اور فریدِ عصر تھے کہ ان ولی اللہ کی ریاضات اور مجاہدات شاقہ کے حال کے بیان میں جو کہ لازم سالک طریقِ طریقت تھا قلم وزبان عاجز وقاصر ہے۔

کمیتِ کلگ را قدرت کجا تا اندریں میداں بصد چالاکی و چستی اگر خواہد کند جولاں

کہ خنگِ وہم از پویہ دریں وسعت فرد ماند چہ یارائے تفکر را دریں رہ اسپ خوداند

مگر برحسبِ قدر خویشتن آمد ضرور ایں جا کہ درمیدانِ وصفِ او جہانم اسب ہمت را

ہمیشہ لازم احوالِ ذاتِ آں ولی بودہ کہ جز یادِ خدا یکدم دریں عالم نیا سودہ

شمردے ہر دمِ خود روز و شب باسمِ ذات او گہے مشغولِ ذاتِ او گہے محوِ صفات، او

گہے متفرقِ وحدت گہے در کثرتش حیران گہے ترساں زقہرِ او گہے بر فضلِ او نازاں

بہر احوال سازش باخدا اعراض از دنیا

رجوعِ خاطرش پیوستہ اندر حضرت مولیٰ

حضرت محمد پر ایک لطفِ ایزدی یہ تھا کہ آپ کی سلب سے شیخ الشیوخ حضرت ابوالحسن ہکاری متولد ہوئے جن کے مناقبات کی شرح دفتر امکان میں گنجائش نہیں رکھتی۔

۱۔ شیخ ابراہیم ابوالحسن علی ہنکاری
۲۔ شیخ ابوطاہر
۳۔ شیخ محمد موسیٰ
۴۔ سلطان بوعلی بن شیخ محمد موسیٰ
۵۔ سلطان رشید الدین
۶۔ سلطان قطب الدین

۱۔ شیخ ابوالحسن کو تذکرۂ حمیدیہ اور تذکرۂ قطبیہ میں جو سلاطین لودھی کے عہد یعنی چار سو سال کی تصانیف ہیں نیز اذکار قلندری میں ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب کی اولاد سے یعنی ہاشمی لکھا ہے۔ مگر ابن خلکان دفیات الاعیان میں تحریر کرتے ہیں کہ آپ ہاشم کے بھائی عبدالشمس کے

Marfat.com

پوتے کے پوتے عتبہ بن ابوسفیان کی نسل سے ہیں۔ابوسفیان اپنے ہم نام عمِ ادرِ رسول اللہ ﷺ کی طرح شروع میں حضور علیہ السلام کے مخالف رہے مگر پھر فتح مکہ سے پہلے مشرف بہ اسلام ہوگئے۔رسول اللہ ﷺ نے انھیں طائف کا عامل مقرر کیا۔آپ کو حضور ﷺ کے خسر ہونے کا شرف حاصل ہے۔ام المومنین ام حبیبہ ؓ آپ کی بیٹی تھیں۔آپ کی ایک آنکھ طائف کے اور دوسری یرموک کے جہاد میں جاتی رہی۔آپ اٹھاسی برس کی عمر میں ۳۲ھ میں مدینہ میں فوت ہوئے۔عتبہ بن ابوسفیان حضرت امام حسن کی خلافت کے بعد مصر کے حاکم مقرر ہوئے ان کی اولاد بہت ہوئی۔ (کتاب المعارف ص ۲۱۲)

تمام اولاد حاکم جو خواہ بہاولپور کی ریاست میں ہوں خواہ پنجاب کے مختلف اضلاع مظفر گڑھ، ملتان، لائل پور (فیصل آباد)، جھنگ، شیخوپورہ اور لاہور میں۔اپنے خاندانی نوشتوں اور شجروں کی بنا پر اپنے آپ کو ہاشم کی نسل سے بتاتے ہیں اور ابن خلکان کی تحریر کو صحیح تسلیم نہیں کرتے۔میرے خیال میں ابوسفیان کے اشتراک اسمی سے احد الفریقین کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ہر دو ابوسفیان ساداتِ قریش سے تھے۔حضرت ہنکاری کسی ابوسفیان کی نسل سے ہوں قریشی ہیں۔

ابن خلکان لکھتے ہیں کہ آپ بڑی خیر کے مالک تھے اور بڑے عبادت گزار۔آپ نے کئی بلاد کا سفر کیا۔اور علما و مشائخ سے احادیث اخذ کیں۔پھر اپنے وطن کو واپس آئے۔لوگوں کا ان کی نسبت بڑا حسنِ اعتقاد تھا۔بعض اکابر نے آپ سے کہا۔آپ شیخ الاسلام ہیں۔آپ نے فرمایا ہاں میں شیخ فی الاسلام ہوں۔آپ کی اولاد سے بہت لوگ بادشاہوں کے مقرب ہوئے اور انھوں نے بلند مرتبے حاصل کیے اور امیر کبیر ہوئے۔آپ ۳۰۸ھ (۱۰۱۷ء) میں پیدا ہوئے اور یکم محرم ۴۸۶ھ مطابق یکم فروری ۱۱۹۳ء کو واصل بحق ہوئے۔

ہکاری اکراد کے ایک قبیلے کی طرف منسوب ہے جو صاحب معاقل وحصون ہیں۔نیز ایک قریٰ کا نام ہے بلادِ موصل سے اس کے مشرق کی سمت [1]

---

[1] یہی مضمون کتاب الکنیٰ والالقاب تالیف محدث خبیر ثقۃ الاسلام شیخ عباس القمی شیعی جز ثالث المطبعۂ حیدریہ نجف ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۹۵۶ء صفحہ ۲۵۱ سے مکرمی محمود احمد صاحب بہاولپوری نے ۲۵ دسمبر ۱۹۵۸ء کو میرے رجسٹر شجرات میں ثبت فرمایا ہے۔علاوہ ازیں کتاب وصیۃ الکبریٰ مصنفہ امام ابن تیمیہ سے بھی حضرت ہکاری کی نسبت نقل کیا ہے کہ یہ بزرگ دینداری، صلاحیت اور اتباعِ سنت میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی قدر و منزلت کو بلند کیا۔

Marfat.com

شیخ فرح بخش اذکار قلندری میں آپ کا نام ان القاب سے لیتے ہیں۔ مربع نشین چار باشِ عرفان وایقان مظہر جلوہ ہائے جمال۔ مصورِ تجلیاتِ جلال، اعلمِ علمِ ادب، کاشفِ اسرار ربّ رونقِ بازار ذوق وشوق محبوب اللہ باری، شیخ ابراہیم ابوالحسن علی ہاشمی ہکاری، ابتدائے حال میں اپنے والد بزرگوار حضرت شیخ محمد سے صحبت رکھتے تھے آپ ایسے اولوالعزم شیخ تھے کہ اکثر طالبانِ حق ومحبانِ محبوب مطلق آپ کے فیضانِ خدمت سے منزل مقصود کو پہنچ گئے۔ چنانچہ آشنائے بحرِ توحید حضرت شیخ ابوسعید مبارک مخدومی جو جناب فیض مآب حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی غوث الصمدانی محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے پیر بیعت تھے۔ آنجناب (حضرت ہکاری) کی خدمت گزاری اور فرماں برداری میں ۱۸ سال قیام کر کے اور محنتیں اٹھا کر متمکن مسندِ ارشاد ہوئے۔

آں شیخِ مشائخانِ اکمل — کہ بود بہ عہدِ خویش افضل
سرچشمۂ فیضِ جاودانی — دانندۂ لفظ ہم معانی
دانائے رموزِ عشق بازی — آگاہ ز رمزِ جاں گدازی
بازارِ محبتِ الٰہی — زد یافتہ رونق کماہی
رنگین گلِ بوستانِ طلاب — در کشتن نفس تیغ را آب
سلطانِ سریر درد منداں — تائید کنِ خدا پسنداں
در عشق و محبتِ خداوند — بریدہ ز خویش رسم پیوند
در ساختہ باخدا ہمیشہ — از غیرِ خدا جُدا ہمیشہ
بُد صدر نشینِ محفلِ راز — در عشقِ خدا بغیر انباز!
روشن کنِ شمع دود ماں ہا — عزت دہِ اہلِ خانداں ہا
شبدیزِ قلم کجا تواند — یک گام بوصف پیش راند
توصیفِ صفاتِ آں یگانہ — ناید ز کس اندریں زمانہ
چوں بود بہ نزدِ حق گرامی
زاں بوالحسن است نام نامی

پیر نبی بخش کوٹلوی فرماتے ہیں۔

Marfat.com

جب جبل پر گئے ابوالحسن جی برس چالیس کا چلہ کینا
عرش اور فرش کی ہوگئی محرمی سی سرِ اخفا کا بھید لینا
جلوۂ ذات پر آنکھ جب کھل گئی تب نور سے ہوا معمور سینہ
تدوں پیر کو پاک ستار وہاب سے جی حسن محبوب خطاب دینا
پیراں پت پیر دستگیر سگل پر تھمی نے سلطان الموحدین محبوب حضرت باری ہیں
جس و چودس کے چند شیخ محمد جی کے نند مخدومی ابوسعید جن کے بھکاری ہیں
تاریخوں میں پڑھیں شجرۂ قادری بچار کریں جے تساں شبہ بھاری ہیں
عبدالمطلب کی انس غوث الاعظم کے دادا پیر حضرت پیر ابوالحسن قریشی ہاشمی ہکّاری ہیں

☆☆☆

مفتی غلام سرور صاحب لاہوری گنج تاریخ صفحہ ۱۸ میں لکھتے ہیں کہ آپ کا نام نامی محمد بن محمود اور دوسرے قول کے مطابق علی بن محمود بن جعفر ہکاری ہے اور لقب ابوالحسن۔ آپ نے تکمیل وترتیب شیخ ابوالفرح طرطوی سے پائی اور خرقۂ خلافت پہنا۔ آپ جامع عبادت وریاضت اور علم وحلم تھے۔ تین دن کے بعد روزہ افطار کرتے اور نماز عشاء سے تہجد تک دو قرآن ختم فرماتے۔

بوالحسن آں رہبرِ دینِ رسول ﷺ چوں ز دنیا گشت راہی درجناں
آفتاب (۴۸۴) آمد دگر تاجِ عطا (۴۸۴) سالِ وصلِ آں شہِ والا مکاں
سرورِ (۴۸۶) ہادی بگو اے خوش خصال شاہ طیب (۴۸۶) بوالحسن داں اے جواں
ہم شہ عادل امام الاولیا قطب ربّانی ولی اللہ خواں
گفتہ (۴۸۶) ام اہلِ محبت اے عزیز
بازمہتابِ (۴۸۶) ازل کردم بیاں

۲۔ شیخ ابوطاہر صحبت رکھتے تھے اپنے پدر حضرت شیخ ابوالحسن علی ہکاری سے۔ آپ خلاصہ صاحبان صفا اور زمرۂ اہلِ وفا تھے۔ آپ نے عرصۂ شریعت اور طریقت کو قدمِ ہمّت سے پیمود کیا اور کبھی یاد الٰہی سے غافل نہ ہوئے۔

چہ کند وصف آں ذاتِ گرامی کہ یکتا بود اندر نیک نامی

Marfat.com

ظہورِ جلوۂ اظہارِ یزداں چراغ افروز طاقِ اہلِ ایقاں
بہارِ گلشنِ راز کماہی دلش معمور از شوقِ الٰہی
سرِ سر حلقۂ خلوت گزیناں منور سازِ چشمِ دور بیناں
بجز ذکر الٰہی پیشۂ او نہ غیر از فکر دراندیشہ او (فرحت)

۳۔ حضرت شیخ موسیٰ اپنے والد شیخ ابو طاہر کی صحبت سے فیض یاب ہوئے۔ آپ بڑے کامل مردِ خدا تھے۔ مصقلۂ ریاضت و مجاہدہ سے اپنے آئینہ دل کو مجلّٰی اور مصفا کر کے حبِ دنیا وعقبٰی ترک کر دی تھی اور منزل سلوک کو طے کر لیا تھا۔ اپنے پدر بزرگوار کی وفات کے ایک مدت بعد کسی سبب سے جبل ہکار کی بود و باش چھوڑ کر بمعہ اہالی وموالی آپ نے رختِ اقامت خطۂ سیستان میں ڈال دیا۔ اس دیار کے اکثر مردماں اس جناب عالی تبار سے شاہدِ لاریب کے وصال کی دولت سے فائز ہو گئے۔

مظہرِ فیضِ الٰہی بود آں مردِ خدا زاں سبب ہر یک شدہ واصل بحسبِ مدعا
یعنی شد موصول ہر طالب ز فیضِ سرمدی حصہ از تائیدِ آں سر حلقۂ اہلِ صفا
(فرحت)

۴۔ حضرت شیخ ابو علی نے اپنے پدر بزرگوار شیخ موسیٰ سے فیض پایا۔ آپ بڑے عالی ہمت اور کشف و کرامات میں شہرۂ آفاق تھے۔ اہل سیستان کیا وضیع کیا شریف آنجناب کی آستان بوسی کو باعثِ فخر سمجھتے تھے۔ خدا تعالیٰ کی مشیت کے مطابق آپ کیچ مکران کے آب ودانہ کی کشش سے خطۂ سیستان کو چھوڑ کر اہلِ وعیال سمیت بلدۂ مسطور میں پہنچ گئے۔ جب اخبارِ ورودِ فیض آثارِ آنجناب اس دیار میں شہرت پذیر ہوئیں تو اکثر مردمانِ خدا دوست جو راہِ مولا کی طلب رکھتے تھے اس خلاصۂ اولیا کی صحبت سے فائز ہوئے اور اس ملک کے رئیسوں نے سلطان وقت کی بے عدالتی کا شکوہ کیا کہ سخت ظالم اور بے خبر ہے اور عرض کی کہ اس بدعہد کے انہدامِ بنیان کے لیے دعا فرمائیں۔ چونکہ بندگانِ خدا کی تنگی اہل اللہ کے پسندِ خاطر نہیں ہوتی اس لیے آپ نے رقعۂ پند و نصائح در باب عدل و داد اس بیداد کی سمت تحریر کیا۔ اس بدعمل کے رشتۂ امل کے انقطاع کا وقت نزدیک آ پہنچا تھا اسلیے اس نے آپ کی نصیحت پر عمل نہ کیا۔ چونکہ تقدیر میں یہی تحریر تھا کہ

Marfat.com

سلطنت ظاہری بھی حضرت شیخ ابوعلی کے قبضۂ اقتدار میں آجائے۔ لہٰذا قائد حقیقی نے آپ کے دل میں ڈال دیا کہ کمرِ ہمت باندھ کر اس مفسد کے دفع کرنے کے لیے مخلوق کو جمع کرنا چاہیے۔ چنانچہ آپ نے نوائے جنگ بلند کر کے معاون حقیقی کی مدد سے مفسد کو شکست دے کر اس کی بیخ وبنیاد کو اکھاڑ دیا۔ خود رفاہیتِ خلق اللہ کے لیے سریر کیچ مکران پر بیٹھ کر کوسِ جہانداری کی نواخت سے اس دیار کے باشندوں کی کشت زارِ امید کو عدل وبذل کی آبشار سے سبز وسیراب فرمایا اور رعایا کے دیرینہ جراحتہائے غم والم کو داد دہی اور احوال پرسی کے مرہم سے اندمالِ کلی بخش کر ملک کی آبادی کی طرف متوجہ ہوئے۔

ایں بوعلی ز فضلِ خدا وندِ دو جہاں — سلطانِ اول است دریں کہنہ خاندان
از دودمانِ شیخ مشائخ ابوالحسن — کر دے بہارِ تازہ رسید اندریں چمن

(فرحت)

چونکہ شیخ بوعلی کا خلاصۂ باطنی خلق اللہ کی رفاہیت تھی اس لیے جب آپ کے خلفِ سعید شہزادہ محمد رشید کا ستارۂ بخت واقبال آمانی وآمال کے افق سے چمکنے لگا یعنی وہ لائق شہر یاری وجہانداری ہوئے تو سلطان نے روزِ نیک اور ساعتِ سعید میں شہزادہ موصوف کو اپنے ہاتھ سے تاجِ شاہی اور افسرِ بادشاہی دے کر اس دیار کا شہریار مقرر اور مسلّم فرمایا اور خود ترکِ سلطنت ومافیہا کر کے مشغول بحق ہو گئے اور باقی عمر اسی طریق پر گزار دی۔

۵۔ سلطان رشید الدین محمد اپنے والد بزرگوار سلطان ابوعلی کے فیض یاب صحبت تھے۔ یہ خاندان بطن بعد بطن طریقۂ فقر سے خالی نہیں رہا۔ سلطان رشید الدین نے ابتدائے عہدِ شباب میں طریقہ آبائی کے مطابق محبت ذکر وشغل سے راہِ سلوک حاصل کر لیا تھا۔ جب پدرِ شریف کے حکم سے آپ سلطنتِ کیچ مکران کے تخت پر زیب افزاو زینت بخش ہوئے تو والد بزرگوار کے آئین پر ظالم ومظلوم کی داد دہی اور غریب وتونگر کی انصاف بخشی اور لشکر نوازی اور رعیت پروری کا علم بلند کیا اور بادشاہان حق پرست اور حق شناسی کے دستور کے مطابق دادِ امور کامرانی جیسا کہ چاہیے دی۔

سلطان رشید دین محمد — در داد دہی ز والدِ خویش
اندر حق مردمانِ آں ملک — ق درعدل نہاد دو قدم بیش

Marfat.com

جز عاشق خستہ دل نبودہ حیران و حزیں و سینہ ریش
بد خرّم و خوش ہمہ رعیت
با خُلق خلیق آں وفا کیش

سلطان موصوف نے جتنا کہ خدا کو منظور تھا خالق وخلق کی رضا جوئی میں ناوک اندازِ ہدفِ مراد ہو کر گلگونِ کامرانی کو آمانی و آمال کے میدان میں چلایا۔ آخر کار پدرِ نامدار کے طریق پر داددہی اور رعیت پروری کی اندرز (نصیحت) شہزادہ محمد اقطب الدین کے گوش میں ڈال کر خود ترکِ بادشاہی کر کے حبّ دنیا کو گوشۂ خاطر سے باہر نکال کنجِ انزوا میں ہو بیٹھے اور ربّ العباد کی یاد میں مشغول ہو کر زندگی کے باقی دن بسر کر دیے۔

۱۔ سلطان قطب الدین

۲۔ سلطان بہاؤالدین — شیخ تاج الدین احمد — ۳۔ سلطان شہاب الدین

جمال الدین — ضیاء الدین — ۴۔ سلطان حمید الدین حاکم — ۷۔ شیخ رکن الدین حاتم

۵۔ سلطان ابوالبقا المشہور میر تلبغہ — ۶۔ ملک سرور

۱۔ سلطان قطب الدین اپنے والد بزرگوار سلطان رشید الدین کے فیض یافتۂ صحبت تھے۔ باوجودیکہ آپ کو عالم شباب اور شہزادگی مین موادِ سلطنت مہیا تھے مگر طریقہ آبائی کو مرعی رکھ کر جس قدر ریاضت ومجاہدہ اہل سلوک کے لیے لازم احوال ہوتا ہے بڑی خوش اسلوبی سے بجالاتے رہے جس وقت سلطان رشید الدین کا دریائے شوقِ الٰہی جوش میں آیا آپ نے اپنے پدر شریف کے آئین کے مطابق شہزادہ قطب الدین کو طلب کر کے تخت گاہ کیچ مکران حوالے کر کے اپنا جانشین بنا دیا اور خود ترک دنیا کر کے گوشۂ عزلت اختیار فرمالیا۔ وہ مہرِ سپہرِ شہر یاری یعنی سلطان قطب الدین محمد شاہ حق رسانیِ وضیع وشریف میں اپنے ابّ وجد سے سبقت لے گئے اور آپ کے خلق

Marfat.com

کے آوازہ سے ملک نے پہلے سے بہت زیادہ ترقی کی۔

چناں غم و الم از حالِ مرداں بربود
بدل سرور وبجاں خور می مہیا بود

بہ بیم وزد کسے را محنتِ شحنہ
ہیچ گونہ الم را دوآں میاں رہ نہ

چمن چمن گلِ خاطر ہمہ شگفتہ بود
زبیمِ شاہ خزانِ الم نہفتہ بود

شہ سلیم طبعیت یگانہ در ایثار
بہ بذل وجود تواں گفت ابرِ گوہر بار

بعقل و دانش و فرہنگ در جہانبانی
سزاست گوئش او را سکندرِ ثانی

بوقتِ جنگ بمیدان بود شیرِ ژیاں
بحملہ بر سرِ دشمن چورِ ستم دستاں

شہزادہ بہاؤالدین کی شادی

سلطان قطب الدین کے مبارک عہد میں سید صاحب موصوف اپنے وطن ترمذ سے بہ اشارہ غیبی ہندوستان جاتے ہوئے کیچ مکران سے گذرے۔ سلطان مذکور نے ان کی خدمت میں بطریق آدابِ فقراور زمرۂ اہلِ صفا حاضر ہوکر شرفِ زیارت پایا اور تعظیم وتکریم کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ فرمایا۔ سیّد السادات سلطان قطب الدین کے آئین تواضع سے بہت محظوظ ومسرور ہوئے۔ اور دوسرے دن شہزادہ بہاؤالدین کو بھی جوصورت وسیرت سے آراستہ وپیراستہ تھے اور جن کی پیشانی سے سعادتِ ابدی پیدا اور نمایاں تھی حضرت سیّد صاحب کی زیارت کے لیے حاضر کیا۔ حضرت توختہؒ نے شہزادہ صاحب کا بشرہ مبارک ملاحظہ کرتے ہی معلوم فرمالیا کہ یہ نوگلِ گلزارِ ہاشمی آخرکار بزمِ عرفان کا صدرنشین ہوگا۔ اسی مجلس میں سلطان کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ کانِ ہکاری کے والا گوہر! میں نے آپ کے بیٹے کو اپنی فرزندی میں قبول کرلیا۔

شہریار، موصوف نے اس راحت افزا مژدہ کوسنکر جس نے نسیمِ سحری کی طرح غنچۂ دل کو گلگل شگفتہ کردیا بساطِ خورمی بچھاکر کوسِ شادی بجوایا اور اس نعمتِ کبریٰ کے شکرانہ میں گوناگوں طعام مہیا کر کے مسافروں متردّدوں اور درویش ومساکین کوصلائے عام دے کر کہا کہ جوچاہے آئے اور اس خوانچۂ فراخ سے سیر ہوکر کھائے۔ علاوہ ازیں آپ نے مستحقین پر صدقاتِ فراواں انتشار فرماتے ہوئے کہا۔

شکرِ ایں نعمتِ عظمیٰ نتواں کرد عیاں
گر شود ہر سرِ مُو ہمچو زبانم گویا!

Marfat.com

پھر خوشیِ تمام اور امتظاظ مالا کلام سے اعیانِ دولت اور ارکان، سلطنت کو طلب فرما کر مجلسِ شاہانہ اور جشنِ خسروانہ ترتیب دے کر ترویج اور عقدِ مناکحت فی مابین شہزادہ بہاؤالدین ورابعۂ زمانہ بی بی حاج میں مشغول ہوئے۔ لوازماتِ شادی سے فارغ ہو کر جناب سیّد احمد توختہ نے رخصت چاہی۔ ہر چند سلطان موصوف نے درخواستِ مزید اقامت کی مگر سیّد صاحب نے منظور نہ فرمائی۔ ناچار امرِ شریف کے ترکِ انقیاد کو شرطِ ادب کے مناسب نہ پا کر رضا دے دی۔

ولادت فرزندانِ شہزادہ بہاؤالدین

اس سعادت پناہی عفت وعصمت دستگاہی سے تین نیّر سعادت پیوند عالم وجود میں آئے۔

۱۔ شہزادہ جمال الدین ۲۔ شہزادہ ضیاء الدین ۳۔ شہزادہ حمید الدین

جمال الدین جمالے داشت چوں بدر ضیاء الدین ضیائے لیلۃ القدر
حمیدالدین با ایں خرد سالی بہ بزم اہلِ خوبی صاحبِ صدر

ایضاً

جمال الدین جمالِ جاہ اجلال ضیاء الدین ضیائے چشمِ اقبال
حمید الدین بحمداللہ چہ گویم معمائے خرد راگشت حلاّل

ایضاً

ہر یکے درفن وخوبی بود یکتائے زماں یوسفِ کنعاں نگویم یوسف مکراں بود
دودمانِ سلطنت راہر یکے روشن چراغ در وجودِ عقل و دانش ہر یکے چوں جان بود

وفات بی بی حاج

زندگی سے زمانِ مرگ کو تبدیل کر دینا دفترِ قضاوقدر میں مرقوم نہیں چنانچہ آیۂ کریمہ اِذَا جَـــاءَ اَجَلُھُمْ لَایَسْتَاخِرُوْنَ سَاعَۃً وَّلَایَسْتَقْدِمُوْن اسی پر نازل ہے۔

سیادت پناہی بی بی حاج شہزادہ حمید الدین کو تین سال کی عمر میں بسترِ ناکامی پر چھوڑ کر ودیعت حیاتِ مستعار قادرِ لایزال کو سپرد فرما گئیں۔ جو غم والم اس جنت خرامی کی رحلت سے شہزادہ صاحب بہاؤالدین کو پہنچا اس تقریر میں قلمِ الم رقم اشکِ سیاہ بہاتا ہے اور قرطاس اس کے احراق سے جلنے پر آمادہ

Marfat.com

ہے۔ مگر صاحب صفا ہمیشہ رضائے خدا میں صابروشاکر رہتے ہیں۔ شہزادہ موصوف بھی صبروشکیبائی اختیار کرکے امورِ مرجوعہ کے اشتغال میں مشغول ہوگئے۔

شہزادہ بہاؤالدین لاہور میں

جب خداوندِ حقیقی چاہتا ہے کہ کسی کو اپنی طرف رہنمائی کرے تو اس کے دل میں دردِ عشق پیدا کردیتا ہے۔ سیادت پناہی کی رحلت سے چند سال بعد بہاؤالدین محمد کا دریائے ذوق وشوق جوش میں آیا اور محبتِ الٰہی کی یاد نے اس بے دل کے سفینۂ دل کو بحرِ ناپیدا کنار کے تلاطم امواج میں ڈال کر بے قرار کردیا چونکہ ملاح کی دستیاری اور ناخدا کی پامردی کے بغیر کشتی کا ساحل پر پہنچنا مشکل بلکہ ناممکن ہے اس لیے شہزادہ موصوف کو بھی ملاحِ صادق یعنی مرشد کامل اور شیخ مکمل کی احتیاج پڑگئی۔ ان کو پہلی ملاقات ہی میں جناب سیّد احمد توختہؒ سے دلی عقیدت ہوگئی تھی لہٰذا بلا تامّل وتعطّل کمرِ ہمت باندھ کر بے تابانہ دارالسلطنت لاہور میں پہنچ گئے۔ حضرت سیادت مرتبت نے اس عاشقِ سرمست کو دلاسا اور تسلّی دے کر اپنے ظلِ عاطفت میں جگہ دی۔ اس شامِ محبت الٰہی کے بادشاہ نے وفاکیش مسترشدوں اور عقیدت اندیش ارادتمندوں کی طرح سیّدالسادات کی جناب میں حاضر ہوکر خدمت گزاری اور فرمانبرداری میں ہمیشہ اپنے آپ کو مصروف رکھا اور ذکر وفکر مجاہدہ کے مصقلہ سے خیالاتِ بشری کے زنگِ وساوس وکدورت کو مرأت ضمیر سے کھرچ کر اور مصفا کرکے راہِ سلوک کو قدم ہمت سے طے کیا اور ہمیشہ ذکر الٰہی میں باقاعدہ مشغول ہوگئے۔

لاہور سے واپسی

جب شہزادہ بہاؤالدین لاہور میں تھے تو کاشفِ اسرارِ نہانی سیّد احمد توختہؒ نے فرمایا:

''بیٹا! مجھے خدا کی طرف سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کچھ عرصہ امورِ سلطنت تمھاری قسمت میں مقدر ہیں۔ خطۂ کیچ مکران کا عزم کرنا چاہیے کیونکہ تمھارے والد صاحب کا حسب عادت آبائی وقتِ ترکِ دنیا قریب آپہنچا ہے اور تمھیں سلطنت کا بارگراں مطابق مشیتِ ایزدی اٹھانا چاہیے۔ اور ''ینفع الناس خیر امور کلھا'' پر عمل کرکے بندگانِ خدا کی دادرسی اور حق رسانی کی کوشش کرنی چاہیے کیونکہ جہانبانی کے اہم

Marfat.com

مدارج یہی ہیں اور محکمۂ حشر میں والیِ ملک سے بجز عدل اور کچھ نہیں پوچھیں گے۔''
شیخ بہاؤالدین ہر چند کہ تعلقاتِ دنیوی سے پہلو تہی کرتے تھے مگر اہل سلوک کے مشرب میں مرشدِ مسترشد کا ارشاد ایسی آتشِ سوزاں ہے جو مرغِ ایقان کے پروبال کو جلا کر ناکامی کا چراغ جلا دیتی ہے۔ پس آپ نے سرِ تسلیم فرو کر کے عرض کیا جو ارشاد فرمائیں وہ اس خاکسار کے لیے مفخر و مباہات ہے۔ جناب سیّد السادات نے اس گفتار سے مسرور ہو کر رخصت دے دی اور فرمایا کہ خاطر جمع رکھو فقیر بہر حال تمھارا خبر گیر رہے گا۔

قاضی رفیع الدین عباسی الہاشمی کی بیٹی سے شادی

سیّد توختہؒ سے شرفِ ترخیص پا کر شاہزادہ بہاؤالدین منزل بمنزل سمتِ بلدۂ کیچ مکران جا رہے تھے۔ ایک دن آپ کو بمقام ماتھلہ جو سلطان شمس الدین التمش کی طرف سے مقرر کردہ صوبہ دار بھکر یعنی قاضی رفیع الدین صاحب کی اقامت گاہ تھا اتفاقِ نزول ہو۔ جب قاضی صاحب کو خبرِ ورود پہنچی تو آپ نے تعظیمِ تمام سے اپنی دولت سرا میں بلا کر اس سلالۂ دودمانِ کبریٰ کے لائق تواضع و تکریم کی اور دل میں خیال کیا کہ خدا معلوم پھر ایسا شاہی خاندان کا فرد اور بلند حسب و نسب والا ہاتھ آئے یا نہ آئے بہتر یہی ہے کہ اپنی عاجزہ کو خاندان ہاشمی کے اس والا گہر کے سلکِ ازدواج میں منسلک کر دے۔ اسی رات کی صبح کو آپ نے از روئے شفقت فرمایا کہ اے صاحبزادۂ بلند اختر میں چاہتا ہوں۔ کہ شبستان ہنکاری کے اس چراغ کو اپنی فرزندی کے لیے اختیار کر لوں۔

اگرچہ سیادت پناہی (بنت حضرت سیّد احمد توختہ) کی رحلت کے بعد شیخ بہاؤالدین جامۂ تجرید و تفرید زیب بدن کر چکے تھے اور امر تاہل سے متنفر اور بیزار رہے مگر صاحبِ حلم و حیا کے شایان مروت نہیں ہوتا کہ کسی شریف شخص کے حکم سے سر پھیرے۔ ناچار آپ نے مسئول قاضی رفیع الدین کو قبول فرما لیا۔ اس برگزیدۂ خاندانِ عباسی نے اس قبول کو مواہب و کرامت لا متناہی تصور کیا اور طریقِ ترویج کی ادا کے لیے رسمِ مناکحتِ مابین حضرت بہاؤالدین و عصمت پناہی کے سرانجام میں مصروف ہو گئے۔ ایجاب و قبول کے بعد جہازِ فراواں از قسم حلہ و حلل اور اسپ و غلام و کنیز و خدام جو اس امیر الامرا کے درخور مراتب تھے دے کر اور عریضۂ نیاز در بابِ کم بضاعتی خود سلطان قطب الدین محمد کی خدمت میں لکھ کر بہ اجازت تمام رخصت کیا۔

Marfat.com

شیخ بہاؤالدین کی تخت نشینی

شہزادہ موصوف نے ماتھلہ سے روانہ ہو کر بالخیر وعافیت بارگاہِ سلطانی کے آئین کے مطابق پدرِ والاقدر کی پابوسی حاصل کی۔ اس شہریار نیکو شعار نے اپنے بزرگوں کے طریق پر متروکۂ مردانِ خدا یعنی دنیا پر دست ردمار کر قوتِ باصرۂ شہریاری نور حدقۂ جہانداری شیخ بہاؤالدین کو تاجِ شاہی اور افسر بادشاہی پہنا کر بلدۂ کیچ مکران کا حکمران مقرر کیا اور خود بہ نفس نفیس کنج عزلت اور گوشۂ خلوت اختیار کر کے ایام ماضی کے اوقات حاصل کرنے کے لیے جو امورِ سلطنت میں ہاتھ سے جاتے رہے تھے ذکر وفکر میں بیٹھ گئے اور چند برس کی مدت کے انقضا کے بعد اصلی منزل کی طرف چل کر وصالِ شاہدِ لاریب کو پہنچ گئے۔

وہ شخص خوش قسمت ہے جو حیاتِ مستعار کو
طلبِ خدا اور محبتِ مولا میں گزار دے کہتے
ہیں کہ جو عشقِ الٰہی میں چل دیا وہ وصالِ
ابدی کو پہنچ گیا۔ اور جس نے اس کے عشق
کے بغیر زندگی گزاری اس کے حال پر ماتم
کرنا چاہیے۔

سلطان قطبِ دین محمد ازیں جہاں عزم سفر نمود سوئے ملک جاوداں
از عدل و داد زادِ فراواں بخود ربود زیں وار زو قدم چو بہ نزہت گہ جہاں

۳۔ سلطان شہاب الدین کی سریر آرائی

جب حکم الٰہی سے بلدۂ کیچ مکران کے تخت بادشاہی پر سلطان بہاؤالدین محمد متمکن ہوئے تو اس بہارِ گلشنِ اقبال اور نونہالِ حدیقۂ جلال نے پدر شریف کے وصایا پر عمل کر کے خلق خدا کی حق رسانی، تونگر وغربا پروری اور لشکر نوازی اور دشمن گدازی میں دس سال بسر کر دیے۔ ایک دن بیٹھے بیٹھے آپ نے خیال کیا کہ افسوس میں نے اتنی مدت غفلت میں گزار دی۔ اب تلافیِ مافات کے لیے باقی عمر بزرگوں کے طریق پر یادِ الٰہی میں بسر کرنی چاہیے۔ پس آپ نے اپنے حقیقی بھائی حضرت شہاب الدین ابوالبقا کو طلب فرما کر والی ملک مقرر کر دیا اور اپنے دونوں فرزند شہزادہ حمید الدین حاکم نواسۂ حضرت توختہ اور شہزادہ رکن الدین حاتم

Marfat.com

نواسۂ قاضی رفیع الدین عباسی) ان کے حوالے کر کے شہزادہ جمال الدین اور ضیاء الدین کو ساتھ لے کر کعبہ شریف کی طرف روانہ ہوگئے ۔

آنچناں دل بہ عشقِ کعبہ گماشت ہر قدم عاشقانہ برمی داشت
ہمچو مجنوں بہ شوقِ جانانہ می خرامید محو مستانہ
چوں کہ درمنزلِ مراد رسید روئے مطلوب خویش آنجا دید
ماند محو نظارہ مدت ہا
در حرم از خودیِ خویش جدا

جب مشتاق کو عالم استغراق سے حالتِ صحو عاید حال ہوئی۔ عنانِ عزم وطن مالوف کی طرف معطوف فرمائی مگر جب خطۂ یمن صالح میں پہنچے تو بیماریِ صعب اس عنصر لطیف کے مزاج شریف پر مستول ہوئی اور حسب مشیتِ ازلی اسی جگہ ان کا مرغ روحِ قید عنصری سے اوج اعلیٰ کو پرواز کر گیا۔ اس خلاصۂ اولیا ورستودۂ بارگاہِ خدا کا مزار فیض آثار اسی خطہ میں مشہور ہے۔ (سردار اعظم کیچ مکران نے لکھا ہے کہ آپ کا مزار قلعۂ میریؔ واقع قلات میں ہے ___ نامیؔ) شہزادہ جمال الدین اور ضیاء الدین نے مجاورتِ پدرِ بزرگوار اختیار کر کے خطۂ یمن کو اپنا وطن بنالیا۔ چنانچہ ان ہردو صاحب زادگان کی اولاد وہیں سکونت رکھتی ہے۔ (پنجاب وغیرہ میں اپنی برادری کا پتہ لگانے میں میں نے امکانی کوشش کی ہے۔ یمنؔ میری دسترس سے باہر ہے ___ نامیؔ) جب کیچ مکران کی سلطنت نے سلطان شہاب الدین ابوالبقا پر استقرار پایا تو اس رحیم دل نے بھی آبائی طریق کے مطابق شیوۂ عدل وداد کو ہاتھ سے نہ دیا اور بندگانِ خدا کی دل جوئی اور آسائش قلوب کے لیے سعیِ بلیغ فرمائی۔ کہتے ہیں ۔

از شاہ بجز عدل نہ پرسند بہ محشر بہ سپرد خدا خلق پئے عدل چو اورا

سلطان شہاب الدین دو سال کا مردائے تخت گاہِ کیچ مکران رہے اور بعد ازاں ایسے مرض میں مبتلا ہوگئے جو پیام اجل تھا ۔

رشتۂ امیدِ او چورد بکوتاہی نہاد دید طشتِ عمر خود از بامِ سلطانی فتاد
نقدِ آمال و امانی مے برد دستِ اجل نے کسے یارو نہ یاور اندریں بست وکشاد

Marfat.com

ہست بر تختہ شدن از چوں رسمِ قدیم — ہر کہ آمد در جہان و ہر کرا مادر بزاد
ملہم غیبی ہمیشہ می دہد ہر سو ندا — آں کہ غافل شد بدنیا عاقبت برباد داد
آں شہِ عادلِ فراراں زاد راہِ اخروی
کروہ اے فرحت فراہم برد با خود شاد شاد

جب تھوڑی زندگی باقی تھی تو آپ نے شہزادہ حمید الدین بن سلطان بہاؤالدین کو بلا کر اپنے ہاتھ سے تاجِ شاہی ان کے سپر رکھ کر کہا کہ الحمدللہ آپ کے والدِ بزرگوار کی امانت آپ کو بہ سلامت پہنچ گئی۔ اور شہزادہ ابوالبغہ (جس کی عمر تین سال تھی) اور ملک سرورؔ (کہ ڈیڑھ سالہ تھے) کا ہاتھ سلطان حمید الدین کے دست مبارک میں دے کر فرمایا کہ ان کی تعلیم و تادیب و پرورش آپ کے سپرد ہے۔ اس کے بعد آپ نے ودیعتِ حیاتِ مستعار قادرِ بیچون کے حوالہ کر دی۔ اناللہ و انا الیہ راجعون۔

حضرت حاکمؒ کی حکومت

۴۔ سلطان حمید الدین نے اپنے والد بزرگوار سلطان بہاؤالدین اور اپنے عم مہربانِ سلطان شہاب الدین سے فیض پایا۔ آپ نے خطۂ کیچ مکران کے تخت پر جلوہ افروز ہو کر آبِ عدل و انصاف سے گلستانِ جہاں کو تراوتِ تازہ اور نضارتِ بے اندازہ بخشی ۔

رسمِ ظلم و ظالمی در عہدِ او شد منقطع — در رہِ عدل و عدالت شہرۂ آفاق بود
دزد و رہزن ظالم و فاسق نماند اندر جہاں — در شجاعت بے عدیل و در سخاوت طاق بود

سلطان حمید الدین نے بھی بحکم الٰہی آٹھ سال (سردار اعظم کیچ مکران ۲۱ سال لکھتے ہیں۔ نامیؔ) علمِ سلطنت دلوائے جہانبانی بلند کر کے خالق و خلق کو خوش کیا ۔

خدیو کشورِ دل آں شہ حمید الدین — خدا شناس حق آگاہ حق گزیں یقین
مدامِ خلقِ خدا را عزیز دانستے — بنفعِ خلق شدے صرف تا توا نستے
نہ بود خاطراو گاہ خاطر آزادی — چہ از وضیع و شریف و ز شہر و بازار،
بزیر سایۂ خلق بود آسودہ — نہ لو ح سینۂ خود عزن بزدودہ
بامر و نہی ہمہ کارِ سلطنت مے کرد — عیاں معاملہ فہمی نہاں دلش پُر درد

Marfat.com

غضب اگر کسے کردے برائے حق کردے
دگرنہ ہیچ کسے را گہے نیاز ردے

اگر چہ اشتغال امور دنیا میں آپ حسب ضرورت مشغول تھے مگر ہمیشہ خواہش یہی تھی کہ لوثِ جیفۂ دنیا سے جو مبدعِ حرص وہوا ہے اپنی ہمت کے دامن کو آبِ ترک سے شست وشو دیں مگر جب تک اللہ نہ چاہے بندے سے کچھ نہیں ہوسکتا ۔

ذرۂ جز ارادتِ اللہ
نبرد کنوئے روزِ روشن راہ

سببِ ترکِ بادشاہی

جب خدا نے چاہا کہ اس برگزیدۂ دارین کو اپنے عشق ومحبت کے حلیہ سے زیب وزینت دے تو اس نے اس کے لیے سبب بھی پیدا کردیا۔ ایک دن یہ شہریار ذوالاقتدار سیر وشکار وصید افگنی میں مشغول تھے تا آنکہ آفتابِ عالم تاب نے تماشائے شش جہات سے کار پرداختہ ہوکر شفق کا پردۂ لعل گُوں دریچۂ شام پر چھوڑ دیا اور خود متواری ہوگیا (یعنی سورج ڈوب گیا) بادشاہ نے بھی گھوڑے کی باگ دولت سرا کی طرف پھیردی۔ جب خواب گاہ میں نزولِ ہمایوں ہوا تو آپ نے مشاہدہ کیا کہ جو کنیز عہدۂ فرش گستری پر مامور تھی شاہی بسترِ استراحت پر سوئی ہوئی ہے۔ لونڈی کی یہ بے ادبی آپ کی خاطرِ اشرف کو پسند نہ آئی پس غضبناک ہوکر فرمایا کہ اس بے تمیز کنیز کو جس کی پیشانی ادب وحیا سے معرا ہے ایسی تنبیہ وتادیب کی جائے جو دوسروں کے لیے موجبِ عبرت ہو۔

اس ارشاد کے صدور پر وہ بیچاری عذاب الیم وزجر عظیم میں گرفتار ہوگئی۔ عین ضرب وشلاق میں اس نے سلطان کی طرف دیکھ کر قہقہہ مارا۔

بادشاہ نے اس بے محل ہنسی کو کنیز کی بے ادبی اور بے حیائی پر محمول کیا اور بڑے غضب سے آواز دی کہ اے بے تمیز تو اگر اس بے جا ہنسی کی وجہ بیان نہ کرے گی تو تیری گردن ماردی جائے گی۔

لونڈی نے لبِ ادب اور سرِ نیاز زمینِ عجز وانکسار پر رگڑ کر عرض کی کہ ظل اللہ! قسم ہے اس خدا کی جس کے یدِ اختیار میں آپ کی اور میری جان ہے۔ میرا خندہ اس قادرِ مطلق کی نیرنگیٔ قدرت پر ہے اس

Marfat.com

مسکین کا ایک ساعت سے کمتر عرصہ کے لیے اس آرام گاہ پر سونے سے ایسا حال ہوا۔ جو کسی دشمن کا بھی نہ ہو۔ خدا کا احسان ہے کہ اس راحتِ قلیل کی سزا مجھے دنیا ہی میں مل گئی اور آپ اس پر تمام عمر استراحت فرماتے رہے ہیں میں حیران ہوں کہ قیامت کے دن حساب گاہِ عمل میں آپ کا کیا حال ہوگا۔

یہ کلام حیرت التیام سنتے ہی جو فی الحقیقت ایک غیبی ندا تھی سلطان حمید الدین کے ہوش اڑ گئے اور بہ کمالِ حیرت عرقِ انفعال میں غرق ہو گئے۔ اسی وقت جو کچھ کنیز کی قسمت میں تھا دے کر اسے آزاد کر دیا اور خود گریبانِ تفکر میں سر ڈال کر باقی رات اضطراری و بے قراری میں کاٹی۔

پریشان و حیران و زار و نزار نہ آرام در دل نہ در جان قرار!
ہمہ شب باختر شماری گزشت بوہم خیالات دیوانہ وار

جب کہ زاغِ شب نے آشیانۂ عدم کی طرف روئے پرواز کیا اور سلطان خاور (آفتاب) اپنا رخِ نورانی دریچۂ صبح سے باہر نکال کر جہان و جہانیان کا تماشہ کرنے لگا یعنی صبح ہو گئی تو سلطان نے اس وحشت کو دور کرنے کے لیے جو کنیز پُر تمیز کی گفتار سے پیدا ہو گئی تھی عزمِ سیر و شکار کیا۔ اگرچہ شکار گاہ میں مصروفِ صید افگنی ہوئے مگر لونڈی کی بات ہر دم دل میں ناخن زنی کر کے حواس باختہ کر رہی تھی۔ اسی حالت میں ناگاہ ایک ہرن آپ کے سمند کے سامنے سے نکل کر بھاگا۔ سلطان حمید الدین نے کمان و نیزہ سنبھال کر گھوڑے کو ایڑ لگائی اور اس کی باگ کو کشش وست سے رہا کر کے ایسا دوڑایا کہ سب امیر و لشکری جو ہمرکاب تھے پیچھے رہ گئے آپ آہو پر تیر چھوڑنے والے ہی تھے کہ وہ ایک قبر کے سوراخ میں گھس گیا۔ بادشاہ کو حیرت ہوئی کہ ہرن خلافِ معمول زمین کے سوراخ میں کیوں گھسا۔ آپ فوراً خانۂ زین سے زمین پر اترے اور تبر و تیشہ سے زمین کھودی۔ مگر وہاں ہرن کا نشان نہ تھا۔ نظر آیا تو یہ کہ ایک تازہ میت ہے اور اس کی پیشانی پر ایک کژدم (بچھو) خوکِ کلاں (بڑے مینڈک) کے مشابہ بیٹھا ہوا پے در پے نیش زنی کر رہا ہے۔ جس کے درد سے میت کے تمام اعضا کھچ رہے ہیں۔ آپ کے دل میں رحم آیا اور گوشۂ کمان سے بچھو کو اٹھا کر پرے پھینک دیا۔ مڑ کر دیکھا تو کژدم وہیں تھا۔ تین بار آپ نے اسے دور پھینکا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ آپ نے جان لیا کہ یہ بچھو نہیں عذابِ میّت کے لیے ایک فرشتہ مامور ہے۔ اس معائنہ سے آپ کو اور حیرانی ہوئی اور ہوش جاتے رہے مگر جلدی اپنے آپ کو سنبھال کر قبر کو آپ نے بند کر دیا اور سوار ہو کر صاحبِ گور کی کیفیت معلوم کرنی چاہی۔ پاس والے گاؤں میں جا کر پوچھا کہ فلاں قبر کس کی ہے؟

Marfat.com

جواب ملا۔ اس گاؤں کے رئیس کی۔

ریاست کا نام سن کر آپ کے آشیانۂ دماغ سے طائرِ ہوش اڑ گیا۔ آپ نے چاہا کہ ابھی زین سے زمین پر آ بیٹھوں مگر لباسِ بے حوصلگی مردانِ باوقار اور بادشاہانِ ذوالاقتدار کی قامت کے لیے ناز یبا ہے۔ اس لیے آپ نے طبیعت کو قابو کر کے گھوڑے کی باگ شہر کی جانب؛ پھیر دی۔ چونکہ قادر قدیر کی تقدیر یہی تھی کہ اس جہانبانی کے آشیانہ نشین شہباز کو اوجِ لاہوت کی طرف ترغیبِ پرواز دے۔ اس لیے رئیس دیہہ کے عذابِ میّت کے معائنہ اور سخنِ کنیز کو حق و باطل میں تمیز کرنے کا سبب بنا دیا اور آتشِ شوقِ الٰہی جو اس پاک نہاد کے سینہ بے کینہ کی مجمر میں زیرِ خاکِ تغافل ایک وقت کے لیے دبی پڑی تھی شعلہ زن ہو گئی اور شاہدِ حقیقی کی محبت وعشق کا بحر دریائے شور کی طرح شور کرنے لگا۔ اس حالت میں توفیقِ سبحانی کے قائد نے اس سرمستِ بادۂ شوق کے دل کو اس بات پر مائل کر دیا کہ علائقِ دنیا سے اجتناب کر کے اسے ترک کر دیا جائے۔

چوں بچشم آمد جمالِ او زبوں — آستیں افشاند بر دنیائے دوں
بر رخِ آں پشتِ پا زد بے وفا — مجتنب شد زو چو مردانِ خدا
چو بہر مذہب برو واجب طلاق — گفتہ اند اہلِ صفا بالاتفاق
حبِّ او را موجب حرمان دید — ترکِ او را باعث آرام دید
تا کہ حبِّ آنکسے را در سر است — نزد ارباب طلب مشرک تر است
گفت پیغمبر بداں اے مردِ راہ — حبِّ دنیا را سرِ جملہ گناہ

داد آں سلطان ترکش آنچناں
چوں نیاید تیر جستہ از کماں

امیر ابو البغہ (تلبغہ) کی تخت نشینی

مردانِ روزگار اور روشن ضمیر اولی الابصار پر پوشیدہ نہیں کہ شاہد لاریب جس کسی کو منظورِ عشق ومحبت بناتا ہے۔ سب سے پہلے اپنے غیر کی محبت اس کے دل سے محو کرتا ہے کیونکہ طریقِ محبت میں اشتراک کی جگہ نہیں۔ جب سلطان حمید الدین کے دل میں محبتِ خدا نے گھر کر لیا اور ترک سلطنت و مافیہا کا عزم خاطر

Marfat.com

میں متمکن ہو گیا تو اپنے عم زادا میر ابوالبغہ فرزند سلطان شہاب الدین ابوالبقا کو اپنا قائم مقام بنا کر دینی اور دنیوی امور کے متعلق ایسی نصائح جو امورِ سلطنت کے لیے ضروری ہوں ارشاد فرما کر بلدۂ کیچ مکران کی مسندِ ریاست اور تختِ جہانداری پر بٹھا کر اور خود دست بردار ہو کر جام پیمائے تجرید وتفرید ہو گئے اور دنیا و عقبیٰ کی محبت کو اپنے لیے حرام جانا اور اس حدیث نبوی ﷺ پر عمل فرمایا کہ الدنیا حرام علیٰ اھل العقبیٰ وھما حرامات علیٰ اھل اللہ یعنی دنیا اہل عقبیٰ پر حرام ہے اور اہل اللہ کے لیے دنیا و عقبیٰ دونوں حرام ہیں۔

حضرت سیّد احمد توختہؒ کی خدمت میں روانگی

جب سلطان حاکمؒ کے دل میں شوقِ الٰہی نے فوارہ کی طرح جوش مارا اور لشکرِ بے قراری نے ہجوم کر کے مطلع صبر وشکیبائی کو تاراج کر دیا تو ایسی حالت میں اس تارکِ دنیا کو ایسے مرشدِ کامل اور رہبرِ مکمل کی احتیاج ہوئی جسے عشق کی اعلیٰ جناب سے سابقہ پڑ چکا ہو۔ اور جو رہبری کر کے منزلِ مقصود تک پہنچا دے۔ بر آرندہ حاجات نے آپ کے دل میں سید السادات حضرت سید احمد توختہؒ ترمذی کی ہوائے نصیحت ڈال دی۔ آشنائے بحرِ عرفان سیّد صاحب موصوف آپ کے نانا اور آپ کے والدِ ماجد کے مرشد تھے پس آپ تعلقات ماسوی اللہ سے منہ موڑ کر بے تابانہ معہ محل بی بی لطیفہ بانو بنت حیدر علی شاہ سیتانی جو رستم دستان کی اولاد سے تھے۔ عازم دارالسلطنت لاہور ہوئے۔ حضرت سلطان التارکین کا دل تجرید ظاہری و باطنی کی طرف مائل تھا۔ کیچ مکران سے چند منزل سفر کیا ہو گا کہ اس پاک دامن کو قدرے بیماری دامن گیر ہو گئی اور عرصۂ قلیل میں اسی مرض سے آپ (بی بی لطیفہ بانو) نے جان جاں بخشِ حقیقی کے سپرد کر دی۔ حضرتِ موصوف اس جنّت خرامی کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر اور دوگانۂ شکرِ الٰہی بجا لا کر متوجۂ حضرتِ لاہور ہوئے۔

چونکہ عاشق کو بارِ دوری کا تحمّل اور دردِ صبوری کی تاب نہیں ہوتی اس لیے بعد قطعِ منازل شرفِ پابوسیِ حضرت سیّد السادات حاصل کر کے اس سفینۂ بحرِ عرفان کی خدمت میں عرضِ احوال معرضِ بیان میں لائے۔ کہ اس گم کشتۂ منزلِ مقصود نے علائقِ دنیا سے دامن جھاڑ کر اور ترک اختیار کر کے خلاصۂ اولیاء کا دامن پکڑ لیا۔ مجھے رجائے واثق ہے کہ آپ کی توجہ ٔ موجہ سے اپنی مراد پر فائز ہو جاؤں گا۔ حضرتِ موصوف

Marfat.com

نے بہ تلطف تمام فرمایا کہ درخورِ عشقِ ایزدی اگر تجھے وصلِ یار کے سبزہ زار کی سیر کا عزم ہے تو چاہیے کہ بلبل کی طرح ہوشربا ترانوں سے یعنی پاسِ انفاس کے شغل اور نفی اثبات کے ذکر میں مترنم ہوتا کہ بہمن ودے کے درد سے رہائی پاکر اردوبہشت کی بہار سے جو گلہائے وصال کی شگفتگی کا موجب اور سبزہ زارِ حال کی نضارت کا باعث ہے بہرہ ور ہوکر مراد پر فائز ہو حضرتِ سلطان التارکین نے سرِ نیاز فرو کر کے عرض کی ۔

بہر راہے کہ گردانی نگاہے روم تابانہ سر پیچم نہ گاہے

الغرض مدتِ کثیر کمرِ ہمت وارادت چست باندھ کر اس خجستہ روزگار کی رضاجوئی لیل ونہار بسر کر کے مصقلۂ مجاہدہ وریاضت سے آئینہ دل کو صاف کر کے بے حساب فیض حاصل کیا۔ مگر ابھی سررشتۂ سلوک کے بعض عقدہ کا انکشاف باقی تھا کہ احیاناً مرضِ شدید سیّد السادات کے لاحق مزاج ہوئی۔ سلطان التارکین نے دلِ حزیں اور خاطرِ اندوہ گیں سے عرض کیا کہ یاسراج الاولیا اگرچہ فیضِ مردانِ خدا عالمِ حیات وممات میں مساوی ہے مگر بعض اشکالِ حقیقت کہ جن کا حل ابھی اس ہدفِ تیرِ ہجراں کے نصیب میں نہ تھا اور بیعتِ خلق کی دولت سے بھی بہرہ ور نہیں ہوا۔ اس کے متعلق کیا ارشاد ہے۔

آپ نے فرمایا فرزندِ حمید۔ تیرا باقی نصیب خاندانِ سہروردیہ میں مقرر ہے۔

اس کلام کے انقطاع کے بعد آپ سفر گزیں دار آخرت ہوگئے اور محلہ چلّہ بی بیاں آپ کا مدفن قرار پایا۔ حضرت سلطان التارکین سید السادات کے غمِ رحلت میں یہ ابیات پڑھتے تھے ۔

دریغا کہ آں سیّد پاک ذات شریفِ زماں اشرفِ ممکنات

ربود از سرم سایۂ خویشتن مراد او در دستِ رنج و محن

اگر جاں وہم اندریں غم سزا است دگر تا قیامت بگریم روا است

دریں درد و غم من نگریم چرا کہ نانائے من بودِ ہم پیرِ ما

دریغا دریغا دریغا دریغ کہ مہرِ من ذرہ شد زیرِ میغ

زبوں شد بمن روزگارِ زبوں

شدہ روزِ امیدِ من تیرہ گوں

Marfat.com

سلطان التارکین کا سفرِ بغداد شریف

حضرت سلطان التارکین لوازم تعزیت سے انفراغ کے بعد قبلۂ اربابِ کمال، کعبۂ اصحابِ حال، صاحبِ سوز و درد، شمعِ شبستانِ سہرورد شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی دریافت کے لیے راہ پیمائے قبۃ الاسلام بغداد شریف ہوئے۔ جب حوالیِ حضرت بغداد میں پہنچے۔ غلبۂ شوق سے تین رات دن ہوش کھو کر مستغرقِ بحرِ شہود رہے۔ حضرت شیخ الشیوخ نے مخبرِ صادق علیہ السلام والصلوٰۃ کے ارشاد سے آپ کو طلب فرمایا۔ چونکہ عاشق کو تاب تامل نہیں ہوتی۔ سلطان التارکین نے ملازمتِ اول میں عرض کیا کہ اے سر حلقۂ اولیائے کرام! یہ سوختۂ آتشِ عشق اور مبتلائے ہجراں محبوب مطلق سید السادات کے ارشاد سے اس جناب عالی میں شرف یاب ہوا ہے حیاتِ مستعار کا جو بے ثبات و ناپائدار ہے اعتبار نہیں مبادا فرصت حاصل نہ ہو اور غنچۂ مراد ناشگفتہ رہے امیدوار ہوں کہ شرفِ بیعت سے ممتاز فرما کر سر رشتۂ سلوک کے عقدوں کو ناخنِ توجہ سے وا فرمائیں گے۔ تا کہ اس کریم الطبع کے نعمت خانہ سے بے بہرہ نہ رہوں۔

اس نو بہار گلستانِ مشیخت نے غنچہ آسا متبسّم ہو کر شگفتہ پیشانی سے فرمایا کہ اے زمرۂ مشتاق تمھارے پیرِ بیعت نے عرصۂ عدم سے ساحتِ وجود میں قدم نہیں رکھا۔ حضرت سلطان التارکین نے سینۂ چاک اور دیدۂ غمناک سے لبِ ادب اور سرِ نیاز پائے مبارک پر رکھ کر عرض کیا۔ جو طبیب کہ مرض کو پہچانتا ہے وہ دوا بھی جانتا ہے امید ہے کہ آپ اس شیر بیشۂ ولایت کے اسم مبارک سے آگاہی بخشیں گے آپ نے فرمایا وہ فرزندم بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ کے پوتے رکن الدین ہوں گے۔

جب حضرت حاکم اس بشارتِ خوش اشارت سے مسرور ہوئے تو عرض کیا کہ یہ مبتلائے دردِ اشتیاق اور سرگردانِ وادیٔ فراق اس بزرگ کے قدوم میمنت لزوم کے شرفِ زیارت تک اس جگہ گوشہ نشین رہے گا جو خاطرِ بیقرار کو حاصل ہو جائے۔

جنابِ شیخ المشائخ نے آپ کے مسئول کو سمعِ رضا میں جگہ دے کر مصلائے خاص کے تبرک سے مفتخر فرما کر رخصت کیا اور دل بستۂ محبتِ خدا حضرت حاکمؒ عنانِ اختیار مختار کے ہاتھ دے کر بلدۂ فاخرہ ملتان کے عازم ہوئے۔

Marfat.com

شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ

حضرت شہاب الدین بن شیخ محمد قریشی صدیقی ہیں۔ آپ کا سلسلۂ نسب بارہ پشت کے واسطہ سے حضرت ابوبکرؓ صدیق خلیفۂ اولِ رسول اللہ ﷺ تک پہنچتا ہے۔ آپ کو فیض باطن از شیخ ابونجیب عبدالقاہر سہروردیؒ (المتوفی ۵۶۲ھ) وعم بزرگوار خود سے حاصل ہوا۔ نیز آپ نے حضرت غوث الاعظم گیلانیؒ (المتوفی ۵۶۱ھ) سے بھی فائدہ تامہ حاصل کیا۔ اور امام طریقت اور پیشوائے سلسلۂ عالیہ سہروردیہ ہوگئے۔ آپ تربیت اور تکمیلِ طالبانِ حق کے لیے ایک آیت اللہ تھے۔ جو کوئی آپ کے پاس جاتا خالی نہ آتا۔ اور آپ کی دعا بارگاہِ حق سے کبھی رد نہ ہوتی۔ آپ کا مزار پُر انوار بغداد میں ہے۔ ''شہاب الدین بزرگ'' سے آپ کا سالِ وصال (۶۳۲ھ) نکلتا ہے آپ نے نوے برس کی عمر پائی۔ اس حساب سے آپ سلطان حاکم سے صرف ۲۸ سال بڑے تھے۔

سلطان التارکین کا مومبارک میں درود

حضرت حاکم فقیرانِ آزادمنش کے دستور کے مطابق ہر اس منزل پر قیام فرماتے چلے جہاں یادِ الٰہی مزہ دیتی تھی۔ اسی طرح گاہے مقیم گاہے رحیل ہوتے اور تجلی صفاتی یعنی صنائع بدائع الٰہی کا مشاہدہ کرتے چلے جاتے تھے کہ آپ کا گزر ایسی بلندی پر ہوا جس کی وسعت بڑی خوش نما اور پرفضا تھی۔ یہ جگہ آپ کو پسند آئی اور آپ نے خیال کیا کہ اس دلکشا مقام میں اقامت کر کے لطیفۂ غیبی کا منتظر رہنا چاہیے۔ اس بلندی کے ایک گوشہ میں آپ نے طرحِ منزل ڈالی۔ اس جگہ ایک جوگی کمال فقر اور علم کیمیا میں مشہور تھا اس دیار کے اکثر لوگ اس کے مطیع ومنقاد تھے۔ وہ تفرج کناں (ٹہلتا ٹہلتا) جو ادھر آیا تو اس کی نظر حضرت سلطان التارکین کے جمال پر پڑی اور دیکھا کہ ایک فلک زدۂ روزگار مسافر زیر سایۂ اشجار بیٹھا ہے اس نے چاہا کہ کسی طرح اس اسیرِ کمندِ خیال شخص کا حال دریافت کرے کہ آیا یہ کوئی گم کردہ سامان تاجر ہے یا ولایت باختہ بادشاہ۔

پس جوگی نے بطورِ امتحان چند سیر طلا لا کر پیش کش کیا اور کہا کہ اے گم کشتۂ بادیۂ تفکر اور اے مستغرقِ بحرِ تحیر (یعنی حیران و پریشان حال شخص) یہ ناہنجار زمانہ ہر چھوٹے بڑے سے یکساں اور ہموار نہیں رہتا۔ غم نہ کھا اور درویش کی اس پیش کش کو زادِ راہ بنا لے۔ بر آرندۂ حاجات اور کشائندۂ مشکلات تیری مراد

Marfat.com

پوری کردے گا۔

سلطان التارکین نے جوگی کے خلق وتواضع سے محظوظ ومسرور ہوکر فرمایا۔ تیری ہمت پر آفرین صد آفرین! تجھے ربّ العالمین جزائے خیر دے۔ یہ کہہ کر آپ نے وہ طلا اس دریا میں ڈال دیا جو پاس ہی بہتا تھا۔ جوگی کے دل میں گزرا کہ یہ مرد جو بے نیازی میں یکہ وفرد ہے دو جہت سے خالی نہیں۔ یا تو یہ کیمیا گر ہے یا صاحبِ کمال فقیر ہے پس دریافتِ حال کے لیے اس نے سوال کیا کہ اگر یہ طلا تمھارے کام کا نہیں تھا تو دریا میں ڈالنے سے فائدہ؟

سلطان التارکین جوگی کی طرف دیکھ کر ہنسے اور دریا کی طرف انگلی سے اشارہ کرکے زبان فیضِ ترجمان سے ارشاد فرمایا:

''مانِک موتی نے دَہے جھنے پر البت (پرالبد؟) سُو لے''
''یعنی موتیوں کا دریا بہہ رہا ہے جس کی قسمت ہو وہ لے۔''

ادھر آپ کا اشارہ کرنا تھا ادھر پانی کا پھٹنا اور دریا کی تہ کا طلا ومروارید سے پُر نظر آنا۔ جوگی یہ دیکھ کر سلطان التارکین کے پائے مبارک پر گر پڑا اور ہادیٔ مطلق نے اس کے دل سے ظلمتِ کفر دور کرکے نورِ ایمان سے منور کردیا۔ کلمۂ شہادت پڑھتا ہوا اٹھا اور جوگیانہ لباس دور کرکے جامۂ اسلام زیب تن کرلیا۔

زچشمانِ او دور کردہ تتق ۔۔۔ دلِ تیرہ را روشنی داد حق
بروئش چہ ابواب رحمت کشاد ۔۔۔ بہ آں کور دل نور ایمان داد
گل صدق از شجرۂ دل وا ماند ۔۔۔ ز شرک خفی و جلی وا رہاند
منوّر بنورِ یقین شد دلش ۔۔۔ خدا کرو عین الیقین حاصلش
زہے قادرے کاں با فضالِ خویش ۔۔۔ دہد نوش برہاند از درد نیش
کدام است آں نوش نام خداست ۔۔۔ ہمہ نیش واں آنچہ از وے جداست
چوخواہی ازاں نیش ایمن شوی ۔۔۔ بکن ذکر ھُو در خفی و جلی
دہد ذکر ھُو شمعِ دل را ضیا ۔۔۔ بجانت فروزد چراغ ہدا
دلا تا توانی خدا خواہ باش ۔۔۔ نہ چوں خود پرستاں خود آگاہ باش
خدا دانی آنست اے مردِ راہ ۔۔۔ بہر صنع در صانعے کن نگاہ

Marfat.com

چو صانع بہ بینی نہ خود پرست گواہی ازو می دہد ہر چہ ہست
کشا چشمِ دل صنعتِ او بہ بیں ز آب و گلت آفرید ایں چنیں
چو در صنع بے صانعے ہنگری ز حیوانِ درّندہ افضل تری
منوّر دلِ تو زنورِ وے است بہر شے کہ بینی ظہورِ وے است
بیا بیں بچشم حقیقت شناس ظہورِ کدام است در ہر لباس
بہر جا ظہورِ ہماں آفتاب بہر ذرہ نور ہماں آفتاب
ہر شمع یک آتشے کارگر زہر آتشے سرزدہ یک شرر
زپیدا وپنہاں ہمویک عیاں بسترِ جلال خود اندر نہاں
بجامِ خدا بنیت اے کامیاب ز ہر ذرہ تابد جدا آفتاب
توہم نورِ او اے حقیقت شناس جدا کن زہر آفتاب اقتباس
شود ہر چہ روئے دلت صاف تر تجلّی کند حق بطور دگر،
دہد دمبدم جلوۂ تازۂ برخسار جانت نہد غازۂ
چو معشوقِ طنّاز در ہر زماں بصد ناز سازد رخ از تو نہاں
گہے وانماید ز پردہ بروں کند مال عشاق زار د زبوں

بہ ترغیب تو جلوہ نورے دہد
ترا تازِ تو سوئے خود مے کشد

(فرحت)

اللہ اللہ گلگون قلم کہاں سے کہا جا پہنچا اس وادی کا کوئی پایاں نہیں یہ کمیتِ کلک کی تیر پائی سے طے نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا عنانِ شیریزِ قلم اس طرف سے پھیر کر اصل مضمون کی طرف عود کرتے ہیں۔

اس اسلام گزیں (جوگی) نے اپنا مکان جہاں اب تک قصبۂ حضرت موآباد ہے اور جو حضرت سلطان التارکین مخدوم شیخ حمید الدین ابوالغیث کے مزار فیض آثار کی وجہ سے افتخار واشتہار رکھتا ہے۔ حضرت موصوف کی نذر کر کے اور جناب حضرتِ ممدوح سے بخطابِ غلام رکن الدین یا زین الدین معزّ زہو کر واصلانِ حق میں سے ہوگیا الحمد للہ علیٰ ذالک۔ اس جوگی کی اولاد اب تک سلطان حاکمؒ کے مزار کی

Marfat.com

مجاور ہے۔

سُلطان ابوالبقا' میر تلبغہ کا عزل

جہاں اور اسلامی سلطنتیں چنگیز خانیوں کے ہاتھوں تباہ ہوئیں وہاں کیچ مکران کی حکومت کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ پیر نبی بخشؒ اس واقعہ کو نظم میں یوں بیان کرتے ہیں

جو بگزاشت سلطانِ حاکم سریر ۔ بجائش شدہ تلبغہ جائے گیر
چو شد تلبغہ میر فرماں روا ۔ زہر چار سو فتنہ ہاشد بپا
بہ تقدیرِ آں قادرِ عزّ وجل ۔ ہفتاد در بادشاہی خلل
تخلل در افتاد در لشکرش ۔ زہر سو عدو تاخت بر کشورش
امیراں بخوں تیغ ہا آختند ۔ غلاماں سراں را سر انداختند
بکشتند دستور را وقتِ شب ۔ سرش را بریدند باصد غضب
سفیہاں نمودند ایں کار ہا ۔ بہ سلطان رساندند آزار ہا
نمودند غارت خزائن تمام ۔ بہ یغمائے شان شد دفائن تمام
برفتند پس سوئے چنگیز خاں ۔ کہ تا فوج آرندزاں قہرماں
تساہل نورزید چنگیز ہیچ ۔ رواں کرد لشکر بہ تسخیر کیچ
چو شد تلبغہ میر را ایں خبر ۔ کہ فوجِ مغل آمدہ بے خبر
نیا راست گامے نہادن بہ پیش ۔ در آمد نمودہ در آید بہ خویش!
کہ نے گنج دارم کنوں نے سپاہ ۔ ہمیں بہ کہ بگزارم ایں تخت گاہ
رواں تلبغہ شاہ شدآں زماں ۔ سوئے مالکِ تخت ہندوستان
ز کیچ اوّل آمد بہ لاہور شہر ۔ بہ نزدیکِ آں فخرِ ساداتِ دہر
کہ نامش بداں سیّد احمد عیاں ۔ نقی و تقی سرورِ عارفاں
بہ امدادِ آں سیّدالاتقیا ۔ بہ دہلی رواں شد شہِ تلبغہ
بہ دہلی شہِ التمش شاہ بود ۔ کہ از حالِ آں میر آگاہ بود

Marfat.com

شہ شمس دیں التمش چوں شنید | کہ آں تلبغہ شہ بہ دہلی رسید
بہ ہمراہیِ سیّدالعارفین | پس آں گاہ آں شاہ فرخ جبیں
بہ نزدیک خود خواند و تکریم کرد ق | کریمانہ تکریم و تعظیم کرد
دل حسرت اندوز را کرد شاد | بہ جاگیرِ لاہور سامان داد
شہ تلبغہ شد مرخص ز شاہ | سوئے شہر لاہور پیمودہ راہ
چو آمد ز دہلی بہ لاہور باز | مکیں شد بہ لاہور آں سرفراز
بناں آں کہ در عہد فیروزشاہ | .... ؟

شہِ تلبغہ را شہادت رسید
بہ بستانِ فردوس روحش پرید

اس بیان سے معلوم ہوا کہ جب میر تلبغہ معزول ہو کر لاہور آئے تو سیّد احمد توختہؒ ترمذی زندہ تھے جن کی سفارش سے سلطان شمس الدین التمش نے انھیں لاہور میں جاگیر عطا کی۔

پس یہ دوسری دلیل ہوئی کہ سید صاحب موصوف کا انتقال ۶۰۲ھ کے بعد ہوا۔ واللہ اعلم بالصواب

سلطان التارکین کی حضرت مخدوم زکریاؒ ملتانی کی صاحبزادی سے شادی

جب اس خاندان سے سلطنتِ کیچ مکران نکل گئی تو سلطان التارکین کے علاّتی بھائی شیخ رکن الدین حاتمؒ اپنی والدہ شریفہ (جو قاضی رفیع الدین عباسی ہاشمی کی دختر بلند اختر تھیں) اور عم حقیقی شیخ تاج الدین احمد کے ساتھ بمعہ اہل و عیال قصبہ موٓ میں وارد ہو کر سلطان التارکین کی ملاقات سے مشرف ہوئے اور اسی جگہ رختِ اقامت ڈال دیا۔ جب قاضی صاحب موصوف کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے سرکار سے پندرہ گاؤں بطریق جاگیر جدا کر کے حضرت حاتمؒ کی خدمت میں تحریر کیا کہ:

"مجھے علم ہے کہ آپ (سلطان التارکین) نے دنیا سے کنارہ کشی کر لی ہے مگر یہ آئمہ قلیل جو آپ کے خادموں کے لائق نہیں شیخ حاتم کی والدہ (دخترِ خود) کے خرچ نمک کے لیے حاضر ہے امید ہے کہ لفظ انکار درمیان میں نہ لا کر قبول فرمائیں گے۔"

Marfat.com

چونکہ قاضی صاحب موصوف کا ادب آپ کے نفسِ خاطر تھا اس لیے آپ نے اس پیشکش کو قبول کر کے انتظام ایک خادم کے حوالے کر دیا۔

ان دیہات میں سے ایک گاؤں میں کسی قدر ایک فقیر کبیر نامی کی بھی معافی تھی اور اس درویش نے جناب سالک مسالک شریعت وطریقت، ناسک مناسک حقیقت ومعرفت، زنگ زدائے مرأت دل، مشکل کشائے ہر مشکل سراج العارفین، شیخ الاسلام موصوف قدس سرہٗ کی خدمت میں شکایت نامہ ارسال کیا کہ حضرت محبوب باری شیخ ابوالحسن علی ہنکاریؒ کے صاحبزادہ صاحب کے لنگر کے لیے (جو مومبارک میں مقیم ہیں) قاضی صاحب نے پندرہ دیہات نذر کیے ہیں جن میں میرا معافی کا ایک گاؤں بھی ہے اور ان کے خادم میری معافی میں متعرض ہوتے ہیں اس لیے حضور اقدس سرہٗ ایک سفارشی خط صاحبزادہ صاحب موصوف کی طرف لکھیں تاکہ فقیر کی معاش میں خلل نہ پڑے۔

جناب مخدومی نے فقیر مذکور کی عرض کو قبول کرتے ہوئے ایک رقعہ اس مضمون کا تحریر فرمایا:

''سزاوارِ حمد وہی قادرِ بے چوں تعالیٰ شانہٗ ہے کہ دو جہاں جس کے قبضۂ قدرت میں ہیں اور درود نامحدود اس رسولِ اکرم اور پیغمبرِ محترم ﷺ پر کہ جن کی ذات والا درجات کائنات کے وجود کا موجب ہوئی۔ واضح ضمیر منیر صاحبزادہ شیخ ہنکاری رحمتہ اللہ علیہ ہو کہ ہر چند آپ کا نام حاکم ہے مگر طریق سلوک میں محکوم ہوئے بغیر کام نہیں بنتا اسی طرح جس طرح دریا بغیر کشتی کے عبور نہیں کر سکتے امر متروکہ کا ارتکاب ارباب حال کے مناسب نہیں ایک قطعہ زمین کے لیے درویشِ مسکین کو رنجیدہ کرنے سے کیا حاصل۔ مصرع

دل بدست آور کہ حج اکبر است''

جب جناب فیض اکتساب حضرت مخدومی کا مکتوب ہدایت اسلوب شرفِ صدور لایا تو حضرتِ حاکم نے سروچشم پر رکھ کر مطالعہ کیا اور جواباً لکھا کہ

''بعد تحمیدِ قادرِ ذوالجلال و درودِ رسولِ ایزد متعال مبرہن ضمیر مہرِ

Marfat.com

نظیر ہو کہ اگرچہ درویشوں کے خاکِ پا کو حاکم کہتے ہیں مگر فی
الحقیقت وہ محکومِ حکمِ الٰہی ہے اور سفینۂ دریائے وحدت محض اسم
ناتمناہی ہے

منم بحکم خداوند شانہٗ اکبر جز آں سفینہ نبا شد مرا سفینہ دگر
زرنجشِ دلِ درویش آنچہ بُد اظہار خدا علیم نگشتہ بعلمِ ایں احقر
بحکم ایزد داد ار بعد ازیں زنہار شود کسے نہ مزاحم بحال او دیگر

اس گم گشۂ وادیِ فراق کو دعائے وصلِ محبوب سے
شاد فرمائیں (یعنی میں خدائے تعالیٰ کے حکم میں ہوں
میرا سفینہ وہی ہے درویش کی رنجشِ خاطر کا مجھے واللہ
علم نہیں۔ آئندہ اس کا کوئی مزاحم نہ ہوگا۔''

جب یہ خط حضرت مخدوم بہاؤالدین زکریاؒ ملتانی کی خدمت میں پہنچا اور لفافہ کھول کر آپ نے اسے مطالعہ فرمایا تو مضمون سے اس قدر محظوظ ہوئے کہ احاطہ تحریر میں نہیں آسکتا۔ آپ کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ ایسے باکمال شخص سے ضرور ملاقات کرنی چاہیے جس نے بادشاہی ترک کر کے طلبِ خدا کی راہ میں قدم رکھا ہے پس آپ نے ایک خادم کو سلطان حاکم کے پاس بھیجا کہ آپ ہمیں اپنی ملاقات سے ضرور مسرور کریں۔ آپ یہ پیغام پہنچتے ہی ملتان شریف کی طرف روانہ ہوئے اور دولتِ پابوسی حاصل کی۔

مخدوم مکرم ملاقات سے بہت محظوظ ہوئے اور اپنے حجرۂ خاص کے پاس رہائش کے لیے مکان مرحمت فرمایا۔ ایک دن دورانِ گفت گو میں ارشاد ہوا کہ آپ کو اس بزرگ کی بیعت کرلینی چاہیے جس کو آپ کا دل پسند کرے۔

آپ نے فرمایا کہ میرے پیر ابھی عرصۂ عدم سے ساحتِ وجود میں نہیں آئے۔

حضرت مخدومی نے پوچھا کہ وہ کون سا باکمال پیر ہوگا جس کی ارادت آپ جیسا پاک باطن مرد کرے گا۔

عرض کیا وہ شیخ صدرالدینؒ کے فرزند رکن الدینؒ نامی ہوں گے۔

یہ نام لیتے ہی آپ پر بڑی رقت طاری ہوگئی جس سے شیخ الاسلام پر بھی حالتِ وجد رونما ہوگئی اور

Marfat.com

اہل مجلس کے ہر فرد کے دل سے سوز و درد نمایاں ہوا۔

حالتے خوش رفت اندر کوچۂ بیت الصنم ساقی و مطرب خرابِ بادہ دما نیز ہم

الغرض سلطان حاکم ہر دم و ہر آن حضرت مخدوم زکریا ملتانی کے موردِ الطاف رہے۔ ایک دن آپ نے سر لطف و مہربانی سے حضرت حاکم کو مخدوم زادی جن کا اسمِ شریف فاطمہ تھا کی نسبت سے مفتخر فرما کر اس عارفۂ زمان سے حکم تزویج دیا۔ نیز اپنا خرقہ پہنا کر خلافت سے مشرف فرمایا۔ اس وقت سیّد جلال الدین بخاری (المتوفی ۶۹۰ھ) بھی موجود تھے جنھوں نے خدمتِ غوث (شیخ بہاؤالدین) میں سلطان حاکم کو حلقِ سر کا مشورہ دیا۔ آپ نے فرمایا کہ میں شیخ رکن الدین کا منتظر ہوں جو غوثِ معظم کے پوتے ہوں گے۔ اس کے بعد حضرت حاکم رخصت لے کر بمعہ بی بی فاطمہ مومبارک واپس آ گئے۔

شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی

مفتی غلام سرور لاہوری ''گنج تاریخ'' میں لکھتے ہیں کہ آپ کے والد شیخ محمد قریشی سہروردی ہیں۔ آپ سلسلۂ سہروردیہ کے اعاظم اقطاب میں سے ہیں۔ آپ شیخ شہاب الدین سہروردی کے مرید اور خلیفہ تھے۔ آپ کو ۱۸ روز حاضر خدمت رہ کر خرقۂ خلافت مل گیا۔ آپ کی ذاتِ بابرکات سے ہندوستان میں سلسلۂ سہروردیہ شائع ہوا۔ آپ کے بے شمار کامل اور مکمل خلفا تھے۔ آپ کا سلسلہ آبائی چند واسطہ سے صدیق اکبرؓ تک پہنچتا ہے۔ آپ کا روضہ ملتان میں اندرونِ قلعہ زیارت گاہِ خلق ہے۔ آپ ۷۳ سال کی عمر میں ۶۶۱ھ میں فوت ہو گئے۔

ہمارے پاس ایک قلمی کتاب خلاصۃ العارفین موجود ہے۔ اس میں غوث بہاؤالدین کے والد بزرگوار شیخ محمد بن شیخ کمال الدین بن وجیہ الدین ابوبکر کو عبدالرحمٰن بن عیاض بن اسد بن مطلب بن اسد بن عبدالعزیٰ (یعنی سیدنا ہاشم بن عبد مناف کے چچا) کی اولاد سے بتایا گیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ قصی تک آپ کا سلسلہ بیس واسطوں سے پہنچتا ہے اور نبی کریم ﷺ کا پانچ سے پھر اپنے قول کی تصدیق میں (مؤلف خلاصۃ العارفین) فرماتے ہیں کہ ایسا ہی میں نے اس نسخہ میں مرقوم پایا ہے جو شیخ الاسلام صدر الحق والدین کا اپنا لکھا ہوا ہے۔ پھر مغازی الوقری سے تحریر فرماتے ہیں کہ اس سلسلہ میں اول جو رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائے وہ عیاض بن اسد تھے۔

Marfat.com

پیرزادہ محمد حسین صاحب مرحوم صدیقی قریشی کتاب عجائب الاسفار (ترجمہ سفرنامہ ابن بطوطہ) کے صفحے میں رقم طراز ہیں کہ ملتانی قریشی اپنا نسب اس طرح بیان کرتے ہیں مہیار بن اسد بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی۔ لیکن اس میں کلام ہے کہ کیونکہ اسد بن ہاشم کے فقط ایک بیٹا حنین اور ایک دختر فاطمہ تھی جو حضرت علی کی والدہ تھی۔ ابن قتیبہ نے اپنی کتاب معارف ۲۵۶ھ میں صاف طور سے لکھا کہ عبد المطلب کی اولاد کے سوا کوئی ہاشمی روئے زمین پر نہیں۔ پس آپ کا نسب اسود بن مطلب بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی سے ملتا ہے اور قاسم فرشتہ نے بھی اپنی تاریخ میں یہی لکھا ہے کہ حضرت زکریا کے مورث اعلیٰ عیاض بن اسود ایمان لائے اور کہ ان کے بھائی زمعہ، عمر اور عقیل بدر میں قتل ہوئے۔ زمعہ کی دختر سودہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں۔

خان بہادر مخدوم حسن بخش مرحوم سجادہ نشین قریشیاں ملتان نے ایک کتاب انوار غوثیہ تالیف کی جس میں غوث بہاؤالدین کا از اولاد اسد بن ہاشم اور ان کی والدہ کا حضرت عیسیٰ گیلانی کی اولاد اور ان کی بھوبی بی راستی کا دخترِ بادشاہِ فرغانہ ہونا بیان کیا۔ اس کتاب کے جواب میں راجن شاہ صاحب گیلانی ملتانی نے ایک رسالہ دلیل المتحرین لکھا جس میں ثابت کیا کہ مخدوم صاحب ہاشمی نہیں۔ عیسیٰ گیلانی تمام عمر مجرّد رہے۔ والدۂ حضرت زکریا مولانا حسام الدین ترمذی ساکن کوٹ کہروڑ علاقہ لیہ ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خاں کی دختر تھیں۔ والدۂ حضرت رکن الدین ملتانی بی بی راستی غالباً بادشاہ رکن الدین بن شمس الدین التمش کی بیٹی تھی جنھیں خان شہید نے طلاق دے دی تھی اور پھر شیخ صدر الدین سے حلالہ کر دیا تھا مگر جب انھوں نے طلاق نہ دی تو خان شہید نے شیخ موصوف کو قتل کرنے کا ارادہ کیا مگر فوج مغل نے ملتان پر حملہ کر کے اُسے شہید کر دیا۔

ہمیں اختلاف میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ بہر حال آپ سادات قریش میں سے ہیں اور آپ کی ذاتی بزرگی مسلّم ہے اس لیے آپ اسلام و مسلمین کے لیے باعثِ فخر ہیں رہا گیلانی سادات کا دعویٰ صحیح النسبی تو اس کے متعلق شیعوں کے "مجتہد العصر والزمان" شمس العلما علامہ حائری لاہوری نے ایک رسالہ میں بیان کیا کہ سادات گیلانی کے مورث اعلیٰ سیّد نہیں تھے۔ ہم نے اس کا جواب دائرۃ الاصلاح لاہور سے شائع کرایا بنام سلسلۃ العقیان اس کے جواب میں گستاخوں نے ایک اور کتاب خروس جیلان شائع کیا جس کا جواب تاحال کسی گیلانی سیّد کی طرف سے شائع نہیں ہوا۔ ہم نے مولوی احمد علی صاحب

Marfat.com

مرحوم پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور سے ایک کتاب لکھوائی تھی جو گیلانیوں کو شائع کرنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ اس کا مسودہ تا حال منشی عزیز الدین تاجر کتب لاہور کے پاس پڑا ہے۔[1]

میرے خیال میں نقد و جرح کرنے والوں سے نہ کوئی ہندی سیّد محفوظ رہ سکتا ہے نہ ہاشمی قریشی۔ اس لیے نسب میں رخنے ڈالنے کی ضرورت نہیں بزرگوں کا ذاتی تقدس قابل احترام ہے نہ کوئی محض عالی نسبی۔

شیخ صدرالدین عارفؒ آپ کے فرزند آپ کے بعد سجادہ مشیخت پر بیٹھے اور خلقِ خدا کو خدا تک پہنچایا۔ آپ ۶۸۴ھ میں واصل بحق ہوئے حضرت حاکم فرماتے ہیں ۔

شیخ الاسلام شیخ صدرالدینؒ

مقتدائے زمانہ قطبِ زمیں

شیخ رکن الدینؒ ابوالفتح فیض اللہ کی ولادت اور سلطان حاکمؒ کی بیعت

مخدوم شیخ حاکمؒ اس رابعۂ عصر (بی بی فاطمہؒ) کے ساتھ ملتان شریف سے روانہ ہو کر مومبارک پہنچ گئے یہاں آپ ظہورِ پیر روشن ضمیر کے آوازہ کے اسی طرح منتظر رہے جس طرح وقتِ شام روزہ دار کے کان صدائے اللہ اکبر کے۔ آپ شب و روز رب العباد کی یاد کے اشغال میں رہتے تھے ۔

شورشِ عشقے کہ در دل داشت آں عالی جناب ۔۔۔ بردہ بود از خاطرِ او سر بسر آرام و خواب
چوں کبابِ سیخ از پہلو روز و شب ۔۔۔ بود اندر عشقِ پیرِ خویش دائم مضطرب
ہمچو مجنوں ہر زماں حیرانِ کارِ خویشتن ۔۔۔ در تفکر بود دائم مبتلا سر و علن
بود گہ مسرور در دل بستہ امیدِ وصال ۔۔۔ گہ ز دستِ یاس گشتے غرق دریائے ملال

منتظر می بود ہردم آں شہِ روشن ضمیر
کے رسد در گوشِ من آوازۂ مولود پیر

جب غنچۂ دل کی شگفتگی کا وقت آیا تو دامنِ صبح سے نسیم امید چلنے لگی یعنی عالم عدم سے حضرت شاہ رکن الدین عالم شیخ ابوالفتح فیض اللہ قریشی الاسدی الملتانی کی ذاتِ قدسی صفات کے وجود میں آنے کا مژدہ

[1] یہ مسودہ میں نے پھر سیّد خورشید حسن صاحب روال شریف والوں کو دیا اور انھوں نے قسط وار اپنے رسالے نارووال سے شائع کر دیا۔

Marfat.com

حضرت شیخ حاکم کے سامع افروز ہوا۔اسی وقت آپ نے اہلِ حجاز کی طرح قبلۂ مراد کی طرف احرامِ ارادت باندھ کر ملتان شریف کی طرف رخ فرمالیا۔

رخِ خود جانب جانانہ کرد شرابِ شوق در پیمانہ کرد
خرامیدے چو مستاں اندراں راہ زحالِ غیر نے از خویش آگاہ
روانہ گشت آں مشتاقِ جاناں چو بلبل می پرد سوئے گلستاں
چو خمِ مے بدل از جوشِ مستی نہ ہو شے بود غیر از ہوشِ مستی
چو مستاں اندراں راہ می خرامید سراپا محوِ شوق آں صاحب دید
چو مجنوں در ہوائے عشقِ لیلیٰ
بہ ملتان در رسید آں محوِ مولیٰ

جب وہ مستِ بادۂ الست حضرت رکن الدین ابوالفتح فیض اللہ کی زیارت سے جو ماں کا دودھ پی رہے تھے مشرف ہوئے تو افزونیِ جوشِ شوق کی وجہ سے تابِ تامل نہ لا کر شاید اسی شیر بیشۂ ولایت کی حدِ بلوغت تک عمر فرصت دے یا نہ دے مقراض ان کے ہاتھ میں دے کر جو بظاہر صغیر اور بباطن کبیر تھے دوسرے ہاتھ کی حمایت سے شرطِ حلق ادا کر کے شکرانۂ الٰہی بجالائے۔آپ اکثر ملتان میں اپنے پیر کے دیدارِ فیض آثار سے دیدۂ یقین کو منوّر روروشن کرتے تھے اور کبھی قصبۂ موشریف میں جا کر طالبانِ حق کے فیض رساں ہوتے تھے۔

شیخ رکن الدین ابوالفتح ملتانیؒ

شیخ زیبِ عنوان شیخ صدرالدین عارفؒ بن شیخ بہاؤالدین ملتانیؒ کے فرزند ارجمند تھے جو صاحبۂ صدق وراستی بی بی راستی کے بطن سے (۶۴۹ھ مطابق ۱۲۵۱ء) پیدا ہوئے۔آپ نے تربیت و تکمیل اپنے جدِ امجد سے پائی اور انہی کے خلفائے عظام اور جانشینوں میں سے تھے اور خرقۂ تبرک اپنے پدر بزرگوار سے بھی حاصل کیا۔آپ نے ملتان میں علم مشیخت بلند فرما کر بڑی مقبولیت حاصل کی۔مشائخ عظام اور خلقت دور دراز سے آکر آپ سے بہرہ یاب دنیا و آخرت ہوتی تھی۔

شیخ شہراللہ مؤلف تذکرہ حمیدیہ شیخ جمال اُچّی سے روایت نقل کرتے ہیں کہ شیخ علم الدین علامہ بن

Marfat.com

شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ سجادہ نشینی حاصل کرنے کے لیے سلطان غیاث الدین تغلق کی خدمت میں دہلی روانہ ہوئے اور طبابت میں چابکدستی دکھا کر بادشاہ کو گرویدہ کرلیا۔ ان کا دعویٰ تھا کہ میں شیخ بہاؤالدین کا بیٹا ہوں اور شیخ ہوں اور شیخ رکن الدین پوتے ہیں نیز میں عالمِ اجل ہوں اور وہ اُمّی محض ہیں لٰہذا سجادہ نشینی میرا حق ہے۔

سلطان نے جواب دعویٰ کے لیے شیخ رکن الدین کو دہلی بلا بھیجا۔ آپ بمعہ سیّد مخدوم جہانیاں و سلطان حاکمِ دہلی پہنچے۔ بادشاہ کی طرف سے مجلس منعقد ہوئی۔ شیخ علم الدین نے امتحان لینے کے لیے پوچھا کہ وضو میں ہاتھ دھونا، کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا سنت ہے اور منہ دھونا فرض۔ سنتیں فرض پر کیوں مقدم ہوئیں؟

سوال تحریری تھا اس کا جواب شیخ رکن الدین کی طرف سے یہ دیا گیا حکمِ **فاغسلوا وجوهکم** پر عمل تو نہیں؟ اس لیے پانی کے امتحان کے لیے غسلِ دست، مضمضہ اور استنشاق مقدم رکھا گیا۔ جب پانی اس ٹیسٹ میں پاس ہوگیا تو اس سے ادائے فرض (روشستن) جائز ٹھہرا۔

یہ جواب سن کر شیخ علم الدین حیران رہ گئے اور کہنے لگے کہ یہ جواب شیخ حمیدالدین حاکم نے لکھوائے ہیں شیخ رکن الدین نے بادشاہ کو کہلا بھیجا کہ میں فقیر ہوں مجھے سجادگی سے کچھ سروکار نہیں اگر شیخ علم الدین کو مباحثہ کا شوق ہے تو میں ایک غلام خرید کر بھیجتا ہوں وہ اس سے بحث کرلیں۔ چنانچہ ایک بے علم غلام حاصل کرکے آپ نے سلطان حاکم سے فرمایا کہ اس کے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈال دیں جس سے اسے علم لدنی حاصل ہوگیا اور اس کے مقابلہ میں شیخ علم الدین سب علت و معلول بھول گئے مگر آپ سجادہ نشینی سے دستبردار ہو چکے تھے۔ اس لیے وہ شیخ صاحب مذکور کو مل گئی مگر وہ شیخ رکن الدین حاتمؒ کی بددعا سے جیسا کہ دوسری جگہ مذکور ہوگا فرطِ سوزش سے لاولد رخصت ہوگئے۔

سلطان غیاث الدین تغلق ۷۲۰ھ سے ۷۲۵ھ تک فرمانروا رہا۔ پس یہ واقعہ انہی سالوں کے درمیان ہوا ہوگا یعنی شیخ صدرالدین عارف کی وفات سے کم از کم ۳۶ سال بعد۔ اس عرصہ تک شیخ علم الدین عدمِ رسوخ کی وجہ سے خاموش رہے ہوں گے۔ **واللہ اعلم بالصواب**۔

سلطان حاکم عمر میں شیخ رکن الدین پیر خود سے ۹۷ برس بڑے تھے اور ویسے بھی انھوں نے فقر اختیار کرکے اللہ تعالیٰ سے رتبۂ عالی حاصل کرلیا تھا مگر سعادت مند مریدوں کی طرح آپ ہمیشہ ان کی مدح

Marfat.com

میں تر زبان رہے۔آپ کی کلیات گلزارِ حاکمی میں جسے طبع کرانا ان کے سجادہ نشین صاحب کا فرض ہے، بہت سے قصائد درج ہیں۔ہم تبرکاً چند اشعار درج ذیل کرتے ہیں ؎

فدا کن حاکما جاں را بنامِ شیخ رکن الدینؒ | کہ ہستی تو مرید و ہم غلامِ شیخ رکن الدینؒ
طبعت داشتم چوں دشتیاں پروردۂ غفلت | زبختِ نیک افتادم بدامِ شیخ رکن الدینؒ
مرا آں بختِ کے باشد دلے خوش وقت آں ذاتے | کہ بر روحش رسد ہر دم پیامِ شیخ رکن الدینؒ
بگردا گرد گردِ او بگردم جاں بر افشانم | صبا برمن رساند گر سلامِ شیخ رکن الدینؒ

سگِ درگاہِ سلطان المشائخ چوں شدہ حاکم
نصیبے یافت است از احتشامِ شیخ رکن الدینؒ

دوسرے قصیدوں میں سے ایک ایک شعر درج کیا جاتا ہے ؎

مرید از پیر با شد مفتخر حاکم نمی آرد | جہاں را در نظر از افتخارِ شیخ رکن الدینؒ

.... ۲ ....

چو من دارم بحمد اللہ ارادتِ شیخ رکن الدینؒ | رسدناں ریزہ از خوانِ سیادت شیخ رکن الدینؒ

.... ۳ ....

خداوند روئے نور او کن چشمِ جاں روشن | بگوشِ دل رساں ذوقِ مقالِ شیخ رکن الدینؒ

.... ۴ ....

گدائے کوئے آں شاہم کہ شاہی بخشِ شہ آمد | بسا شاہِ سرافراز کے گدائے شیخ رکن الدینؒ

.... ۵ ....

چو در پرواز آید شاہِ بازِ روحِ او گردد | ملک حیران ز جولانِ جلالت شیخ رکن الدینؒ

.... ۶ ....

چو خاکِ آستانِ پر گشتم آبرویم دِہ | کریما بر طفیل آبروئے شیخ رکن الدینؒ

.... ۷ ....

بر خواجگانِ عصر شدم خواجۂ تمام | گشتم زجان و دل چو غلامِ غلامِ پیر

Marfat.com

۸

اے تکیۂ امید بفضلِ خدا زدہ	قدم سلوک بر قدمِ مصطفیٰ زدہ
شاہِ شیوخ غوثِ زماں شیخ رکن الدینؒ	شاہے کہ ملک ہر دو جہاں پشت پا زدہ
فاروق وار دِرّۂ ارشاد بہرِ حق	گردن کشانِ قاہرہ را بر قفازدہ

۹

شیخ اعظم آنکہ دریائے کرامت شد وجودش	ہفت دریا گوئی یک قطرہ درپیشِ سجودش

۱۰

شیخ رکن الحق والدین آنکہ قطب اولیا است	کعبۂ دین دیانت قبلۂ صدق و صفا است

حضرت حاکم علیہ الرحمہ نے مدح پیر میں ایک ترجیع بند لکھا ہے۔ ہر ایک کا اولین و آخرین شعر حسب ذیل ہے:

۱

ما کہ در ملکِ عشق سلطانیم	عرش را فرشِ خویش مے دانیم
صاحب وقت شیخ رکن الدینؒ	آنکہ قطب زمانہ است یقین

۲

ما کہ در بندِ عشقِ جانانیم	بر گرفتہ دل از سر جانیم
بادشاہِ شیوخ رکن الدینؒ	قطب عالم خورِ سپہرِ یقین

۳

ماہ از شوق دوست حیرانیم	ہیچ احوالِ خود نے دانیم
غوثِ اسلام شیخ رکن الدینؒ	مقتدائے زمانہ قطبِ زمین

۴

ما کہ مر لعلِ عشق را کانیم	از دہ گوہر حقیق مے رانیم
مرشدِ عصر شیخ رکن الدینؒ	ذوالکرامات مالکِ تمکین

Marfat.com

۵

ما کہ از تیغِ عشق قربانیم باختہ جاں براہِ جانانیم
مرشدِ عصر شیخ رکن الدینؒ سرورِ جملہ اولیائے زمین

۶

ما کہ از جامِ عشق مستانیم بے خبر از جہان و از جانیم
بحرِ فضل شیخ رکن الدینؒ شمعِ روشن بجمع اہلِ یقین

۷

شکرِ حق را کہ ما مسلمانیم جز تو دیگر خدا نمے دانیم
شاہ پیران تاج اہل یقین سرورِ عام و خاص رکن الدینؒ

۸

از بوئے عشق باغ دماغم معطر است وز زعفرانِ خم رخِ خالم مزعفراست
شاہِ شیوخ قطبِ زماں شاہِ رکن الدینؒ بوالفتح بن محمد بحرِ دُرِیقیں

۹

چو سوزِ عشق در دل و جانِ من اندر است دہ آب خشک دیدہ زخونِ جگر تر است
غوثِ زمانہ قطبِ زماں شیخ در زمیں تاجِ سرِ شیوخِ جہاں شیخ رکن الدینؒ

۱۰

از عشق چوں حیاتِ مخلّد مقرر است گر جاں رود چہ باک ہمیں عشق خوشتراست
سلطانِ اولیائے زماں شیخ رکنِ دینؒ بحرِ علومِ گنجِ صفا معدنِ یقین

۱۱

سو دائے عشقِ دوست مرا چونکہ در سراست سود وزیانِ ہر دو بنزدم برابر است
آں دو ستدارِ ایزدوآں نائبِ نبی ﷺ بوالفتح رکنِ ملت و دیں مرشدِ قوی

۱۲

از نورِ عشق مہر دلم چوں منوّرِ است از اختران چرخ و مہ و مہر انور است
مہر سپہرِ عزّت و بحرِ دُرِّ یقین مرشدِ زمانہ قطب زمان شیخ رکنِ دینؒ

Marfat.com

۱۳

چو ملک عشق شاہِ دلم را مقرر است ملک دو کون در نظرِ ما محقّر است
آں مخزنِ سعادت و آں معدنِ کرم بو الفتح قطب عالم و در علمہا علم

۱۴

شکر آں خدائے راست کہ اللہ اکبر است شمعِ دلم ز معرفتِ او منوّر است
آں وافر الجلالت محبوب ذو الجلال کور از ہر نصیب نصابست بر کمال

الغرض کہاں تک مطلعے مقطعے نقل کرتا جاؤں اس مختصر کتاب میں گنجائش نہیں۔گلزار حاکمی میں شیخ رکن الدینؒ کی تاریخ وفات شب جمعہ ثلثہ شب نہم از جمادی الاولیٰ ۷۳۵ھ دی ہے یعنی آپ سلطان حاکم سے قریباً دو برس پہلے واصل بحق ہوئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون

ملتان گزیٹیئر کی تصریحات

ابو الفضل کے بیان کے مطابق شیخ بہاؤ الدین زکریا المشہور بہاؤ الحق شیخ وجیہ الدین محمد بن کمال الدین علی شاہ قریشی کے بیٹے تھے جو ۵۶۵ھ مطابق ۷۰-۱۱۶۹ء کوٹ کروڑ تحصیل لیہ ضلع میانوالی میں پیدا ہوئے۔طفلی میں والد بزرگوار کا سایہ سر سے جاتا رہا۔حِلیۂ عقل و دانش سے مزیّن تھے۔توران اور عراق میں سفر کر کے علم حاصل کیا۔بغداد میں شیخ شہاب الدین سہروردی کے مرید ہوئے۔شیخ فرید شکر گنج (المتوفی ۶۶۴ھ مطابق ۱۲۶۵ء) اور میر حسینی (المتوفی ۷۱۷ھ مطابق ۱۳۱۷ء) آپ کے مرید تھے۔مطابق بیان الفضل آپ ۷ صفر ۶۶۵ھ مطابق ۷ نومبر ۱۲۶۶ء کو فوت ہوئے۔آپ کا روضہ ۱۸۴۸ء کے محاصرہ میں بالکل شکستہ ہو گیا جسے مخدوم شاہ محمد (المتوفی ۱۸۶۹ء) نے چندہ سے مرمت کرایا۔

ضلع ملتان میں شیخ بہاؤ الحق کے جانشین ملتان اور غوث پور تحصیل کبیر والا میں ہیں۔شیخ کی چھٹی پشت میں خاندان دو شاخوں پر منقسم ہو گیا۔بڑی شاخ میں سے جو شیخ یوسف حاکم ملتان (از ۱۴۵۳ء تا ۱۴۵۵ء) کی قائم کردہ ہے اصلی مخدوموں کی نسل تھی اور نیز (بعد ازاں کی تقسیم سے) بغداد کے قریشیوں کی بھی چھوٹی شاخ سے موجودہ مخدوم ہیں جو رشتۂ نکاح کے ذریعے اصل شاخ کے لاولد جانے سے انیسویں صدی کے پہلے حصے سے وارث ہوئے۔موجودہ مخدوموں کے مورثِ اعلیٰ شیخ حسین شاہ تھے۔ان کے

Marfat.com

دو بیٹے تھے۔مخدوم شیخ محمد اور شیخ پیر شاہ۔اول الذکر کے بعد مخدوم بہاول بخش سجادہ نشین ہوئے اور ان کے ۱۸۹۶ء میں لاولد فوت ہونے پر ان کے بھائی مخدوم حسین بخش صاحب عہدۂ سجادہ نشینی پر فائز ہوئے۔ انھوں نے دو فرزند چھوڑ کر انتقال کیا۔اب مخدوم مرید حسین (جو مجھ سے پانچ برس بڑے ہیں) سجادہ نشین ہیں۔شیخ کبیر ان سے دو برس چھوٹے بھائی کا نام ہے۔

شیخ پیر شاہ المتوفی ۱۸۹۷ء کے فرزند شیخ ریاض حسین چار بیٹوں کے باپ ہوئے یعنی

۱۔بھاون شاہ ۲۔ ولایت حسین ۳۔ مرتضٰی حسین ۴۔ پیر شاہ

بھاون شاہ کے بیٹے کا نام منظور حسین ہے۔ان کے مرید سندھ اور پنجاب کے جنوبی حصہ میں ہیں۔روضہ کے لیے مواضع جلیل۔فتوہل پور اور لابرو غیرہ میں جاگیر ہے۔

غوث پور کی شاخ صدر الدین کے بیٹے حیات شاہ اور مراد شاہ ہوئے۔انھوں نے ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں انگریزوں کی مدد کر کے پھل پایا۔یہ شاخ خوشحال مگر دولت مند زمینداروں پر مشتمل نہیں ہے اور اس کے افراد کے طور طریقے رؤسا جیسے نہیں۔

متوّلی درگاہ کی بادشاہی

شیخ یوسف قریشی متولی درگاہ غوث بہاؤالحق ۸۴۷ھ میں بادشاہ بنا دیے گئے۔خطہ مُلتان اور اوچ میں ان کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔مگر ان کے خسر رائے سہرہ نے (جو جماعت افغان لنگاہوں کا سردار تھا اور قصبہ سونی مع مضافات اس سے متعلق تھا) شیخ مذکور کو ۸۵۸ھ میں معزول کر کے لقب سلطان قطب الدین لنگاہ اپنی بادشاہی کا اعلان کر دیا اور سولہ برس حکومت کر کے ۸۷۴ھ میں فوت ہوا۔

لنگاہ افغانوں کی بادشاہی

ہماری خاندانی تاریخ کو قوم لنگاہ سے خاص تعلق ہے اور وہ تعلق پیری مریدی کا ہے سلطان حمید الدین حاکم کے حالات میں جو کتاب تذکرہ حمیدیہ ہے اس کے مؤلف شیخ شہر اللہ بن رحمتہ اللہ بن تماجی بن کالو لنگاہ اسی حکمرانِ قوم کے ذی علم فرد تھے۔انہی نے سلطان حسین لنگاہ کی درخواست پر مزار سلطان حاکم پر حاضر ہو کر سلطان موصوف کی مہمات میں کامیابی کی بشارت حاصل کی تھی اور دیدۂ باطن سے عالمِ مشاہدات میں لقائے مبارک حاکمی سے مشرف و ممتاز ہو کر حقائق کے لاینحل دقائق حل کیے تھے جیسا کہ

Marfat.com

انھوں نے دیباچۂ تذکرہ میں لکھا ہے۔

میں نے تذکرۂ حمیدیہ ۱۹۱۵ء میں ترجمہ کر کے شائع کرایا جو برادرم مخدوم محمد بخش صاحب کے ذریعے شہزادہ غلام علی فریدی نائب تحصیلدار رحیم یار خاں تک پہنچا۔ آپ نے ۱۱۔ جون ۱۹۲۳ء کو جو خط لکھا وہ درج ذیل ہے:

''نیاز مند جناب والا کا ایک نادیدہ غلام ہے امید ہے کہ آنحضرت اپنے بزرگان کے نام مبارک کا صدقہ میری التجا کو ضرور منظور فرمائیں گے اور مجھے ایسی کتب عاریتاً مرحمت فرمائیں گے جن سے حالات حضرت قبلہ شاہ شہر اللہ صاحب لنگاہ و حضرت قبلہ شاہ رحمت اللہ صاحب لنگاہ قدس سرہما معلوم ہو جائیں کہ غلام ان کی اولاد ہونے کا فخر رکھتا ہے۔ کمترین کے خاندان کو حضور کے خاندانِ عظام سے غلامی کا حق حاصل ہے۔''

صاحبِ مکتوب کے دل میں اپنے بزرگوں کے حالات دریافت کرنے کی ویسی ہی تڑپ ہے جیسی کہ ایک ذی علم کو ہونی چاہیے۔ میں نے جواب میں لکھا تھا کہ ہم شیخ شہر اللہ کے ممنون ہیں کہ انھوں نے ہمارے جدِّ اعلیٰ کے حالات قلم بند کر کے ہمیں بہرہ ور کیا مگر افسوس ہمارے پاس ان کے متعلق اور کوئی کتاب نہیں۔

سلطان حسین لنگاہ کے لیے جو کچھ کہ شیخ حامد سرمست نے اپنے مرید ملک ماچھی کھوکھر سے کیا وہ اسی کتاب میں کسی دوسری جگہ درج ہے۔

سلطان قطب الدین لنگاہ کی وفات کے بعد ۸۷۴ھ میں اس کا بیٹا شاہ حسین لنگاہ حکمران ہوا۔ اس نے غازی خان سے قلعہ سور فتح کیا اور پھر بھیرہ چنیوٹ اور خوشاب پر بھی تسلط جمایا۔ بعد ازاں کوتکر سے قلعہ دھن کوٹ کو تحت تصرف کیا۔ شاہ مہتاب الدین برادر شاہ حسین نے حاکمِ قلعہ کوٹ کروڑ کی بغاوت فرو کر کے بہلول لودھی کی فوج کا مقابلہ کیا جو ملتان پر چڑھ آئی تھی اور اسے شکست فاش دی۔

شاہ حسین کو کیچ مکران کے بلوچوں (شیر بچگان سلطان حاکم) سے بڑی تقویت پہنچی۔ اسی لیے اس نے سیت پور سے لے کر دھنکوٹ تک تمام ولایت ان کی جاگیر کر دی۔ ولایت بھکر۔ ٹھٹھہ کے درمیان کا علاقہ قوم سمہ سے آباد تھا۔ یہ جمشید کی نسل سے ہونے کی وجہ سے جام مشہور تھے۔ ان میں دو سرداروں نے باہمی مخاصمت کی وجہ سے سلطان حسین کی طرف رجوع کیا اور اس نے ان کو ولایت سور اور ولایت اوچ کی

Marfat.com

جاگیر عطا کردی۔

سلطان سکندر لودھی کا بھی ہمارے خاندان سے تعلقِ عقیدت تھا۔اس کی لنگاہ بادشاہ سے مخاصمت بزرگوں کو گوارہ نہ تھی۔سلطان سکندر کے ساتھ حضرت عبدالجلیلؒ کی دعائیں شامل حال تھیں۔اور شاہ حسین کے ساتھ سلطان حاکم کی۔جیسا کہ شیخ شہراللہ کو بشارت ہوئی لہٰذا دونوں بادشاہوں میں باعزّت صلح ہوگئی۔

الحمدللہ علی ذالک

سلطان حسین نے ۲۶ صفر ۹۰۸ھ کو رحلت کی۔اس کے بعد اس کا بیٹا فیروز شاہ تخت نشین ہوا۔اور اس کے بعد اس کا فرزند محمود شاہ جو ۹۳۱ھ میں فوت ہوا۔اور اس کے فرزند حسین ثانی سے مرزا شاہ حسین ارغون نے ۹۳۲ھ میں ملتان فتح کرلیا۔اس کے بعد ہمایوں کا پھر شیر شاہ اور سلیم شاہ سوری کا۔پھر اکبر کا اور پھر جہانگیر کا ولایت ملتان پر تسلط رہا تلک الایام نداولھا بین الناس۔

شاہانِ جام

شاہانِ جام میں سے ایک راجہ سے ہمارا خاندانی تعلق ہے اس لیے ان کا بھی مختصر ذکر کرنا ضروری ہے۔یہ سندھ کے حکمران تھے۔سندھ خلیفہ عبدالملک بن مروان کے عہد میں ۹۳ھ میں مفتوح ہوا۔حجاج بن یوسف نے سترہ سالہ نوجوان صلاح الدین محمد بن قاسمؒ بن عقیل ثقفی کو چھ ہزار کی جمعیت پر سردار مقرر کر کے اس ملک کی تسخیر کے لیے مامور کیا۔وہ شام سے شیرآز کے راستہ مکران آیا۔وہاں سے اس نے بلدۂ دیبل (قریبِ کراچی) کا جو برلبِ بحر واقع ہے رخ کیا اور اس کے قلعۂ سنگین کو جو آسمان سے باتیں کرتا تھا بزور شمشیر فتح فرمایا۔رائے داہر سے بڑے معرکے کے رن پڑے آخر راجہ اور اس کا پچاس ہزار لشکر تباہ ہوا۔اور ملتان تک تمام علاقہ مسلمانوں نے زیرِ نگیں کرلیا۔

ابن قاسمؒ کے بعد اولاد تمیم انصاری سے ایک جماعت ملک سندھ پر حکمران رہی۔ان کے بعد اس علاقہ کے زمیندار جنھیں سومرکان کہتے تھے۔سو برس تک اس ملک پر متصرف رہے۔پھر زمینداروں ہی میں سے طبقہ سمگان کو بہ امداد شاہ محمد تغلق غلبہ حاصل ہوا جو شاہانِ جام کے نام سے مشہور ہوئے۔ان کے عہد میں اکثر شاہانِ اسلام غزنی، غور اور دہلی سے حملہ کر کے انھیں مغلوب کرتے رہے مگر موقع پا کر یہ زمیندار سر اٹھاتے اور اقتدار حاصل کر ہی لیتے۔حتیٰ کہ سلطان ناصرالدین قباچہ نے سندھ کو اپنی مملکت قرار دیا۔اور

Marfat.com

اس نے اپنے نام کا سکہ اور خطبہ جاری کیا۔ جب خراسان، غزنی اور غور میں چنگیز خاں نے تہلکہ برپا کیا تو ان علاقوں کے اکابر واصاغر کو اس سلطان نے پناہ دی اور انعام واکرام سے مالا مال کر دیا۔ انہی چنگیزیوں نے ۶۲۰ھ کے بعد کیچ مکران کو تاخت وتاراج کیا۔

شاہانِ جام کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ جام افزاء: مدت حکومت تین سال

۲۔ جام جونا برادر: مدت حکومت ۱۴ سال

۳۔ مانی پسرش: مدت حکومت ۱۵ سال - اس کی ۷۶۲ھ میں سلطان فیروز شاہ سے لڑائی ہوئی۔ آخر اطاعت مزید رہا ہوا۔

۴۔ تماجی: مدت حکومت ۱۷ برس

۵۔ صلاح الدین: حکومت ۱۱ برس

۶۔ نظام الدین: مدت حکومت دو برس

۷۔ علی شیر : مدت حکومت ۶ برس

۸۔ فتح خاں بن سکندر: مدت حکومت ۱۵ برس

۹۔ تغلق بن سکندر: مدت حکومت ۲۸ برس

۱۰۔ مبارک: مدت حکومت چند روز

۱۱۔ اسکندر بن فتح خاں: مدت حکومت ڈیڑھ برس

۱۲۔ سنجر: مدت حکومت ۸ سال۔ جو سلطان حسین لانگاہ کا معاصر تھا۔ اس کے عہد میں شاہ بیگ ارغوں نے قندھار سے سندھ پر حملہ کیا۔

۱۳۔ نظام الدین المشہور بہ جام نندا:

۱۴۔ جام فیروز پسرش:

۹۳۰ھ میں شاہ بیگ کے بعد شاہ حسین اس کا بیٹا ۹۳۰ھ سے ۹۶۴ھ تک حکمران رہا۔ اور اس نے ہمایوں کی کچھ پیش نہ چلنے دی۔ اس کے بعد سندھ کی حکومت پر شاہ بیگ کی فوج کے ایک ترکمان میرزا عیسیٰ ترخان نے تصرف حاصل کیا اور ۹۷۵ھ تک اس ملک پر حکمران رہا۔

Marfat.com

راجہ جام کی بیٹی سے سلطان حاکمؒ کی شادی

شیخ شہراللہ، شیخ جمال الدین اُچی خلیفۂ شیخ رکن الدین ملتانی کے ملفوظہ سے نقل کرتے ہیں کہ سلطان التارکین غایت مستی وشوق سے رات دن صحرا میں رہتے تھے۔ ایک دن جام ہندو عرف وہڑ پسر رائے دیون جو رائے پتھورا کا بھانجا تھا اور جو حسب قول شیخ شہراللہ مضافات کے ایک شہر کا والی تھا اور حسب تحریر پیر فرح بخش ملک سندھ کی تمام ریاست اس کے قبضۂ اختیار میں تھی۔ شکار کھیلتا ہوا شدتِ تشنگی سے بیتاب ادھر آنکلا اور آپ سے پانی مانگا آپ نے کوزہ (جس سے کہ آپ وضو کرتے تھے) اسے دے دیا۔ خدا کے فضل سے اس میں برکت ہوئی۔ چنانچہ جام کے گھوڑوں تک نے سیر ہوکر آب نوش کیا اور وہ کوزہ جوں کا توں بھرا رہا۔

جام نے عرض کی کہ میرے لائق کوئی کام ہو تو ارشاد فرمائیں۔

آپ نے فرمایا کہ اپنی بیٹی مجھے دے دو۔ کیونکہ مشیتِ ایزدی میں اس کا میری زوجیت میں آنا مقدر ہے۔

جام چونکہ وعدہ کر چکا تھا اس لیے فوراً جواب دے دینا اس کے لیے مشکل تھا۔ اس نے کہا آپ کل آجائیں ایسا ہی ہوگا۔

آپ حسب وعدہ پہنچے۔ جوابِ پیغام آیا کہ جام صاحب سوئے پڑے ہیں۔ آپ اس بہانہ سے مطلع ہوکر غضب ناک ہوئے اور یہ دوہڑہ پڑھا ؎

ستا جام لیتا پشدی پاسی
اللہ کنو منگ کر پیٹ پیروت آسی

شیخ فرح بخش اس دوہڑے کو یوں لکھتے ہیں ؎

سُتا جام نہ اُٹھدا پیا بھندا پاسے
اللہ کولوں منگ کے پیٹ پیڑوت آسے

اس کا مفہوم یہ ہے کہ جام بستر پر پڑا یونہی کروٹیں بدل رہا ہے ہم نے خدا سے دعا کر کے اس کو دردِ شکم لگا دیا۔ اب خود بخود آجائے گا۔ چنانچہ اسے فوراً ایسے سخت پیٹ درد نے آپکڑا کہ جان کے لالے پڑ

Marfat.com

گئے۔ اسے معلوم ہو گیا کہ یہ سلطان حاکمؒ کی ناراضی کی وجہ سے ہے پس فوراً کہلا بھیجا کہ میرے لیے دعائے شفا کریں۔ میں تعمیل کو حاضر ہوں۔ بشرطیکہ آپ بادشاہوں کے لائق سا چک کا انتظام کر دیں۔

حضرت حاکمؒ نے چند لعل و مروارید اور زر و نقرہ بھیج دیا۔ وزیر حیران رہ گیا اور آپ کو ٹالنے کی ایک اور تدبیر سوچی۔ وزیر سے کہا کہ تو دعویٰ کر کہ یہ چیزیں تو میری چوری شدہ ہیں۔ آپ نے یہ دعویٰ سن کر فرمایا۔ بہت اچھا۔ یہ سب کچھ وزیر لے لے اور تُو اے جام! دیکھ سامنے صحرا کی طرف۔ دیکھا تو وہ تمام پُر از زر و جواہر تھا۔ فرمایا۔ جتنا درکار ہے سا چک کے لیے لے لے۔ آخر کار یہ جام مسخر و مطیع ہو گیا اور اپنی بیٹی کی شادی آپ سے کر دی۔ اس بی بی کا نام پتر آئی تھا۔ اس سے آپ کے ہاں ایک فرزند تولد ہوا جس کا نام تاج الدین رکھا گیا۔ یہ واقعہ بی بی فاطمہ دختر شیخ بہاؤالدین زکریاؒ ملتانی کی وفات سے پہلے کا ہے۔

نوٹ: ۱۔ سابقہ صفحے میں شاہانِ جام کی فہرست دی گئی ہے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے تین چار جام ہندو ہی تھے۔ پانچویں کا نام صلاح الدین خالص اسلامی ہے ممکن ہے کہ بی بی پتر انی کے والد کا نام افرا ہو یا جونا۔

۲۔ بہاول پور گزیٹیئر میں پتر آئی کو سلطان شمس الدین التمش کی بیٹی لکھا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی تحریر کیا ہے کہ اس کا اصلی نام عائشہ تھا اور یہ کہ سلطان موصوف نے سات ہندو قوموں کے آدمی بطور غلام جہیز میں دیے تھے۔ ۱۔ کناڑل کمھار ۲۔ لکھ میراثی ۳۔ ردھا حجام ۴۔ کنٹا باورچی ۵۔ ہس مہاجن ۶۔ ٹوٹن ملاح ۷۔ کنگے بنیا

علاوہ ازیں جو اشخاص بطور دربان ساتھ آئے تھے وہ اب تک ملک کہلاتے ہیں ان کی اصل ذات پلہار اور ملیار تھی جو راموتھ کی ایک شاخ ہے۔ سلطان التارکین نے یہ سب کے سب آزاد کر دیے اور انھوں نے بطور شکر گزاری اسلام قبول کر لیا۔ ان سب قوموں کے جانشین اب تک سومبارک اور اس کے مضافات میں پائے جاتے ہیں۔

مجھے بہاول پور گزیٹیئر کے بیان کے تسلیم کرنے میں کلام ہے کیونکہ ۱۔ پتر انی کسی مسلمان کی بیٹی کا نام نہیں ہو سکتا ۲۔ مسلمان تمام خادم ہندو ہی جہیز میں نہیں دے سکتا لہٰذا صحیح وہی ہے جو شیخ شہر اللہ نے بیان کیا ہے۔

علاوہ ازیں سلطان حاکم کی کلیات گلزار میں بی بی عائشہ کا ایک مرثیہ درج ہے مگر اسے بنتِ قاضی

Marfat.com

وحیدالدین احمد نے لکھا ہے جس سے معلوم ہوا کہ بی بی عائشہ نہ جام کی بیٹی تھی نہ سلطان التمش کی۔ بتر انی ضرور راجہ جام کی دختر تھی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

مرثیہ بی بی عائشہ بنت قاضی وحیدالدین احمدؒ

عالمے تازہ شد بوقتِ بہار چہ کنم بے جمال تو چہ کنم
در شگفتہ است ہر طرف گلزار چہ کنم بے جمال توچہ کنم
وقت نقش و نگار بستان است ابر چوں چشم نیک گریان است
گل چو رویت اگر چہ خندان است چہ کنم بے جمال توچہ کنم
چو عروساں بہ جلوہ اندر گل کرد بلبل ز عشق گل غلغل
غلغلِ بلبل و خوشی گل و مل چہ کنم بے جمال توچہ کنم
ہست نرگس چو چشم مرغوباں سرخ گل ہم چو لعل محبوباں
سبزۂ سبز چوں خطِ خوباں چہ کنم بے جمال توچۂ کنم
اے زاہلِ مرا مزید حیات بے تو تلخ است جملۂ لذات
شکر و شہد بلکہ آبِ حیات چہ کنم بے جمال تو چہ کنم
تا شدم من زبوئے زلفت دور ہمچو موئے تو درہم و رنجور
نکہتِ مشک و عنبر کافور چہ کنم بے جمال تو چہ کنم
اے مرا بے رخت چو زنداں باغ ز آتش ہجر تست در دل داغ
جائے تو گر بود ہزار چراغ
چہ کنم بے جمالِ تو چہ کنم

سلطان حاکمؒ کا فقر وفاقہ

۱۔ شیخ شہراللہ سید جلال جہانیاں سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت حاکم کو بادشاہی ترک کرنے کے دن سے ہی ہدایتِ سلوک اور صفائیِ قلب حاصل ہوگئی تھی۔ ایک دفعہ آپ کی زوجہ بی بی لطیفہ بانو بنتِ حیدر علی کو بیماری صعب لاحق ہوگئی تو آپ نے فرمایا کہ مجھے تم سے دنیا کی بو آتی ہے جب تک

Marfat.com

اسے راہِ حق میں خیرات نہ کردو گی شفا نہ پاؤ گی۔ ان کے پاس مروارید کی ایک تسبیح تھی جس کا ہر دانہ درّ یتیم تھا۔ جب بی بی نے وہ درویشوں کو دے دی رب شافی نے فوراً شفا بخش دی۔

۲۔ حضرت شیخ جمال اچیؒ سے منقول ہے کہ سلطان التارکین فقر و فاقہ میں بسر کرتے تھے۔ کئی دن کے فاقہ سے بی بی فاطمہ دختر حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی اور پسر نورالدین بھی سخت نڈھال ہو گئے۔ آخر بی بی نے ناچار ہو کر بھوک کی شکایت کی۔ آپ نے مصلّے کا ایک سرا اٹھا کر ایک انمول موتی نکال دیا۔ ایک گھڑی بعد اس رابعۂ زمانہ پر خواب طاری ہوئی۔ دیکھا کہ ایک بڑا عظیم الشان محل ہے جس کا کنگرہ غائب ہے۔ دریافت پر معلوم ہوا کہ یہ سلطان حاکم اور ان کے اہل بیت کا گھر ہے اور اس کا کنگرہ اس موتی کی وجہ سے اڑ گیا ہے جو اس نے دنیا میں لے لیا ہے۔ آپ نے بیدار ہو کر وہ درّ یتیم واپس کر دیا کہ میں اپنے بہشتی محل کو بدزیب نہیں کرنا چاہتی۔

۳۔ حضرت شیخ حسن افغان سے منقول ہے کہ یہی بی بی فاطمہ اپنے بھائی شیخ صدرالدین عارف کے گھر گئیں آپ نے ان کے بستر کو خالی پایا اور دیکھا کہ بوریے پر سوئی پڑی ہیں۔ بھائی نے پوچھا بہن! بستر چھوڑ کر آپ نے بوریا کیوں اختیار کیا۔

بولیں۔ مجھے ایسی ہی عادت ہے کیونکہ آپ کے بہنوئی (سلطان حاکم) چار رکعت نماز میں تمام رات بسر کر دیتے ہیں اور ہر رکعت میں قرآن شریف ختم کر دیتے ہیں اور اس سے فارغ ہو کر اکثر مراقبے یا سجدے میں پڑے رہتے ہیں۔ اور شاذ و نادر ہی لیٹتے ہیں۔ ایک دن میں نے سر تلے تکیہ رکھ دیا تو بولے شیخ کبیر کی صاحبزادی ہو کر ایسی حلاوتِ نفس پسند کرتی ہو؟

۴۔ شیخ حسن موصوف سے ایک اور روایت مذکور ہے ک سلطان محمد عادل نے سلطان التارکین کی خانقاہ کے لنگر کے لیے اسّی گاؤں جاگیر کر دیے۔ آپ نے فرمانِ شاہی یہ لکھ کر واپس کر دیا کہ غنا سے فقیری اچھی ہے۔ آدمی دو روٹی کے لیے کیوں در بدر ہو۔ میں تو اس جاگیر کو اپنے مصرف پر خرچ کر دوں گا مگر ممکن ہے میری اولاد نہ کرے۔ میں اسے کیوں ابتلا میں ڈالوں۔

جو کچھ آپ کے پاس ہوتا اسے ایک رات بھی پاس نہ رکھتے۔ کسی سے کچھ نہ مانگتے اور تیرہ تیرہ روز فاقہ میں گزار دیتے اور آپ کا بھید کوئی نہ جانتا۔

۵۔ بہاول پور گزیٹیئر میں ہے کہ سلطان شمس الدین التمشؒ نے ایک بڑا علاقہ ملتان اور بھکر کے مابین

Marfat.com

آپ کی جاگیر کر دیا۔ جب آپ اوچ پہنچے تو دیکھا کہ ایک شیخ مدہوشِ خمر پڑا ہے اس کا نام سید بدیع الدین تھا جسے ایک چاہ کا پروانۂ جاگیر ملا تھا فرمایا افسوس ایک چاہ کی جاگیر کا یہ بد اثر ہے اور اس قدر جاگیر جو مجھے ملی ہے یہ میری اولاد کی بربادی کا سبب کیوں نہ بنے گی۔ پس آپ نے وہیں اپنی جاگیر کا پروانہ چاک کر دیا۔

۶۔ شیخ جمال اُچی سے منقول ہے کہ آپ کے سمدھی خط تمیم قلیچہ نے شیخ نورالدین کے ساتھ اپنی بیٹی بعد نکاح رخصت کرتے وقت جو کچھ از قسم مال و متاع واسپ و شتر دیا۔ وہ آپ نے مومبارک میں آ کر تمام درویشوں اور محتاجوں کو دلا دیا۔

۷۔ شیخ عثمان سیاح سے نقل ہے کہ ایک دفعہ سلطان غیاث الدین تغلق آپ کی ملاقات کو آیا۔ آپ خرقہ میں پیوند لگا رہے تھے۔ وقتِ دست بوسی بادشاہ کے دل میں حقارت سی پیدا ہوئی جو خدا کو منظور نہ تھی۔ فوراً بادشاہ کے پیٹ میں سخت درد پیدا ہوا۔ اور وہ ماہیِ آب کی طرح تڑپنے لگا اور عرض کیا کہ میرا قصور معاف فرمائیں۔

آپ نے فرمایا۔ آدھی بادشاہی لکھ کر دو گے تو افاقہ ہوگا۔

بادشاہ نے کہا منظور ہے آپ نے اپنا جوتا اس کے شکم پر رکھ دیا۔ معاً اس سے ایک گوز صادر ہوا اور اسے شفا ہوگئی۔

بادشاہ نے کہا۔ نصف پادشاہی مبارک۔

آپ نے متبسم ہو کر فرمایا جس شے کی قیمت ایک گوز ہو میں اسے کس طرح قبول کروں۔

۸۔ شیخ عثمان سیاح ہی سے منقول ہے کہ ایک دن سلطان حاکم، مخدوم جہانیاں، سید فخرالدین عراقیؒ اور شیخ جمال اُچیؒ ایک حجرہ میں مشغولِ عبادت تھے کہ دنیا صاحبِ جمال عورت کی شکل میں میٹھی روغنی روٹیاں لے کر حاضر ہوئی۔ سلطان حاکم نے اس کی طرف جوتا پھینکا اور منہ موڑ لیا۔ شیخ فخرالدین عراقیؒ نے بھی التفات نہ کی۔ مخدوم جہانیاںؒ نے دو روٹیاں اٹھالیں او کہا اپنے لیے نہیں بلکہ اپنی اولاد کے لیے لی ہیں۔ اسی دن شیخ رکن الدین ملتانیؒ نے آپ کو بلا بھیجا۔ راہ میں جو کوئی ملتا یہی کہتا کہ سلطان التارکین آرہے ہیں۔ اس خطاب سے سرفراز ہونے کی یہی وجہ تھی اسی دن شیخ رکن الدینؒ نے فرمایا۔

Marfat.com

''میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی کہ آپ کی اولاد میں کوئی
شخص برص اور نامردی کی زحمت میں مبتلا نہ ہوگا''

(خاکسار نامی اکثر اہل برادری کو جانتا ہے بربنائے مشاہدہ تصدیق کرتا ہے کہ اللہ کے فضل سے ہم میں نہ کوئی کوڑھی ہے نہ نامرد۔)

نوٹ

حضرت حاکمؒ کے فقر وفاقہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے وہ ان کے کمال زہد واتقا پر دال ہے اور فنافی الرسول ہونے کی علامت ہے۔ اسی طریق پر حضرت ابوبکر صدیق اکبرؓ، حضرت عمر فاروق اعظمؓ، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اور حضرت ابراہیم ادھمؒ جیسے بزرگوار گامزن رہے۔ یہ ہر کسی کا کام نہیں کہ جو کچھ ملے مساکین محتاج کو دے دے اور خود بمعہ عیال واطفال تنگی میں عمر بسر کرے۔ ایسا وہی کر سکتے ہیں جن میں قدرت نے مادۂ ایثار بدرجۂ کمال ودیعت کیا ہو ورنہ عام طور پر لوگ پہلے اپنے اور اپنے بال بچوں کے آرام کا خیال کرتے ہیں۔ پھر دوسروں کا اور حکم شریعت اس کے خلاف بھی نہیں مگر فتویٰ اور چیز ہے اور تقویٰ اور۔

سلطان حاکم نے غیر عورت کو کیا جواب دیا؟

شیخ عثمان سیاحؒ سے منقول ہے کہ ابتدائے حال میں سلطان التارکین سب کچھ ترک کر کے کعبہ شریف جانے کی نیت سے جہاز پر سوار ہوئے۔ جب طوفان خیز سمندر میں پہنچے تو جہاز سخت خطرے میں پڑ گیا۔ سب مسافر جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ ناخدا نے کہا یہ سمندر ایک آدمی کی قربانی مانگتا ہے۔ کون ہے جو دوسروں کو بچانے کے لیے اپنی جان پر کھیل جائے۔

یہ سنتے ہی سلطان التارکین نے اپنے کو نذرِ بحر کر دیا۔ درگاہِ باری تعالیٰ میں ان کا یہ ایثار مقبول اور سعی مشکور ہوئی۔ موج کو حکم ہوا کہ انھیں بہ آرام اٹھا کر صحیح وسلامت کنارے پر ڈال دے۔ وہاں آپ نے دیکھا کہ بہت سے انسانوں کی ہڈیاں پڑی ہیں نصف رات گزری تھی کہ ایک نہایت خوبصورت عورت آپ کے پاس آئی اور کہنے لگی۔ بندۂ خدا آؤ۔ میں اور آپ زندگی کے دن اس ہولناک مقام پر اکٹھے بسر کریں۔ پھر ایک گھڑی بعد اس نے خواہشِ بد کا اظہار کر دیا۔

Marfat.com

آپ نے فرمایا۔ سن اے بدکار! اگر تو مجھ سے بڑی ہے تو بمنزلہ میری ماں کے ہے اگر ہم عمر ہے تو بہن کی بجا ہے اور اگر چھوٹی ہے تو میری بیٹی کی جگہ ہے۔ خبردار۔ میرے نزدیک نہ آنا۔
یہ سن کر وہ غائب ہوگئی۔ اور ہاتف نے آواز دی کہ مبارک ہو حاکم! کہ تم اس ابتلا میں ثابت قدم رہے۔ ورنہ تمھاری ہڈیاں بھی یہاں ویسی ہی پڑی ہوتیں جس طرح تم سے پہلے یہاں وارد ہونے والوں کو پڑی ملتی ہیں۔ جو آیا اس قحبہ سے ملوث ہوا اور دیوانہ ہوکر مر گیا۔ رسیدہ بود بلائے دلے بخیر گزشت۔

سبق

بزرگوں کے حالات غور سے مطالعہ کر کے ہمیں سبق حاصل کرنا چاہیے کہ انھوں نے کیسے زہد اور پرہیز گاری سے زندگی بسر کی۔ دنیا کو آخرت کے مقابلہ میں ہیچ جانا۔ اور غیر عورتوں کو اپنی ماں، بہن اور بیٹی تصور کر کے حرام سمجھا۔ اگر ہم ان حقائق سے سبق حاصل نہ کریں تو ہمارا یہ فخر بے معنی ہے کہ ہم ان کی اولاد ہیں یا مرید ہیں کیونکہ سپوت وہی ہے جو باپ کے نقشِ قدم پر چلے اور صادق الیقین مرید وہی ہے جو پیر کے اقوال و اعمال کے مطابق عمل کرے۔

تصانیفِ حضرت حاکمؒ

شیخ شہر اللہ شیخ عثمان سیاحؒ سے نقل کرتے ہیں کہ سلطان التارکین کی تصانیف ایک سو بیس کتابیں ہیں مثلاً

فقہ میں بخارا۔ صرف میں پنج گنج (جو بازاروں میں مطبوعہ ملتی ہے اور اس پر مصنف کا نام درج نہیں)۔

تفسیر میں نیام اور نظم میں گلزار (جو کتب خانہ اشرفیہ میں تھی اور میں نے اس کے بعض حصہ کی نقل بھی کی تھی اور اس میں سے دعائے منثور حضرت توختہؒ کے حالات بابرکات میں اور چند نظمیں تذکرۂ حمیدیہ میں شائع کی تھیں۔ اگر یہ تمام کتاب جو نقل در نقل سے غلط ہوتی رہی ہے صحیح کر کے چھاپ دی جائے تو بڑا نیک کام ہے۔ برادرم مخدوم روشن چراغ صاحب توجہ کریں تو کام مشکل نہیں)

مؤلفِ تذکرۂ حمیدیہ لکھتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ جام دتن عرف دہڑ کو جو فاسق تھا جنت میں دیکھا اور پوچھا کہ تجھے بہشت میں بار کس طرح مل گیا۔ اس نے جواب دیا کہ میں سلطان التارکین

Marfat.com

حمید الدین حاکم کا مصنفہ معراج نامہ اور مولد نامہ جو ہندی زبان میں ہے ہمیشہ پڑھا کرتا تھا۔ اسی برکت سے داخلِ خلد ہوا ہوں۔ (آہ یہ مقبول تصانیف بھی ہمارے پاس نہیں۔ نامی)

تاریخِ وصال حضرت سلطان التارکینؒ و دیگر بزرگان خاندانِ سہروردیہ

حضرت شاہ راجو قتالؒ سے نقل ہے کہ ملتان میں یہ بات مشہور ہوگئی کہ اس کی ایک طرف غرق ہونے کو ہے۔ ایک درویش نے سلطان حاکم سے آکر عرض کیا کہ حضرت یہ کیا مشہور ہو رہا ہے۔ آپ نے فرمایا کچھ بات نہیں۔ ہاں ان دنوں ایک شخص رحلت کر جائے گا۔ آخر سات دن بعد آپ رہگرائے عالم جاودانی ہوگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کی تاریخ وفات میں ویسا ہی اختلاف ہے جیسا کہ دیگر بزرگوں میں اور میں نے سب کا ذکر تذکرۂ حمیدیہ کے صفحہ ۳۸ میں کر دیا ہے مگر ۱۲ ربیع الاول (عید میلاد النبی ﷺ) صحیح سمجھنا چاہیے اور عمر وغیرہ کے متعلق قطعۂ مندرجہ ذیل ؎

پرسی از سالِ وفات و عمر آں شاہِ کبیر ۔۔۔ شیخ حاکم تارک جاہ و حشم تاج و سریر

یک بہ یک گویم بہ تو لیکن بگوشِ جان شنو ۔۔۔ کن بلوحِ دل رقم ایں نکتہ ہائے دلپذیر

۵۷۰ ۔۔۔ ۱۶۷ ۔۔۔ ۷۳۷ھ

شرع تولیدش بداں سلطان زاہد سالِ عمر ۔۔۔ سال فوتش واں ولی خاص اے روشن ضمیر

اس حساب سے آپ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ سے ۱۰۵ برس بعد۔ شیخ بہاؤ الدین زکریاؒ ملتانی سے ۶۷ سال بعد۔ شیخ سعدیؒ شیرازی سے ۴۶ سال بعد۔ شیخ صدر الدینؒ سے ۵۳ سال بعد۔ شیخ فخر الدین عراقیؒ سے ۴۹ سال بعد۔ شیخ حسن افغان سے ۴۸ سال بعد۔ شیخ جلال سرخ بخاریؒ سے ۴۷ سال بعد۔ میر حسینیؒ سے ۲۰ سال بعد۔ شیخ احمد معشوقؒ سے ۱۴ سال بعد۔ شیخ رکن الدین ابوالفتح سے ۲ سال بعد۔ شیخ کبیر الدین عراقیؒ سے ۳۷ سال بعد۔ سید جلال مخدوم جہانیاںؒ سے ۴۸ سال بعد واصل بحق ہوئے اور سید وجیہہ الدین عثمان سیاحؒ سے ایک برس پہلے اور سید صدر الدینؒ راجو (راجن) قتال سے نوے برس پہلے فوت ہوئے۔

پہلے آپ کو ملتان میں شیخ رکن العالمؒ کے روضہ میں دفن کیا گیا اور پھر ایک برس بعد موّ مبارک میں لے گئے۔ تمام اہالیِ ملتان نے مشاہدہ کیا کہ آپ کا صندوق مشک وعنبر سے بنا ہوا ہے۔ اور آپ کے کفن میں

Marfat.com

گل وعنبر پایا گیا۔ اس دن شیخ جمال آچ میں تھے۔ سلطان شاہو لودھی آپ کے سمدھی نے خواب میں دیکھا کہ چلتے اور کہتے جاتے ہیں کہ میں من وتو اور ایں وآں کے پردے سے گزر گیا۔

مفتی غلام سرور لاہوری گنج تاریخ میں سلطان حاکم کے متعلق لکھتے ہیں کہ حمید الدین حاکم بن سلطان بہاؤالدین بادشاہ کیچ مکران بن سلطان قطب الدین بن رشید الدین بن شیخ بوعلی بن علی رضا موسیٰ ہکاری بن ابوطاہر بن شیخ ابوالحسن علی ہکاری بن شیخ محمد بن شیخ یوسف بن شیخ شریف عمر بن عبدالوہاب بن ابو سفیانؓ بن حارث قریشی اصحاب جناب رسالت مآب ﷺ۔ خواجہ رکن الدین ملتانیؒ کے خلفا میں سے ہیں آپ صاحبِ مقاماتِ بلند تھے۔ آپ کا مزار قصبہ مو مضافاتِ ملتان میں ہے۔ آپ نے ایک سو ساٹھ سال عمر پائی۔

حامدِ اکبر حمیدالدین ولی حاکم دین نبی المرسلین ﷺ
۵۷۰

گو حمیدالاولیا حاکم رفیع سردارا تولیدش از روئے یقین
۵۷۰

پس حمیدالدین سلطان الکبیر کن رقم تولیدِ آں نورالمبین
۵۷۰ ۵۷۰

بادشہ سلطان حق یا عرش خواں سال تولیدش بقول متقین

ہست سالِ ارتحالِ آن جناب
محسن و حاکم حمیدالعارفین
۷۳۷

☆☆☆

حکومتِ کیچ مکران کے متعلق موجودہ سردارِ اعظم مکران کی تصریح

آج کل مکران کے سردار اعظم سردار بہادر سردار بائیخاں صاحب ہیں جو سردار بہادر میر محراب خاں صاحب کے بھتیجے اور نواب صاحب قلات میر اعظم خاں صاحب کے داماد اور سردار میر محمد حسن خاں صاحب کے بھانجے اور میر گہرام خاں میجر رسالدار لیویز مکران و میر شیر دل خاں صاحب کے عمہ زاد ہیں۔ آپ نے سلطان حمید الدین حاکم اور ان کے اب وجد کی حکومت کیچ مکران کے متعلق ۱۹۲۹ء میں ایک خط سجادہ نشین صاحب مومبارک کو لکھا تھا اور بعد ازاں مجھے بھی پنجگور سے ۲۱ مئی ۱۹۳۱ء کو یاد فرمایا اور میرے

Marfat.com

استفسارات کے جواب دینے کا وعدہ کیا مگر مسکین بے چارہ از یادرفت بہر حال جو کچھ انھوں نے لکھا تھا درج ذیل ہے:

ترجمہٴ فارسی

''دوسری صدی ہجری میں بلوچ اقوام نے جو مضافاتِ ایران یعنی حدود کرمان وسیستان میں بسر کرتے تھے اس کشاکش کی وجہ سے جو ان میں اور سلطان بدرالدین حاکم سیستان میں میں واقع ہوئی بڑے کشت وخون کے بعد نقل مکانی کر کے کیچ مکران کی سمت رخ کیا۔ مکران میں اس وقت علیحدہ مستقل حکومت قائم تھی مرکزِ خلافت سے بُعد تھا۔ کسی طرح کی مدد بھی نہیں پہنچ سکتی تھی اس لیے بلوچوں نے چیرہ دستی کر کے حکومت مکران پر قبضہ جمالیا اور دوسو سال برابر خود مختار بادشاہ بنے رہے۔ پھر خانہ جنگی کی وجہ سے متفرق فرقہ فرقہ ہوگئے۔ اللہ کی عنایت سے مشائخ ہکاری اہل مکران کی ہدایت و رہنمائی کے لیے کیچ مکران میں داخل ہوئے۔ اس وقت حکومتِ مکران ہوت بلوچ اقوام کی زیرنگیں تھی۔ چونکہ قریش[1] عرب سے تھے اس لیے ہکاری مشائخ کی کرامات کے اثرات ان میں جلد موثر ہوگئے اور انھوں نے بطیّب خاطر سلطان العارفین سلطان بوعلی کو اپنا حاکم تسلیم کرلیا۔ ان کے بعد ان کے فرزند رشیدالدین اور پھر ان کے بیٹے سلطان قطب الدین سریر آرا ہوئے۔

سلطان قطب الدین کے عہد میں سید احمد توختہ ترمذی ترمذ شریف سے لاہور جانے کے ارادہ سے کیچ مکران کی راہ سے گزرے ان کے ہمراہ دو نظیفہ عفیفہ دختران تھیں۔ موسومتان بی بی ہاج و بی بی تاج۔ ہاج (حاج؟) کو آپ نے شہزادہ سلطان بہاؤالدین کے نکاح میں دے دیا اور پھر وہاں سے اپنی منزلِ مقصود کی طرف روانہ ہوگئے۔ بی بی حاج کے بطن سے سلطان حمیدالدین وسلطان جمال الدین پیدا ہوئے۔ سلطان حمیدالدین خردترین تھے۔ ابھی سن تین سال ہی تھا کہ ان کی والدہ ماجدہ نے داعیِ اجل کو

---

[1] بلوچ اپنے آپ کو امیر حمزہؓ کی اولاد سے بتاتے ہیں حالانکہ ان کا صرف ایک ہی بیٹا تھا عمارنامی جس نے بقول ابن قتیبہ صفحہ ۶۹ کوئی اولاد نہیں چھوڑی اور ایک بیٹی تھی ام ابیہا جس کا عقد عمر بن ابی سلمہ المخزومی سے ہوا تھا۔ منٹگمری گزیٹیئر میں لکھا ہے کہ بلوچ عباسیوں کے قتل سے بھاگ کر بغداد سے کیچ مکران چلے آئے تھے بہر حال بلوچ ایسی قوم ہے جو ہمارے خاندان کے ارادت مندوں میں شامل ہے۔ سلطان حاکم نے انھیں اپنے شیر بچے کے خطاب سے پکارا تھا۔

Marfat.com

لبیک کہا۔ سلطان قطب الدین بھی اس عرصہ میں دولتِ فانی کو وداع فرما کر دولتِ جاودانی کی سمت راہی ہو گئے۔ اور ان کی جگہ ابوالغیث حمید الدین حاکم کے پدر بزرگوار یعنی سلطان بہاؤالدین حکومتِ کیچ مکران کی مسندِ فرماں فرمائی پر متمکن ہوئے۔ دس سال کی حکومت کے بعد جاذبِ حقیقی کے جذب سے سلطنتِ ظاہری ترک کر کے حقیقی دولت کے طالب ہوئے۔ اور ظاہری سلطنت اپنے بھائی سلطان شہاب الدین کے حوالے کر کے حج بیت اللہ اور مسجد نبوی ﷺ کی زیارت کو روانہ ہو پڑے۔ حج و زیارت روضہ نبوی ﷺ کے فرائض سے فارغ ہو کر حالتِ تجرید و تفرید میں یمن اویسی کی سیاحت کر کے کیچ مکران میں تشریف لائے۔ آپ اپنے گھر ہی میں آرام فرما ہوئے۔ آپ کا مزار مبارک کیچ مکران کے پایۂ تخت عالی شان قلعہ میری[1] کے قریب ہے۔

سلطان شہاب الدین نے دو سالہ حکومت کے بعد وفات پائی۔ آپ کے دو خلف نامدار باقی رہے ایک امیر ابوالبقا اور دوسرا ملک سرور۔ پس حکومت بہ عنایتِ الٰہی حضرت سلطان التارکین ابوالغیث حمید الدین حاکم کے زیرِ نظر آئی۔ آپ نے ۲۲ سال بہ کمالِ عدل و انصاف حکومت کی بعدہٗ جذبِ جاذبِ حقیقی سے ترکِ سلطنت کر کے حکومت ابوالبقا کے زیبِ تحویل فرمائی اور خود اپنے جدِّ مدری سید احمد توختہ کے پاس جو تا حال موجود تھے لاہور تشریف لے آئے۔"

افسوس اس سے آگے کرم شاہ صاحب نے یہ لکھ کر مضمون ختم کر دیا ہے کہ "باقی آپ کو وقتِ ملاقات جناب میر بائی خاں صاحب کے روبرو معلومات اس سے زیادہ ہوں گی۔"

ع اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

اس کے بعد میں نے کئی خط میر صاحب کو بھی لکھے اور سجادہ نشین صاحب کو بھی مگر کچھ حاصل نہ ہوا میر صاحب نے میری طرف ایک ہی خط لکھا جس میں تحریر فرمایا کہ:

"میں دسمبر ۳۱ء یا جنوری ۳۲ء کو کوئٹہ جاؤں گا۔ وہاں پہنچنے پر آپ کو اطلاع دی جائے گی امید ہے کہ آپ وہاں قدم رنجہ

---

[1] تذکرۂ حمیدیہ وغیرہ میں سلطان بہاؤالدین کا مزار مبارک اور ان کے دو صاحبزادوں کی اولاد بھی یمن میں موجود لکھی ہے مگر میر صاحب قلعہ میری میں بتاتے ہیں (جو قلات کا قلعہ ہے) یہ معاملہ بھی فیصلہ طلب ہو گیا۔ ایک ناقد کو کس قدر مشکلات درپیش ہوتی ہیں اس کا اندازہ نقاد ہی کر سکتے ہیں۔

Marfat.com

فرما کر زیارتِ خود سے فیض یاب فرمائیں گے۔آپ کے
مستفسرہ چند سوالات کا جواب منشی نور بخش آپ کو بھجوا رہے ہیں۔"

اگر میر صاحب لکھتے تو میں دسمبر اور جنوری کی یخ بستگی کی پروانہ کر کے بھی کوئٹہ پہنچتا اور اپنی معلومات میں اضافہ کرتا۔مگر افسوس کسی نے توجہ نہیں کی اور قیامت خیز زلزلہ سے کوئٹہ کی اینٹ سے اینٹ بج گئی اور وہ ویرانہ کی شکل میں تبدیل ہو گیا۔بات یہ ہے کہ سجادہ نشین صاحب نے لکھا تھا کہ میر صاحب نے نسب نامہ تحریر فرمایا ہے اس میں آپ کا نسب سلطان حاکم کے دادا سے ملتا ہے۔ساتھ ہی آپ کی قوم کچھی لکھی تھی۔میں نے کچھی قوم کا حال جو بلوچستان گزیٹئر میں پڑھا تو معلوم ہوا کہ ان کا مورث اعلیٰ کوئی سکھ تھا جو مکران میں گیا پھر اس کی اولاد مسلمان ہو گئی اس معاملہ کو صاف کرنے کے لیے میں نے میر صاحب کو لکھا اور سجادہ نشین صاحب کو بھی مگر دونوں نے سکوت اختیار کر لیا اگر میر صاحب واقعی سلطان قطب الدین کی اولاد ہیں تو ان کا مورث اعلیٰ سکھ نہیں ہو سکتا کیونکہ سکھوں کا فرقہ تو اس وقت سے صدیوں بعد کی پیدائش ہے۔یہ فرقہ سلطان قطب الدین تو کجا سلطان حاکم بلکہ شیخ عبدالجلیلؒ کے وقت بھی معرضِ وجود میں نہ آیا تھا۔ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ مشائخ ہنکاری کی اولاد میں سے کسی بزرگ کے ہاتھ پر کچھی قوم مشرف بہ اسلام ہوئی ہو اور اس کا تعلقِ ارادت ان بزرگوں سے وابستہ ہو۔

بہر حال معاملہ صاف ہونا چاہیے تھا مگر نہیں ہوا۔

سلطان حاکمؒ کے عہد میں سلطنتوں کا عروج وزوال

سلطان حمید الدین حاکم کا سالِ ولادت لفظ شرع ۵۷۰ سے برآمد ہوتا ہے۔یہ وہ زمانہ تھا جب خاندانِ غوری کے بادشاہ غیاث الدین بن سام نے غزنی کا ملک گز ترکمانوں سے چھینا اور ہرات کا الحاق ۵۷۱ھ مطابق ۱۱۷۵ء میں کیا۔اس کے بھائی شہاب الدین محمد غوری نے اسی سال سندھ اور ملتان فتح کیا۔جہاں کے باشندوں کو ابتدائی عرب فتاح مسلمانوں کی حکومت کا خوگر بنا چکے تھے۔۵۸۲ھ مطابق ۱۱۸۲ء میں غزنویہ خاندان کو اس کے آخری مقامِ مراجعت (لاہور) میں شکست دی۔پھر آگے بڑھ کر محمد غوری نے ۵۸۸ھ مطابق ۱۱۹۲ء میں بہ مقام تھانیسر راجپوتوں پر فتح مبین حاصل کی۔مہاراجہ پرتھوی مارا گیا اور اس کے معاونین ڈیڑھ سو راجوں میں سے اکثر کام آئے۔اس فتح سے تقریباً تمام شمالی ہند نے سرِ اطاعت جھکا دیا۔

Marfat.com

قنوج ۱۱۹۴ء میں مفتوح ہوا۔ گوالیار، بندھلکھنڈ، بہار اور بنگال کو محمد غوری کے سپہ سالاروں نے مسخر کرلیا۔
یہ پہلا موقعہ تھا کہ ہندوستان اسلامی حکومت کا مرکز قرار پایا۔

محمد غوری اپنے بھائی کے انتقال کے بعد مستقل طور پر ۵۹۹ھ مطابق ۱۲۰۲ء میں بادشاہ ہوا اُس نے سب سے پہلا فرض یہ خیال کیا کہ خوارزم شاہ کی پیش قدمی کو روکے جو ایران پر متصرف ہو کر افغانستان کی طرف بڑھ رہا تھا۔ مگر ۶۰۲ھ مطابق ۱۲۱۵ء میں چند گکھڑوں نے رات کو اس کے خیمہ میں گھس کر اسے مارڈالا اور دہلی میں قطب الدین ایبک خاندانِ غلاماں کا پہلا بادشاہ ہوا۔

۶۱۲ھ مطابق ۱۲۱۵ء میں غور و ہرات اور خراسان کے ایک حصہ سے بھی خوارزم شاہ کی سپاہ نے غوریوں کو خارج کردیا۔ یہ تمام واقعات سلطان حاکم کے ۴۲ سال کے سن میں پہنچنے تک ہو چکے تھے۔

خوارزم دوسرا نام ہے خیوا کا۔ غزنی کا ایک ترکی غلام انوشتگین نامی سلجوقی سلطان ملک شاہ کا ساقی تھا جسے سلطان نے خوارزم کا گورنر مقرر کیا۔ اس کا بیٹا بخطاب خوارزم شاہ باپ کا جانشین ہوا۔ یہ انوشتگین کے پوتے آتسیز کے پوتے کا بیٹا علاؤالدین محمد تھا جس نے محمد غوری کے مرنے کے بعد اس کے صدر مقام انزآر پر بھی تسلط جمالیا اس کے بعد اس نے شیعہ مذہب اختیار کرلیا اور ۶۱۴ھ میں بغداد کی عباسی سلطنت کو مٹانے کی ٹھان لی۔ مگر چنگیز خانی مغلوں نے اس کی فتوحات کا سلسلہ منقطع کردیا اور وہ بھاگ کر بحیرۂ کاسپیئن کے ایک جزیرے میں پہنچا اور وہیں ۶۱۷ھ مطابق ۱۲۲۰ء میں مرگیا۔ اس کے ایک بیٹے جلال الدین نے کمر ہمت باندھی اور ہندوستان تک بڑھتا چلا گیا۔ یہاں سے پھر پھرا کر جلال الدین خوارزم شاہ ۶۲۰ھ میں براہ کیچ مکران اپنے بھائی سلطان غیاث الدین کی طرف جو سریر عراق پر متمکن تھا روانہ ہوا۔ جب چغتائی خان پسر چنگیز خاں کو (جو باپ کے مرنے کے بعد ماوراالنہر (بخارا) کاشغر، بدخشان، بلخ اور غزنی کا بادشاہ قرار پایا تھا اور جو ۶۲۴ھ مطابق ۱۲۲۷ء سے ۶۳۹ھ مطابق ۱۲۴۲ء تک حکمران رہا) یہ خبر پہنچی وہ بھی ملتان کے محاصرے کے بعد اس کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ اور کیچ مکران کو تاخت و تاراج کیا۔ اور جلال الدین کا پتہ نہ پا کر توران کی طرف چل دیا۔ اس کے بعد سلطان شمس الدین التمش نے جو ۶۰۷ھ مطابق ۱۲۱۰ء سے ۶۳۳ھ مطابق ۱۲۳۵ء تک سریر آرائے دہلی رہا۔ سلطان ناصرالدین قباچہ کے خلاف (جس نے سندھ کو اپنی مملکت قرار دے کر اپنے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کرلیا تھا اور ۶۱۴ھ میں لاہور کی تسخیر کی نیت سے آگے بڑھ کر سرہند تک کا ملک تحت تصرف میں لے آیا تھا مگر شکست کھا کر ملتان کو واپس

Marfat.com

چلا گیا تھا) ۶۲۲ھ میں مہم روانہ کی اور بھکر اور اوچہ کو فتح کیا۔ چنانچہ بمعہ زر و جواہر ایک کشتی میں چڑھ کر فرار ہوا۔ مگر وہ گرداب میں پھنس کر غرق ہو گئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

یہی وہ زمانہ ہے جب کیچ مکران کی حکومت سلطان حاکم کے بعد امیر البقا بن سلطان شہاب الدین کے ہاتھوں سے نکل گئی۔ اور وہ ہندوستان کو ہجرت کر آئے۔ سلطان حاکم کے سامنے غوریوں کی حکومت بنی اور بگڑی۔ خاندان غلاماں ۶۰۲ھ مطابق ۱۲۰۶ء سے عروج و کمال پر پہنچ کر ۶۶۸ھ مطابق ۱۲۸۷ھ میں زوال پذیر ہوا۔ خلجی خاندان ۶۸۹ھ مطابق ۱۲۹۰ء سے ۷۲۰ھ مطابق ۱۳۲۰ء تک حکمران رہا اور خاندان تغلق کے دو بادشاہوں غیاث الدین تغلق اور محمد تغلق کا عہد بھی آپ نے دیکھا۔ آخر اسی کے عہد میں آپ ۷۳۷ھ مطابق ۱۳۳۶ء میں بعمر ۱۷۵ سال جاں بحق تسلیم ہوئے۔ اگر بہاول پور گزیٹیئر کا بیان صحیح سمجھا جائے کہ آپ نے ۷۷۰ھ مطابق ۱۳۶۸ء میں بعمر ۲۲۲ برس وفات پائی تو گویا آپ نے سلطان فیروز شاہ ثالث کا زمانہ بھی پایا۔ اور تغلق شاہ ثانی کا بھی۔ جو ۷۹۰ھ مطابق ۱۳۸۸ء تک سریر آرائے حکومت رہا۔

بہاول پور گزیٹیئر میں آپ کے ترکِ شاہی کا سال ۶۰۵ھ مطابق ۱۲۰۹ء لکھا ہے اور یہ بھی تحریر ہے کہ اس کے بعد آپ اپنے نانا سید احمد توختہؒ ترمذی کی خدمت میں لاہور آئے۔ مجھے اس سال کی صحت میں کچھ کلام نہیں کرنا چاہیے مگر اس سے حضرت توختہ کا سالِ وفات (مرشدِ پنجاب) ۶۰۲ھ غلط ٹھہرتا ہے اور یہ سالِ وفات میں نے سوائے مفتی غلام سرور صاحب مرحوم کی تاریخوں کے اور کہیں نہیں دیکھا۔ خدا جانے انھوں نے یہ سال کہاں سے لیا ہے نہ ہماری کتب میں اس کا ذکر ہے نہ ساداتِ ترمذ کے نوشتوں میں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

دیارِ سلطان التارکینؒ

قلعہ موٓ مبارک

بہاول پور گزیٹیئر میں لکھا ہے کہ رحیم یار خان سے ۶ میل شمال کی طرف موٓ مبارک کا قدیمی قلعہ واقع ہے۔ یہ رائے سیہاسی دوم کے ۶ قلعوں میں سے ایک ہے (۲۸۵-'۳۵ شمال اور ۵۵-۱۴ (مشرق بیس گرجیوں اور برجیوں کے کھنڈرات اب بھی دکھائی دیتے ہیں۔ ایک ان میں سے ۵۰ فٹ بلند تا حال قائم ہے۔ فصیل ۶ سو گز ہے۔ دیواریں خوب مضبوط اور موٹی بنی تھیں مطابق بیان تاریخ مراد یہ قلعہ رائے ہنس کھروڑ نے حضرت عیسیٰ کے زمانہ میں اپنی ماں کی رہائش کے لیے بنوایا تھا لہٰذا موٓ نام ہوا۔ رائے بھوج

Marfat.com

دربار سلطان التارکین حضرت حمید الدین حاکم رحمۃ اللہ علیہ (یعنی) مئو مبارک ریاست بہاولپور کا نظارہ ۲۹

Marfat.com

کے عہد میں سلطان محمود غزنوی سومنات کو جاتے ہوئے یہاں سے گزرا۔ راجہ سدِّ راہ ہوا اور یہ قلعہ تباہ و برباد ہوگیا۔

جب ساتویں صدی ہجری کے شروع میں سلطان التارکین شیخ حمید الدین حاکم نے کیچ مکران کی حکومت چھوڑ کر اپنے نانا سید السادات سید احمد توختہؒ ترمذی کی لاہور میں وفات کے بعد مٓو میں سکونت اختیار کی اور جوگی کو مشرف بہ اسلام فرمایا اور یہاں کا راجہ رائے لکھ سنگھ بمعہ برادرِ خود بلّو رائے و فرزندانِ شمیر اور العشیر بھی حلقہ بگوش اسلام ہوگیا تو یہ جگہ مٓو مبارک کے نام سے مشہور ہوگئی۔

مٓو مبارک کا فوٹو دیکھنے سے اب بھی اس کے قلعہ کی شان کے آثار نظر آتے ہیں دروازہ کے بائیں طرف برج بھی دکھائی دیتا ہے۔ راستہ کی بلندی بھی عیاں ہے۔ اوپر او نچے او نچے مکانات اور بھی شاندار منظر پیش کرتے ہیں۔

قلعہ مٓو مبارک کے اندر کون کون سے بزرگ آسودہ ہیں

سلطان حاکم کے احاطۂ درگاہ میں سلطان کے علاوہ اٹھائیس مردانِ خدا آسودہ ہیں دو دروازہ مغربی کے سامنے جن میں سے پہلے حامدِ سرمستؒ ہیں۔

حامدِ سرمستؒ

آپ حضرت عبدالجلیلؒ کے چچا تھے۔ ان کے متعلق شیخ شہراللہ مؤلف تذکرہ حمیدیہ لکھتے ہیں کہ آپ بہت بڑے عاشق باللہ تھے۔ ملک ماچھی کھوکھر بادشاہِ وقت حسین لنگاہ سے منحرف ہوکر قلعہ نشین ہوگیا اور کسی طرح بادشاہ کے قابو نہ آیا اس نے ناچار شیخ حامٓد کی خدمت میں عرض کیا کہ وہ آپ کے مریدوں میں سے ہے آپ ہی اسے سمجھائیں چنانچہ آپ نے اسے کہلا بھیجا کہ تیرے لیے یہی بہتر ہے کہ تو بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوجائے مگر اس کی بدبختی مانع آئی اور اس نے پیر کی بھی نہ مانی حضرت حامٓد نے پیغام بھیجا کہ

''تیرا سرِ پُرغرور قلعہ کے استحکام پر نازاں ہوکر ہمارے حکم کے
سامنے اگر نہیں جھکا تو خود قلعہ جھک جائے گا۔''

چنانچہ خداوند تعالیٰ کی قدرت سے قلعہ گر پڑا اور سلطانی افواج نے قلعہ کے اندر داخل ہوکر باغی کو ٹھکانے لگا دیا۔

حامدِ سرمستؒ نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔

Marfat.com

۲۔ شیخ حامدؒ کے ساتھ دوسری قبر کے متعلق مجھے بتایا گیا کہ یوسف گدا صاحب کی ہے۔

۳ تا ۱۱۔ اس کے آگے ۹ قبریں مخدوم امام بخش صاحب کے گھرانے کی ہیں۔

۱۲ تا ۱۴۔ دوسرا سلسلۂ قبور پھر مشرق سے شروع ہوتا ہے۔ سب سے پہلی قبر مخدوم حاجی نور محمد صابؒ کی ہے جو موجودہ سجادہ نشین مخدوم کرم شاہ صاحب کے چچا تھے۔ اور ۱۵ فروری ۱۹۳۳ء کو میانوالی قریشیاں میں فوت ہوئے۔ مجھے ۲۳ فروری ۱۹۱۲ء کو پہلی مرتبہ موضع مذکور میں اور دوسری مرتبہ ۲۹ جنوری ۱۹۲۲ء کو کوٹ سمابہ کی راہ میں زیارت حاصل ہوئی تھی جب کہ ہم گھوڑوں پر سوار جا رہے تھے۔ آپ کو میں نے بڑا خلیق پایا تھا۔ مجھے آپ بہ لفظ غریب نواز مخاطب کرتے تھے حالانکہ میں وہاں غریب تھا۔ آپ کے فرزند کا نام اللہ رکھا اختر ہے جو مخدوم روشن چراغ کی طرح مولوی غلام حسین صاحب سابق وزیر بہاول پور کے ہاں بیاہے گئے اور میانوالی میں مجسٹریٹ درجہ دوم ہیں۔ دوسری دو قبروں کے متعلق مجھے معلوم نہیں ہو سکا کہ کن کی ہیں۔

۱۵۔ ایک قبر ان تین کے سرہانے کی طرف ہے مگر پتہ نہیں ملا کہ کس کی ہے۔

۱۶ تا ۲۰۔ مذکورہ بالا قبروں کے پاس کچھ فاصلہ پر جہاں مخدوم حبیب شاہ میر پسر در آغوش کھڑے ہیں ایک تھڑے پر پانچ قبور اکٹھی ہیں۔ پہلی قبر کے متعلق جو چھوٹی سی مشرقی سمت ہے کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔

۱۷۔ دوسری کے متعلق مجھے مخدوم احمد شاہ صاحب مرحوم نے ۲۳ جنوری ۱۹۱۲ کو موقع پر بتایا کہ سلطان حاکمؒ کے بڑے فرزند (جس کی اولاد سے حضرت شیخ عبدالجلیلؒ ہیں) شیخ نور الدین علیہ الرحمۃ کی ہے۔ آپ حسب تحقیق شیخ شہر اللہ و دیگر مورخین شیخ بہاؤ الدین زکریاؒ ملتانی قدس سرہٗ العزیز کے نواسے تھے۔ شیخ فرح بخش اذکار قلندری میں تحریر فرماتے ہیں کہ مخبر اخبار گزشتہ اس بیان کے عقدہ کو ناخنِ امتیاز سے اس طرح وا فرماتے ہیں کہ حضرت سلطان التارکین کے ہاں صدفِ بحرِ عفت و عصمت یعنی بنت شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مخدوم بہاؤ الدین زکریاؒ سے گوشِ ہوش معرفت کے لائق و سزاوار ایسا لولوئے شہوار وجود میں آیا جو کوکبِ طالع افروز تھا اور جس کی نور آگیں جبین سے انوارِ فیضِ یزدانی صاف چمک رہے تھے اور اسی نیّرِ برجِ سعادت کے چہرہ سے صبحِ امید مہرِ درخشاں کی طرح نظارہ کرنے والوں کے دیدہ میں پرتو انداز تھی۔ حضرت

Marfat.com

قلعہ مبارک ریاست بہاولپور جس میں سلطان التارکین حضرت حاکمؒ کا مزار مبارک اور اُن کی اولاد کے مکانات ہیں۔ ۲۹

Marfat.com

سلطان التارکین فرزند کا بشرہ مبارک مشاہد فرما کر محظوظ و مسرور ہوئے اور اسے باسم شیخ نور الدین موسوم فرما کر ارشاد کیا کہ انشاء اللہ تعالیٰ یہ لڑکا ایسا مرد ہوگا کہ اس کی پشت سے اکثر مردانِ خدا پیدا ہوں گے۔ آپ اپنے والدِ بزرگوار حضرت سلطان التارکین مخدوم شیخ حاکم کے مرید اور سجادہ نشین ہوئے۔ عین عنفوانِ حدِّ تمیز میں جب کہ توسنِ شباب بڑی آن بان دکھاتا ہوا اور غبار اٹھاتا ہوا عرصہ کدورت نفسانی میں پہنچتا ہے آپ یعنی شیخ نور الدین نے اپنا وقت ذکر و فکر، ذوق و شوقِ محبتِ الٰہی میں گزار دیا اور مجاہدات و ریاضت کے میدان میں اشہبِ ہمت کو ایسا تیز چلایا کہ عرصہ جہاں کے یکّہ تازوں سے گوئے سبقت لے گئے اور کشف و کراماتِ باہرہ میں وحید العصر اور فرید الدہر بن گئے۔ اگر اس اجمال کے گلگوں کو تفصیل کی چارسو جلوہ گری دی جائے تو دفترِ دراز چاہیے پس اس مقام میں کوتہ قلمی ہی بہتر ہے۔

۱۸۔ شیخ نور الدین کے ساتھ جانب مغرب شیخ رکن الدین حاتم بن سلطان بہاؤ الدین یعنی سلطان حاکمؒ کے سوتیلے بھائی کا مزار ہے۔ آپ کے متعلق تذکرۂ حمیدیہ میں شیخ شہر اللہ حسب روایت شیخ جمال اُچی لکھتے ہیں کہ جب سلطان غیاث الدین تغلق کے عہد میں شیخ بہاؤ الدین زکریا کی سجادہ نشینی کے متعلق شیخ علم الدین نے جھگڑا کیا کہ اس کا حقدار میں ہوں کیونکہ میں شیخ مرحوم کا بیٹا ہوں اور عالم بھی ہوں۔ شیخ رکن الدین بن شیخ صدر الدین حقدار نہیں کیونکہ وہ پوتے ہیں اور علم ظاہری میں بھی دسترس نہیں رکھتے۔ سلطان نے شیخ موصوف (مدعا علیہ) کو دہلی بلایا۔ آپ سلطان حاکم اور سید مخدوم جہانیاں کی معیت مس ملتان سے تختِ رواں پر بہ یک دم دہلی پہنچے۔ علمی بحث ہوئی جس میں مشائخ ثلاثہ غالب رہے۔ آخر شیخ رکن الدین خود ہی سجادہ نشینی سے دست بردار ہو گئے جو شیخ علم الدین کو مل گئی۔ رخصت کے وقت شیخ رکن الدین نے شیخ علم الدین کو تین نصیحتیں کیں:۔

۱۔ خانقاہ میں درس نہ دینا

۲۔ کبوتروں کو روضہ سے نہ نکالنا

۳۔ مشغولِ ذکر حجرہ نشین فقیروں پر تشدّد نہ کرنا

مگر شیخ علم الدین نے تینوں پر عمل نہ کیا۔ شیخ رکن الدین حاتمؒ صاحب مزار ہذا ہمیشہ عالم سکر میں

Marfat.com

مستغرق رہنے کی وجہ سے شریکِ جماعت و نمازِ جمعہ نہیں ہو سکتے تھے شیخ علم الدین نے ان کو بلایا اور سخت سست کہا۔ شیخ حاتم کی زبان سے بے ساختہ نکلا:

''اے سوختہ! سوختگانِ عشق را چرا می سوزی۔'' یعنی اے جلے ہوئے عشق کے جلوں کو کیوں ستاتا ہے۔

ادھر یہ جملہ شیخ حاتم کی زبان سے نکلا اُدھر شیخ علم الدین کے بدن میں جلن پیدا ہوگئی جس سے وہ ساتویں دن جاں بحق تسلیم ہو گئے۔ (اس واقعہ متعلق مفصل حالات تذکرہ حمیدیہ میں ملاحظہ ہوں)۔ شیخ حاتم کی اولاد کے متعلق تذکرہ حمیدیہ کی ایک مجلد کے پیچھے مندرجہ ذیل شجرہ درج ہے معلوم نہیں درست ہے کہ نہیں اور یہ اولاد کہاں ہے:۔

شیخ رکن الدین حاتمؒ

ابوبکر

محمد قاسم (زوجہ اش بی بی لال خاتون دختر حاجی شہید)

عبدالرحمٰن

عبدالخالق (زوجہ اش بی بی حسن جان دختر ملاّ الیاس) — عبدالقادر

عبدالمجید — عبدالسلام — عبدالقدّوس

(از بی بی سلیم خاتون بنت ملاّ فتح اللہ)

محمد حیات

عبدالقادر

Marfat.com

۱۹۔ شیخ حاتمؒ کے ساتھ جانب مغرب آپ کے نانا قاضی رفیع الدین عباسی الہاشمی آسودہ ہیں۔آپ سلطان شمس الدین التمش کی طرف سے صوبہ بھکر کی گورنری پر مامور تھے۔جب ملتان سے بھکر تک کا علاقہ ان کے زیرنگین تھا تو سلطان بہاؤالدین عالم شاہزادگی میں اپنی سیّدزادی اہلیہ بی بی حاجؒ کی وفات کے بعد اپنے خسرِ نامدار حضرت سید احمد توختہؒ ترمذی کی خدمت میں لاہور حاضر ہوکر واپس کیچ مکران تشریف لے چلے تو راہ میں بہ مقام ماتھلہ قاضی صاحب موصوف سے ملاقات ہوئی آپ نے بڑی خاطر ومدارات کی اور اپنی صاحبزادی کا نکاح ان سے کر دیا اور شایانِ شان جہیز دے کر رخصت کیا۔اسی صاحبزادی کے بطن سے شیخ رکن الدین حاتمؒ پیدا ہوئے۔قاضی صاحب موصوف کا مزار حضرت سلطان التارکین کے پاس جانب شرق ہے اور اسی کی ساخت دیگر مزارات سے کچھ مختلف ہے(ان مزارات کو جو بیان درج ہوا ہے وہ حسب نشان مخدوم احمد شاہ صاحب مرحوم سجادہ نشین ہے جو مرحوم نے ۲۲ جنوری ۱۹۱۲ء کو برسرِ موقع بتائے تھے اور میں آپ کے بیان کو دیگر بیانوں سے معتبر سمجھتا ہوں)۔

۲۰۔ قاضی صاحب کی قبر کے پاس مزار سلطان حاکمؒ ہے۔

۲۱ تا ۲۲۔ ان قبروں کے سر کی طرف دو اور قبریں ہیں مگر پتہ نہیں یہ کن کی ہیں۔

۲۳ تا ۲۷۔مغرب کی طرف نیچے دروازہ سے داخل ہوتے ہوئے بائیں طرف پانچ قبریں ہیں ایک مخدوم احمد شاہ صاحب سجادہ نشین کی اور چار ان سے سابق سجادہ نشین صاحبان کی۔

۲۸ تا ۲۹۔ان قبروں سے اوپر مغرب کی طرف یعنی احاطہ کی غربی دیوار سے ملحق دو الگ قبریں ہیں کہتے ہیں کہ ایک حاجی جلال کی ہے اور دوسری کا پتہ نہیں۔

نوٹ: سب سے نمایاں اور بزرگ مزار اس ہستی کا ہے جس نے دنیاوی سلطنت چھوڑ دی اور الفقر فخری سے سرافرازی پائی۔آپ کی زندگی میں کئی بادشاہ گزر گئے اور بعد بھی کئی سلطنتیں بنیں اور بگڑیں مگر سلطان التارکین کی حکومت صدیوں سے دلوں پر قائم ہے اور رہے گی۔آپ کی اولاد کی موجودہ نسل میں روحانی قابلیت کے جوہر بے شک کم ہیں مگر نسبت بزرگ ہے اس لیے لوگ یا مخدوم یا مخدوم کہہ کر پکارتے اور تعظیماً جھک جاتے ہیں۔

Marfat.com

موٓ مبارک اور مشہور مزارات

تذکرہ حمیدیہ میں لکھا ہے کہ سلطان بہاؤالدین غوری المشہور شیخ بہاول خواہرزادہ سلطان علاؤالدین غوری کا مزار حصار موٓ مبارک سے باہر اور شیخ سکندر غوری کا قلعہ موٓ کے اندر ہے۔ یہ دونوں حسبِ بشارتِ سلطان حاکم کفار کے ہاتھوں ان کی زندگی میں شہید ہوئے۔

شیخ حاجی کا پُر جلال مزار بھی بیرونِ قلعہ مذکور ہے۔ اسی کتاب میں ایک اور بزرگ علی نامی المعروف درکہ کا ذکر ہے۔ جو سلطان حاکم سے فیض یافتہ تھے اور جن کی تربت آپ کے مقدس مقبرہ کے قریب مشہور بتائی گئی ہے (افسوس مجھے تینوں حاضریوں میں ان مزارات کی موجودہ حالت کے متعلق موٓ مبارک میں دریافت کرنا یاد نہیں رہا۔ نامؔی)

موٓ مبارک کے باہر ایک بڑا خوبصورت قبہ ہے جس کے اندر پانچ قبریں ہیں۔ مشہور قبر سید ابوالفتح کی ہے جو شیخ محکم صاحب سیر سماسٹوی (المتوفی ۱۱۹۷ھ مطابق ۱۷۸۲ء ومدفون کوٹ بخشا۔ ریاست بہاولپور) کے مرید تھے۔ مگر فیض یاب حضرت حاکم کی اولاد سے ہوئے اور رہ یہ فیض آپ نے مسجد کے لیے پانی ڈھوڈھو کر اور ہر قسم کی خدمت بجالا کر حاصل کیا۔ آپ کی اولاد بھی موٓ مبارک میں جاگزین ہے کچھ زمین کی بھی مالک ہے اور مریدوں سے بھی معقول آمد ہے۔ یہ روضۃ نواب صاحب بہاول پور نے بنوایا تھا۔

سلطان لتارکین کے مزار کے ارد گرد دست بستہ کون کھڑے ہیں

فوٹو میں جو سب سے بلند مزار نظر آتا ہے اور جس پر غلاف پڑا ہے وہی سلطان التارکین شیخ حمیدالدین حاکم کا ہے۔ جس کی تعویذ سمیت اونچائی قریباً سوا پانچ فٹ ہے۔ دست بستہ ایستادگان کے نام مشرق سے شروع کر کے یہ ہیں:

۱۔ مخدوم حافظ حبیب شاہ فرزند بہ آغوش ابن مخدوم غوث بخش صاحب

۲۔ ملک سیمون صاحب

۳۔ مخدوم فاضل شاہ بن مخدوم دوست محمد مرحوم

۴۔ ملک احمد بخش صاحب

۵۔ مخدوم دین محمد صاحب ولد مخدوم امیر شاہ مرحوم

Marfat.com

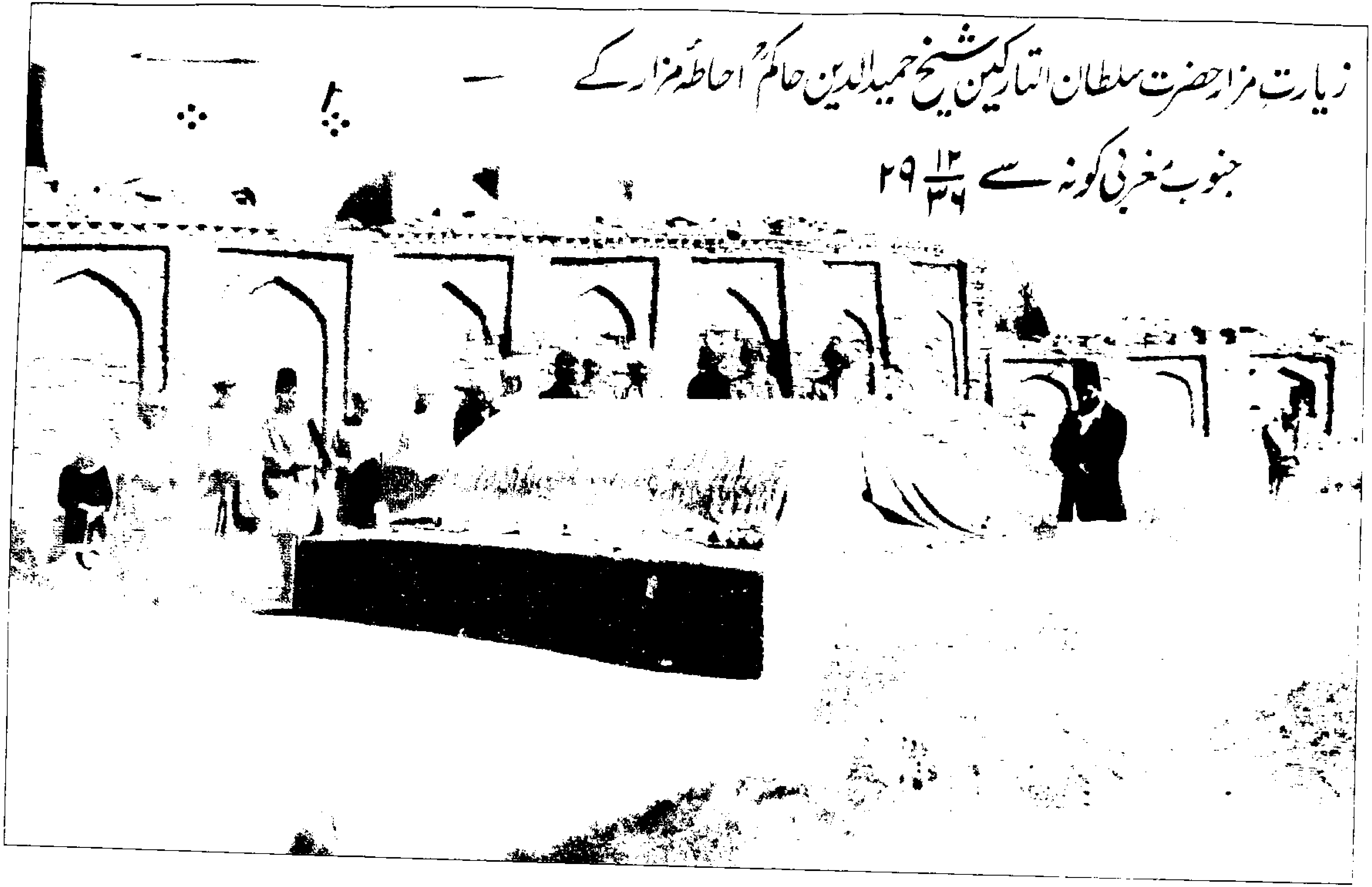

زیارتِ مزار حضرت سلطان التارکین شیخ حمیدالدین حاکمؒ احاطۂ مزار کے
جنوب مغربی کونہ سے ۱۲/۳۶ ۲۹

Marfat.com

Marfat.com

۶۔ مخدوم امیر شاہ صاحب ولد مخدوم امام بخش صاحب

۷۔ اللہ دتہ صاحب موچی

۸۔ محمود مجاور صاحب

۹۔ غلام دستگیر نامؔی

۱۰۔ دین محمد صاحب نومسلم

۱۱۔ حافظ عبد الخالق صاحب

۱۲۔ مخدوم دوست محمد صاحب

۱۳۔ مخدوم امام بخش صاحب ولد مخدوم امیر شاہ مرحوم

۱۴۔ احمد الدین صاحب مجاور

۱۵۔ نور احمد صاحب ولد مخدوم حبیب شاہ صاحب

۱۶۔ مخدوم کامل شاہ صاحب بقدمِ مزارِ حاکمی

یہ فوٹو ۲۹ دسمبر ۱۹۳۶ء کی صبح کو لیا تھا۔ ایک اس سے ایک دن پہلے قبل از شام اتارا گیا اس میں قصبہ کے معمر ترین بزرگ مخدوم غوث بخش اسی طرح سرِ نیاز جھکائے توختۂ بارگاہِ حاکمی تھے مگر افسوس وہ بلاک بنانے کے قابل نہیں ہوا۔

رفعِ استعجاب

ناظرین یہ دیکھ کر سوال کریں گے کہ ہؔمو مبارک میں اولادِ حاکم نے اپنے مکانات تو اس قدر رفیع الشان بنا رکھے ہیں مگر حضرت حاکم کے مزار کو کیوں بالکل کچا بنایا ہوا ہے اور اس کے گرد پختہ دیوار کو بھی مرمت نہیں کیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت حاکم کو سلطان التارکین اسی لیے کہتے ہیں کہ انھوں نے ظاہری حکومت چھوڑ دی لہٰذا ان کی روحانی سلطنت قائم ہوگئی۔ یہ کچا مزار ان کی اس سلطنت کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ بلکہ شان سلطان التارکینی کا مظہر ہے۔ ہؔمو مبارک میں یہ روایت بھی سنی گئی ہے کہ آپ کے کسی عقیدت مند نے کسی زمانہ میں روضہ بنانے کے لیے سامان جمع کیا تھا چونکہ یہ آپ کو منظور نہ ہوا اسلیے کسی

Marfat.com

دشمن نے اس پر حملہ کر کے اسے خانماں برباد کر دیا (ایک عقیدت مند کو ایسی سزا نہیں ملنا چاہیے)

باقی رہا دیوار کا سوال سو اس کا جواب عنقریب مخدوم کرم شاہ بہ شکل مرمت دے دیں گے میں نے ان کے ڈیرے پر دروازہ بنا پڑا پایا ہے۔ امید ہے جب اسے لگوائیں گے دیواریں بھی مرمت کر دیں گے۔

سرہانے چراغ دان بھی ذرا خوش وضع بنانا چاہیے۔ موجودہ بہت بھدا سا بنا ہوا ہے۔

درگاہِ حاکمی کے پاس والی مسجد

میں نے ۲۳ جنوری ۱۹۱۲ء کو اس مسجد کے بارے میں یہ نوٹ لکھا تھا:

''جس چیز کو دیکھ کر میں بہت خوش ہوا ہوں وہ ایک نو تعمیر شدہ مسجد ہے جو مقبرۂ اول الذکر کے مغرب کی طرف واقع ہے اس کی تعمیر کے لیے اینٹیں سابق مخدوم صاحب فراہم کر گئے تھے اور بنی موجودہ مخدوم (سجادہ نشین) صاحب کے عہد میں ہے۔ اندر سے یہ قریباً ۴۰×۵۰ فٹ اور باہر اس کا صحن ۵۰×۲۰ فٹ ہے۔ بلندی خاصی ہے۔ مینارا بھی تک نہیں بنے۔ اس کی چھت نہایت ہی خوبصورت ہے۔ شرقاً و غرباً ۶ گارڈر اور سات حصوں میں سے ہر ایک میں اٹھارہ اٹھارہ بالے پڑے ہیں لکڑی کے مربع ٹکڑے کاٹ کر ان پر بڑے چمکیلے بیل بوٹے بنائے ہوئے ہیں اور ان تمام ٹکڑوں کو عمدہ قرینے سے سقف میں جڑ دیا گیا ہے جس سے شان دوبالا ہو گئی ہے۔''

۲۷ جنوری ۱۹۲۲ء کو اس مسجد کے متعلق میرا نوٹ حسب ذیل ہے:

یہ مسجد دس سال کے بعد دیکھنے کے بعد جوں کی توں نظر آئی بلکہ غلبۂ بارش سے اس میں آثارِ شکستگی پائے گئے۔

۲۸ دسمبر ۱۹۳۶ء کو دیکھنے پر معلوم ہوا کہ اس مسجد کا جنوبی حصہ مرمت ہو چکا ہے اور باقی نہیں۔ یہ ابھی اس قابل نہیں کہ اس کا فوٹو لیا جائے غنیمت ہے کہ ۱۴ سال بعد اس کی سنی گئی۔ بات یہ ہے کہ مغربی

Marfat.com

تہذیب کے اثرِ بد کی وجہ سے لوگ دینی معاملات سے توجہ ہٹاتے جاتے ہیں اور یہ انحطاط مخدوم اور پیر صاحبان میں بھی ہے۔ اللہ رحم کرے۔

مومبارک میں ایک بڑا دینی مدرسہ جاری ہونا چاہیے

اور فارغ البال مخدوم صاحبان خود اپنے بچوں کو اس میں داخل کرا کر فارغ التحصیل کرائیں تاکہ معلوم ہو کہ جس طرح حضرت حاکمؒ عالم و فاضل تھے ان کی اولاد بھی ہے۔ عام شکایت سننے میں آئی ہے کہ نئے نئے فرقے نکل کر لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ مخدوم و پیر صاحبان عالم نہیں رہے اور لوگ دوسروں کے چنگل میں پھنس رہے ہیں۔

روضۂ سلطان حاکمؒ پر نذر نیاز

حضرت شیخ حاکمؒ کے مجاور اس کیمیاگر جوگی کی اولاد ہیں جسے آپ نے مومبارک میں بزور کرامت مشرف بہ اسلام کیا تھا۔ حسب تحریر بہاول پور گزیٹیئر آپ نے اس کا اسلامی نام زین الدین رکھا اور حسب قول شیخ پیر فرح بخش اسے بہ لقبِ غلام رکن الدین ملقب فرمایا۔

اس وقت خاص سلطان التارکین کے مزار کے مجاوروں کے سات گھر ہیں۔ ہر خرمن سے ایک برتن بھر کر جسے وہ لوٹا کہتے ہیں انھیں بطور حق ملتا ہے۔ مریدوں کے بچوں کی جھنڈ (سر کے بال) اتارنے پر پیروں کو مرید حسب استطاعت نذرانہ دیتے ہیں۔ مجاوروں کو ۲/ (دو آنے) فی جھنڈ ملتے ہیں۔ اسی طرح نوراتہ کے ۲/ ان کا حق ہے۔

نوراتہ کی رسم یہ ہے کہ لوگ منت مانتے ہیں کہ اگر ہماری مراد پوری ہو جائے تو ہم سلطان حاکم کے مزار کے پاس نوراتہ کاتیں گے۔ چنانچہ مراد حاصل ہونے پر یہ منت بارگاہ حاکمی میں پوری کی جاتی ہے۔ غیر عورتوں کو درگاہ میں گھسنے کی اجازت نہیں۔ اپنی اولاد میں سے بحالت طہر حاضر ہو سکتی ہیں۔ شیخ حامد سرمست کا مزار بالکل دروازے کے پاس ہے وہ اس بارہ میں بڑی جلالی طبیعت رکھتے ہیں۔

بہاول پور گزیٹیئر اس حقیقت کا ذمہ دار ہے کہ سلطان حاکم کے مزار کا چڑھاوا آٹا اور گھٹا ہے۔ یعنی آرد اور گوسفند۔ تیل چراغ کے مصارف کے لیے تیل چراغ والا چاہ جو مومبارک کے حصار سے مغرب کی طرف واقع ہے متعلق خانقاہ تھا۔ مگر کہتے ہیں کہ اب اولاد نے اسے ذاتی جائداد بنا لیا ہے۔ یہ بھی پتہ نہیں

Marfat.com

کہ سابق مخدوم سجادہ نشین صاحب کو جو ۲ رفی بیگھہ معافی تھی اور جو چھ سو بیگھہ ٹرنڈہ۔ موضع مبارک اور بہادوڈی پور میں انعام تھی وہ بھی باقی ہے یا نہیں۔

حضرت سیّد احمد توختہ ترمذیؒ

توختہ کے معنی: پیر فرح بخش حضرت سید احمد توختہ کے ذکر خیر میں لکھتے ہیں کہ

وصفِ جناب سیّد سادات را قلم — طاقت کجا کہ یک ز ہزاراں کند رقم
کاں عارفِ زمانہ شہ ملکِ عشق بود — زاں گوئے عشقِ حق ز ہمہ عاشقاں ربود
یعنی کمالِ حال چناں یافت از خدا — کز دے نبود ہیچ گہے یک نفس جدا
گاہے رجوع خاطر اندر صفات بود — گہہ آں خدا شناس ہمہ محوِ ذات بود
ہر آن و دم بغیرِ خدا زندگی نہ کرد — در ایں مقام ذاتِ گرامیش بود فرد

"آں در زماں کہ پا بطلب در نہادہ بود
در حکمِ شیخِ خویش بپا ایستادہ بود

وآں حضرت را توختہ می گویند کہ روزے شیخ ایشاں طلب فرمود۔ ہر گاہ حاضر شدند در حجرہ مسدود یافتند اطلاع رسیدنِ خود دادن مناسب شرط ندیدہ تمام شب بود دلیز درِ حجرہ ایستادہ ماندند کہ شاید جناب شیخ یاد فرمایند چونکہ صبح درِ حجرہ وا کروند ایشاں را ایستادہ دیدند۔ فرمودند کہ سید احمد توختہ از ہماں روز بسید احمد توختہ اشتہار یافتند بزبان ترکی ایستادہ گویند۔"

میں نے قاری شمس الدین صاحب سابق خطیب مسجد وزیر خاں سے جو ترکی زبان جانتے تھے توختہ کے معنی پوچھے تھے تو انھوں نے بتایا کہ اس کے معنی ایستادہ (کھڑا) ہیں۔

حضرت سیّد احمد توختہ ترمذیؒ کا خاندان

حضرت سید احمد توختہ ترمذیؒ بقول شیخ شہر اللہ و حسب شجرہ سید اظہر حسن زاہدی بی اے علیگ از اولادِ علی بن علی اصغر (امام زین العابدین) بن امام حسینؓ ہیں اور بقول سید منور علی شاہ صاحب انبالوی حال مکین مسلم گنج لاہور از اولادِ حسین اصغر بن امام زین العابدین (ابن قتیبہ کتاب المعارف میں امام علی اصغر کے صرف ۶ بیٹے لکھتے ہیں۔ ۱۔ حسن ۲۔ محمد ۳۔ علی افطن ۴۔ عبداللہ دقدق

Marfat.com

۵۔ عمراورزید۔ پس آپ (سید احمد توختہ) امام زین العابدین کے بیٹے علی افطن کی اولاد سے ہوئے۔
حسبِ نسب نامہ سید اظہر حسن صاحب زاہدی توختہ صاحب کا سلسلہ امام علی تک یوں ملتا ہے۔سید احمد توختہ بن سید علی کا کی بن سید حسین ثانی بن حسن ثانی بن شاہ ناصر ترمذی بن سید حسین حمیص بن سید حسن بن سید موسیٰ بن سید علی بن علی اور سید منور علی شاہ کے بموجب اس طرح سید احمد توختہ ترمذی بن سید محمد تختہ مثال رسول بن علی کا کی بن سید حسن محض ثانی۔ بن سید محمد مدنی حمیص بن حسن حمیص بن علی سجاد بن حسین اصغر بن امام زین العابدین خیر چند ناموں کی کمی بیشی ہے بہرحال اس پر سب کا اتفاق ہے کہ آپ امام حسین کی اولاد سے ہیں جن کی اولاد کا سلسلہ سوائے علی اصغر (زین العابدین) کے اور کسی فرزند سے نہیں چلا۔

سید منور علی شاہ کے شجرہ سے ظاہر ہے کہ آپ ۲۲ واسطوں سے سید زید شہید[۱] سے ملتے ہیں او سید زید سید احمد توختہ ترمذی کے بھائی عمر علی ترمذی کے پوتے امیر حمزہ بن ابوبکر علی (بوعلی) کے بیٹے امیر احمد زاہد ثانی کے بیٹے تھے سید احمد زاہد کے علاوہ سید زید شہید کے دو بیٹے اور تھے سید حسن (یا حسین) اور سید حامد۔ ان تینوں کی اولاد سے ہندوستان میں باون گاؤں آباد ہیں جو تمام ترمذی سید کہلاتے ہیں۔ چنانچہ سادات غازی پور جو ملک کہلاتے ہیں۔سادات ساڈھوری (پنجاب) اور سادات سہارنپور اپنے آپ کو از اولاد سید زید کہتے ہیں اور سید حسن (یا حسین) کی اولاد میر پور ضلع سہارنپور۔ منڈ اور ضلع بجنور۔ شاہجہاں پور۔ ملک مالوہ۔ جونپور۔ سرائے جڑودامی پور۔ ساندی۔ پالے۔ چٹگام ملک بنگال۔ خیر آباد ضلع سیتاپور۔ سوانہ تحصیل کیتھل ملک پنجاب وغیرہ میں آباد بتائی جاتی ہے اور سید حامد کی اولاد سے سادات علی پور چورہ متصل کالپی صوبہ متحدہ آگرہ اودھ (جن کے چند افراد آج کل بھوپال میں مقیم ہیں سید زاہدی بھی انہی میں سے ہیں) اور سادات سید کھیڑی تحصیل راجورہ علاقہ پٹیالہ جو سکھوں کی ریاست ہے) ہیں۔ سید منور علی شاہ صاحب کے خاندانی نوشتوں کے مطابق سید احمد تختہ مثال رسول عہد شہاب الدین غوری میں ہوئے۔

سید زاہدی نے اپنی خاندانی تحریروں کے مطابق بتایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد سادات ترمذ کے اجداد چھ پشت تک مدینہ منورہ ہی میں سکونت پذیر رہے۔ تین نسلیں حمص میں مقیم رہیں۔ ترمذ ملک

---

[۱] ۴۳-۸-۷ کو ایک صاحب پیر صادق علی صاحب کوٹلی لوہاراں شرقی سے آئے اور ایک بالکل مختلف شجرہ بتایا کہ سید صاحب امام جعفر ثانی بن حسن عسکری سے ۱۱ پشت پر ملتے ہیں۔ ان کی اولاد کوٹلی کے علاوہ ڈیرہ ضلع کانگڑہ اور شہر جالندھر محلہ قاضیاں متصل جامع مسجد میں حکیم محمد یاسین و عبدالمجید وغیرہ ہیں۔

Marfat.com

ترکستان میں شاہ ناصر آ کر حکمران ہوئے۔ آپ آل ساسان کے حلیف تھے۔ تین بزرگ اور ترمذ ہی میں ساکن رہے۔ سید احمد توختہ لاہور آئے اور بموجب قول سید منور علی سید محمد تختہ مثال رسول کا مزار بھی لاہور میں ہی ہے۔ سادات پونڈری اپنے آپ کو سید احمد ہی کی اولاد بتاتے ہیں۔

سید احمد توختہ کی اولاد

ہماری کتب میں سید احمد توختہ ترمذی کی مذکور اولاد کا کہیں ذکر نہیں۔ ہاں سلطان حاکم کی گلزار میں ایک مرثیہ درج ہے جس کا عنوان اس طرح ہے:

''ترجیع بند کہ حضرت حاکمؒ بر وفات خانزادہ خود شیخ شرف الدین الیاس کمال رفیع گفتہ۔''

چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

اہل دلاں زدارِ فنا دل نہ بستہ اند   انیک بہ حق رسیدہ ز آفات رستہ اند
شانرا کہ عمر در طلبِ سیم و زر گزشت   آں جملہ را گزاشتہ و خود گزشتہ آند
دیدی شرفؔ کمال چگونہ بر حق رسید   خوش وقت آں کساں کہ بدنیگو نہ رفتہ اند

احسنت شاد باد زہے بادشاہ دیں
سوئے بہشت رفتہ چساں از سرِ یقین

اس سے اتنا معلوم ہوا کہ شرف الدین آپ کے ماموں کے بیٹے تھے یعنی حضرت سید احمد توختہؒ ترمذی کے پوتے۔ ان کی آگے نسل چلی کہ نہیں۔ مذکور نہیں۔ ہندوستان سے اکثر حضرات سید احمد توختہ ترمذی کا مزار ڈھونڈتے ڈھونڈتے تشریف لے آتے اور بتاتے ہیں کہ ہم ان کی اولاد سے ہیں۔ چنانچہ ۱۹/ اکتوبر ۱۹۳۶ء کو نانوتہ محلّہ پیرزادگان ضلع سہارن پور سے ایک صاحب سید ظفریاب حسین تشریف لائے تھے مگر ابھی تک کسی صاحب نے شجرہ دکھا کر ثابت نہیں کیا کہ واقعی ان کی ذکور اولاد موجود ہے۔

پیر فرح بخش اذکار قلندری میں لکھتے ہیں:

''بعد چند سال برادر زادۂ ایشاں مسمی بشاہ زید (آں چناں حال واستقلال کہ در تشریح بیانِ احوالِ آں سلاسۂ دودمانِ کبریٰ کتابے می باید یکے از احوالِ حضرت شاہ زید انیست کہ در جنگ سوانہ برہمن قریب سہ کردہ تن بے سر جنگ کردہ فتح یافتند) از وطن شریف یعنی بلدۂ ترمذ شریف بہ لاہور آوردہ در خدمتِ سید السادات حضرت سید احمد توختہ حاضر شدند حضرت موصوف بی بی تاجؔ کہ دختر خرد آنجناب بود بہ نکاح

Marfat.com

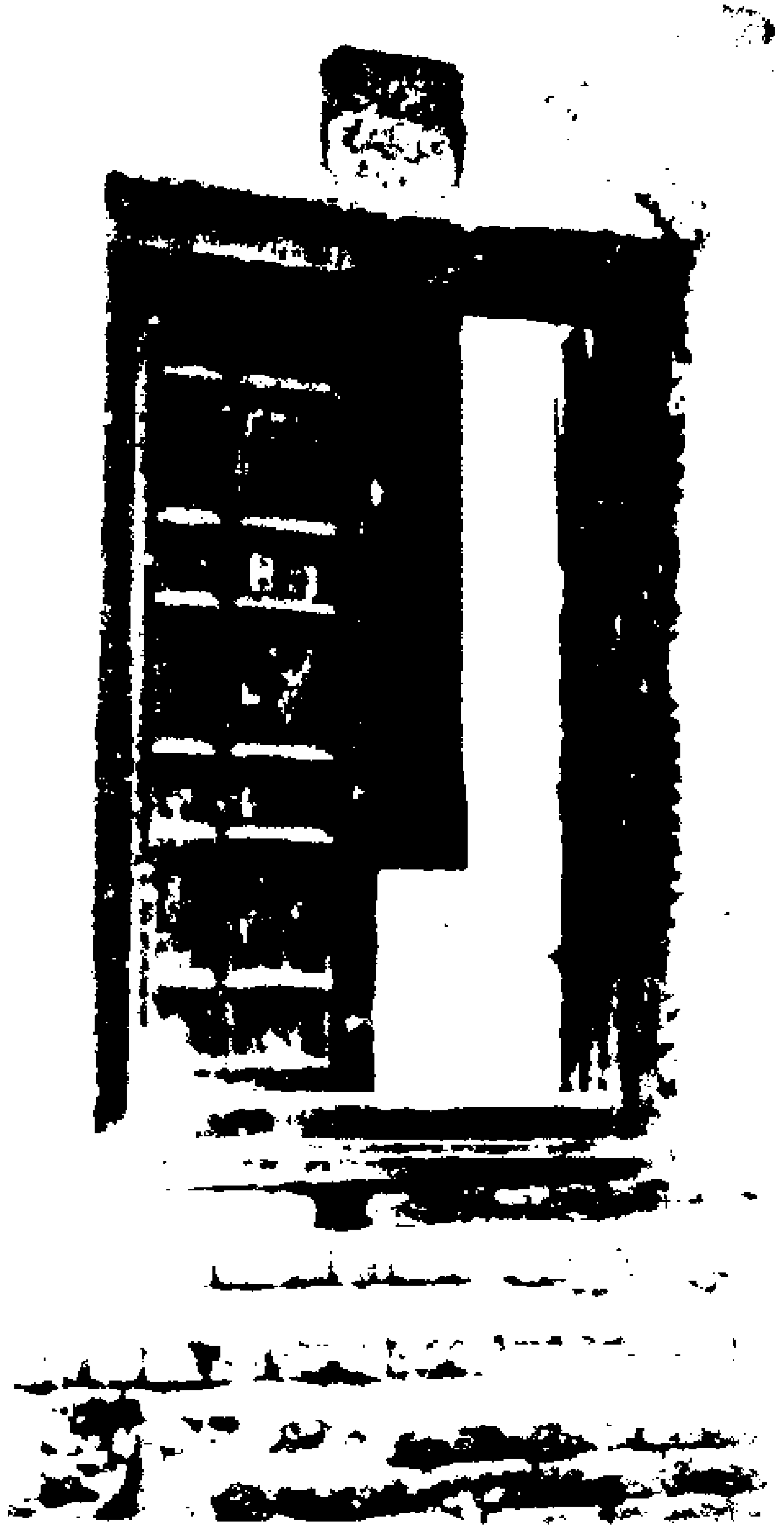

دروازہ مزار حضرت سید احمد توختہ ترمذی لاہور

مزار حضرت سید احمد توختہ ترمذی در لاہور

Marfat.com

Marfat.com

حضرت شاہ زید آوردہ بہ طرف ہندوستان رخصت فرمودند۔ چوں حضرت شاہ زید در قصبہ سوانہ برہمن رسیدند حاکم آنجا بہ آنحضرت عداوت پیدا کردہ سزائے خود رسید وثبوت پیوستہ کہ از اولادِ حضرت شاہ زید در جوارِ ہندوستان پنجاہ ودو مکان آباد اند۔''

الغرض ہر جگہ شاہ زید کی اولاد سے باون مکان آباد ہونے کا ذکر ہے اور سید احمد توختہ کی اولاد کا جہاں کہیں بیان ہے دختری اولاد ہی کا ہے۔ چنانچہ سردارِ اعظم کیچ مکران سے جو تحریر موصول ہوئی ہے اس میں بھی دختری اولاد کے سوا اور کچھ مذکور نہیں۔

مزارِ حضرت سیّد احمد توختہ ترمذیؒ

حضرت توختہ کا مزار لاہور اکبری دروازہ کے مغرب کی طرف محلہ چلّہ بی بیاں میں ہے محلّہ کا نام بگڑ کر چہل بی بیاں بلکہ چھیل بی بڑیاں مشہور ہو گیا تھا۔ میں نے کئی سال ہوئے سید محمد امین صاحب اندرابی میونسپل کمشنر علاقہ کو قلمی اذکار قلندری دکھا کر جس میں صاف لکھا ہے کہ حضرت توختہ نور بخش دیدۂ امید سکنۂ لاہور گردیدہ در محلّہ کہ از خلوت گزینی چلّہ صبیہ ہائے موصوف بہ چلّۂ بی بیاں اشتہار یافت وتا حال محلّۂ مذکور بہ چلّۂ بی بیاں مشہور ومعروف است اقامت اختیار فرمودند۔''

اہالیِ محلہ سے تصحیح نام کے لیے عرض دلائی چنانچہ حسب ذیل فیصلۂ کمیٹی محلّہ چلّہ بی بیاں کے بورڈ بن کر محلّہ میں لگوائے گئے۔

مزار حضرت توختہ چلّہ بی بیاں کے عین شمال کی طرف برلب کوچہ جو شرقاً غرباً ہے خاکسار نامی کے مکان کی مشرقی جانب واقع ہے۔ دروازہ کا فوٹو چلّہ بی بیاں کے اندر کھڑے ہو کر لیا گیا ہے۔ جگہ کی تنگی کی وجہ سے دروازہ کے تاج کا فوٹو نہیں آ سکا۔ مزار کا فوٹو بھی بڑی مشکل سے اتارا جا سکا ہے۔ ۱۹۱۲ء سے پہلے یہ مزار بڑی خستہ حالت میں تھا۔ نہ اندر فرش تھا نہ باہر۔ دیواریں بھی بغیر پلستر کے تھیں۔ دروازہ بھی نہایت بوسیدہ تھا۔ خدا کی توفیق شامل حال ہوئی اور مولوی محرم علی چشتی مرحوم کی حوصلہ افزائی سے اس کی بوجہ احسن مرمت ہو گئی۔ میں نے ۱۹۱۳ء کے سالنامہ میں مندرجہ ذیل نوٹ دیا ہے:

''مزارِ حضرت سید احمد توختہ ترمذی علیہ الرحمہ کی بہت عمدہ مرمت ہو گئی اور وہ جگہ جہاں پہلے مویشی بھی باندھ لیا کرتے تھے اب جائے ذکر بن گئی۔ پس اس سال کے آخری روز (مطابق ۲ صفر ۱۳۳۲ھ) مزار مبارک پر ختم دلایا گیا اور میرے سر پر مولوی محرم علی صاحب چشتی۔ مولوی تاج الدین صاحب پلیڈر اور

Marfat.com

سید محمد امین صاحب وکیل اندرابی نے دستارِ سجادہ نشینی باندھی اور دعا کی کہ مجھے اللہ پاک توفیق خدمتِ بزرگان دیے رکھے اور ان کے نقشِ قدم پر چلائے آمین۔" اس کے بعد میں نے مزار کے حجرہ (واقع جانبِ مشرقِ مزار) اور برآمدہ (واقع جانب جنوب) کو اچھی طرح مسقف کر کے اوپر ایک اور منزل ڈال لی۔ اوپر کتب خانہ رکھا۔ اور نیچے مہمانوں اور زائرین کی جائے آرام۔ میری والدۂ شریفہ فی سبیل اللہ لڑکیوں کو یہیں قرآن پڑھایا کرتی تھی۔ اور یہ سلسلہ ان کے بعد بھی بفضلہٖ جاری ہے۔ مسکنِ نامیؔ کے مشرقی ہال کا دروازہ مشرقی مسقف برآمدہ کی طرف کھلتا ہے۔ مقام مزار کے مغرب کی طرف ایک کوٹھڑی ہے۔ اور اس سے آگے ایک اور سہ درہ کمرہ جو شمال جنوبی کوچہ کے مغرب کو ہے۔ ہم نے کبھی مزار کی طرف پاؤں نہیں کیے ۱۹۱۱ء میں اخوی حامیؔ صاحب مرحوم جو ایک رات اس سہ درے کمرہ میں سوئے تو انھوں نے نادانستہ پاؤں سمتِ مزار پھیلا دیے۔ رات انھیں کئی دفعہ تنبیہ ہوئی کہ مردِ خدا کی طرف پاؤں نہ کرو۔ انھوں نے اسے خواب وخیال سمجھا۔ آخری تنبیہ میں مکان کو آگ لگا دینے کی توقع تھی آپ نے توبہ کی۔ والدہ صاحبہ نے صبح اٹھ کر نیاز دی۔ اور پھر ہم میں سے کبھی کسی نے ادھر پاؤں نہیں کیے۔ اسی مکان میں ایک شخص نے ۱۳۲۰ھ میں ادب ملحوظ نہ رکھا اور میرے سامنے نذرِ آتش ہوگیا۔ خدا کرے کسی پر درویشوں کی نظرِ عتاب نہ ہو۔

خاندانِ حضرت توختہ سے مزید تعارف

۱۹۳۹ء میں حضرت سید احمد توختہ ترمذی کے مزار کے بیرونی دالان کو وسیع کر کے صحن سمیت پختہ فرش اور پلستر سے آراستہ کیا گیا۔ اکثر ترمذی حضرات زیارت کو تشریف لاتے رہے مثلاً ۲ جولائی ۱۹۴۰ء میں ہادی حسن واحسان علی صاحبان آئے جنھوں نے بتایا کہ سید کھیڑی میں (راجپورہ اسٹیشن) تقریباً ۵۰ گھر سادات ترمذ کے ہیں اور وہی مالک ہیں۔ ۱۳ مارچ ۱۹۴۴ء کو سید محمد خلیل صاحب ترمذی ہیڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی سکول جالندھر شہر مکین محلہ قاضیاں متصل جامع مسجد حاضر درگاہ ہوئے۔

سید اظہر حسن صاحب زاہدی بی اے سابق مدیر "زمیندار" حال جرنلسٹ محکمہ اطلاعات حکومت ہند (متحدہ ہند) تین سال دہلی رہ کر لاہور واپس آ گئے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ سید محمد کالپوی (مرشد سید محمد افضل الہ آبادی) نے عالم گیر کے عہد میں جالندھر سے کالپی میں سکونت اختیار کی اور جنگ آزادی ۱۸۵۷ء تک ہمارے ازدواجی تعلقات جالندھر کے قاضی خاندان سے قائم رہے۔ مولانا سید حسین احمد مدنی دیوبندی نے بھی "نقشِ حیات" میں اپنے کو حضرت توختہ کی اولاد بتایا ہے۔

Marfat.com

حضرت توختہؒ کی صاحبزادیوں اور مقبرۂ سیّد کے انہدام کے حالات

۱۹۴۷ء کے انقلاب کے وقت باؤنڈری کمیشن کے سامنے پیش کرنے کے لیے میں نے ان اسلامی آثار کی فہرست زیادہ تر رائے بہادر کنہیالال کی تاریخ لاہور سے تیار کر کے دی تھی جن کو مہاراجہ رنجیت سنگھ نے امرتسر میں دربار صاحب بنانے کی غرض سے منہدم کر کے سنگِ مرمر حاصل کیا تھا۔ اس فہرست میں حضرت سید احمد توختہؒ کا مزار بھی شامل ہے۔ رائے بہادر صاحب تاریخ مذکور کے صفحہ ۳۰۷ تا ۳۰۹ حالاتِ مزار بی بیاں پاکدامناں' لکھتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ ''اب تک محلہ چہل بی بیوں (چلّہ بی بیاں) میں سید احمد توختہ کا مزار موجود ہے۔ پہلے اس کی قبر میں بڑا مقبرہ تھا جب سنگ مرمر اس کا مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اتروالیا تو مقبرہ گر گیا۔ اور اس کے گردونواح کے قبرستان میں غلام محی الدین شاہ پیرزادہ رتہ نے اپنی حویلی بنالی اور وہ قبر اب ایک طویلہ کے اندر پختہ بنی ہوئی موجود ہے۔

پھر یہ تسلیم کر کے کہ بی بیاں پاکدامن حضرت توختہ ہی کی صاحبزادیاں تھیں لکھتے ہیں کہ سید احمد توختہؒ کی وفات کے بعد یہ بی بیاں لاہور کے حصار کے باہر جا کر قیام پذیر ہوئیں اور لوگوں سے الگ بہ عبادتِ حق مصروف رہیں۔ آخر جب ۶۱۵ھ میں کفار مغل نے بہ تعاقب سلطان جلال الدین خوارزمی پنجاب پر لشکر کشی کی اور لاہور کی رعایا بہ جرم مقابلہ ومجادلہ قتل ہوئی تو یہ بی بیاں بھی کہ مستورہ مخورہ تھیں نہایت گھبرائیں کہ اب نامحرم لوگ آکر ہم کو بے پردہ کریں گے اور سب نے مل کر دستِ دعا خدا کے حضور اٹھائے اور کہا کہ یاالٰہی ہم کو زمین کا پیوند کر لے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ زمین جابجا سے پھٹ گئی اور وہ چھٹوں بی بیاں مع خادمہ عورتوں بی بی تنوری وغیرہ کے زمین میں سما گئیں اور ان کی اوڑھنیوں کے پلّے ذرا ذرا سے زمین سے باہر رہ گئے جن پر بعد امن چین کے لوگوں نے قبریں بنادیں۔ یہ متبرک مزارات لاہور سے بفاصلہ دو میل بجانب گوشہ کگنی (جنوب مشرقی) واقع ہیں۔'' الخ

اس بیان سے ان تاریخ سے نابلد لوگوں کی تردید ہوگئی جو کہتے ہیں کہ یہ مستورات حضرت علیؓ کی بھتیجیاں تھیں۔ کربلا میں امام حسینؓ کے وارد ہونے کا حال سن کر دمشق سے روانہ ہوئی تھیں۔ مگر جب پتہ چلا کہ آپ شہید ہوگئے تو لاہور آگئیں۔ سوال یہ ہے کہ جب یہ پہلے سے یزید کے دارالخلافہ میں تھیں تو پھر ادھر واپس کیوں نہ گئیں حالانکہ جو مستورات امام حسینؓ کے ہمراہ آئیں تھیں وہ وہیں پہنچی تھیں آہ واقعہ کربلا میں کس قدر غلط قصے شامل کیے گئے ہیں۔

Marfat.com

مزار حضرت توختہؒ کے گرد زیرآبادی قبرستان

بہاول پور گزیٹیر میں لکھا ہے کہ دہلی میں سلطان شمس الدین التمش نے اپنی بیٹی عائشہ کا نکاح سلطان حمید الدین حاکمؒ سے کر دیا۔ اور آپ چند دن کے بعد اس بیوی کو ساتھ لے کر لاہور میں اپنے نانا حضرت توختہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے قضائے الٰہی سے یہیں اس بی بی کا انتقال ہو گیا اس کا مزار سید صاحب موصوف کے مزار کے بالکل متصل لاہور کے محلہ چہل بی بیاں (چلہ بی بیاں) میں ہے پچھلے سال سید صاحب کے مزار کے مشرق کی طرف مستری فضل دین نے پرانا مکان گرا کر نیا بنانے کے لیے جب بنیادیں کھودیں تو نیچے سے بے شمار انسانی ہڈیاں برآمد ہوئیں اور دو گنبدوں کے آثار بھی نکلے۔ بڑے بوڑھے بتاتے ہیں کہ یہ تمام علاقہ قبرستان تھا۔ سکھوں کے عہد میں جہاں اور مقبرے ویران ہوئے یہ بھی ہو گیا اور اس ویرانے پر تعمیرِ مکانات شروع ہوئی۔ یہ حضرت توختہ کی بزرگی کا کمال سمجھنا چاہیے کہ ان کا مزار تباہی سے بچ گیا۔ اور میرے نانا پیر غلام محی الدین شاہؒ نے اسے محفوظ کر لیا۔ اور ان کے بعد خدا نے مجھے اس خدمت کی توفیق بخشی۔ دوسری توجیہہ مکانات میں قبریں ہونے کہ یہ بتائی جاتی ہے کہ پہلے بزرگوں کو شہر کے اندر ہی دفن کر دیتے تھے۔ چنانچہ اب بھی یہی دستور ہے چنانچہ مولانا غلام قادر صاحب بھیروی مرحوم کو بیگم شاہی مسجد میں، پیر عبد الغفار صاحب مرحوم کو مسجد تکیہ[1] سادھواں میں اور مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب مرحوم کو مسجد اندرون دہلی دروازہ واقع چنگڑ محلہ میں ہمارے سامنے دفن کیا گیا ہے مگر ایسی صورت میں ایک دو مزارات ہونے چاہئیں۔ چپے چپے پہ قبر ہونا عام قبرستان ہونے کا پتہ دیتا ہے۔ بہر حال بی بی عائشہ کی قبر کا پتہ نہیں۔ ابھی ایک پختہ قبر مستری مذکور کے مکان کے باہر برسرِ کوچہ شرقی موجود ہے مگر معلوم نہیں کس کی ہے۔

مجھے یاد ہے کہ جب میں آٹھ دس سال کا تھا تو بارش سے حضرت توختہ کے مزار کے باہر جانب جنوب ایک غار سا پڑ گیا تھا جو بہت گہرا دکھائی دیتا تھا جیسا کہ فراخ سا تہ خانہ۔ والد صاحب نے وہ بند کرا دیا۔ اب مجھے خیال ہوتا ہے کہ سید توختہ کا مزار ضرور تہ خانہ میں ہوگا اور یہ تعویز بطور نشان اوپر بنا دیا گیا ہوگا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں قبرستان ادھر تھا اور آبادی اُدھر۔ یعنی جہاں ان کی صاحبزادیاں پیوندِ زمین ہوئیں۔ کیونکہ روایت یہی ہے کہ وہ اپنے گھروں میں مشغولِ عبادت تھیں کہ دشمن کی فوج نے قتل و غارت

---

[1] پیر عبد الغفار صاحب کے صاحبزادے نے کچھ عرصہ بعد آپ کے تابوت کو نکال کر میانی صاحب لے جا کر وہاں دفن کر کے شاندار مزار بنایا ہے۔ (اضافہ طبع ثانی)

Marfat.com

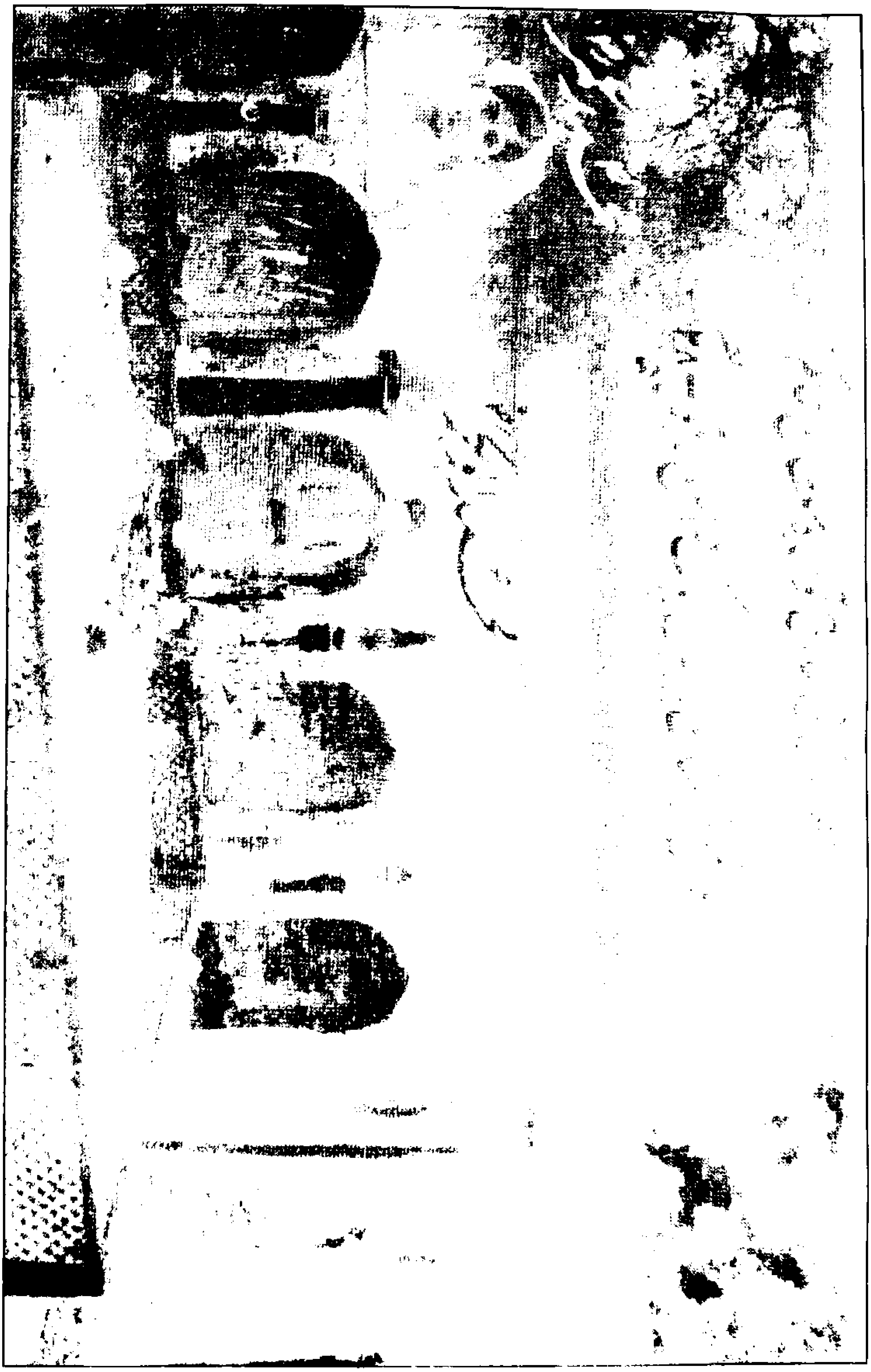

Marfat.com

Marfat.com

کا بازار گرم کر دیا اور یہ بی بیاں حفظِ عصمت کے لیے دعا کر کے زمین میں سما گئیں اس عہد کے تین سو سال بعد تک بھی ادھر آبادی تھی۔ خانقاہِ جلیلہ بھی اس طرف ہی ہے۔ وہاں کوٹ کروڑ آباد تھا اور قبرستان نہ تھا۔ پس ثابت ہو گیا کہ حضرت توختہ کے مزار کے گرد قبرستان تھا جواب زیرآبادی آ گیا ہے۔ یہ قدرت کے کھیل ہیں کہ ویرانے آباد اور آبادیاں ویران ہو رہی ہیں۔ بقابقائے خداست و ملک ملکِ خدا۔

بی بی پاک دامن کا رشتہ حضرت توختہؒ سے

جب تک ہماری خاندانی کتب کا مورخین نے مطالعہ نہیں کیا تھا وہ اپنی تالیفات میں یہی افواہ درج کرتے رہے کہ بی بیاں پاک دامن جن کا چلہ خانہ حضرت توختہ کے مزار کے سامنے جانبِ جنوب ہے اور جن کے مزار قلعہ گوجر سنگھ کے متصل امپریس روڈ پر واقع ہیں۔ حضرت علیؓ یا ان کے بھائی عقیلؓ کی بیٹیاں تھیں جو واقعۂ کربلا کے موقع بھاگ کر لاہور آ گئیں۔ اور کافروں کے خوف سے دعا کر کے زندہ درگور ہو گئیں مگر جب مورخین کو یہ حقیقت معلوم ہوئی کہ واقعہ کربلا کے وقت جب لاہور میں کوئی مسلمان نہ تھا تو وہ کفر گڑھ میں کیوں آئیں اور نہ ان کو کوفیوں یا شامیوں سے خطرہ تھا اگر تھا بھی تو حرمین شریفین جا کر زیادہ محفوظ رہ سکتی تھیں جیسا کہ دیگر اہل بیت امام مظلوم ہوئے نیز بی بیوں کے نام تاج، حاج، حور، نور، گوہر، شہبا ظاہر کرتے ہیں کہ وہ خالص عربی نام نہیں نہ ایسے نام اس وقت عرب میں مروّج تھے۔ اور محمد امین صاحب فوق نے تسلیم کر لیا کہ یہ حضرت سید احمد توختہ ہی کی بیٹیاں تھیں جو چنگیز خانیوں کی غارت گریِ لاہور کے سال یعنی ۱۲۴۱ء میں پیوندِ زمین ہو گئیں۔ میں نے ایک مستقل رسالہ جس کا نام ''بی بیاں پاک دامن کے نسب اور ورودِ لاہور کی تاریخ کے متعلق تحقیق کر کے ۱۹۳۸ء میں شائع کر کے واضح کر دیا ہے کہ بی بی تاج وحاج وغیرہ سید احمد توختہ ترمذی کی بیٹیوں کے نام تھے اس نام کی کوئی بی بی نہ حضرت علیؓ کی بیٹی تھی نہ حضرت عقیلؓ کی۔

حضرت حاکمؒ کا حصولِ خرقہ ہائے خلافت از سیّد توختہؒ وغیرہ

شتاریہ

حضرت سلطان التارکین نے پہلے پہل خرقۂ خلافت سلسلۂ شتاریہ اپنے نانا سید السادات سید احمد توختہؒ سے پہنا۔ انھوں نے برہان السالکین۔ قطب العالمین۔ شیخ احمد نور بخشؒ سے انھوں نے اپنے پیر شیخ

Marfat.com

السالکین نجم الدین سفرادیؒ سے۔ انھوں نے اپنے پیر شیخ شرف الدین جرجانی سے انھوں نے تقی الدین احمد صفا سے انھوں نے مقری الصباغ الجرجانی سے انھوں نے کمال الدین حسن سبی سے انھوں نے بدرالدین سید علی طبی سے انھوں نے سلطان العارفین ابو یزید بسطامی سے اور وہ خلافت رکھتے تھے حضرت امام جعفر صادقؒ سے اور وہ اپنے والد امام محمد باقرؒ سے اور وہ اپنے والد امام حسینؓ شہید کربلا سے اور وہ حضرت خاتم النبین (احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ سے۔

جنیدیہ

حضرت حاکم ۷۳۷ھ علیہ الرحمہ کو خرقۂ خلافتِ سلسلہ ملا اپنے والد سلطان بہاؤالدین سے انھیں اپنے باپ سلطان قطب الدین سے انھیں اپنے باپ شیخ الاسلام سلطان رشید الدین سے انھیں اپنے باپ سلطان ابوعلی سے انھیں اپنے باپ شیخ موسیٰ سے انھیں اپنے باپ شیخ ابو طاہر سے انھیں اپنے باپ شیخ ابراہیم ابوالحسن ہنکاری (۴۸۶) سے انھیں اپنے پیر شیخ ابوالفرح طرطوسی (۴۴۷) سے انھیں اپنے پیر حضرت شیخ عبدالواحد بن عبدالعزیز الیمنی (۴۲۵) سے انھیں اپنے پیر سلطان اولیا شیخ ابا بکر شبلی (۳۳۴) سے انھیں اپنے پیر حضرت خواجہ سرّی سقطی (۲۵۳) سے انھیں اپنے پیر شیخ معروف کرخی سے انھیں اپنے پیر شیخ داؤد طائی سے انھیں اپنے پیر حبیب عجمی (۱۵۶) سے انھیں اپنے پیر امام حسن بصری سے اور وہ خلافت رکھتے تھے امیر المومنین حضرت علیؓ اسد اللہ الغالب ابن ابی طالب سے اور وہ حضرت خاتم النبین سرورِ عالم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ سے۔

سہروردیہ

آپ نے سلسلہ سہروردیہ کا خرقہ خلافت حضرت غوث الکونین عارف المعظم قطب الاقطاب رکن الملت (۷۳۵) والشرع والدین شیخ ابوالفتح فیض اللہ سے پہنا انھوں نے اپنے باپ شیخ العارف صدر الحق (۶۸۴) والشرع والدین سے انھوں نے اپنے باپ ختم المقربین امینِ حضرت رب العالمین بہاؤ الملت والشرع والدین شیخ کبیر ابو محمد زکریا (۶۶۱) قریشی الاسدی الملتانی سے انھوں نے اپنے پیر شیخ الحقیقت شہاب الحق والشرع والدین ابی محمد عبداللہ عمر (۶۳۲) سہروردی البکری سے انھوں نے اپنے چچا شیخ ضیاء الدین (۵۶۳) ابونجیب عبدالقادر سہروردی سے انھوں نے اپنے عم شیخ وجیہہ الدین (۵۵۶) سہروردی سے انھوں نے اپنے پدر شیخ احمد اسود دینوری سے انھوں نے اپنے پیر ممشاد (۲۹۷)

Marfat.com

دینوری سے انھوں نے اپنے پیر سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی سے انھوں نے اپنے پیر شیخ سرّی سقطیؒ سے انھوں نے اپنے پیر برہان العارفین شیخ معروف کرخیؒ (۲۰۲) سے انھوں نے اپنے پیر شیخ داؤد طائی سے انھوں نے اپنے پیر حبیب عجمیؒ (۱۵۶) سے۔ انھوں نے اپنے پیر خواجہ حسن بصریؒ سے اور انھوں نے خرقۂ خلافت پہنا حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے اور انھوں نے سید عالم و مہترِ کونین محمد مصطفیٰ ﷺ سے۔

نیز شیخ وجیہہ الدین ابو حفص صحبت رکھتے تھے حضرت اخی فرح زنجانی سے اور وہ حضرت شیخ عباسی نہاوندیؒ سے اور وہ حضرت حنیف شیزازی سے اور وہ حضرت شیخ ابو محمد دوم سے اور وہ قدرۃ الاولیا شیخ معروف کرخیؒ (۲۰۲) سے اور وہ امام علی موسیٰ رضاؒ (۲۰۳) سے اور وہ اپنے والد امام موسیٰ کاظمؒ (۱۸۶) سے اور وہ اپنے باپ امام جعفر صادقؒ (۱۴۹) سے اور وہ اپنے پدر امام محمد باقرؒ سے اور وہ اپنے پدر امام المسلمین امام زین العابدینؒ (۹۴) سے اور وہ اپنے والد بزرگوار امام حسینؓ (۶۱) سے اور انھیں خاتم الانبیا والمرسلین ﷺ (۱۱) کی صحبت سے شرف حاصل تھا۔

نیز امام جعفر صادق (۱۴۹) اپنے نانا حضرت قاسم فقیہ بن محمد بن امیر المومنین ابی بکر صدیقؓ کی صحبت سے مشرف ہوئے اور وہ حضرت سلمان فارسی (۳۳) سے اور وہ امیر المومنین ابی بکر صدیقؓ سے اور وہ مہترِ عصر خواجۂ کونین سید الصادق قریشی الہاشمی عربی المدنی احمد مصطفیٰ محمد مجتبیٰ ﷺ (۱۱) سے۔

نوٹ

ناموں کے ساتھ جو ہند سے دیے گئے ہیں وہ سالِ وفات (ہجری) کے مظہر ہیں۔

عطائے سجادگی

شیخ عثمان سیاحؒ سے مذکور ہے کہ حضرت شیخ رکن الدینؒ نے وفات کے وقت شیخ کبیر بہاؤ الدینؒ کی سجادگی شیخ فخر الدین عراقی کو دی او اپنی سجادگی سلطان التارکین حمید الدین شیخ حاکم کو عنایت فرمائی جو آپ کی وفات کے بعد آپ کے بڑے بیٹے شیخ نور الدین کو ملی۔ ان کے بھائی شیخ تاج الدین نے جب شیخ فخر الدین میں بے تکلفی اور آزادی مشاہدہ کی تو بادشاہِ وقت کی خدمت میں جا کر عرض کیا کہ شیخ کبیر جیسے مجتہد عصر کا سجادہ نشین اس شخص (شیخ فخر الدین) کو جو صاحب دل جوانوں کے مجمع میں سرود سنتا رہتا ہو نہیں ہونا چاہیے۔ جب شیخ عراقی کو یہ بات معلوم ہوئی آپ کعبہ شریف کی طرف چلے گئے اور شیخ کبیر کی سجادگی

Marfat.com

شیخ اسمٰعیل کو جوان کا نواسہ اوران کا برادرزادہ تھا تفویض ہوئی چنانچہ اب تک شیخ کبیر علیہ الرحمہ کی سجادہ نشینی اسمٰعیل ہی کی اولاد میں ہے۔

تالیف قلب فرزند حضرت حاکمؒ

ایک دن سلطان السلاطین حسین لانگاہ ظل اللہ نے فرمایا کہ میں نے راویانِ اخبار سے سنا ہے کہ شیخ نورالدین بن سلطان التارکین نے شیخ صدرالدین بن شیخ اسمٰعیل سے رنجیدہ ہوکر ایک رات اپنے والد بزرگوار کی طرف رجوع کیا۔ حضرت نے باطن میں فرمایا تم آزردہ نہ ہو وہ خود ہی تمھیں اپنے بہ منت راضی کر لے گا۔ اسی رات شیخ صدرالدین کو شیخ رکن الحق والشرع والدین نے باطن میں فرمایا کہ تم نے فرزند شیخ نورالدین کو ناراض کر دیا ہے تمھیں خبر نہیں کہ وہ میرے سجادہ نشین کا فرزند ہے جا کر اسے فوراً راضی کرو۔ اسی وقت شیخ صدرالدین شیخ نورالدین کے گھر پر حاضر ہوئے اور معذرت کر کے انھیں خوش کر لیا۔

شیخ نورالدین کی اولاد کو تعویز کی بخشش

حضرت شیخ راجو قتالؒ سے منقول ہے کہ حضرت سلطان التارکین کا ایک دن وقتِ خوش تھا آپ کا گزر ایک بیمار پر ہوا جس کو لاعلاج مرض لاحق تھا آپ نے اپنے فرزند شیخ نورالدین کی طرف توجہ کر کے فرمایا کہ اس بیماری کے لیے یہ نقش لکھ کر دو۔ خداوندِ جلّ وعلیٰ کی قدرت سے بعید نہیں کہ یہ شفایاب ہو جائے۔ مجھے اس نقش کا تصرف اپنے نانا حضرت شیخ احمد توختہ علیہ الرحمہ کی خدمت سے حاصل ہوا اور میں نے اس کا تصرف تیری اولاد کو بے نصاب وزکوٰۃ بخشا۔ شیخ نورالدین نے فوراً وہ نقش لکھ کر اس مریض کو دیا اور اللہ تعالیٰ نے طرفۃ العین میں شفا بخش دی۔ نقش یہ ہے:

	یاحافظ	یاحفیظ	یاحافظ	
یاحفیظ	۶	۱	۸	یاحفیظ
یاحافظ	۷	۵	۳	یاحافظ
یاحفیظ	۲	۹	۴	یاحفیظ
	یاحافظ	یاحفیظ	یاحافظ	

Marfat.com

شیخ حاکمؒ کا منظورِ نظر طعام

شیخ المشائخ حسن افغان سے منقول ہے کہ شیخ علم الدین علامہ ولد حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا قدس سرہٗ بیمار تھے، جب آپ کی خبرِ مرض شیخ کبیر کو ہوئی فرمایا فرزندم حمیدالدین حاکمؒ نظر طعام بھُسری[1] دو تا کہ اسے صحت نصیب ہو چنانچہ جب ارشاد کی تعمیل ہوئی تو شافیِ برحق نے انھیں شفا بخش دی۔ اور اب تک شیخ بہاؤالدینؒ کے قبائل کو جب کبھی کوئی مشکل پیش آتی ہے تو وہ اس کے حل کے لیے یہی طعام پکا کر دیتے ہیں۔

شیخ راجو قتالؒ کی ارادت

شیخ المشائخ شیخ جمالؒ حسبِ روایات شیخ رشید بیان کرتے ہیں کہ ایک دن شیخ الاولیا المعظم سید احمد کبیر بن سید السادات حضرت شیخ جلال سرخ نے فرمایا کہ میری پشت میں ایک قطبِ زمانہ ہے جب اس کی بات کی خبر سید السادات مخدوم جہانیاں کو ہوئی تو انھوں نے اپنی خالہ کو اپنے والد سید احمد کبیر موصوف کے عقد پر راضی کر لیا اور اس بی بی سے ان کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام شیخ راجو رکھا گیا جو ایسے مردِ خدا تھے کہ ان کی آنکھوں ہی سے ذوق وشوق محبتِ الٰہی جلوہ گر تھا اور وہ اسی سبب سے بہ لقب قتال ملقب ہوئے آپ نے تمام فیض حضرت سلطان التارکین سے پایا تھا۔ آنجناب کی خدمت میں آپ کے بیعت کرنے کی یہ کیفیت ہے کہ ایک دن شیخ نصیرالدین چراغ دہلویؒ کی خانقاہ میں مجلسِ سماع منعقد تھی کہ ایک قوال نے شیخ حمیدالدین ابوالغیث کا ایک دوہڑہ[2] مقام سرود میں پڑھا ؎

پرنیدری نودر کندی دکن کیترد

کہ ای ولار د لائی و زاری کا توی

جس سے صوفیائے کرام کو بڑا حظ آیا اور تمام رقص کرنے لگ گئے مجلس برخاست ہونے پر اس قوال نے کہا کہ میں پہلے ملتان میں شیخ رکن الدین ملتانی کی خدمت میں حاضر ہوا جہاں کئی روز بسر کر کے

۱؎ بھُسری ایک قسم کی روٹی ہے جو قند یا شکر ڈال کر اور توے پر گھی لگا کر پکائی جاتی ہے۔

۲؎ تذکرۂ حمیدیہ اور تذکرہ قطبیہ میں مندرجہ دوہڑے ڈاکٹر نبی بخش صاحب بلوچ نے جو سندھ یونیورسٹی سے وابستہ ہیں ملاحظہ فرما کر ان کو عمدہ مضامین پر مشتمل بتایا اور کہا یہ سندھی زبان میں ہیں اور ان ہر دو کتب کو سندھ یونیورسٹی کی طرف سے شائع کرنے کا وعدہ کیا۔

Marfat.com

سلطان التارکین شیخ حاکم کی بارگاہ میں مو مبارک شرف صدور حاصل کیا۔ چنانچہ کچھ دن ان کی ملازمت سے بہرہ ور ہو کر یہاں پہنچا ہوں۔ اس نے حضرت سلطان کے بہت مناقب اور اشعار سنائے اسی وقت سے شیخ راجو قتال کو سلطان حاکمؒ سے اعتقاد کامل ہو گیا اور وہ ہر زمانہ کے بعد سو مرتبہ سلطان التارکین کا نام بطور وظیفہ پڑھنے لگے۔ آخر الامر دہلی سے کوٹ مو میں حاضر ہو کر آنحضرتؒ کے مرید ہو گئے اور صحبتِ حاکمی میں رہ کر اسرار کماہی سے خبردار اور محرم حقیقت ہو گئے۔ سلطان التارکین نے آپ سے فرمایا کہ تمام رات میرے پاس خفی ذات اور نفی اثبات کے اشغال میں مصروف رہو چنانچہ ایک ہی رات میں شیخ راجو قتال کو اللہ تعالیٰ نے درجۂ اعلیٰ عطا کر کے اپنے واصلوں میں شامل کر لیا۔

شیخ پیر محمدؒ مدفون بقصبہ ماتھلہ کا مرید ہونا

حضرت شیخ عثمان سیاح سے منقول ہے کہ شیخ پیر محمد حرم کعبہ میں ذکر الٰہی میں مشغول تھے کہ حضرت خواجۂ کونین ﷺ نے ان کو بشارت دی کہ میرے فرزند حمید الدین شیخ حاکم کے پاس جو شیخ رکن الدین ابوالفتح فیض اللہ ملتانی کے مرید ہیں جا کر اپنا نصیبہ لے لو۔ اسی رات سلطان التارکین کو در باطن فرمایا کہ شیخ پیر محمد کی تربیت کرو۔ آخر کار شیخ پیر محمد آنجناب کی خدمت میں مو مبارک آ کر مرید ہوئے اور ان کا مزار قصبہ ماتھلہ میں مشہور ہے۔

مؤلفِ انیس الواعظین کی سلطان حاکمؒ سے ارادت

انیس الواعظین بڑی مقبول کتاب ہے۔ وہ کئی مطابع میں بمعہ تراجم کئی بار چھپ چکی ہے اس میں جا بجا سلطان التارکین شیخ حاکم کا ذکر خیر آیا ہے اس کے مصنف لکھتے ہیں:

''می گوید بندۂ خاطی مولفِ ایں مجالس ابوبکر بن محمد علی القریشی الملقب بہ بدر غفر اللہ لہٗ ولوالدیہ کہ شنیدم از مخدوم پیر داداز پدرِ خود شیخ حمید الدین حاکمؒ متع اللہ المسلمین بطول حیاتہٖ وایشاں گفتہ اند کہ من از شیخ المشائخ قطب الاولیا رکن الحق والدین ابوالفتح قدس سرہ العزیز وہم بندگی مخدوم فرمودنشانِ حج مقبول آنست کہ حاجی را اشتیاق کم نشود بلکہ روز بروز زیادہ گردد۔''

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ شیخ بدر سلطان حاکمؒ کے فرزند شیخ نور الدین کے مرید تھے۔ اس کتاب کی دوسری جگہ عبارت سے ظاہر ہے کہ سلطان حاکمؒ شیخ بدر کے چچا کے پیر تھے چنانچہ لکھتے ہیں کہ:

Marfat.com

''بندگی مخدوم پیراور درِ مؤلف ایں مجلس شیخ حمید الدین حاکم سلمہ اللہ تعالیٰ والقاۂ فرمود کہ شیخ الاسلام رکن الحق والدین ابوالفتح فیض اللہ قدس سرہٗ گفتہ مردے صالح باشد برکت او در پسراں اثر کند۔ چوں صلاحیت او بیش شود و ہمسایہ گان واثر کند چوں از اں بیش شود در آں شہر اثر کند چوں از اں بیش شود در اقلیم اثر کند۔''

علاوہ ازیں مؤلف موصوف نے کئی جگہ سلطان حاکمؒ کے اشعار بھی درج کتاب کیے ہیں مندرجہ بالا حوالوں سے یہ بھی معلوم ہو کہ سلطان حاکمؒ وقتِ تحریر انیس الواعظین زندہ تھے۔

مناجاتِ سلطان حاکمؒ

سلطان حاکمؒ کی گلزار حمد ونعت۔ مناجات وغزلیات۔ مدح پیر اور پند ونصائح سے مالا مال ہے میں تذکرہ حمیدیہ میں نمونۂ کلام درج کر چکا ہوں اور دو مناجاتیں حالات وبابرکات میں۔ یہاں چھ صفحہ کی منثور دعا سے اقتباساً چند جملے اردو میں ترجمہ کر کے لکھتا ہوں:

''الٰہی! ہم تیرے بندے ہیں تو بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔ ہوتا وہی ہے جو تجھے منظور ہو۔ ہماری مرضی سے کچھ نہیں ہو سکتا جب تک کہ تو نہ چاہے الٰہی جسے تو مہر سے بلا لے اسے کوئی ہٹا نہیں سکتا اور جسے تو قہر سے نکال دے اسے کوئی بلا نہیں سکتا۔ تیرا بلایا ہوا مخذول نہیں ہو سکتا اور تیرا دھتکارا ہوا مقبول نہیں بن سکتا۔

خوش وقتے آنکسے کہ مرا در انجواندۂ

دے وائے برکسے کہ مرا در ابراندۂ

خدایا اپنی ذات وصفات کی عظمت اور اپنی پاک کتابوں، فرشتوں نبیوں، رسول مقبول ﷺ، صحابہ کرامؓ، غریبوں اور مسکینوں سوز سینہ اور بیوہ عورتوں کے آب دیدہ کی حرمت سے مجھ بے چارے گنہ گار پر اور تمام مومنانِ دیندار پر اپنا فضل وکرم شامل رکھ۔ اے کریم! اگرچہ میں گنہ گار ہوں مگر تیرے سوا میرا اور کوئی خدا نہیں۔ اور اگر بدکار ہوں تو مجھے تیرے ہی فضل وکرم کی امید ہے۔ اے رحیم اگر میں جرم وعصیاں میں غرق ہوں مگر مخلص مسلمان ہوں اور اگر آلودۂ خطا ونسیان ہوں مگر تجھے لاشریک واحد کہتا ہوں۔ اور مانتا ہوں۔ الٰہی قرآن کی حرمت سے مجھے اپنے عفو سے دلشاد اور آتشِ دوزخ سے آزاد کر۔ الٰہی اپنی رحمت کے دروازے مجھ پر ایسے کھول کہ کبھی بند نہ ہوں اور مجھے توبہ ایسی درست دے کہ ہر بار شکستہ نہ ہو اپنی یاد ایسی عطا کر کہ غیر کو بھول جاؤں الٰہی ہمیں ایک لحظہ کے لیے بھی ہم پر نہ چھوڑ اپنے حفظ وامان میں رکھ اپنے دروازہ پر ایسی استقامت بخش کہ ادھر ادھر نہ بھٹکوں۔ ہمارے دینی اور دنیاوی اسباب اپنے فضل سے بنا دے اور دوزخ کی آگ میں نہ جلا۔ ہمیں باعزت وجاہ رکھ اور دنیا وآخرت کی خواری اور مخلوق کی محتاجی سے بچا لے۔

Marfat.com

عمر ورزق میں برکت دے بخش دے اور رحمت کر۔ ہمیشہ طاعت وعبادت، محبت ذکر شوق وفکر اور اپنے شکر میں مشغول رکھ اور کسی ظالم شیطان، مفسد، حاسد کو ہم پر مسلط نہ کر۔ نعمت وکرامت واستقامت دے کر نفس امارہ اور شیطان ستمگار پر فیروزی بخش ظلمات ریا کو ہم سے دور کر اور نورِ اخلاص دے۔ بکھرے ہوؤں کو جمع کر مسلمان مسافروں کو بہ سلامت وطن پہنچا دے۔ مسلمانوں کے فرزندوں کی نعمت سے پرورش کر۔ عورات مستورات کو پردۂ عصمت میں رکھ اور مسلمانوں کی لڑکیوں کو بخت نیک عطا کر۔ ایسی تمام حاجت مندوں کی حاجتیں اور تمام دل کی مرادیں جن کو تو جانتا ہے برلا سکتا ہے پوری کر دے مجھے تیرا ہی فضل وکرم درکار ہے اور میں کسی اور مخلوق کی مدد نیں چاہتا۔ **صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ محمد و آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔**

ذکرِ اولادِ شیخ نور الدینؒ فرزندِ اکبر سلطان حمید الدین حاکمؒ

سلطان التارکین حمید الدین حاکمؒ

۱۔ شیخ نور الدینؒ — شیخ تاج الدینؒ

۲۔ شیخ شہاب الدینؒ — شیخ کمال الدین (در طفلی مُرد) — شیخ جلال الدین (اولاد در ڈھگ وغیرہ) — شیخ احمد الدین (اولاد در تحصیل جھنگ، مومبارک، پنڈی شیخ موسیٰ وغیرہ)

۳۔ شیخ عبد العزیز — شیخ عبد الرحیم

شیخ عبد الرحیم — شیخ بدر الدین — شیخ منور خاں — لاولد ×

۴۔ شیخ ابو الفتح — شیخ حامد سرمستؒ ×

۵۔ شیخ عبد الجلیلؒ (چوہڑ شاہ بندگی) — شیخ ابو بکر (اولاد در گڑھی) × — شیخ فیض اللہ (لاولد) × — شیخ فرید الدین (اولاد در چونیاں ثم گڑھی) — شیخ عبد الرحیم (شیخ علی پیرابری) ×

Marfat.com

۱۔ شیخ نورالدینؒ کا مزار ان کے والدِ بزرگوار سلطان حاکمؒ کے پاس ہے ان کا ذکر ''سلطان التارکین کے گرد و پیش آسودگان'' کی تفصیل کے ذیل میں ملاحظہ ہو۔

۲۔ شیخ شہاب الدین جو سلطان لودھی کے نواسہ تھے اپنے پدرِ شریف شیخ نورالدین کے مرید و سجادہ نشین ہوئے۔ آپ برائے ابلیسِ نفس و تلبیسِ شیطان شہابِ ثاقب اور نفس کاہی اور یادِ الٰہی میں صاحبِ ہمت تھے۔ اہل صفا کے مشرب و مذہب میں جہادِ اکبر یہ ہے۔ کہ اپنے نفس کو مغلوب کیا جائے۔ آپ اس جنگ میں ایسے جری تھے کہ رستمِ دستان زال کی طرح نقاب میں چہرہ چھپالیتا تھا اور شیر ژیان مانند موش سوراخ میں گھس جاتا تھا۔

مظہرِ جلوۂ الٰہی بود مردِ میدانِ نفس کاہی بود
ہمہ شب سرفرد نمودہ بجیب بستہ بُد دل شاہدِ لاریب
(فرحت)

۳۔ شیخ عبدالعزیز اپنے والدِ ماجد شیخ شہاب الدین کے سجادہ نشین ہیں۔ آئینِ فقر میں راسخ دم اور ثابت قدم۔ شریعت و طریقت میں قائم و مستحکم رموز معانی کے نکتہ سنجوں اور آداب دانی کے بہرہ اندازوں سے آپ نے اپنے عہد میں بہرۂ وافر حاصل کیا۔

در رموزِ عشق بازی شہرۂ آفاق بود شاہدِ فقر و فنا راہر زماں مشتاق بود

۴۔ شیخ ابوالفتح اپنے پدر بزرگوار شیخ عبدالعزیز کے مرید اور سجادہ نشین تھے۔ وہ عزیز الوجود لیل و نہار اپنے اختیارِ دل کی باگ دستِ یادِ الٰہی میں دے کر رات قیام میں اور دن روزہ میں گزارتے تھے اور در حقیقت شریعت کے راہ کے باہر کبھی قدم نہ رکھتے۔ معرفت اور طریقت میں فرید العصر تھے۔

مفتاحِ خزینۂ خدا بود روشن دل و صاحبِ صفا بود
در عشقِ خدا بیکہ تازی در بُردنِ گو ربودہ بازی
معمور دلش بنورِ ایقاں مشغولِ حق انداز دل و جاں
جز یادِ خدا نبود کارش
ایں بود ہمیشہ کاروبارش
(فرحت)

Marfat.com

۵۔ حضرت عبدالجلیل چوہڑ شاہ بندگیؒ

نام ولقب

نام عبدالجلیل یعنی جلیل کا بندہ۔ جلیل خدا کے ننانوے ناموں میں سے ایک نام ہے اس کے معنیٰ ہیں بڑا- بڑا کس بات میں؟ اپنی صفات میں (کبیر ذات میں بڑا اور عظیم ذات وصفات دونوں میں بڑا)۔ چوہڑ ریاست بہاول پور میں جہاں سے آپ رونقِ افروزِ لاہور ہوئے عام نام ہے۔ ہندی لغت میں اس کے معنیٰ شکار کو تدبیر سے قابو میں لانے کے ہیں۔ چونکہ حضرت نے اپنے نفس کو مجاہدہ و ریاضت سے خدا کی بندگی کے لیے رام کر لیا تھا۔ اس لیے چوہڑ بندگی لقب ہوا۔ قطب العالم آپ کا خطاب ہے (ماخوذ از الجلیل نمبرا ص۲) حضرت فرح بخش یوں رقم طراز ہیں:

گلِ گلزار ولایت۔ چمن بوستانِ ہدایت۔ سرحلقۂ اولیائے کرام۔ سردفترِ مشائخانِ عظام۔ مہماتِ سلوک را کفیل۔ شیخ الشیوخ عبدالجلیل المشہور بندگی شیخ چوہڑ قطب العالم ہاشمی الحارثی قدس سرہ العزیز مرید وسجادہ نشین اپنے بزرگوار حضرت شیخ المشائخ ابوالفتح کے ہیں جب آپ نے تعلیم طریق طریقت اپنے والد صاحب کی خدمت سے حاصل کر کے اور عباداتِ لائقہ اور مجاہداتِ شاقہ جو اہلِ فقر کے لازم احوال ہیں بجا لا کر کمالِ سلوک پیدا کر لیا تو احیاناً خاطر شریف میں سیر بلاد کی خواہش پیدا ہوئی ایک دن ادب تمام سے پدرِ شریف کی خدمت میں عرض پرواز ہوئے کہ یا خلاصۃ الاولیا میرا دل چاہتا ہے حضر پر سفر کو ترجیح دے کر مشائخ روزگار کی زیارت کروں۔

شیخ ابوالفتح نے فرمایا ۔

درکار خیر حاجتِ ہیچ استخارہ نیست

چونکہ پرکارِ سوال نے مرکزِ مدعا پر قرار پکڑ لیا تو آپ طریقۂ اولیا کے مطابق سیر وسفر پر کمر باندھ کر مجردانہ بلادِ خراسان وعراقین وغیرہ کی طرف متوجہ ہوئے اور اولیائے سلف اور مشائخ روزگار کے مزارت کی زیارت سے شرف حاصل کیا ۔

گلستان زارِ گیتی را بدیدند ز ہر بستاں گلِ امید چیدند

چند سال کی مدت کے انقضا کے بعد پیرِ روشن ضمیر کی محبت دامنِ دل پکڑ کر وطنِ مالوف کی طرف لے آئی اور

Marfat.com

آپ نے شرفِ پابوسی حاصل کرلیا۔

پیر و پدرش بود ہم استاد نیز   می داشت سہ حقوق چوآں صاحبِ تمیز

جب کہ حضرت ابوالفتح کے سفر اخروی کا وقت نزدیک پہنچا تو حضرت بندگی قطب العالم کو طلب فرما کر خرقۂ آبائی سے ممتاز فرمایا اور آپ بعدِ پدر بجائے پدر قصبۂ موٓ شریف میں سجادہ ارشاد پر بیٹھ کر طالبانِ حق کی ہدایت و رہنمائی میں مشغول ہوگئے۔ چونکہ مشیتِ ایزدی اور خواہشِ لم یزلی میں بندگی قطب العالم کی نشو و نما ملک پنجاب میں مسلّم اور مقرر تھی اس لیے آپ کو حالتِ مراقبہ میں حضرتِ مخبر صادق صلعم کا ارشادِ فیض رشاد اس طرح صادر ہو کہ اے عبدالجلیل تمھارا آب و دانہ حق جلّ و علیٰ نے ملک پنجاب میں قسمت کیا ہے اس بشارت خوش اشارت سے مبشّر ہو کر دوسرے دن حضرت سلطان التارکین مخدوم شیخ حاکم کے مزار پُر انوار پر سر بمراقبہ بیٹھ گئے اور رخصت طلب کی بارگاہِ حاکمی سے بھی یہی حکم ہوا کہ اے فرزند اس رات جنابِ سروری ﷺ سے اس فقیر کو یہی ارشاد ہوا ہے کہ عبدالجلیل سے کہو کہ ملک پنجاب کے شہر لاہور کے متصل کوٹ کروڑ میں جا کر ساکن ہو جائے۔ اس دیار کے اکثر لوگوں کے سر رشتۂ سلوک کا حل و عقد اس کے ہاتھ میں مقدّر ہے اور وہی بہت قوموں کو ظلمتِ کفر سے نکال کر نورِ ایمان سے مشرف کرے گا۔ آپ نے سر مراقبہ سے اٹھا کر اسی نعمتِ کبریٰ کا دوگانہ شکر ادا کیا اور اسبابِ سفر مہیا کرنے میں مصروف ہوگئے۔

موٓ مبارک سے آنے کا ظاہری سبب

جو امر کہ قادرِ قدیر کی تقدیر میں مقرر ہو چکا ہو۔ اس کے لیے وہ سبب بھی جس رنگ میں چاہتا ہے ظہور پذیر کر دیتا ہے۔ انہی ایام میں شیخ تاج الدین علیہ الرحمہ کی اولاد میں سے بعض لوگوں نے از روئے حسد و عناد و غبار بغض و فساد برانگیختہ کر کے بندگی شیخ چوہڑ کے قتل کا ارادہ کرلیا۔ انھوں نے کئی بار چاہا کہ غافل پا کر ان کا کام تمام کر دیں مگر کوئی موقع ہاتھ نہ آیا۔ ایک دن ایک قوال سے جو آپ کے سامنے قوالی کیا کرتا تھا پوچھا کہ شیخ کی وقتِ سماع کیا حالت ہوتی ہے قوال نے بتایا کہ آپ عالمِ استغراق میں بے خود ہو کر ذاتِ حق میں محو ہو جاتے ہیں۔ حاسدوں نے چند درہم و دینار کی طمع دلا کر اس قوالِ بدحال کو فریفتہ کرلیا اور کہا کہ جب یہ حالت ہو تو ہمیں بتانا تا کہ ہم اپنا کام کرلیں اس بدنصیب نے زرِ قلیل پر راضی ہو کر کہا کہ میں فلاں خیال شروع کروں گا تم سمجھ لینا کہ شیخ از خود رفتہ ہیں۔ جب وہ قوالِ بدخصال قدیم رسم کے مطابق شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے قوتِ باطنی سے مافی الضمیر کو دریافت کرلیا اور کہا اے فلاں! آج تجھے

Marfat.com

بہت سردی لگ رہی ہے یہ لے میرا فرغل۔ جب وہ اسے اوڑھ کر اپنے خیال میں لگا تو مدعی شمشیر وسناں لے کر آ گھسے۔ قدرتِ الٰہی سے انھوں نے قوال کو شیخ خیال کیا اور ٹھکانے لگا دیا۔ سبحان اللہ۔ کس نے کسی سے برا کیا کہ اس کا اس کو بدلہ نہ ملا؟ حضرت بندگیؒ نے اس احوال کے مشاہدہ سے تبسم فرما کر یہ ہندی کلمات سندھی زبان میں زبان مبارک سے ارشاد فرمائے۔

''لگی لجھہ قریشیاں مارے ڈوم فقیر۔''

حضرت بندگی قطب العالم نے حضرت شیخ تاج الدین کی اولاد کے تخالف کو ظاہری احوالِ ہجرت کا وسیلہ بنا کر قصبۂ مو شریف سے سفرِ پنجاب اختیار فرمایا اور اس طرف کے عازم ہوئے۔

حضرت قطب العالمؒ ملتان میں

چونکہ حضرت بندگی قطب العالمؒ صاحب تجرید و تفرید اور تعلقات ماسویٰ اللہ سے دامنِ دل کشیدہ تھے۔ اس لیے مردانِ آزاد منش کی طرح جریدہ طور پر حضرت شیخ رکن الدنیا والدین قطب الاقطاب شیخ ابوالفتح فیض اللہ اور شیخ الاسلام والمسلمین غوث بہاؤالدین زکریا اسدی الملتانی رحمۃ اللہ علیہما کی زیارت کے لیے ملتان پہنچے۔

بملتان رسیدند باصد نیاز   چو در کعبہ آیند اہل حجاز
طوافِ دو مرقد نمودہ ادا   بہریک بر آورد دستِ دعا
چو آداب داناں بلب بوسہ داد   بیک گوشہ رختِ اقامت نہاد

رات کو حضرت شاہ رکن العالم کے مزار پر مراقبہ کر کے لاہور جانے کی رخصت طلب کی تو ارشادِ روحی ہوا کہ اے فرزندِ حاکم! میں تیرا منتظر ہی تھا ایک دوار بعین (چلّے) یہاں کاٹ کر اپنا نصیبہ لے لو پھر مختار ہو۔ چنانچہ آپ نے دوار بعین وہاں پوری شرطوں کے ساتھ ادا کیے اور نعمتِ دارین سے بہرہ اندوز ہو کر حضرت شاہ رکن العالم کی اجازت سے لاہور کی طرف روانہ ہوئے۔

حضرت قطب العالمؒ پاک پٹن شریف میں

جب آپ منزل بہ منزل قطعِ راہ کر کے چلے آ رہے تھے تو دائیں طرف سے ایک آواز، جو آوازِ سردش سے بھی لطیف تر تھی حضرت بندگی کے کانوں تک پہنچی کہ اے فرزند عبدالجلیل میرے پاس آ۔ بلکہ کچھ عرصہ یہاں آرام کر۔ دوست کی آواز دوست کو اس طرح کھینچتی ہے جس طرح کاہ کو کاہ رُبا۔ آپ بلا تامّل و

Marfat.com

تساہل اس جانب روانہ ہو پڑے۔ ہر چند تلاش کیا قائل کو نہ پایا۔ حیرت میں آ کر کہنے لگے بغیر رہبر کہاں اور کس طرف جاؤں اس تشویش میں نقطۂ پرکار کی طرح دائرۂ خیال میں قرار پکڑ کر لطیفۂ غیبی کے انتظار میں کھڑے تھے کہ ایک شخص پاکیزہ منظر نورانی صورتِ فرشتہ سیرت خورشید تھا۔ شاہانہ ہیبت اور فقیرانہ لباس میں ظاہر ہوا۔ اور بولا السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ اے عبدالجلیل! خوش آمدی مدت سے تیری امانت میرے پاس محفوظ تھی مجھے تیرا انتظار تھا۔''

حضرت بندگی نے ادبِ تمام سے جوابِ سلام عرض کیا اور کہا ۔

اے مظہرِ نورِ خدا تو از کدا می عالمی هستی ملک یا کہ ملک اندر لباسِ آدمی
نور از جبینِ تو عیاں خوش جلوۂ حق می دید شیریں مقالِ تو دہد دل را ہزاراں خورمی

اس بزرگ نے فرمایا فقیر کا نام فریدالدینؒ ہے میرے پیچھے پیچھے آ۔ اور کچھ دن میرا مہمان رہ۔ زبدۃ الکاملین ۔ تاج العارفین، وحید العصر۔ آفتابِ آسمانِ حقیقت ۔ ماہتاب سپہرِ طریقت بدرالملت والدین حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر قدس سرہ العزیز نے جمالِ با کمال کے مشاہدہ سے حضرت بندگی کو اس قدر استغراق ہوا کہ اس وقت سر و پا سے بے خبر ہو کر آنجناب کے پیچھے روانہ ہو گئے۔ کچھ راستے طے کرنے کے بعد عالمِ صحو میں آئے اور آنکھ اٹھا کر چاہا کہ پھر حضرتِ فریدؒ کا مشاہدہ کروں مگر وہ نورانی صورت نظر سے غائب ہو چکی تھی ۔

دامنِ دل را گرفتہ شوق آں عالی جناب پس کشاں می برد ہمچو ذرہ سوئے آفتاب

مسافتِ راہ طے کر کے دارالخلد اجودھن مشہور و معروف پاک پتن میں پہنچ کر آپ حضرت گنج شکرؒ کے مرقدِ منور کی زیارت سے مشرف ہوئے اور ایک گوشہ میں معتکف ہو گئے۔ حضرت فریدؒ کے ارشادِ روحانی کے مطابق آپ نے عبادات و ریاضات میں دو اربعین گزارے اور نعمتِ دو جہاں حاصل کر کے مراقبہ میں بیٹھے اور اجازت رخصت طلب کی۔ حضرت شکر گنج نے اجازت سلسلہ چشتیہ سے مفتخر فرما کر کہا کہ اے فرزند عبدالجلیل میں نے تجھے اجازت دی کہ جو اس طریقِ انیق کا طالب و محب آئے اسے داخلِ طریق کر لیا جائے۔ کیونکہ تیرا ہاتھ میرا ہاتھ ہے ۔

چونکہ جانش گشت روشن زیں چراغ نور آمد شد ز تاریکی فراغ
از مئے وحدت چناں گردید مست شد فراموش غیر مولی ہر چہ ہست

Marfat.com

ف باشد حک الف باقی بماند آستیں بر غیرِ واحد بر فشاند
چوں اقامت یافت آں مستِ الست
رختِ رحلت جانب لاہور بست (فرحت)

شیخ فریدالحق والدین گنج شکرؒ

آپ کے والدِ ماجد کا نام جمال الدین بن سلیمان تھا کہتے ہیں کہ آپ سلطان محمود غزنوی (المتوفی ۴۲۰ھ مطابق ۱۰۲۹ء) کے خواہرزادہ تھے جو سلطان شہاب الدین غوری کے عہد میں کابل سے لاہور پہنچے اور کچھ عرصہ قصور میں رہ کر ملتان کو تشریف لے گئے وہاں مولانا وجیہہ الدین کی دختر قرسم خاتون سے متاہل ہوئے ان سے آپ کے تین بیٹے ہوئے۔ ۱۔ اعزالدین محمود ۲۔ فریدالدین مسعود ۳۔ نجیب الدین متوکل۔ حضرت دوم ۵۸۵ھ مطابق ۱۱۸۹ء میں درقصبہ کوتوال جو مضافاتِ ملتان میں ہے تولد ہوئے۔ اور ملتان میں نشوونما پائی۔ خرقۂ فقر خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ (المتوفی ۶۳۴ھ) سے پہنا اور قطب الزاہدین۔ زاہدالولی اور گنج شکر خطاب پایا۔ آپ کے خوارق عادات وکرامات کتب تاریخ میں مسطور ہیں۔ سالِ وصال ۶۶۶ھ مطابق ۱۲۶۷ء کے لگ بھگ ہے اس حساب سے آپ قریباً اڑھائی سوسال حضرت بندگی قطب العالم سے پہلے ہوئے۔

صاحبزادہ محمد حسین مرحوم نے عجائب الاسفار میں آپ کے فرخ شاہ بادشاہ کابل کی اولاد میں ہوکر سلطان ابراہیم کی اولاد سے فاروقی قریشی ہونے میں کلام کیا ہے اس لیے نسبی بحث میں نہیں پڑتا اور پھر یہی کہتا ہوں کہ وہ اپنے ذاتی تقدس کی وجہ سے قابلِ احترام ہیں نہ کہ محض فاروقی وچشتی ہونے کے باعث۔

ایک تاریخی غلطی

کہتے ہیں کہ حضرت فرید کے جدِ بزرگوار چنگیز خاں کے خروج اور اس کے ہاتھوں مملکتِ ایران و توران فتح ہونے اور کابل میں حادثۂ عظیم برپا ہونے کے وقت شہید ہوئے اور شیخ فرید کے والد بزرگوار بمعہ متعلقین ہندوستان میں آئے۔ شادی کی اور حضرت گنج شکرؒ ۱۱۸۹ء میں پیدا ہوئے (گنجینۂ سروری ص ۴۶) مگر یہ بیان تاریخی طور پر غلط ہے۔ تموجن الملقب چنگیز خاں (جس کے معنی ہیں نہایت عظیم القدر بادشاہ) کی بیرونی فتوحات کا آغاز ۶۰۳ھ مطابق ۱۲۰۶ء سے ہوا۔ یعنی حضرت فرید کی ولادت سے کم از کم

Marfat.com

ستر سال بعد۔ پھر یہ بیان کہ آپ کے دادا چنگیزیوں کے ہاتھ سے شہید ہوئے اور اس کے بعد آپ کے والد ہندوستان میں آئے جہاں آپ ۵۸۵ھ میں پیدا ہوئے صحیح نہیں ۵۵۵ھ تک افغانستان میں غزنوی خاندان حکمران رہا۔ ۵۵۶ھ مطابق ۱۱۶۱ھ کے قریب گزترکمان اس ملک پر قابض ہو گئے۔ اور انھوں نے غزنوی وغوری دونوں حکومتوں کو کچھ عرصہ کے لیے بے دخل کر دیا۔ ۶۰۲ھ محمد غوری کی وفات کے بعد ۶۱۲ھ مطابق ۱۲۱۵ء میں خوارزم شاہ کی فوج نے غوریوں کو خارج کر دیا اور منگولوں کا حملہ شیخ شکرؒ گنج کی ولادت کے بعد ہوا۔

شیخ عبدالجلیلؒ کی لاہور میں رونق افروزی

آپ حسب الحکم سید الکونین صلعم لاہور تشریف لائے۔ قیام گاہ کے لیے آپ کے مرشد سلطان المواحدین قدوۃ الواصلین شیخ الاولیا شیخ احمد نور بخش نے اپنی خاص مسواک دے کر بتایا ہوا تھا کہ جس جگہ یہ عبادت کے وقت سرسبز ہو جائے وہیں اپنی خانقاہ بنانا۔ چنانچہ آپ لاہور تشریف لا کر خطۂ کوٹ کروڑ میں مشغول عبادت ہوئے وہ مسواک جائے سجدہ کے آگے ہری ہو گئی اور آپ نے اسی جگہ کو اقامت گاہ بنا لیا اور خانقاہ تعمیر کی جواب تک بنام خانقاہ شیخ عبدالجلیل شیخ چوہڑ شاہ بندگی مشہور ہے۔

کوٹ کروڑ

یہ اس بستی کا نام تھا جو لودھیوں کے عہد میں آپ کی خانقاہ کے پاس آباد تھی۔ پیر فرح بخش لکھتے ہیں کہ ”جب عہدِ مغلیہ میں لاہو کی آبادی بڑھ گئی تو یہ مقام بھی شہر کا حصہ بن گیا۔ اب یہ محلّہ حاجی سرائے کے نام سے مشہور ہے۔“ (اب نہ کوٹ کروڑ کا کہیں نام ہے نہ محلّہ حاجی سرائے کا۔ نامیؔ)

بیان کرتے ہیں کہ مسواک نے ہری ہو کر جڑ پکڑ لی اور ایک بڑا درخت بن گئی۔ یہ درخت سینکڑوں سال مزار پر سایہ فگن رہا۔ جب اس کی جڑیں مزار کو نقصان پہنچانے لگیں تو اسے کاٹنا پڑا۔ موجودہ وَن کے درخت اسی کے بال بچے ہیں ان میں سے بھی کئی گر اور کٹ چکے ہیں۔ اس مسوا کی شجر کا ذکر حضرتِ مرادؔ نے بھی کیا ہے ؎

درخت اب تک جو تربت پر کھڑا ہے سو وہ حضرت کی اک مسواک کا ہے

Marfat.com

سالِ ورود

معلوم نہیں کہ پہلے زمانہ میں بزرگوں کے تذکرہ نویسوں میں کسی واقعہ کے سن تحریر کرنے کا کیوں کہیں دستور نہ تھا۔ تذکرۂ حمیدیہ اور تذکرۂ قطبیہ نوشت سنین کی منت سے بالکل آزاد ہے اور اذکارِ قلندری میں کہیں اس قابلِ ذکر لفظ کا نشان نظر آجاتا ہے۔ یہ تو حقیقت ہے کہ آپ بہلول لودھی کے عہد میں واردِ لاہور ہوئے۔ یعنی ۸۵۵ھ مطابق ۱۴۵۱ء اور ۸۹۴ھ مطابق ۱۴۸۸ء کے درمیان۔ اور یہ بھی مسلّم ہے کہ آپ کے ورودِ مسعود کے وقت حضرت شیخ کاکو اپنی حیات کی آخری منزل پر تھے چنانچہ جب سلہری راجہ کے گرواجی پال سے مناظرہ کے لیے شیخ موصوف کو مدعو کیا گیا تو آپ نے ضعفِ پیری کا عذر کیا اور بتایا کہ اب اس ملک کی ولایت حضرت عبدالجلیلؒ سے متعلق ہے ان کی خدمت میں حصولِ مقصد کے لیے عرض کریں۔ چنانچہ آپ نے قوم سلہریہ کو بمعہ گرو مشرف بہ اسلام کیا۔ ملاحظہ ہو خلفائے حضرت عبدالجلیلؒ کے اذکار میں شیخ برہان کا ہنودانی کا ذکرِ خیر۔ تاریخوں میں شیخ کاکوؒ لاہوری کا سالِ رحلت ۸۸۰ھ مطابق ۱۴۷۵ء دیا ہے۔ پس قطب العالم کی لاہور میں تشریف آوری کا سال ۱۴۷۵ء کے لگ بھگ سمجھنا چاہیے۔

حضرت شیخ کاکوؒ چشتی لاہور

شیخ کاکوؒ شیخ نورالدین بن شیخ علاؤالدین المشہور علاؤالدین بنگالی (التوفی ۸۱۵ھ) کے خلفا میں سے تھے آپ نے شیخ پیر محمد چشتیؒ لاہوری سے بھی فیض کامل حاصل کیا اور لاہور میں علم مشیخت بلند کیا۔ آپ ۸۸۲ھ مطابق ۱۴۷۵ء میں واصل بحق ہو کر حضرت عبدالجلیلؒ کی خانقاہ سے شمال کی طرف قریباً رُبع (ایک چوتھائی) میل کی مسافت پر دفن ہوئے اور ایک عظیم الشان محلّہ بھی بنام محلّہ داراشکوہ آباد ہوا۔ سکھوں کے عہد میں وہ محلّہ تباہ اور اس مسجد پر بھی انہی کا قبضہ ہوا۔ اب مسلمانوں نے اس کی واگزاری کے لیے بڑی سرگرم کوشش کی۔ جانی قربانیاں بھی ہوئیں دیوانی دعویٰ بھی دائر کیا مگر تا حال تمام جدوجہد بے نتیجہ رہی۔ بلکہ سکھوں نے مسجد کے ساتھ جو بنام مسجد شہید گنج مشہور ہے مزارِ شاہ کاکو کو بھی کھود ڈالا۔ پہلی عدالت سے منہدمین بری کر دیے گئے۔ اور مقام مسجد پر بھی سکھوں کا قبضہ بحال رہا ہے۔ خدا ہی ہے جو یہ اسلامی مقاماتِ مقدسہ مسلمانوں کو واپس دلائے۔ اصل میں ضد سے سب کام خراب ہوا ہے اگر مسلمان اور سکھ باہمی مصالحت سے کام لیتے تو یہ حشر برپا نہ ہوتا [1]

---

[1] پاکستان بن جانے پر بھی سب کچھ جوں کا توں ہی پڑا ہے! اور اُدھر مساجد پر منادر تعمیر کیے جا رہے ہیں؟ (حاشیہ طبع ثانی)

Marfat.com

حضرت عبدالجلیل کی درگاہِ الٰہی کے علاوہ چشمِ خلائق میں قبولیت شیخ کاکوؒ کے ایک بیٹے کو نہ بھائی۔ اس نے ایک مطربہ سے سازش کر کے حضرت شیخ کو مہتم کرنے کی سعیِ ناشکور کی۔ سکندر لودھی نے یہ الزام سن کر تعجب کیا اور خواص خاں کو دہلی سے لاہور تحقیق واقعہ کے لیے بھیجا۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور دریافت کیا کہ کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس ڈومنی کو میرے سامنے لاؤ۔ وہ آئی تو آپ نے فرمایا۔ اے روسیاہ جو بات ہے میرے سامنے بیان کر۔ یہ کلمہ زبان مبارک سے نکلتے ہی اس ڈومنی کا منہ کالا ہو گیا۔ اور لگی خوف سے تھر تھرانے۔ خواص خاں نے کہا جو بات ہے سچ سچ کہہ دے۔ اس نے جان کی امان مانگتے ہوئے کہا کہ شیخ کاکوؒ کے فرزند نے مجھے ہزار بہلولی (نام سکہ) دینے کا وعدہ کر کے مجھ سے کہا کہ شیخ عبدالجلیل پر اتہام لگا۔ چار سو تو مجھے پیشگی مل گئے اور باقی چھ سو بطور امانت داتو بقال کے پاس پڑے ہیں کہ میں کام کروں تو لوں۔ خواص خاں کو یقین ہو گیا کہ بات بالکل جھوٹی اور محض افترا ہے چنانچہ اس نے سلطان سکندر لودھی کی خدمت میں حاضر ہو کر سب ماجرا کہہ سنایا۔ بادشاہ کو بھی اس بہتان تراشی کا بہت رنج ہوا اور اس کے لیے ملک بدری کی سزا تجویز کی۔ جب حضرت قطب العالم نے یہ بات سنی تو اپنے بھائی شیخ ابوبکرگو (جیسا کہ وہ خود بیان کرتے ہیں) سلطان کے پاس سفارشاً دہلی بھیجا کہ بادشاہ ملزموں کی خطا معاف فرمائے۔ بادشاہ نے سفارش مان لی اور بہتان طرازوں کی سزا کو معاف کر دیا۔

صاحبزادی کی دل جوئی

ایک دفعہ حضرت قطب العالم اپنے بھائیوں اور بال بچوں کو اپنے چچا شیخ حامد کی نگرانی میں چھوڑ کر مکۂ معظمہ تشریف لے گئے اور ایک مدت تک اس جگہ مقیم رہے وہیں چند حج کیے۔ احادیث نبوی ﷺ کا بیت اللہ کے پاس والی مسجد میں درس دیتے تھے کہ عیدالضحیٰ آ گئی اور شہر کی لڑکیاں اور عورتیں قسم قسم کے کپڑے پہن کر آپ کی صاحبزادی کے پاس آئیں دیکھا کہ صاحبزادی نے بالکل سادہ لباس پہن رکھا ہے۔ پوچھا آپ نے رنگین کپڑے کیوں نہیں پہنے۔ یہ تاج المستورات نہایت مایوسی سے بولیں کہ میری والدۂ ماجدہ اللہ کے ہاں پہنچ چکی ہیں اور والدِ بزرگوار بیت اللہ میں ہیں میں رنگین کپڑے کیا پہنوں۔ یہ الفاظ صاحبزادی کی زبان سے نکلے ہی تھے کہ اس جامع المتفرقین نے حضرت قطب العالم کو لاہور پہنچا دیا اس واقعہ کو پیر مراد شاہ نے بڑی دلکش طرز میں ادا کیا ہے ؎

Marfat.com

یہ دیکھا ہے لکھا ہم نے یہ ملفوظ
کہ تھی یہ خاطرِ اولاد منظور
کہ اک بار آپ کعبے کے سفر میں
گئے تھے چھوڑ کر دختر کو گھر میں
یکایک عید کا دن آن پہنچا
ہوا دل شادمان خورد و کلاں کا
مریدوں کی جہاں تک لڑکیاں تھیں
لباسِ باتکلف پہن آئیں
نہ تھا یاں جامۂ رنگین کا چرچا
سفید و سرخ یاں سب ایک سا تھا
کہا ان لڑکیوں نے ان سے آ کر
نہ پہنے تم نے کیوں کپڑے رنگا کر
کہی یہ بات جب بی بی کو سب نے
تو صاحبزادیٔ عالی نسب نے
کہا گرباپ میرا بھی یہاں ہو
لباسِ باتکلّف دے وہ مجھ کو
یہاں نکلا یہ بی بی کی زباں سے
وہیں تشریف لائے خود وہاں سے
پسارا ہاتھ اپنا اک طرف کو
ملا آ غیب سے درکار تھا جو
ہوئی مشہورِ عام و خاص یہ بات
کہ آئے آپ از راہِ کرامات
برائے خاطرِ فرزند فی الفور
بہ یک ساعت ز بیت اللہ بہ لاہور
اگر دل میں ہو صاحب کے یہ منظور
نہیں یہ عرصہ کچھ چنداں بہت دور
ہماری بھی خبر لو اس طرح سے
کہ جیسے ان کی تم خاطر کو پہنچے
یہ ہم پہ سخت تررنج و محن ہے
کہ غالب دل پہ اب حبِّ وطن ہے
وطن میں آکے پھر آباد ہوویں
قدم دیکھیں تمھارے شاد ہوویں
تمھاری خاکِ تربت کو پھر اس آئیں
کریں پھر سر مۂ چشمِ جہاں ہیں

بی بی حاجؒ کے روضہ میں دولت خاں وزیر کی بیٹی کی حاضری

حضرت بندگی قطب العالم عظمہ اللہ تعالیٰ نے اس حجرہ میں جو آپ کی جدۂ امجد بی بی حاج کے روضہ منورہ واقع جوار شہر لاہور کے پاس ہے مشغولِ ذکرِ الٰہی تھے کہ دولت خاں وزیر کی بیٹی دل میں یہ نیت کر کے دست بستہ آ کھڑی ہوئی کہ میرا خاوند مجھے نہیں چاہتا وہ مجھے چاہنے لگے۔ آپ نے تبسم فرما کر ایک

Marfat.com

سنگریزہ اٹھایا اور پنجابی زبان میں یہ کلمات پڑھے۔

جے سائیں بھاوے تاں کنت گھر آوے [1]

پھر کنکرا سے گلے میں ڈالنے کو دے دیا اور فرمایا کہ جو کوئی یہ کلمات اس مطلب کے لیے لکھ کر دے گا اسے قیامت تک مؤثر پائے گا۔ الغرض اس کا خاوند مطیع و منقاد ہو گیا۔

نوٹ: بزرگوں کی زبان سے حالتِ ذوق وشوق میں جو نکل جائے وہ پتھر پر لکیر ہوتا ہے کہتے ہیں ایک بزرگ مسافرانہ حالت میں رات گزارنے کے لیے ایک گھر تشریف لے گئے گھر والوں نے انھیں اور ان کی سواری کے گدھے کو جگہ دے دی۔ خدا کی قدرت اسی رات مالکِ خانہ کی اہلیہ کو دردِ زہ شروع ہوا اور بچہ پیدا نہ ہونے کی وجہ سے جان کے لالے پڑ گئے۔ وہ اس مسافر کے پاس آیا اور کہا بھائی تم ہی کچھ علاج بتاؤ۔ آپ نے یہ شعر لکھ کر باندھنے کو دیا ۔

مرا جا شد خرم را نیز جا شد زنِ دھقاں زاید یا نہ زاید

خدا کی قدرت یہ تعویز باندھتے ہی عُسرتِ ولادت رفع ہوگئی۔ کہتے ہیں یہ تعویذ اب تک ویسا ہی سریع الاثر ہے۔

فہرستِ کراماتِ حضرت عبدالجلیلؒ قطب العالم

اگر حضرت عبدالجلیل کی تمام کرامات جو آپ کے بھائی شیخ جمال الدین ابوبکر نے تذکرۂ قطبیہ میں چشم دید درج کی ہیں لکھی جائیں تو ایک علیحدہ کتاب تیار ہو اس لیے صرف عنوانات قلمبند کیے جاتے ہیں:

۱۔ شیخ ابوبکر کا اپنے ہاتھ میں خشک لکڑی کے بڑھ جانے کی کرامتِ شیخ ملاحظہ کر کے بیعت کرنا۔

۲۔ آپ کا ایک طبیب کے سامنے یہ ثابت کرنا کہ بغیر تقدیرِ الٰہی کوئی مضر چیز بھی ضرر نہیں پہنچا سکتی اور اس کا مرید ہونا۔

۳۔ غازی خاں لودھی کے تال کی ویرانی کی نسبت آپ کی پیشین گوئی اور اس کا پورا ہونا۔

۴۔ شیخ جمال کا اسلامی غیرت سے ایک ہندو بقال کو مارنا اور آنحضرتؐ کو ایک عجیب کرامت سے اس کو بچانا۔

---

[1] اس تعویذ کے ابتدائی الفاظ مجھے سمجھ میں نہیں آئے لہٰذا نہیں لکھے۔

Marfat.com

۵۔ آپ کا شہر لاہور میں ایک جامع مسجد تعمیر کرانا اور علمائے وقت کے تنازعہ درستیٔ قبلہ پر آپ کا بے حجابانہ بیت اللہ کا مشاہدہ کرانا۔

۶۔ آپ کا اپنی زوجہ سلطان زادی کے ساتھ چکّی پیسنا اور سلطان داؤدان کے بھتیجے اور سلطان بابک ان کے بھائی کا مارے غیرت کے قتل کا عزم بالجزم کرنا اور ناکام رہ کر منفعل وطالبِ معافی ہونا اور مؤخرالذکر کا آپ کے بھائی ابوبکر کو اپنی لڑکی نکاح میں دینا۔

۷۔ ملک فہیم کے بیٹے مسمّی ملک شرق کا آپ کی دعا سے مقرب بارگاہِ سلطانی ہو کر والیِ صوبۂ پنجاب ہونا۔

۸۔ موضع تیڑہ میں آپ کا شیخ مولا کے گھر بہ تقریبِ شادی جانا اور اللہ تعالیٰ کا آپ کی برکت سے طعام میں کشائش ڈالنا۔

۹۔ آپ کا سخت بیمار ہو جانا اور پھر اللہ کے فضل سے دوا کے استعمال کے بغیر خودبخود شفایاب ہونا۔

۱۰۔ آپ کا جنّات کے مسکونہ مکان پر اپنی رہائش کے لیے گھر بنوانا اور جنات کا وہاں سے بھاگ جانا۔

۱۱۔ سیّد خاں مقرب سلطان بہلول لودھی کا اپنی دلی مراد یخنی کھا کر بیعت کرنا۔

۱۲۔ بلّی کے سر پر چراغ رکھ کر آپ کا مطالعہ کرنا اور اس کا شکار دیکھ کر بھی ویسا ہی چراغ بہ سر کھڑا رہنا۔

۱۳۔ ایک ڈوبے ہوئے مرید کا آپ کی کرامت سے سلامت نکل جانا۔

۱۴۔ ایک کیمیا گر کا آپ کی کرامت دیکھ کر مرید ہو جانا۔

۱۵۔ آپ کا ہمراہیوں کے لیے موضع سابقہ متصل جموں میں غیب سے اشیا خوردنی بہم پہنچانا۔

۱۶۔ موضع جنڈیالہ کلساں میں ایک شیخ کا آپ کے مرید شیخ مولا کی بے ادبی کرنے سے شل ہو جانا اور پھر آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہو کر شفا پانا۔

۱۷۔ چودھری بلوند برادر مہلو پسر ویرو بھٹی کا آپ کے فرمانے کے بموجب وراثت سے محروم رہنا۔

۱۸۔ بلو پسر عید و بھٹی کا آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنا۔ شراب کا بعد از توبہ پھر استعمال کرنا اور بیمار ہو کر مر جانا۔

۱۹۔ ملک انور رائے میاں بہوا کے حرم خانہ سے ایک حرم کا یک بہ یک غائب ہو جانا اور پھر آپ کی امداد سے اس کا واپس ہونا۔

Marfat.com

۲۰۔ آپ کا دور بیٹھے سید علم الدین کو متصل دریائے بوہی متصل جنڈیالہ دیو کے پنجے سے چھڑانا۔

۲۱۔ ایک مرید موجو بہدال کے بیل کا مرجانا اور آپ کا اس کی مدد کو پہنچنا۔

۲۲۔ پہنو عرف موتلہ گوجر کا مسلمان ہونا اور بدعہدی کر کے سزا پانا۔

۲۳۔ اسراج عرف کولی گوجر کا اپنی منت سے منحرف ہو کر مرجانا اور اس کے زن و فرزند کا مسلمان ہونا۔

۲۴۔ حاجی ومہرہ باغبان کے گھر آپ کی دعا سے ایک خوش نصیب فرزند روپونامی کا پیدا ہونا۔

۲۵۔ سلطان بہلول لودھی کا آپ کی خاطر نان مالش وتر کی ہمشکل مٹھائی تیار کرانا اور اس کا اصلی اشیاء کا مزا دینا۔

۲۶۔ آپ کا مقفل مکان کے اندر سے باہر نکل آنا۔

۲۷۔ سید خاں کا آپ کی آزمائش ولایت کے لیے آپ کے مطبخ میں ایک ناذبح کردہ ہرن بھیجنا۔ اور وہ گوشت دیکھتے ہی آپ کا اس بات کو پاجانا اور ناراض ہونا۔

۲۸۔ موضع منج ڈیرہ سے آپ کی دعا سے دریا کا رخ بدل جانا۔

۲۹۔ مسمی نجو اوان کا آپ کے حکم سے انکار کی وجہ سے جاں بحق تسلیم ہونا۔

۳۰۔ دریائے راوی کا آپ کے حجرہ متصل قدیم حصار سے دور ہو جانا۔

۳۱۔ مجاوران حضرت کے بزرگ نورالدین کا مومبارک سے آپ کے ہمراہ لاہور آنا۔ راستہ سے واپس پھر جانے سے بیمار ہو جانا اور پھر تائب ہو کر شفا پانا۔

۳۲۔ شیخ اوبیہ چوبان مدفون بہ شہر قصور و بہاؤ باغبان کا مومبارک سے آپ کے ہمراہ آنے سے انکار کرنا اور آپ کی دعا سے لاہور میں حاضر خدمت ہونا۔

۳۳۔ شہاب الدین عرف منج کا اپنے اقرار سے انحراف کر کے خوید دینے سے انکار کرنا اور اس کی زمین کا بنجر ہو جانا۔

۳۴۔ چوروں کا آپ کی کتب چرا کر اندھا ہو جانا اور پھر توبہ کر کے مرید ہونا۔

۳۵۔ میاں خاں لودھی کے ہاں آپ کی دعا سے لاہور حاضر خدمت ہونا۔

۳۶۔ موجو بھٹی کا آپ کے در دولت سے نیت کردہ طعام تناول کرنا۔

۳۷۔ رائے شہزادہ بھٹی کا بحالت حبس آپ سے استمداد کرنا اور ایک جن کا اس کی خدمت میں حاضر رہنا۔

Marfat.com

۳۸۔ نکودر بھٹی کا موضع تیڑہ بزرگ کو آباد کرنا۔

۳۹۔ بوبا و بلہر کھوکھراں کا سلطان پور میں قید سے رہائی پا کر آپ کا مرید ہونا۔

۴۰۔ مسمیٰ اودھو ساکن موضع شہاب منج کا آپ کی کرامات دیکھ کر مرید ہونا۔

۴۱۔ سجدے میں پڑے پڑے آپ کا راوی کی ریگ میں دب جانا اور آپ کو خبر تک نہ ہونا۔

۴۲۔ ملاّ سدھاری و ملاّ اسمٰعیل کا آپ کے ہمراہ موسم سرما میں سردی محسوس نہ کرنا۔

۴۳۔ گھر کے گرنے سے آپ کا بمعہ سلطان زادی و صاحبزادہ ابوالفتح نیچے دب جانا۔ اور آپ کو خبر تک نہ ہونا۔

۴۴۔ جام بلوچ کے گھر آپ کے ارشاد کے مطابق لڑکا تبسیم پیدا ہونا اور قبل از وقت گویا ہونے سے اس کی زبان درازی۔

۴۵۔ مسمیٰ ولیا رشتہ دار جام کورائی کے گھر آپ کی دعا سے لڑکا پیدا ہونا اور پھر اس کا سلطان جابر کا مقرب بن کر سید خاں مشہور ہونا۔

۴۶۔ آپ کی برکت سے کھاری کھوئی واقع بازار سمّیاں لاہور کے پانی کا میٹھا ہو جانا۔

۴۷۔ آپ کے اپنے بیٹے ابوالفتح کی اولاد کے متعلق پیشگوئی کا پورا ہونا۔ (صرف عبدالجلیل زندہ رہا باقی دو خلیل اور زین العابدین طفلی ہی میں فوت ہو گئے)۔

۴۸۔ سید خاں لوحانی کا آپ کی پیش گوئی کے مطابق لاہور سے تبدیل ہو جانا۔

۴۹۔ آپ کی برکت سے ہندو شاہ بھٹی کا قتل سے رہائی پانا۔

۵۰۔ بکھو بن رائے الہ دتا بھٹی کے گھر آپ کے ارشاد کے مطابق ایک قابل فرزند پیدا ہونا۔

۵۱۔ آپ کا دریائے سندھ میں غرقاب شدہ درخت پر بے مضرت تین ماہ تک یادِ باری تعالیٰ میں مصروف رہنا۔

۵۲۔ آپ کی تاثیر نظر سے میاں بھیدال کو مرض برص سے شفا ہو جانا۔

۵۳۔ مسمی بدھو بھٹی کے خشک شدہ ہاتھ کا آپ کے آبِ وضو سے درست ہو جانا۔

۵۴۔ آپ کی دعا سے ایک باغبان کا منظورِ دارین بن جانا۔

۵۵۔ مسمی ککر عرف بھیدال کے ہاں آپ کے ہاتھ سے چار خرما کھانے سے چار فرزند پیدا ہونا۔

Marfat.com

۵۶۔ شیخ بت کا آپ کی دعا سے روئے دریا پر سے مانندِ باد گزر جانا۔

۵۷۔ شیخ مولا بایزید قریشی ہاشمی فرزند قاضی رفیع الدین ساکن ماتھلہ کو شیخ محمود مدنی کی خانقاہ متصل رسول کوٹ پر چلہ کشی کا حکم اور وقتِ مصیبت غیبی مدد۔

۵۸۔ بی بی سیمور رابعہؑ زمانہ کا آنحضرتؐ کی آزمائش تسلیم وحلم کر کے اپنے پیر مخدوم شیخ سادہا کے ساتھ مرید ہونا۔

۵۹۔ شیخ عین الدین غازی برادر شیخ زین الدین غازی کو آپ کی توجہ سے قرآن مجید حفظ ہو جانا۔

۶۰۔ شہر لاہور میں آگ لگنا اس کا آپ کے خرقہ کی برکت سے سید مٹھا کے مزار کے قریب بجھ جانا۔

۶۱۔ بابر بادشاہ کے تعمیر کردہ محل کا آپ کے ارشاد کے مطابق گر پڑنا۔ (یہ ارشاد آپ نے ملاّ قرن نجار کو بعد از وفات کیا تھا)۔

۶۲۔ آپ کا بعد از وفات بازید خاں نبیرۂ شیخ المشائخ شیخ محمد سلمان کو بابر بادشاہ سے جنگ کرنے سے منع کرنا۔

حضرت قطب العالمؒ کے دو خلفا کے مزارات کی زیارت

شیخ وہیہ جن کا ذکر گزر چکا ہے ان کے مزار کا پتہ دریافت کر کے میں برخوردار محمد ابوبکر کو ساتھ لے کر قصور پہنچا۔ مزار ایس ڈی او صاحب کی کچہری کے قریب باغ میں ایک چار دیواری کے اندر درختوں کے سایہ میں سقف آسمان کے نیچے ہے برخوردار نے مجھے اور ماسٹر وزیر محمد صاحب ڈرائنگ ماسٹر کے پسر کو جو گورنمنٹ ہائی سکول میں ڈرائنگ ماسٹر ہیں۔ مرقد کے پاس کھڑا کر کے ۱۵ ر دسمبر ۱۹۴۰ء کو فوٹو لیا۔ بلاک تیار ہے۔

سید مبارک علی شاہ صاحب[۱] مولوی فاضل میونسپل کمشنر قصور نے ایک قلمی کتاب اخبار الاولیا من لسان الاصفیا مصنفہ مولانا عبید اللہ المعروف بعبد اللہ الملقب بخلیفہ جی بن عبد الحق المشہور بعبد القادر خویشگی قصوری سے از راہِ کرم مندرجہ ذیل نقل ارسال فرمائی ہے۔

باب پنجم

''پیر او ہیا غازی در چوہان بود و چوہان قصبہ قصور از ذریت دے ہستند ولہذا التعمیر قبر و روضہ بجامی

۱۔ شاہ صاحب یہ سن کر خوش ہوں گے کہ سجادہ نشین صاحب اب ذی محاسن اور تسبیح بدست ہیں اور مسلمانوں کے خیر اندیش

Marfat.com

آرند گویند کہ در عہد شیر شاہ سور بہ شرفِ اسلام مشرف شدہ و شیر شاہ بہ دو صد پنجاہی منصب سرافراز کردہ تعینات فوج لکھی جنگل نمودند و دے در قصور آمدہ از دستِ مفسدان لکھی جنگلی شربتِ شہادت چشید۔ بعضے گویند از موالیِ شیر شاہ بود۔''

تذکرۂ قطبیہ میں لکھا ہے کہ''آپ کو حضرت بندگی قطب العالم مع بھاؤ باغبان کے موٓمبارک سے لاہور لائے تھے۔ پھر خلافت عطا کر کے آپ کو قصور میں سکونت اختیار کرنے کا ارشاد فرمایا دونوں کی اولاد وہاں (قصور میں) مشہور ہے۔ اور شیخ کا مزار بھی وہیں ہے۔''

حضرت قطب العالم برادر جمال الدین ابوبکر کی تحریر چونکہ اس عہد کی تاریخ ہے اس لیے اس کا بیان زیادہ قابل اعتبار ہے۔ حضرت قطب العالم کے دوسرے خلیفہ شیخ ساوہا کا بھی اشارتاً ذکر تاریخ مذکورہ کے صفحہ ۱۱۸ (۵۸) میں ہے ان کے مزار کا پتہ بھی ایک صاحب سے لگ گیا۔ اور برخوردار محمد ابوبکر نے ۲۰ دسمبر ۱۹۴۰ء کو اس کا بھی فوٹو اتار لیا۔ یہ مزار بازار حکیماں لاہور میں ایک چار دیواری میں برلبِ سڑک جانب مغرب خوب بارونق ہے۔ حضرت عبدالجلیل کے عہد میں یہ جگہ بھی محلہ کھاری کھوہی میں شامل تھی۔

بعض متعلقہ محلوں کا محل وقوع

حضرت مراد شاہ نے مراد الحسنین میں لکھا ہے:

محلہ جو آباد اجداد سے ۔۔۔ وراثت میں ہے اپنی اسناد سے
گزر چوک مانک سند میں ہے نام ۔۔۔ ولے چاہ کھاری ہے مشہورِ عام

اور ان کے بھائی فرح بخش نے محلہ کوٹ کروڑ کی جگہ حاجی سرائے کا ذکر کیا ہے (ص تاریخ جلیلہ) اورینٹل کالج میگزین ماہ نومبر ۱۹۴۳ء میں محلوں اور گزرگاہوں کے متعلق ایک مضمون چھپا ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ گزر چوک مانک کی وسعت سید مٹھہ سے دروازہ ٹکسالی کی فصیل اور شاہ برج تک تھی۔ اور گزر تلواڑہ میں (جس کا ذکر ہماری کتابوں میں آتا ہے) وہ تمام عمارات شامل تھیں۔ جو بازار بھاٹی دروازہ کی جانب مغرب تا چورستہ بازار ٹبی ہیں کوٹ کروڑ محلہ حاجی سرائے کے جانب مشرق تھا۔ شیخ موسیٰ کا مقبرہ اسی کے درمیان واقع تھا۔ محلہ حاجی سرائے موچی دروازہ سے لے کر موقع آبادی قلعہ گوجر سنگھ (تعمیر کردہ ۱۸۵۵ء) تک پھیلا ہوا تھا۔

مرزا سیدنا ملک سرور بانی رسول کوٹ کی چار دیواری بالکل نابود ہو گئی تھی۔ (ملاحظہ ہو تصویر مقابل صفحہ تاریخ جلیلہ)۔ جو سید ریاض الحسن صاحب حکیم، شاہ کوٹ کی معرفت برادرم مخدوم روشن چراغ صاحب

Marfat.com

رئیس اعظم میاں والی قریشیاں کے خرچ سے تعمیر ہو چکی ہے جزاہ اللہ تعالیٰ۔

برخوردار پیر محمد اقبال اسے اس سال دیکھ آئے ہیں۔ مجھے پھر جانے کا اتفاق نہیں ہوا۔ اس پر کتبہ مندرجہ **ص** حکیم صاحب موصوف نے نصب کرا دینے کا وعدہ کیا تھا۔ نتیجہ معلوم نہیں ہوا۔

بنائے شہر بٹالہ ضلع گورداسپور (حال بھارت)

شیخ ابوبکر تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت بندگی قطب العالم کوہستان کانگڑہ سے لاہور کو آتے ہوئے ایک بلندی پر پہنچے۔ ایک فقیر نے عرض کیا کہ یا شیخ ملاحظہ فرمایے یہ کیسا ہوادار مقام ہے اگر آپ اس جگہ ایک تکیہ تعمیر فرمائیں تو درویشوں کے آرام و آسائش کی جگہ بن جائے آپ نے فرمایا ہمارا مرید رائے رام دیو ایک بڑی بستی ڈالے گا۔ چند روز کے بعد رائے مذکور حاضر ہوا۔ ایک فقیر نے اسے بتایا کہ حضورؒ نے ایسا فرمایا ہے۔ اسے اس بات کے وقوع پذیر ہونے میں کچھ تردّد سا ہوا کہ شاید ایسا ہو کہ نہ ہو۔ آپ نے کشف سے دریافت کر کے فرمایا کہ فقیروں کی بات بے معنی نہیں ہوتی تجھ سے واقعی یہاں ایک شہر آباد ہو گا مگر تیرے دل کا وسوسہ کا یہ اثر ہوا ہے کہ تیری اولاد کو اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔

کچھ عرصہ بعد دولت خاں لودھی نے رائے رام دیو کو تمام پنجاب کا محصول نو لاکھ سکّہ شاہ مرادی کے عوض اجارہ پر دے دیا اور حکم فرمایا کہ اس بلندی پر جو ایک دل پذیر جگہ ہے ایک شہر آباد کرا اور اس کا نام بٹالہ رکھ۔ چنانچہ یہ شہر آباد ہو گیا۔

عہد قطب العالم میں سلاطین لودھی کا عروج اور بعد میں زوال

ملک بہرام

ملک سلطان شاہ — قطب خاں
ملک کالا — بیٹی زوجہ بہلول
ملک فیروز — ملو یعنی بہلول
ملک محمود — شاہین خان
ملک خواجہ

(بہلول کے بیٹے:) بایزید خاں، باربک شاہ، مبارک خاں، حاکم خاں، جمال خاں، یعقوب، فتح خاں، موسیٰ، جلال خاں

ابراہیم خاں، جلال خاں، اسماعیل خاں، حسین خاں، محمود خاں، اعظم ہمایوں خاں

Marfat.com

ملک بہرام

سلطان فیروز شاہ کے عہد میں ملتان کے حاکم ملک مردان دولت کا ملازم ہوا۔ اس کا بیٹا ملک سلطان شاہ المخاطب بہ اسلام خاں خضر خاں کے عہد گورنری میں ملتان کی جماعتِ افغان کا سردار رہوا۔ اور پھر اسے سرہند کی صوبہ داری مل گئی۔

ملک کالا پرگنہ دورالہ کا حاکم مقرر ہوا اور جنگ نیاری میں مارا گیا۔

بہلول لودھی عرف ملّو کی ماں بھی ملک بہرام ہی کی نسل سے تھی اس کی ولادت بھی معجزانہ ہوئی۔ ابھی یہ شکم مادر ہی میں تھا کہ دوہ دب کر مرگئی اور اسے پیٹ چاک کر کے نکالا گیا۔ اسے اسلام خاں نے پرورش کیا۔ قدرت نے اسے شاہانہ اوصاف ودیعت کیے تھے یہ ترقی کرتا گیا۔ سلطان محمد شاہ (ولد فرید ولد خضر خاں) بادشاہ دہلی نے بعد از تلخ تجربہ اس سے صلح کی اور خطاب خانخاناں دے کر اسے لاہور، دیپالپور اور سنام پر متصرف کیا۔ بادشاہ کی وفات کے بعد حمید خاں وزیر نے ۸۵۵ھ مطابق ۱۴۵۱ء میں اسے دہلی کا بادشاہ بنادیا۔ سلطان علاؤالدین ولد سلطان محمد شاہ شرقی کو جونپور طلب کر کے ۸۵۶ھ میں دہلی کا محاصرہ کرایا مگر فتح بہلول ہی کی ہوئی۔ اس کے بعد کئی لڑائیاں ہوئیں مگر انجام کار بہلول ہی فتح مند ہوا'' کتاب شجرات فرمانروایانِ شاہانِ اسلام'' مصنفہ مسٹر سٹینلی لین پول مترجمہ پیسہ اخبار لاہور کے صفحہ ۲۲۸ میں لکھا ہے کہ ۸۸۱ھ مطابق ۱۴۷۶ء یا بقول بعض ۸۷۹ھ میں سکندر بن بہلول نے جونپور فتح کر کے سلطنت دہلی کا صوبہ قرار دیا۔ گو جلاوطن حسین شاہ (بن محمود) فرمانروائے جونپور کے مؤیدین ورفقا چند سال تک اس افتادہ خاندان کو پھر مسندِ عزّت پر بٹھانے کے ساعی رہے۔'' میرے خیال میں فاتح کا نام بجائے سکندر کے بہلول ہونا چاہیے تھا کیونکہ ۸۹۴ھ تک وہی حکمران رہا۔ تاریخ فرشتہ میں بھی یہی لکھا ہے۔ بہلول جونپور کے علاوہ مندرجہ ذیل امصار کا بھی بمعہ ملحقات بادشاہ تھا:

۱۔ کالپی ۲۔ دھولپور ۳۔ الہ پور ۴۔ کٹرہ ۵۔ مانک پور ۶۔ بھڑائچ
۷۔ لکھنؤ ۸۔ بلاؤں ۹۔ دہلی ۱۰۔ اٹاوہ

بہلول لودھی ۸۹۴ھ میں ۳۹ برس کی سلطنت کے بعد فوت ہوا۔

بایزید خاں المخاطب بہ سکندر خاں جو ایک زرگر نظام خاں کی دختر کے بطن سے تھا بہلول کی وفات

Marfat.com

کے بعد ۸۹۴ھ مطابق ۱۴۸۸ء میں بادشاہ بنا۔ وہ بڑا خلیق اور مدبّر انسان تھا۔ اس نے باپ کی سلطنت کو بڑی وسعت دی آخر انتیس سال کی کامیاب حکومت کے بعد ۹۲۳ھ میں واصل بہ حق ہو گیا۔

۱۵۱۷ء میں اس کا بیٹا ابراہیم لودھی تختِ حکومت پر جلوہ گر ہوا۔ تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ اس نے باپ دادا کے قواعد و آدابِ سلوک کے خلاف اپنے عزیز افغانوں کو ان کے حق سے محروم کیا اور انھیں نوکر سمجھا اس لیے وہ دل سے اس کے خلاف اور بظاہر مطیع بنے۔ ابراہیم ویسے تھا بھی کنجوس۔ بابر لکھتا ہے کہ وہ کنجوس، ناتجربہ کار، فنِ سپہ گری سے ناآشنا، دشمن کے سامنے کھڑے رہنے میں بدسلیقہ، لڑنے میں ناعاقبت اندیش۔ وہ میرے مقابلے میں ایک لاکھ فوج لایا تھا اگر بخیل نہ ہوتا تو ایک لاکھ اور لے آتا مگر خدا نے میرا کام بنانا تھا اس کی کنجوسی اس کے لیے دشمن ثابت ہوئی اس کے امرا خوب چمک دمک ملمع کے ہتھیار لگائے ہوئے تھے ہاتھی سجے سجائے اس کے ساتھ تھے خیموں پر کلس ایسے نظر آتے تھے کہ کسی کھیت میں زربفت کے تھانوں کو بچھا کر سونے کے درخت لگا دیے ہیں۔ دن کو ان میں عیش و نشاط کا ہنگامہ گرم تھا اس کے مقابل بابری سپاہ کی تعداد صرف بارہ ہزار تھی جو بڑے سلیقہ سے صف بستہ کی گئی تھی۔ حملہ آور فوج کی حفاظت ایک توپ خانہ کر رہا تھا۔ اور دوسری طرف تیر انداز۔ اس جفاکش سپاہ نے افغانی فوج کے انبوہِ کثیر کو کچل کر رکھ دیا۔ ابراہیم اور اس کے منتخب ساتھیوں نے لڑائی کے سنبھالنے میں بے فائدہ سعی کی اس کے رفیقوں نے اسے اس مہلکہ سے باہر نکل جانے کا مشورہ دیا مگر مغلوں کے سوار آگے تھے اور تیر انداز پیچھے اس لیے ابراہیم نے باہر جانے سے انکار کیا اور اپنے جاں نثار ملازموں کے ساتھ میدان میں لڑ کر کام آیا۔ اس کے گرد پانچ چھ ہزار ہندوستانیوں کی لاشیں پڑی تھیں ایک ہی معرکے میں بروز ۲۵ / اپریل ۱۵۲۵ء ہندوستان کے فرمانروا بدل گئے بابر کے حساب کے مطابق پندرہ ہزار کا خون بہا۔ مگر وہ پھر لکھتا ہے کہ آگرہ میں پہنچ کر بعض ہندوستانیوں کی زبانی معلوم ہوا کہ چالیس پچاس ہزار آدمی اس معرکہ میں مردہ ہوئے۔ انھیں میں بکرماجیت گوالیار کا راجہ تھا آگرہ میں اس کے آدمیوں نے گرفتار ہو کر کوہِ نور ہیرا ہمایوں کو پیش کیا ۸ مثقال وزنی۔ اسے سلطان علاؤالدین لایا تھا۔ ایک جوہری نے اس کی قیمت کا تخمینہ کیا تھا کہ جتنا روپیہ سارے عالم کا ایک روز میں خرچ ہوتا ہے اس سے آدھی اس کی قیمت ہے۔ بابر نے ابراہیم کی ماں کو سات لاکھ ٹنکہ کی جاگیر دی۔ اس کے ہمراہی امرا میں سے ہر ایک کو پرگنے عطا کیے۔ آگرہ سے ایک کوس پر ایک محل میں اس کو بھجوا دیا۔ دوشنبہ ۲۷ / رجب ۹۳۲ھ مطابق ۱۵۲۵ء کو بابر نے آگرہ میں نماز ظہر پڑھی۔ یہ واقعہ حضرت عبدالجلیل کی وفات

Marfat.com

سے ۲۲ سال بعد وقوع پذیر ہوا۔

سید علی غازی برادر شیخ زین الدین غازیؒ کی فیض یابی

شیخ ابوبکرؒ لکھتے ہیں کہ جب سلطان السلاطین بابر نے ملک ہند میں اپنا تسلط بٹھالیا تو سید السادات سید علی غازیؒ برادر حقیقی شیخ زین الدین غازی نے بھی جو کہ زمرۂ اکابر ولایت سے تھے اس طرف نزولِ اجلال کیا اور نیت کی کہ مجھے سلطان العاشقین حضرت بندگی قطب العالم عظمہ اللہ تعالیٰ کے کسی مرید سے مل کر حلِ اشکال کرنا چاہیے۔ چنانچہ انھوں نے روضۂ شیخ میں لاہور حاضر ہو کر ذکر الٰہی کو اپنا شغل بنالیا۔ اسی رات شیخ علیہ الرحمہ نے مجھ کو در باطن ارشاد فرمایا کہ فرزندم سید علی کو حقیقت کے عقدوں سے آگاہ کردو۔ اور اپنا محرم اسرار بنالو۔ یہ کہہ کر ان کا ہاتھ میرے ہاتھ میں دیا۔ سید علی نے بھی ایسا ہی مشاہدہ کیا۔ اس کے بعد وہ ایک مدت تک میرے ہم صحبت رہے۔ آخر الامر درمیانی پنج ڈھیرہ میں (جو غالباً اب قبرستان میانی صاحب کے نام سے لاہور میں مشہور ہے - نامیؔ) سکونت پذیر ہو گئے اور یہیں واصل بحق ہوئے ان کی قبر اس جگہ مشہور ہے۔

بابر بادشاہ سے جنگ نہ کرو

شیخ ابوبکرؒ لکھتے ہیں کہ سلطان ابراہیم کی شہادت کے بعد ان کی ایک حرم کو بابر شاہ نے قید کرلیا اس کی ایک لونڈی نے بازید خاں نبیرۂ شیخ محمد سلطان کو افغانی باجوں کے ساتھ آتے دیکھ کر خاک کی مٹھی چلائی۔ اس نے سواری روک کر اس لونڈی سے اس خاک پاشی کی وجہ دریافت کی اس نے کہا تمھارے لیے ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ حرم سلطانی قید ہو اور تم اسطرح رنگ رلیاں مناتے پھرو تم سے زیادہ نمک حرام اور کون ہوگا۔ یہ طعنہ بازید خاں کو کھا گیا اس نے فوراً جمعیت فراہم کی اور حملہ کر کے حرم سلطانی کو ساتھ لے ہندوستان کی طرف روانہ ہو پڑا۔ شہر میں شور مچ گیا۔ دستۂ فوجِ سلطانی تعاقب میں روانہ ہوا۔ اس شاہ بیگم کو شیخ عبدالجلیل سے عقیدت تھی لہٰذا ان کو یاد کیا۔ ناگاہ ایک برقعہ پوش سوار نمودار ہوا جس نے بازید خاں اور حرم سلطانی کو گرفتاری سے بچایا اور رات کو بازید خاں کو باطن میں ارشاد کیا۔ ”تمھیں فتح نہ ہوگی پورب کی طرف چلے جاؤ اور جنگ نہ کرو“۔ اس نے اپنے مشیروں کو خواب سے مطلع کیا۔ انھوں نے کہا یہ وہم پر مبنی ہے لڑائی سے منہ موڑنا مردی نہیں۔ چنانچہ لڑائی کے لیے تیار ہو گئے۔ عین وقت پر بندگی قطب العالمؒ ایک

Marfat.com

گھوڑے پر سوار نمودار ہوئے اور بازید خاں کے گھوڑے کو ایک طرف کر کے فرمایا تمھیں میں نے ہی لڑائی سے منع کیا تھا فوراً پورب کی طرف بھاگ جاؤ لڑو گے تو کامیاب نہیں ہو گے۔ یہ فرما کر آپ غائب ہو گئے اور بازید خاں نے پورب کا رخ کیا اور ادھر ہی جا کر متمکن ہو گیا۔ یہ واقعہ جناب شیخ کی وفات سے ۲۵ برس بعد کا ہے (۹۳۵ھ کا)

شیخ عبدالجلیلؒ سے شیر شاہ سوری کی ارادت

شیخ ابوبکر رقم طراز ہیں کہ ایک دن سلطان سکندر لودھی انار اللہ برہانہٗ، دولت خاں لودھی اور دیگر اکابرِ سلطنت کے ساتھ بندگی قطب العالم عظمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ کچھ وقفہ کے بعد حسن نام ایک افغان عرف سور جو سلطان کے نوکروں میں سے تھا اپنے بیٹے کو مرید کرانے کے لیے لے آیا جب آپ کی نظر اس پر پڑی آپ نے اسے مسند پر سلطان سے بالاتر جگہ عطا فرمائی۔ تمام حاضرین متعجب ہوئے اور سلطان کے دل میں بھی غیرت پیدا ہوئی۔ دولت خاں جو سلطان کے مشیرانِ خاص میں سے تھا۔ اپنی فراست سے تاڑ گیا کہ اس بات سے بادشاہ کے دل پر ملال آیا ہے پس اس نے عرض کیا کہ یا خلاصۃ الاولیا اللہ تعالیٰ نے بھی عوام وخواص میں فرق رکھا ہے اس لیے مردانِ خدا کو بھی ہر ایک کے مرتبہ کے مطابق سلوک کرنا چاہیے۔ سلطان کی مسند پر جو ظل اللہ ہے اور کسی کو بٹھا دینا آدابِ شاہی سے دور ہے۔ خواجۂ کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی فرمایا ہے کہ خلیفۂ وقت کی عزت کرو کیونکہ وہ میرا جانشین ہوتا ہے۔

حضور قطب العالم نے یہ تقریر سن کر فرمایا کہ جو فعل فقیروں سے سرزد ہو وہ بے معنی نہیں ہوتا جب تم سے سلطنت دوسروں کے پاس چلی جائے گی۔ یہی لڑکا ہے جسے تم دیکھ رہے ہو تمھارے دشمنوں کو شکست دے کر ملک واپس لے لے گا اور اس کا نام شیر شاہ سوری مشہور ہوگا۔ یہی افغانوں کے نام کو روشن کرے گا۔ پھر فرمایا ؎

قادرا قدرت تو داری ہر چہ خواہی آں کنی
ہر گدائے را کہ خواہی در دمے سلطاں کنی

آخر الامر کچھ مدت کے بعد سلطان سکندر نے رحلت کی اور سلطان ابراہیم فرزند اکبر سلطان سکندر بادشاہ مقرر ہوا۔ نو سال کے بعد دولت خاں لودھی کا ایک لڑکا نمک حرامی کر کے سلطان بابر کو سلطان ابراہیم

Marfat.com

پر چڑھالایا۔ اور پانی پت پر دونوں بادشاہوں کا مقابلہ ہوا۔ سلطان ابراہیم نے جامِ شہادت پیا اور تمام مملکت سلطان بابر کے زیرِ قلم ہوئی۔ اس کے مرنے کے بعد ہمایوں بادشاہ ہوا شیر شاہ نے جمعیتِ عظیم کے ساتھ ہمایوں پر حملہ کیا اور اسے شکست دے کر خود بادشاہ بن گیا۔ اور قسم کھائی کہ جب تک حضرت بندگی قطب العالم کی آستانہ بوسی نہ کروں اور جو زمین کہ آپ کے لنگر خانہ کے لیے ہے اس کو بڑھا کر فرمان پر اپنی مہر نہ ثبت کروں میں دنیا کے اور کام میں مشغول نہ ہوں گا چنانچہ وہ آپ کے روضۂ مقدسہ پر حاضر ہوا۔ اس وقت آپ کا برادرزادہ فرزندم شیخ جلال بن شیخ فرید حاضر تھا۔ شیر شاہ خانقاہ کے لنگر اور دیگر امور کی نسبت فرمان شیخ جلال کے نام بطریق انعام لکھ کر پھر اور کسی کام میں مشغول ہوا۔''

تاریخ فرشتہ کا بیان۔ شیر شاہ کا اصلی نام فرید اور باپ کا نام حسن تھا۔ اصل میں وہ افغان روہ کی نسل سے تھا۔ جب بادشاہ سکندر لودھی انار اللہ برہانہ تخت نشین ہوا۔ تو حسن سور کا باپ ابراہیم نوکری کی ہوس میں دہلی آیا۔ روہ وہ کوہستان ہے جس کا طول سواد بجور سے قصبہ سوئے تک جو بھکر میں شامل ہے اور عرض حسن ابدل سے کابل تک ہے وہاں کے افغان چند قبیلہ ہیں جن میں ایک فرقہ سور ہے اور یہ لوگ اپنے آپ کو سلاطین غور کی نسل سے خیال کرتے ہیں۔ حسن کے باپ ابراہیم نے سلطان بہلول کے ایک سردار کی نوکری کر لی اور چند روز حصار فیروزہ میں وچندے نارنول میں مقرر رہا جب بہلول لودھی کے بعد سکندر لودھی خود بادشاہ ہوا اور اس کے امرا میں سے جمال خاں جونپور کا حاکم ہوا تو اس نے قدیمی نوکر ابراہیم کے بیٹے حسن سور کو رہتاس کے علاقہ سے سہسرام پور وخواص پور ٹانڈہ بطور جاگیر عطا کر کے پانصد سوار کا افسر کیا اور حسن سور کے آٹھ بیٹوں میں سے فرید ونظام ایک افغانی لڑکی میں سے تھے اور باقی لڑکے کنیزوں کے بطن سے۔ شیر شاہ نے جونپور ہی میں تحصیل علم کی۔ قنوج کے قریب اس نے ہمایوں کی لاکھ فوج کو پچاس ہزار سے ۹۴۷ھ میں شکست دی اور وہ دریا میں گھوڑا ڈال کر بہ مشکل بچا۔ لاہور آیا تو شیر شاہ پیچھے تھا۔ سندھ گیا تو شیر شاہ نے خوشاب تک تعاقب کیا۔ آخر سارے ہندوستان کا بادشاہ بنا۔ قلعہ کالنجر کی تسخیر کے وقت بارود کا ڈبہ دیوارِ قلعہ سے ٹکرا کر واپس گرا جس سے شیر شاہ جل گیا ادھر قلعہ فتح ہوا۔ ادھر اس نے جان دے دی۔ تاریخ ہندوستان مؤلفہ خان بہادر شمس العلماء مولوی محمد ذکاء اللہ صاحب دہلوی مرحوم میں لکھا ہے کہ ۱۰ ربیع الاول ۹۵۲ھ مطابق مئی ۱۵۴۵ء کو شیر شاہ نے اس سرائے غرور سے جا کر ماورائے سرور میں آرام کیا اور نشیمنِ خاک سے عالمِ افلاک میں خرام کیا۔ ''ز آتش مرد'' اس کی وفات کی تاریخ ہوئی۔ پندرہ سال

Marfat.com

امارت کی۔ پانچ سال سلطنت۔ سہسرام میں دفن ہوا۔ ایک تالاب کے اندر اس کا مقبرہ بنا۔ جواب تک عمدہ عمارات میں شمار ہوتا ہے۔

شیر شاہ تہجد گزار۔ باجماعت نماز پڑھنے والا۔ رفاہِ عام کے کاموں میں منہمک۔ رعیت کا خیر خواہ رشوت کا دشمن۔ حضرت فاروقِ اعظمؓ کی طرح ظلم کی فوراً سزا دینے والا خواہ ظالم اس کے قریبی عزیز رشتہ دار اور فرزند ہی کیوں نہ ہوں جیسا کہ اس نے شہزادہ عادل خاں کے خلاف بقال کے حق میں کیا کہ جس طرح شہزادہ نے آگرہ میں اس کی بیوی پر پان کا بیڑا ہاتھ میں لے کر مارا ہے اسی طرح بقال بھی ہاتھی پر سوار ہو کر شہزادہ کی بیوی یعنی شیر شاہ کی بہو کو مارے۔ یہ تمام اوصاف اس نے حضرت عبدالجلیلؒ جیسے بزرگانِ دین کے فیضِ صحبت سے پائے تھے۔

حضرت عبدالجلیل عظمہ اللہ تعالیٰ کو خرقۂ خلافت کن بزرگوں سے ملا

سہروردیہ

خرقہ و خلافت آپ کو اپنے والد شیخ الاولیا وحضرت ابوالفتح سے حاصل ہوئی۔ ان کو اپنے پدر بزرگوار شیخ عبدالعزیز سے ان کو اپنے باپ شیخ شہاب الدین سے ان کو اپنے والدِ ماجد شیخ نورالدین سے اور ان کو اپنے پدر نامدار سلطان التارکین حمیدالملت والشرع والدین شیخ حاکمؒ ابوالغیث سے (اس کے آگے وہی سلسلہ ہے جو سلطان حاکمؒ کے ذکر میں درج ہے ملاحظہ ہو صفحہ)

جنیدیہ

خرقہ آپ نے اپنے چچا سلطان المحققین شیخ العارف شیخ حامد سے پہنا انھوں نے اپنے والد شیخ عبدالعزیز سے (اس سے آگے وہی سلسلہ ہے جو اوپر مذکور ہوا۔)

مداریہ

خرقہ صوفیہ آپ نے شیخ مٹھہ مدار سے در بر کیا۔ انھوں نے اپنے پیر شیخ محمود سر برہنہ سے انھوں نے سلطان الاولیا بدیع الدین شاہ مدار سے۔ انھوں نے شیخ عبداللہ مکی سے۔ انھوں نے پیر قطب مدار شیخ طیفور شامی سے اور انھوں نے خاتم الانبیاء احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ سے۔ نیز شیخ طیفور شامی صحبت رکھتے تھے امیر المومنین ابا بکر صدیقؓ سے اور انھیں شرفِ صحبت حاصل تھا خواجۂ کونین قریشی الہاشمی الامی صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وآلہ وبارک وسلم اجمعین برحمتک یاارحم الراحمین کا۔

شتاریہ

خرقہ آپ کو مرشد کامل برہان السالکین وقطب العالمین قدوۃ الواصلین ذکر خفی ذات ونفی اثبات دریافت کرنے کے بعد عطا ہوا۔ان کو خرقہ شیخ محمد نور بخشؒ سے ملا۔انھوں نے اپنے پیر شیخ نجم الدین سفرائی سے حاصل کیا۔انھوں نے اپنے پیر شیخ شرف الدین جرجانی سے (آئندہ سلسلہ کے لیے ملاحظہ ہو حضرت حاکمؒ کا سلسلہ ص......... کتاب ہذا)

چشتیہ

خلافت آپ کو جیسا کہ دوسری جگہ مذکور ہوا بطریق اویسی حضرت فرید الدین شکر گنج سے ملی۔میں یہ سلسلہ منظومہ بطریق دعا پیر قلندر شاہ کی تصانیف سے درج کرتا ہوں:

خدایا بہ شاہنشہِ بحرو بر فرید جہاں شیخ گنج شکرؒ
خدایا بہ آں قطب دیں بختیارؒ شہِ دوجہاں کا کئِ نامدار
خدایا بہ آں خواجۂ اہلِ دیں کہ درکار ماہست ہر دم معینؒ
باجمیر آں شاہ دار و مقام کشادہ درِ فیض بر خاص و عام
خدایا بہ آں خواجۂ ہارون شہِ ذوالکرم یعنی عثمانؒ من
خدایا بہ آں قوتِ ہر ضعیف شہنشاہِ دیں یعنی حاجی شریفؒ
خدایا بہ آں پیشوائے انام شہِ چشتیاں خواجۂ مودودؒ نام
خدایا بہ آں شاہِ مصر و وفا ابو یوسفؒ آں ناصرِ دین ما
خدایا بہ آں خواجۂ چشتیاں کہ نامش بودِ بو محمدؒ عیاں
خدایا بہ آں خواجۂ اہل چشت ابو احمد ابدالؒ اہل بہشت
خدایا بہ آں خواجۂ بو سحاقؒ کہ شامی و چشتی است بالاتفاق
خدایا بہ آں شاہِ ممشادؒ او علوی کہ دیں را شرف اوبداد
خدایا بہ آں خواجۂ نیک فن ہبیرا کہ بصری است مثل حسن

Marfat.com

خدایا بہ آں خواجۂ نیک خو حذیفہؓ کہ مرعش بود جائے او
خدایا بہ آں غرقِ بحرِ شہود براہیم ادھمؒ کہ سلطان بود
خدایا بہ آں صاحبِ وجد و حال فضیلِ عیاضؒ آں شہِ خوش خصال
خدایا بہ آں خواجہ پور زید شہِ عبد واحدؒ مبرا زقید
خدایا بہ آں شیخ بصر احسنؒ کہ مقبول کر دش شہِ بوالحسنؒ
خدایا بہ شاہِ ولایت پناہ علیؓ ولی صاحب عزّ و جاہ
خدایا بہ شاہنشہِ انبیاء بروز جزا شافعِ جرمِ ما
محمد کہ بادا برد بار بار فدا جانِ ہمچو منِ صد ہزار
مرادِ من و جملہ یارانِ من محبانِ من دوستدارانِ من
برآور برآور بہ لطف و کرم رہبر دنیا و عقبیٰ و در دین ہم
بہ پیرانِ عظّام عالی مقام بہ جاہِ محمد ﷺ علیہ السلام
قلندر دگر بار دستِ دعا بر آور بہ درگاہِ رب العلیٰ
مناجاتِ سعدی فریاد کن بدرگاہِ داور فریاد کن
خدایا بہ ذاتِ خدادیت بہ اوصاف بے مثل و مانندیت
بہ لبیک حجاج بیت الحرام بہ مدفونِ یثرب علیہ السلام
بہ تکبیر مردانِ شمشیر زن کہ مردِ وغارا شمارند زن
بہ طاعاتِ پیرانِ آراستہ بہ صدقِ جوانان نوخاستہ
کہ مارا دریں ورطۂ یک نفس زنگ دو گفتن بہ فریاد رس
گر از جہل غائب شدم روز چند چو باز آمدم در بروئم مبند
بہ حقت کہ چشم ز باطل بدوز بہ نورت کہ فردا بنارم مسوز
خدایا بہ حقِ بنی فاطمہؓ کہ بر قول ایماں کنم خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی در قبول
من دوست و دامانِ آل رسول ﷺ

Marfat.com

شاہ مدارؒ

ایک مجلسِ احباب میں سوال درپیش ہوا کہ حضرت شاہ مدار کون تھے جن کے متعلق ضرب المثل ہے کہ "مرے کو مارے شاہ مدار"۔ یہ عقدہ وہاں حل نہ ہوا۔ گھر آ کر گنجینۂ سروری اور فلاح دارین کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ ہندوستان میں ایک بزرگ شیخ بدیع الدین گزرے ہیں جو ۱۲۴ برس کی عمر پا کر ۱۸ جمادی الاول ۸۴۰ھ کو فوت ہوئے۔ مزار مکن پور میں ہے آپ بارہ برس مقام حریت میں آب وطعام سے بے نیاز رہے۔ جو لباس زیب تن تھا وہ بدستور رہا۔ نہ میلا ہوا نہ پھٹا۔ آپ کی اور آپ کے مشائخ کی طوالتِ عمر کے باعث آپ کا سلسلہ چار واسطوں سے حضرت سرورِ کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملتا ہے۔ نیز آپ کو بسلسلہ اویسی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فیض روحانی حاصل تھا۔ آپ کا سلسلۂ پدری حضرت ابو ہریرہ مشہور صحابی نبی کریم ﷺ سے اور مادری سلسلہ حضرت عبدالرحمن بن عوف سے ملحق ہے جو عشرہ مبشرہ میں سے تھے (پورے شجرے کتاب خزینۃ الاصفیا میں درج ہیں۔ نامی)

جہانگیر نے تزک میں کانگڑ کی فتح کے بعد ۱۰۳۱ھ میں کوہ مدار کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ ایک نفیس درّہ کوہ ہے جس کی آب وہوا۔ طراوت اور سبزہ فرحت بخش ہے آبشار بھی جاری ہے یہاں بادشاہ نے موزوں عمارات بھی بنوائی تھیں یہیں سے وہ نور پور پہنچا تھا خدا جانے کوہ مدار کی وجہ تسمیہ کیا ہے۔

مدار کی تعریف

غوث جس کو قطب بحق کہتے ہیں دو طرح کے ہیں ایک قطب مدار۔ دوسرے قطب ارشاد۔ قطب مدار پر تمام عالم کا دارومدار ہوتا ہے اس کا وجود ہر زمانہ میں ضروری ہے اور ابدال وفقہا وغیرہ اس کے تابع ہیں قطب ارشاد کا کام ہدایتِ خلق ہے اس کا وجود ہر زمانہ میں ضروری نہیں۔ کبھی ایک ہی شخص کو دونوں عہدے حاصل ہو جاتے ہیں۔

طریقِ بیعتِ جلیلہ

جب کوئی سلطان العاشقین قطب العالمین حضرت بندگی قطب العالم عظمہ اللہ شیخ چوہڑ کی خدمت میں بیعت کے لیے آتا تو آپ فرماتے کہ ہم مرید کرنے کے عقدے کو حدیثِ نبوی ﷺ کے حکم کے مطابق حل کرتے ہیں چنانچہ حضرت سید السادات شیخ جلال مخدوم جہانیاں خزانہ جلال میں رقم طراز ہیں:

Marfat.com

قال النبی ﷺ اکثروا اخوانکم اخوان الخیر فان اللہ حیّ کریم یستحی ان یعذّب الرّجل بین یدیٰ الاخوان۔

یعنی دینی بھائیوں کی تعداد کو بڑھاؤ۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ زندہ و کریم ہے (اپنے فضل و کرم سے بخش دیتا ہے) اور حیا کرتا ہے اس امر سے کہ کسی آدمی کو اس کے بھائیوں کے روبرو عذاب کرے۔"

پس حضرت بندگی قطب العالم شیخ چوہڑ عظمہ اللہ تعالیٰ اس شخص کا (جو مرید ہونے کے لیے آتا) ہاتھ پکڑ کر فرماتے کہ کیا تم نے اس غریب کو اپنی برادری میں قبول کرلیا ہے۔ وہ کہتا کہ کرلیا ہے۔ پس بعدازاں فرماتے کہ ہر دو بھائی توبہ کریں۔ استغفر اللہ من کل ما کرہ اللہ قولاً و فعلاً و ناظراً خداوند! ہم نے توبہ کی سابقہ برائیوں سے اور پھر تیری درگاہ کی طرف رجوع کیا۔ پھر دونوں تین بار کہتے کہ استغفر اللہ الذی لاالٰہ الا ھو الحی القیوم واتوب الیہ۔ پھر کہتے رب الشرح لی صدری ویسر لی امری واحلل عقدۃ من لسانی یفقھوا قولی اور اپنا دست مبارک اس کے سینہ پر رکھتے بعدازاں مقراض سے اس کی پیشانی کی دائیں طرف سے کچھ بال کترتے اور قینچی چلانے کے وقت زبان مبارک سے یہ فرماتے اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ آل محمد و بارک وسلم اللھم ثبتنا علی التوبہ واحفظنا عن المعصیۃ بحفظ منک بحق محمد علیہ السلام واھل بیت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام وبحق شیخ الکبیر بھاوالحق والشرع والدّین و شیخ العارف صدرالحق والشرع والدّین و شیخ قطب العالم رکن الحق والشرع والدّین ابوالفتح فیض اللہ وشیخ العالم حمید الملّت والشرع والدّین شیخ حاکم ابو الغیث قدس اللہ تعالیٰ ان بحفظک عن المعاصی

پس مرید نے سلاسلِ سہروردیہ، جنیدیہ، شطاریہ، چشتیہ و مداریہ میں سے جس سلسلہ میں داخل ہونا تو آپ اس کے مشائخوں کا نام مذکورہ بالا طریقہ پر لیتے بعدازاں اگر کوئی حلق کا التماس کرتا تو آپ فرماتے کہ اس کی چنداں ضرورت نہیں مگر جب مرید بہت ہی الحاح کرتا تو اجازت دے دیتے اگر پاس کلاہ موجود ہوتی تو لکھ کر اسے پہنا دیتے اور پہنانے کے وقت زبان مبارک سے فرماتے الٰھی توجہ فتاح الکرامت والسعادات واحفظہ عن المعاصی وصیۃ علیٰ دین الاسلام

Marfat.com

ارشادِ وظائف

حضرت بندگی قطب العالم عظمہ اللہ تعالیٰ بیعت کرنے کے بعد وصیت فرماتے تھے اور ہر ایک کو اس کے حوصلے کے مطابق تلقین کرتے تھے چنانچہ بعض کو ذکر نفی و اثبات اور بعض کو جلسات اور بعض کو دعوات اور بعض کو شب بیداری و کم خوری اور ہمیشہ باوضو رہنے اور رو بہ قبلہ بیٹھنے اور اکثر تلاوت قرآن شریف یا لاالہ الااللہ کے ذکر میں مشغول رہنے کی ہدایت فرمایا کرتے۔ انشاءاللہ ہر ایک کا ذکر باتشریح کیا جائے گا۔

حضرت بندگی قطب العالم مبتدی کو ابتدا میں نماز آخر شب (صلوٰۃ العاشقین) پڑھنے کو فرمایا کرتے تھے۔ پہلی رکعت میں یا اللہ دوسری میں یا رحمٰن تیسری میں یا رحیم اور چوتھی میں یا وُدود ہر ایک سو سو بار اور نیز فرمایا کرتے تھے کہ جمعہ کی رات شام اور عشا کے درمیان بارہ رکعت نماز پڑھا کرو۔ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ اخلاص ۱۵ بار اور عشا کی نمازِ فرض اور سنت کے بعد دس رکعت پڑھا کرو۔ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد معوّذتین ایک بار۔ شب قدر کے برابر ثواب ملے گا۔ اور جمعہ کے روز چاشت کے وقت ۱۲ رکعت پڑھو۔ اس میں بعد از سورہ فاتحہ جو کچھ قرآن مجید سے یاد ہو پڑھو۔ اور نماز کے بعد درود شریف بھی۔ ہفتہ کی رات شام اور عشا کے درمیان بارہ رکعت پڑھو۔ ان میں بھی بعد سورہ فاتحہ کے جو کچھ قرآن مجید سے پڑھا جا سکے پڑھنا چاہیے۔ ہفتہ کے دن چار رکعت فاتحہ کے بعد سورہ الکافرون تین بار اور سلام کے بعد آیت الکرسی ایک دفعہ پڑھو۔ اتوار کی رات آٹھ رکعت میں اخلاص پچاس بار اور معوذتین ایک اور سلام کے بعد سو دفعہ استغفر اللہ سو دفعہ لاحول اور سو بار اللھم اغفرلی ولوالدیّ آخر تک پڑھو۔ اتوار کے دن اشراق کے بعد چار رکعت پڑھو۔ ہر رکعت میں بعد فاتحہ کے آمن الرسول ایک بار اور ظہر کی نماز کے بعد چار رکعت درود سلام سے ادا کرو۔ پہلی میں آلم تنزیل الکتاب۔ دوسری میں تبارک الذی بیدہ الملک۔ تیسری میں سورۂ جمعہ۔ پیر کی رات چار رکعت پڑھو۔ پہلی میں فاتحہ کے بعد اخلاص۔ دوسری میں ۲۵ بار۔ تیسری میں ۳۰ بار اور چوتھی میں ۴۰ بار اور سلام کے بعد معوذتین اور صلوٰۃ اور اللھم اغفرلی تا آخر ۷۵ بار پڑھو۔ پیر کے دن اشراق کے بعد ۲ رکعت پڑھو۔ ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد آیت الکرسی اور اخلاص اور معوذتین ایک بار۔ سلام کے بعد بارہ دفعہ استغفار پڑھو۔ منگل کی رات دو رکعت نماز ادا کرو۔ اور ہر رکعت میں اخلاص اور معوذتین پندرہ بار پڑھو۔ سلام کے بعد صلوٰۃ اور آیت الکرسی اور استغفار کا ۱۵ بار ورد کرو۔ منگل کے دن اشراق کے بعد نصف النہار تک دس رکعت پڑھو۔ ہر رکعت میں بعد از فاتحہ آیت الکرسی

Marfat.com

ایک بار اور اخلاص تین بار۔ بدھ کی رات ۶ رکعت تین سلام سے پڑھو۔ ہر رکعت تین فاتحہ کے بعد قل اللھم تا بغیر حساب ایک بار اور ۲ رکعت ادا کرو۔ عشا کے بعد پہلی میں فلق، دوسری میں الناس دس دس بار پڑھو اور اس سے فارغ ہو کر استغفار کرو۔ بدھ کے دن بعد از اشراق ۱۲ رکعت ادا کرو۔ ہر رکعت میں آیت الکرسی اور تین قل تین تین بار پڑھو جمعرات کی رات شام اور عشا کی نماز کے درمیان ۲ رکعت پڑھو۔ ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد آیت الکرسی ۵ دفعہ اور بعد از سلام استغفر اللہ ۱۵ بار پڑھو۔ جمعرات کے دن ظہر اور عصر کے درمیان ۲ رکعت ادا کرو۔ پہلی رکعت میں آیت الکرسی سو بار اور دوسری میں اخلاص سو دفعہ۔ پھر سلام کے بعد درود و استغفار سو بار۔ کیونکہ یہ نوافل تصفیۂ باطن میں عجیب تاثیر رکھتے ہیں۔

ہفتہ بھر کے اذکار

ہر ہفتہ ہر روز مفصلہ ذیل ترتیب سے اذکار پڑھنے چاہئیں:

ہفتہ کے دن: لاالہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین

اتوار کو : لاالہ الااللہ الملک الحق المبین سو دفعہ

پیر کو : لاالہ الااللہ العزیز الجبّار الجلیلُ یاعزیزُ

منگل کو : اللھم صل علیٰ محمد النبی الامی وعلیٰ آلہ وسلم۔ سو بار

بدھ کو : لاالہ الااللہ خالصاً مخلصاً۔ سو مرتبہ

جمعرات کو: لاالہ الا اللہ خالق کل شیءٍ وھو علیٰ کل شیء قدیر۔ سو بار

جمعہ کو: سبحان اللہ والحمد للہ ولاالہ الااللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

بعض کو اسمائے عظام۔ حرزِ یمانی۔ تسبیح اور دیانت القدرت۔ کلیہ ترتیب کے ساتھ فرمایا کرتے تھے۔ اور بعض کو دعاءِ قرشیہ ہفت ہیکر۔ پنج گنج۔ اسمائے جبروتی۔ دعاءِ عزرائیل۔ دعوات کبیرہ اور اسماء حسنیٰ فرمایا کرتے تھے۔

تصانیف حضرت عبدالجلیلؒ

ابوالاشرف پیر غفار شاہ صاحب مرحوم قادری نقشبندی امام مسجد تکیہ سادھواں لاہور نے مجھے بتایا

Marfat.com

کہ مجھے اپنے خسرِ مرحوم ساکن بھاٹی دروازہ کے کتب خانہ سے ایک کتاب دستیاب ہوئی تھی جس میں حضرت عبدالجلیل نے شریعت، طریقت اور حقیقت کے کئی دقائق حل فرمائے ہوئے ہیں مگر افسوس اس کتاب کو کوئی مطالعہ کے لیے لے گیا اور پھر واپس نہیں دے گیا۔

ڈپٹی مظفر احمد صاحب مرحوم قریشی صدیقی فہمی جن کو کتابیں جمع کرنے کا حافظ محمود خاں صاحب شیرانی کی طرح عشق تھا، نے مجھ سے ایک دفعہ ذکر کیا کہ میرے پاس حضرت عبدالجلیل کی ایک قلمی کتاب ہے میں تلاش کر کے آپ (نامی) کو دے دوں گا۔ اس کے بعد آپ دہلی سبزی منڈی میں جا رہے۔ میں دو تین دفعہ اسی غرض کے لیے ان کے مکان پر حاضر ہوا مگر کتاب نہ ملی۔ آخری مرتبہ ۲۴ فروری ١٩١٨ء کو آپ نے یہ عبارت لکھ کر عطا فرمائی:

''یہ کتاب جو حضرت شاہ عبدالجلیل قدس سرہٗ کی طرف منسوب ہے مجھے مولانا غلام نبی بخش چشتی سکنہ ضلع منٹگمری نے بطور تبرک حضرت شاہ عبدالجلیل چوہڑ بندگی کے دی تھی۔ دو ورق بطور سرورق تھے ان پر وقتاً فوقتاً بزرگانِ غلام نبی چشتی نوٹ دیتے رہے تھے۔ یہ تبرک حضرت ممدوح کا ہے میں ان اوراق کو صاحبزادہ والا شان میاں غلام دستگیر صاحب نامی کی نذر کرتا ہوں کہ وہ اس کے مجھ سے زیادہ مستحق ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب''۔ خاکسار مظفر احمد عفی اللہ عنہ

یہ کتاب اس طرح شروع ہوتی ہے:

''الحمدللہ دائماً والصلوٰۃ علیٰ نبیہٖ قائماً۔ آغاز ایں رسالہ شاہ عبدالجلیل بعدہٗ گفتہ می شود۔''

ترجمہ: اس رسالہ میں طالب علموں کے لیے ایسے مقامات کا پتہ ہے جس سے وہ خدا کو اپنے آپ میں پا سکتے ہیں جب تک بندۂ خدا پردۂ خودی میں مستور ہے۔ وہ خدا تک نہیں پہنچ سکتا دَعْ نَفْسَکَ میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی اپنے نفس کو چھوڑ کر ادھر آ۔ پس طالبِ حق کے لیے فرض ہے کہ اپنی ہستی سے گزر جائے اور جب عبدالجلیل نے عبدؔ اور جلیلؔ پر تفکر کیا تو جلیلؔ کے سوا کچھ نہ پایا۔ جب جلیل ہی جلیل دکھائی دینے لگا تو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا مقصود دریافت ہو گیا۔ اس عبارت میں رمز مقصودی ہے جسے صاحبِ فہم سمجھ جاتے ہیں۔ طویل بیانی طالبوں کے سمجھانے کے لیے ہے۔

جب ارواح خانۂ عدم سے صحنِ کثرت میں تفرج کناں آئے تو الف کو الف پایا اور عمروؔ زیدؔ کا غوغا

Marfat.com

کان پڑا۔ مستیِ کثرت کے غلبہ سے اسمِ من وتو زبان پر آنے لگا۔ وجود کے سبب بشریت کی معذوری سامنے آئی۔ انبیا، اولیا اور فقرا کے ارواح طیب ہیں فرقان واحادیث اوران کے اقوال خزانوں کی طرح وارد ہیں جو طالبِ فکر کی مخالفت کے لیے خزانۂ قرآن مجید سے داروئے عرفان نوش کرے وہ رنجِ دوتائی سے خلاصی پائے۔ جب پوری فرصت حاصل ہوجائے تو وہ خود کل ہوجائے۔ طالبوں کے کل ہونے کے لیے جو کچھ کارومشاہدہ ومقامات وشرائط کا بیان ہوا ہے وہ پروردگار کی عنایت سے ہے خواجہ معین الدین معین الحقؒ کے وسیلہ سے جو روش کہ فقیر کو اس معاملہ میں عنایت ہوئی ہے وہ اس رسالہ میں بیان کردی ہے جس کسی میں قوتِ سر ہے اسے حاصل کرلے اوراس راہ میں ہمائے لامکان بن جائے۔

اس کے بعد بابِ اوّل میں بیان شرائط ہے۔ اوّل شرط میں کم کھانے، دوم کم بولنے، سوم کم سونے اور چہارم خلقت کے ساتھ کم میل جول رکھنے کا بیان ہے۔ باب دوم میں بیان اذکار ہے اس میں تختے اور روشیں قائم کی گئی ہیں۔ چنانچہ تختہ لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ کے ذکر میں ہے۔ اس کی روشوں میں وردِ کلمہ کے طریق بتائے گئے ہیں کہ کس طرح اپنے آپ کو لاشے سمجھ کر مقام ہمہ اوست حاصل کیا جائے۔ پھر ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' کے ذکر کا بیان ہے۔ اور باب سوم مراقبہ کے بیان میں ہے۔

میں نے یہ رسالہ اپنی کتاب میں نقل کرنا شروع کیا تھا کہ قبلہ پیر عبدالغفار شاہ صاحب مرحوم کی خدمت میں حاضر ہوا اوران سے اس رسالہ کا ذکر کیا۔ آپ نے مجھے ایک کتاب ''راہبرِ راہِ حق'' یا مجموعہ رسائلِ دیگر مطبوعہ نولکشور نکال کر دکھائی۔ اس میں رسالۂ جلیلہ کا ایک حصہ مشتمل بر مراقبہ اردو میں طبع شدہ دیکھا تو میں نے اسے نقل کرنا تحصیلِ حاصل سمجھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس قلمی رسالہ کو احتیاط سے رکھنے کا خیال ہی محو خاطر ہوگیا۔ چنانچہ اس وقت وہ مجھے نہیں ملتا۔ خیر اگر یہ رسالہ حضرت عبدالجلیل چوہڑ بندگی کی تصنیف ہے تو بازار سے دستیاب ہوسکتا ہے۔

ملفوظات حضرت بندگی قطب العالم علیہ الرحمۃ

ایک دفعہ آپ کے سامنے یہ سوال پیش ہوا کہ ''ایک شخص کو اپنی منکوحہ کا بوسہ لینے سے دو نفل کا ثواب ملتا ہے مگر اسی کے ساتھ مباشرت کرنے سے غسل واجب ہوجاتا ہے درحالیکہ حرام اشیا مثل شراب وغیرہ کے استعمال سے غسل لازم نہیں آتا اس کا کیا سبب ہے؟''

Marfat.com

آپ نے فرمایا کہ ''آدمی میں چند ہزار شہوتیں ہیں مگر ہر ایک کا دل ذاکر ہوتا ہے جب آدمی فعلِ مباشرت میں مشغول ہوتا ہے تو بوقت اخراج منی بوجہ حصولِ لذت دل غافل ہو جاتا ہے۔ اور دوسرے نیک و بد سے دل غافل نہیں ہوتا پس غسل لازم نہ ہوا۔'' پھر آپ نے فرمایا کہ ''آدمی میں ہزاروں شہوتیں ہیں مثلاً احتلام کی صورت میں اور کوئی وطی کی شکل میں اس سے جدا ہوتی ہے کبھی یہ اس سے جدا ہو کر صورت پذیر ہوتی ہے۔ اور انسان کی شکل میں عدم سے وجود میں آتی ہے پس دیکھنا چاہیے کہ انسان کامل ہو یا ناقص۔ اگر کامل ہوا تو انسان ہے اور اگر ناقص ہوا تو سمجھ لینا چاہیے کہ یہ بھی ویسا ہی بیکار ہو گیا جیسا کہ منی بصورتِ احتلام وغیرہ ضائع ہو جاتی ہے۔''

۲۔ ایک دن آپ کی خدمت میں بہت سے اکابر حاضر تھے کہ ایک حکیم نے آ کر سوال کیا کہ یا شیخ تمام گروہ اس بات پر متفق ہیں کہ اس خلقت سے پیشتر کچھ نہ تھا پس اگر کچھ نہ تھا تو اور کیا تھا؟''

آپ نے فرمایا ''آنکھ بند کر لے اور دل حاضر رکھ''۔ جب اس نے آنکھ میچ لی تو آپ نے حضورِ قلب سے فرمایا کہ تم نے کیا دیکھا العاقل تکفیہ الاشارہ یعنی عاقل کو اشارہ ہی کافی ہے جب نقطۂ عین محو ہو جائے تو جو کچھ معلوم ہو وہ عین عین ہے۔

۳۔ ایک شخص آنحضرتؒ کی خدمت میں کتاب فوائد الفواد پڑھتا تھا جب شیخ بہاؤالدین ملتانی وغیرہ بزرگان علیہم الرحمۃ کا ذکر خیر آیا تو اس نے چشم پُر آب ہو کر عرض کیا کہ یا شیخ وہ زمانہ کیا ہی اچھا تھا کہ یہ بزرگ جہان میں موجود تھے اب جناب کی ذات بابرکات کے سوا اور کوئی نظر نہیں آتا۔

آپ نے فرمایا پہچاننے والے چلے گئے ورنہ دوست کا کارخانہ ہمیشہ معمور ہے اور یہ بیت زبان مبارک سے ارشاد فرمایا۔

یوسفے ہمراہ خود دارند واپس مے برند
یک زلیخا ہمتے گویا دریں بازار نیست

۴۔ ایک دن حضرت بندگی قطب العالم چلے جاتے تھے کہ راہ میں ایک شخص جانور کو ذبح کرتا ہوا دکھائی دیا۔ ایک مرید نے عرض کیا یا شیخ تجلیات جلالی کو مشاہدہ فرمائیں۔ آپ نے اس طرف سے رخ پھیر لیا۔ ایک طالب علم نے کہا یا شیخ جو چیز کہ شرع میں حلال ہو اس سے انکار نہیں کرنا چاہیے۔ آپ نے فرمایا۔

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

بشرع گرچہ حلال است در مروّت نیست
ہلاکِ صید کہ او نیز چوں تو جانور است

۵۔ ایک دفعہ آپ کی خدمت میں خانخاناں بیٹھا ہوا تھا جب پیاس نے اس پر غلبہ کیا تو اسنے پانی مانگ کر پیا جو بہت سرد نہ تھا۔ اسے پی چکنے کے بعد کہا پانی ٹھنڈا نہیں ہے۔
حضرت بندگی قطب العالم نے چشم پُر آب ہو کر فرمایا کہ جو شخص کسی کی قید میں ہو کیا وہ بھی گرم سرد پانی مانگ سکتا ہے اور پھر فرمایا ۔

در جہاں گرچہ سروریم عزیز
نسبتِ آں جہاں بزندانیم (حاکم)

وصالِ عبدالجلیلؒ

ایک دن جب کہ حضرت بندگی قطب العالم رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں شیخ یونس، شیخ جلال، شیخ مولانا نجار، شیخ مٹھہ سیاہ پوش، شیخ موسیٰ آہنگر، ملاّ قرن اور شیخ زین الدین غازی حاضر تھے کہ آنحضرتؒ جاں بحق تسلیم ہو گئے۔ غسل دینے کے وقت سلطان السلاطین سکندر انار اللہ برہانہ بھی حاضر ہوئے۔ غسل کے بعد تین مرتبہ آپ کی زبان مبارک سے اسم ذاتہ سبحانہٗ تعالیٰ صادر ہوا جس کو تمام حاضرین نے سنا۔ دو گھڑی تک آپ کے مبارک ہونٹ ہلتے رہے۔ حضرت قطب العالمؒ کی رحلت غرہ ماہ رجب ۹۱۰ھ مطابق ۸ دسمبر ۱۵۰۴ء میں ہوئی۔ انا اللہ و انا الیہ راجعون۔

تاریخ وفات منقول از گنجینۂ سروری

شہ عبدالجلیل آں قطب عالم بروئے او کشود از فضل حق باب
۹۱۰
چو در جنت فضیلت یافت از حق تو سالِ انتقالش فضل دریاب
۹۱۰
وگر در رحلتش ازواجِ افلاک ندا آمد کہ مہتابِ جہاں تاب
چو عبدالجلیل از جہاں رخت بست بگو سالِ وصلش بطرزِ جمیل

Marfat.com

یکے تاجِ عرفان امجد مجید وگر مہدی حق خلیل و جلیل

ایضاً از نامیؔ

(۱)

چو قطبِ جہاں از جہاں درگزشت دلِ دوستاں و عزیزاں بخست

پئے سال فوتش چو شد گفتگو بگفتم ''شہنشاہِ دریا دل'' است ۹۱۰

(۲)

چہ شد؟ قطب زماں از جائے جنید بپا در عالمے طوفانِ نوح است

اگر پرسند تاریخ وفاتش بگو نامیؔ! کہ ''روح پر فتوحِ'' است ۹۱۰

(۳)

وفاتِ شیخ سے نقصان جو پہنچا بیان کیا ہو۔ نہیں مجھ میں یہ طاقت

جو سالِ عیسوی کی جستجو ہے تو کہہ دو تم معاً کانِ بلاغت ۱۵۰۴

دنیا میں اسلامی حکومت بوقت وصالِ عبدالجلیلؒ

جب حضرت عبدالجلیل عظمہ اللہ تعالیٰ یکم رجب ۹۱۰ھ مطابق ۸ر دسمبر ۱۵۰۴ء لاہور میں واصل بحق ہوئے اس وقت یہاں کی حکومت سلطان سکندر لودھی بادشاہِ دہلی سے متعلق تھی۔ جونپور بھی اس کے ماتحت تھا۔ باقی صوبوں کے بادشاہوں کے نام حسب ذیل ہیں:

۱۔ علاؤالدین حسین شاہ بنگال ۲۔ ناصر شاہ خلجی مالوہ ۳۔ محمود شاہ اول گجرات ۴۔ داؤد خاں فاروقی خاندیس میں ۵۔ محمود شاہ ثانی گلبرگہ (دکن) میں ۶۔ علاؤالدین عماد شاہی برار (دکن) میں ۷۔ احمد اول نظام شاہی احمد نگر (دکن) میں ۸۔ میر اوّل برید شاہی بیدر میں ۹۔ یوسف عادل شاہ عادل شاہی بیجاپور میں ۱۰۔ سلطان قلی نے گولکنڈہ میں ۸ سال بعد یعنی ۹۱۸ھ میں حکومت قائم کی۔ اس سے ظاہر ہے کہ ہندوستان اس وقت متعدد اسلامی حکمرانوں کے ماتحت متفرق تھا۔ ترپن (۵۳) سال بعد

Marfat.com

۱۵۵۶ء میں اکبر ۱۶ سال کی عمر میں تخت نشین ہوا تو یکے بعد دیگرے تمام صوبوں کو ایک نظام کے ماتحت لے آیا۔ اس نے دکن میں الحاقات کی پالیسی پر زور نہیں دیا۔ اورنگ زیب نے ۱۶۵۶ء میں گولکنڈہ کو مطیع اور ۱۶۸۷ء میں ملحق سلطنت کرلیا۔ بیجاپور اس سے پہلے عالمگیر ایسی سلطنت کا مالک تھا۔ جو کابل سے دریائے ہگلی کے دہانے اور سورت، حیدرآباد، مچھلی پٹم حتیٰ کہ مدراس تک پھیلی ہوئی تھی کجا بود مرکب کجا تاختم

بیرونِ ہند اسلامی سلطنتیں

حضرت عبدالجلیل قطب العالم عظمہ اللہ تعالیٰ بہلول لودھی کے عہد میں رونق افروز لاہور ہوئے۔ اس سلطان اور محمد فاتح ترکی سلطان کا سالِ جلوس ۸۵۵ھ مطابق ۱۴۵۱ء ایک ہی ہے۔ موخر الذکر نے سن جلوس کے تیسرے برس قسطنطنیہ فتح کیا اور ۸۸۰ھ مطابق ۱۴۷۵ء میں کریمیا کا الحاق عمل میں آیا۔ اس سال اٹلی کے قلعہ انٹرنٹو پر ترکی جھنڈا لہرانے لگا۔ قطب العالم کی حیات میں ترکی سلطان بایزید ثانی ۱۴۸۱ء میں جب شیخ موصوف لاہور وارد ہو چکے تھے سریر آرائے سلطنت ہوا۔ سکندر لودھی کی تخت نشینی اس سے آٹھ سال بعد عمل میں آئی اس سے تین سال بعد یعنی ۸۹۸ھ میں جو ناقابل تلافی نقصان اسلامی دنیا کو پہنچا وہ ہسپانیہ کے آخری اسلامی (نصریہ) کے خاندان کا کیا بلکہ پرستارانِ توحید کا غرناطہ سے خاتمہ تھا۔ آہ اسلامی حکومت جو خاندان بنی امیہ نے ۹۱ھ میں اس ملک میں قائم کی تھی آٹھ سو سال بعد اس بے دردی سے نیست و نابود کردی گئی کہ ایک بھی لا الہ الا اللہ کہنے والا باقی نہ چھوڑا۔ ترکی سلطنت اس وقت اپنے انتہائی کمال پر پہنچی ہوئی تھی اس کی ایک گھرکی شاہ فرڈی ننڈ اور ملکہ ازابلا کی ترکی تمام کرسکتی تھی مگر اس نے نہایت لاپروائی سے کام لیا اور مسلمانوں کو تخم سوخت کرادیا۔

چہ باید کرد تقدیر ایں چنیں بود

حضرت قطب العالمؒ کی وفات سے تین سال پہلے شاہ اسمٰعیل صفوی جس نے شیخ صفی الدین ساکن اردبیل کی اولاد سے ہونے کی وجہ سے اپنے آپ کو بخطاب صفوی نامزد کیا۔ ایران میں حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ شیخ صفی الدین اثناعشری شیعوں کے امام ہفتم موسیٰ کاظمؒ کی اولاد سے تھے۔ اس خاندان کے اراکین شیوخ کہلاتے تھے (شیخ کہتے ہیں سردارِ قبیلہ کو) تبریز دارالحکومت مقرر ہوا۔ انھوں نے شیعہ مذہب اختیار کر کے جب ایشیائے کوچک میں تبلیغی جدوجہد شروع کردی تو ترکی سلطان سلیم کو جو ۹۱۸ھ میں جلوہ گر تخت ہوا تھا کو خطرہ محسوس ہوا۔ اور اس نے ایک لاکھ فوج سے حملہ کر کے ۱۵۱۴ء میں

Marfat.com

اسماعیل کو شکست دی اور مظفر و منصور داخلِ تبریز ہوا مگر دیار بکر اور دیگر اضلاع کا الحاق کر کے اس طرف فتوحات کا کام ناتمام چھوڑ کر مصر کی طرف متوجہ ہوا۔ اور اسے ۹۲۳ھ میں بمعہ شام و عرب ملحق کر کے ''خادمِ حرمین'' کہلانے کا افتخار حاصل کیا۔

یہ ہے مختصر حال اس زمانے کی اسلامی حکومتوں کا جو ہمارے جدِّ اعلیٰ حضرت عبدالجلیلؒ نے پایا اسے میں تاریخوں سے مطالعہ کر کے اس جلیل القدر شیخ کے ۴۴۵ ویں عرس کے دن قلم بند کیا جن کی تاریخ ہی لفظ ''شیخ'' سے نکلتی ہے۔

آج سے بہتّر سال قبل کے حالاتِ خانقاہِ قطب العالمؒ

(منقول از تحقیقاتِ چشتی)

یہ مقبرہ شمال رویہ بمقبرہ شیخ موسیٰؒ کے واقع ہے چاروں طرف مزار کے چاردیواری اور اندر چاردیواری کے ایک تہ خانہ تین درجہ کا ساخت عہدِ شاہان لودھی ہے اور غرب رویہ دروازہ اس تہ خانہ کا ہے۔ چند زینہ اتر کر نیچے جاتے ہیں۔ اور لبِ زینہ ایک ڈیوڑھی ہے جس میں فقیر لوگ بیٹھتے ہیں اور یہ درجہ اوپر چھوڑ کر شمال رویہ ایک اور دو زینہ ہیں وہاں مزار حضرت شیخ عبدالجلیل چوہڑ بندگی کا ہے اوپر درجہ اولیٰ کے لب مکان عبادت خانہ آپ کا ہے۔ وہاں نیچے صرف ایک قبر ہے اور اوپر سے وہ تہ خانہ مثل چبوترہ کے نظر آتا ہے اور اس پر بھی ایک تعویذ قبر تو آپ کا ہے جو خشتی بنا ہوا ہے اور اس کے سوا بائیس قبریں پختہ ان کی اولاد کی ہیں اور غرب رویہ اس چاردیواری کے احاطہ میں ایک مسجد پرانی ہے جو خود شیخ چوہڑ بندگی نے بنوائی تھی اور ڈیوڑھی اس تہ خانہ کی سردار کہر سنگھ سندھانوالیہ نے باہتمام غلام محی الدین شاہ قریشی جو مرحوم کی اولاد میں سے ہیں تعمیر کرائی اور چاردیواری خود تعمیر کی ہوئی غلام محی الدین شاہ ممدوح کی ہے جو ۱۲۶۴ھ میں تعمیر ہوئی۔ اور تاریخ اس کی مصنفہ مفتی غلام سرور جو اس وقت لکھی گئی تھی یہ ہے (یہ تاریخ دوسری جگہ درج ہے نامی) اور کمترین نے خود برسرِ موقع اس خانقاہ کے جا کر سب حال عمارت وغیرہ تحریر کیا اور نیز دیکھا گیا کہ اس چاردیواری میں بہت سے درخت وَن، بیر، کیکر، گوندی، انار و دھریک کے ہیں اور چاردیواری میں ایک دالان اب نیا تیار ہوا ہے اور بالائے چبوترہ کے اور قبریں خورد خورد ہیں اور ان کی قبر اوپر سے نمودار کی گئی ہے اور سرہانے کی طرف چراغ دان واقع ہے۔ اور اندر اسی چاردیواری کے دو کوٹھریاں بھی موجود ہیں اور ایک چاہ بھی پختہ ہے اور ایک فقیر حاجی شاہ نامی اب یہاں بیٹھا ہے اور مالک

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

اس مکان کے حضرت کی اولاد میں سے غلام محی الدین شاہ قریشی وغیرہ ہیں۔اور بعہدِ سلطان سکندر[1] لودھی جب شہرہ کراماتِ حضرت کا ہوا تو سلطان نے اپنی لڑکی کی شادی حضرت سے کردی۔اس سے ایک بیٹا شاہ ابوالفتح پیدا ہوا۔اسکی اولاد غلام محی الدین وغیرہ ہیں۔جب وہ بی بی فوت ہوگئی تو دوسری شادی دختر بجلی خان افغان سے کی اس سے بھی حضرت کو اولاد ہوئی اور یہ لوگ ابھی تک پیر کہلاتے ہیں اور بہت سی خلقت ان کی مرید ہے۔اور ایک چاہ جس کے ساتھ ۹ بیگہ اراضی ہے متعلق اس خانقاہ اب تک معاف ہے۔کتاب تذکرہ قطب العالم میں تحریر ہے کہ جب بادشاہ زادی دختر سلطان سکندر لودھی (بہلول لودھی - نامی) جو اہلیہ حضرت شیخ کی تھی بقضائے الٰہی مرگئی تو اسی سال آپ نے اپنی نسبت دختر بجلی خاں افغان سے کردی اور مستعد شادی کے ہوئے تو خبر سید خاں لوحانی ناظم پنجاب کو جو سلطان کی طرف سے فرماں روائے اس ملک کا تھا پہنچی تو اس کو یہ حال ناگوار گزرا۔اور حضرت کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ ابھی شہزادی کو فوت ہوئے ایک سال بھی نہیں گزرا کہ آپ نے شادی کی تجویز کسی اور جگہ کرلی ہے۔آپ کو مناسب تھا کہ بادشاہ سے اجازت لے کر آپ تجویز شادی ثانی کی کرتے۔اب آپ کی یہ سزا ہے کہ آپ لاہور سے چلے جائیں اور جس قدر آپ کے املاک لاہور میں ہیں وہ سب مِلک شیخ ابوالفتح کی ہے جو شاہ زادی مرحومہ کے بطن سے ہے۔

حضرتؒ نے یہ سخن سن کر تبسم فرمایا اور کہا کہ سیّد خاں سے کہہ دو کہ تیرے اور ہمارے میں مہلت پندرہ دن کی ہے اگر پندرہ دن کے اندر پیرانِ کبار نے تجھ کو شہر لاہور سے نکال دیا تو فبہا ورنہ تم ہم کو یہاں سے نکال دینا۔جب اس بات کو ۱۳ روز گزرے تو فرمانِ شاہی دہلی سے اس کی تبدیلی کے لیے نافذ ہوا اور وہ لاہور سے بدل گیا۔وفات حضرت شیخ چوہڑ کی بتاریخ غرہ ماہ رجب ۹۱۰ھ وقوع میں آئی کہ صاحب تذکرہ قطب العالم نے تاریخ وفات لفظ شیخ سے نکالی ہے اور مفتی غلام سرور نے کتاب تذکرۃ العارفین میں یہ قطعہ درج کیا ہے۔قطعہ ؎

شہ عبدالجلیل آں قطب عالم بروئے او کشود از فضل حق باب
جنابش افضلِ دنیا و دیں بود تو سالِ رحلتش را افضل دریاب
وگر از دل بسرور سالِ وصلش
ندا آمد کہ مہتاب جہاں تاب
۹۱۰ھ

---

[1] بہلول لودھی صحیح ہے - نامی)

Marfat.com

نوٹ: سطور منقولہ بالا کتاب تحقیقات چشتی کے صفحہ ۹۷-۹۸ سے نقل کی گئی ہیں ۔ یہ کتاب اڈیٹر اخبار وطن لاہور نے ۱۳۲۴ھ مطابق ۱۹۰۷ء میں طبع کرائی ہے ۔ پیشتر ازیں بھی یہ کتاب ایک دفعہ ۱۲۸۴ھ مطابق ۱۸۶۷ء میں شائع ہوئی تھی ۔ لہٰذا یہ حالاتِ خانقاہ آج سے ۷۲ سال پیشتر کے ہیں۔ (نامی یکم ذوالحجہ ۱۳۵۵ھ)

ازخزینۃ الاصفیا جلد دوم صفحہ ۶۷ مطبوعہ ۱۸۷۳ء از غلام سرور لاہوری

شیخ عبدالجلیل المعروف بہ قطب عالم چوہڑ بندگی قریشی حارثی الہکّاری لاہوری قدس سرہٗ از عظمائے مشائخ کرام سہروردیہ است ۔ نسب شریف وے بچہار واسطہ بسلطان التارکین حمیدالدین ابوالغیث حاکم بادشاہ کیچ مکران مے رسد کہ سابق ذکر خیر وے درج ایں مخزن گردیدہ بدیں طریق کہ وے یعنی شیخ عبدالجلیلؒ بن ابوالفتح بن شیخ عبدالعزیز بن شیخ شہاب الدین بن شیخ نورالدین بن سلطان التارکین حمیدالدین حاکم رحمتہ اللہ علیہم اجمعین وشیخ عبدالجلیل صاحبِ مقاماتِ بلند وکرامات ارجمند وفرد یگانہ وقطبِ زمانہ بود وسلسلۂ ارادت بہ خدمت شیخ ابوالفتح پدر بزرگوار خود داشت وسوائے والد از دیگر بزرگانِ دین نیز بعالم سیر فیضے کامل و فائدہ تمام حاصل نمود و بعد از سیاحی ربع مسکون باز در قصبہ مَوکہ دیہہ مسکن و مدفن شیخ حمیدالدین حاکم بود سکونت پذیرفت و چندے در آنجا بماند ۔ بعد ازاں بایمائے ربانی ز مسکن خود روانہ لاہور شد ۔ چوں در نصف راہ رسید در خواب شیخ فریدالدین گنج شکر قدس سرہٗ فرمایند کہ یا شیخ مناسب آں است کہ اول در اجودھن بروضۂ مطہرہ ما بیائی وحصہ خود کہ نزدِ ماست بگیرہ ۔ بعد ازاں بلاہور میروی ۔ پس شیخ چوں باجودھن تشریف برد تا چہل روز بروضۂ مطہرہٗ حضرت گنج شکرؒ خلوت گزید واز پیش گاہِ آنجناب بخلعتِ فاخرہ خلافتِ خاندانِ چشتیہ مشرف گشت بعد ازاں در لاہور آمدہ متصل لاہور در کوٹ کروڑ منزل گزید آں دیہے بود بیرون لاہور بجانبِ گوشہ کنی درمیانی مشرق وجنوب کہ دریں زمانہ ازاں نشانے ہم باقی نیست (ایں جا مولف ذکر چند کراماتِ شیخ کردہ است من آں را تحصیلِ حاصل دانستہ ترک کردم - نامی)

وفات

بتاریخ عشرہ ماہ رجب سال نہ صد دوہ شیخ در مجلس منور خود رونق افروز بود ۔ شیخ یونس وشیخ جلال مولا نجار وشیخ مہتہ سیاہ پوش وشیخ موسیٰ آہنگر وملا قرن وشیخ زین العابدین ودیگر چند خلفائے نامدار واولیائے کبار

Marfat.com

Marfat.com

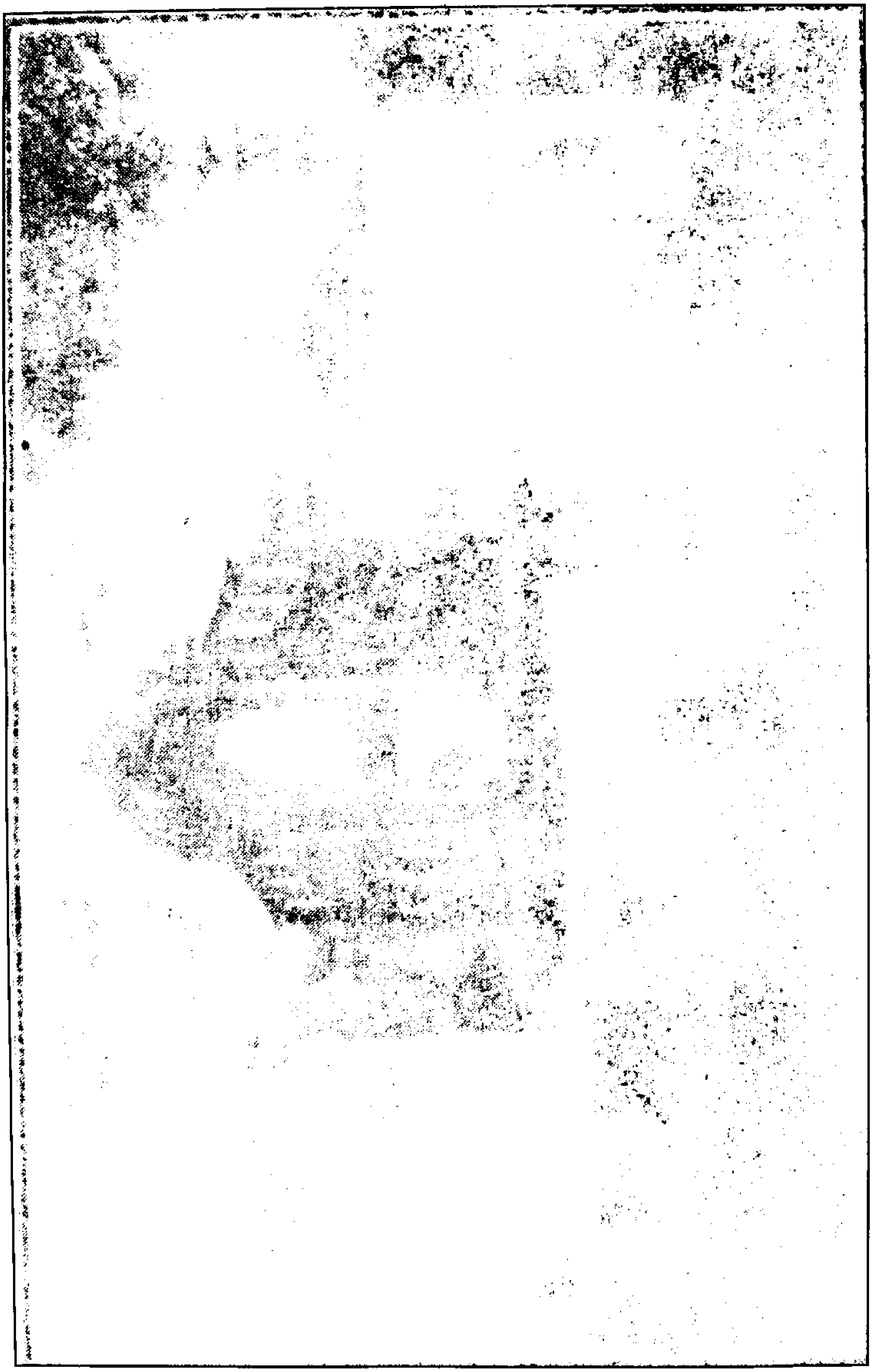

Marfat.com

بخدمت حاضر بودند ناگاہ حضرت سر بسجدہ نہاد و جان بجان آفرین تسلیم نمود۔ چوں وقتِ غسل باتمام رسید سہ مرتبہ اسم اللہ از زبانِ حق ترجمانِ شیخ برآمد بعضے مردماں دانستند کہ ہنوز زندہ است بعد ازاں تا دو گھڑی لبہا حرکت مے کردند آخر بعد نمازِ جنازہ در خانقاہ عالی جاہ بیرون لاہور دفن کردند کہ مزار پُر انوار جناب زیارت گاہِ خلق است و شیخ ابوبکر صاحبِ تذکرۂ عبدالجلیلؒ حاصل تاریخ وفاتِ آں جامع الکرامات از لفظ شیخ اخذ کردہ است۔

ایضاً از تاریخ لاہور مصنفہ رائے بہادر کنہیا لال صاحب مطبوعہ ۱۸۸۴ء صفحہ ۲۵۰

مقبرہ شیخ چوہڑ عبدالجلیلؒ قطبِ عالم

یہ مقبرہ شیخ موسیٰ کے مقبرے کے بہت نزدیک ایک کلاں چار دیواری کے اندر ہے۔ چار دیواری کے اندر ایک تہ خانہ ہے اس میں اس بزرگ کی قبر ہے۔ تہ خانہ کا دروازہ مغرب کی سمت کو ہے۔ چند زینے اتر کر نیچے جاتے ہیں تہ خانہ کی عمارت پختہ چونہ گچ ہے اور وسط میں پختہ قبر ہے۔ سقف قالبوتی ہے سقف کے اوپر بھی ایک قبر بنی ہوئی ہے۔ چار دیواری بیرونی کی غربی سمت کو ایک کہنہ پختہ مسجد بنی ہے۔ جو شیخ نے خود اپنی حین حیات میں بنوائی تھی چار دیواری بیرونی اس مقبرہ کی ۱۲۶۴ھ میں غلام محی الدین شاہ نے تعمیر کی۔ یہ شخص اس بزرگ کی اولاد میں سے تھا بیرونی دروازہ تہ خانہ میں ہے یہ قطعہ تاریخ[1] ہے

مکانِ خانقاہِ قطبِ عالمؒ چو از تعمیرِ نو زینت پذیرفت
بتاریخ بنائش ہاتفِ غیب بنائے از غلام محی دیں گفت

۱۲۶۴ھ

اس چار دیواری کے اندر قبریں بہت ہیں اور چاہ چرخی دار ہے اور دو کوٹھریاں فقیر کے رہنے کے لیے بنی ہیں اب سرپرست و خبر گیر اس مکان کا خورشید عالم غلام محی الدین شاہ کا بیٹا ہے جو موضع رتہ پیراں ضلع سیالکوٹ[2] میں رہتا ہے اس بزرگ کا سلسلہ سہروردیہ ہے اب بھی ہزاروں لوگ اس گھر کے مرید ہیں

---

[1] ہسٹری آف لاہور مصنفہ سید محمد لطیف صاحب جج ۱۸۹۲ء میں بھی جو بزبان انگریزی ہے یہی قطعہ تاریخ درج ہے مگر اب اس کا کہیں نشان نہ تھا میں نے اسے ۲۸ جون ۵۴ھ مطابق ۲۸ ستمبر ۳۵ء کو سنگ مرمر پر کندہ کرا کر تہ خانہ کے دروازہ کے اوپر نصب کرادیا ہے - (نامی)

[2] رتہ پیراں اس زمانے میں ضلع سیالکوٹ میں تھا۔

Marfat.com

ایک بہت بڑی کتاب تذکرۂ قطبیہ اس کے حالات وکرامات میں لکھی گئی ہے جواب تک موجود ہے سلطان بہلول لودھی بادشاہ ہند کا یہ داماد تھا جس کے بطن سے شیخ ابوالفتح اس کا بیٹا پیدا ہوا۔ ۹۱۰ھ میں یہ بزرگ فوت ہوا۔ اور مادۂ تاریخ لفظ ''شیخ'' ہے۔

ایضاً از حدیقۃ الاولیا مطبوعہ ۱۲۹۲ء صفحہ ۹۲

شیخ عبدالجلیل المعروف بہ لقب قطب العالم چوہڑ بندگی قریشی حارثی ہنکاری لاہور قدس سرہٗ شجرہ نسب اس بزرگ کا چار واسطوں کے ساتھ شیخ حمیدالدین حاکمؒ بادشاہ کیچ مکران کے ساتھ ملتا ہے۔ اس طرح پر کہ شیخ عبدالجلیل بن ابوالفتح بن عبدالعزیز بن شہاب الدین بن نورالدین بن سلطان التارکین قدس سرہ العزیز۔ اس بزرگ نے اول بیعت اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں کی اور خرقۂ خلافت پایا پھر دور دراز ملکوں میں سیر کی اور صدہا بزرگوں سے فیض حاصل کیا۔ آخر لاہور میں آ کر سکونت اختیار کی۔ اور ہدایت وارشاد میں مصروف ہوئے۔ پنجاب کے رہنے والوں نے خدمتِ حضرت کو اپنا فخر سمجھا۔ شیخ ابوبکر صاحب تذکرۂ جلیلہ نے حضرت کے احوال میں ایک بڑی کتاب لکھی ہے جس مین ہزاروں خوارق و کرامات کا تذکرۂ تحریر میں آیا ہے۔ واقع وفاتِ حضرت کا اس طرح پر لکھا ہے کہ بتاریخ غرہ رجب ۹۱۰ھ حضرت مجلس میں رونق افروز ہوئے سب خلفائے کرام حضور میں حاضر ہوئے ناگاہ حضرت کی حالت بدل گئی اور سر سجدہ میں رکھ کر جانِ عزیز جان آفرین کے سپرد کی۔ غسل کے وقت سلطان سکندر لودھی بادشاہ حاضر ہوا۔ غسل کے بعد حضرت کی زبان سے تین مرتبہ اسمِ ذات نکلا اور سب نے سنا۔ لوگوں نے جانا کہ حضرت ابھی زندہ ہیں اس لیے جنازہ اٹھانے میں تامل ہوا۔ مگر بعد ایک ساعت کے سب کو یقین ہو گیا کہ حضرت فوت ہو چکے ہیں تو جنازہ اٹھا کر خانقاہ کے اندر لاہور میں دفن کیا۔ کہ اب تک مزارِ گوہر بار زیارت گاہِ خلق ہے۔

ماخوذ از تذکرہ العلماءٔ والمشائخ مرتبہ منشی محمد الدین صاحب فوق لاہور مطبوعہ ۱۳۳۸ھ مطابق ۱۹۲۰ء

حضرت عبدالجلیلؒ چوہڑ بندگی سلطان التارکین حضرت حمیدالدین حاکمؒ کے خاندان سے ہیں جنھوں نے کیچ مکران کی حکومت ترک کر کے فقر اختیار کیا تھا چنانچہ سلطان التارکین فرماتے ہیں۔

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

ملکِ عالم بہ پشت پازدہ ایم تو چہ دانی چہ پاک بازانیم
ہست پروازِ ما ز عرشِ رفیع اللہ اللہ چہ شاہ بازانیم

حضرت عبدالجلیلؒ مومبارک (بہاول پور) سے بعہد سلطان بہلول لودھی لاہور میں آئے۔ اشاعتِ علمِ دین میں آپ نے بڑا حصہ لیا۔ سلہریہ، بھٹی، کھوکھر، چوہان وغیرہ راجپوت اقوام آپ کے ہاتھوں مشرف بہ اسلام ہوئیں۔ تذکرہ قطبیہ (غیر مطبوعہ) سے جو آپ کی اولاد کے پاس ہے اور جس کے مصنف جناب جلال الدین ابوبکر ہیں معلوم ہوتا ہے کہ مکہ معظمہ کے قیام کے دنوں میں وہاں کے ہزارہا اشخاص آپ کے درسِ حدیث وقرآن کے علمی نکات سے بہرہ اندوز ہوئے۔ اسی کتاب میں لکھا ہے کہ ایک شاگرد آپ سے فوائد الفواد کا سبق پڑھ رہا تھا کہ شیخ بہاؤالدین زکریا وغیرہ بزرگانِ دین کا ذکر آ گیا۔ شاگرد نے بحسرت وافسوس کہا کہ وہ زمانہ کیا ہی اچھا تھا کہ ایسے ایسے بزرگ ایک ہی وقت میں موجود تھے۔ اب آپ کی ذات کے سوا کون نظر آتا ہے۔ فرمایا دوست کا کارخانہ سدا معمور ہے۔ پہچاننے والے مفقود ہیں اور پھر یہ شعر پڑھا ۔

یوسفے ہمراہ خود دارند واپس مے برند
یک زلیخا ہمتے گویا دریں بازار نیست

آپ کے علم وفضل اور آپ کی شرافت وبزرگی کو دیکھ کر سلطان بہلول لودھی نے اپنی بیٹی آپ کے نکاح میں دی۔ جس سے آپ کی اولاد میں اس وقت پیر محمد اشرف عالم شاہ صاحب اور صاحبزادہ غلام دستگیر صاحب نامی ہیں۔ آپ کی دوسری بیوی کے بطن سے آپ کی اولاد علاقہ بار میں موجود ہے۔ دونوں بیویوں کی اولاد بہ ہیئت مجموعی نہایت اچھی حالت میں ہے لیکن افسوس ہے کہ اس کا کثیر حصہ زیورِ علم سے عاری ہے۔ آپ کا مزار قلعہ گجر سنگھ (لاہور) کے پاس میکلوڈ روڈ پر آپ کے خلیفہ شیخ موسیٰ آہنگر کے سبز گنبد والے روضہ کے شمال کی طرف خانقاہ کے تہ خانہ میں ۴۳۷ سال سے زیارت گاہِ خلائق ہے۔ خانقاہ کی عمارت بہت شکستہ تھی مگر نامی صاحب کی سعی سے چاردیواری وغیرہ کی از سرِ نو تعمیر ہوئی ہے۔ حضرت کا عرس انہی کی کوششوں سے یکم رجب المرجب کو ہوتا ہے۔ خانقاہ کے ساتھ پہلے بہت سی زمین تھی اب صرف قریباً ۱۸ کنال رہ گئی ہے۔ اگر جناب اشرف اور نامی توجہ کریں تو یہ قیمتی زمین ایک دارالعلوم بن سکتی ہے جہاں حضرت عبدالجلیلؒ کا فیضانِ علم ہمیشہ جاری رہ سکتا ہے۔"

Marfat.com

عمارات خانقاہ کی بحالی

پیر غلام محی الدین صاحب مرحوم کے بعد ان کے داماد پیر حامد شاہ صاحب لاہور تشریف لا کر خانقاہ حضرت سید احمد توختہؒ کے پاس اسی مکان میں آباد ہوئے جو خاکسار نامی کا مسکن ہے اور ۸ سال تا دمِ رحلت خانقاہ کی آبادی میں کوشاں رہے۔ چاہِ خانقاہ کے پاس جو حجرہ ہے وہ آپ ہی کا تعمیر کردہ ہے۔ دیواروں کی مرمت بھی آپ نے کروائی تھی ان کی وفات کے بعد خانقاہ کسمپرسی کی حالت میں پڑی رہی۔ ۱۸۹۴ء میں آپ نے قصور میں داعیِ اجل کو لبیک کہا ان کے بعد میں دیکھتا تھا کہ حضرت قطب العالم کے عہد مبارک کی تعمیر کردہ چار سو برس کی کہن سال مسجد از سرِ نو تعمیر کرنے کے قابل ہے خانقاہ کی چار دیواری برائے نام باقی ہے۔ چلّہ خانہ مزار شریف، تہ خانہ اور اس کی ملحقہ بیٹھک میں بوجہ فرش اور پلستر نہ ہونے کے خاک اڑتی ہے اور مار و مور نے ان مقامات کو اپنا مسکن بنا رکھا ہے۔ تینوں حجرے بھی زمین بوس ہونا چاہتے ہیں اور اراضی چاہ چوہڑ بندگی چند سو روپیہ کے عوض چار سال میں (۱۹۰۰ء سے پہلے) مٹی اور اینٹیں نکال کر سطح خانقاہ سے بالکل نیچی کر دی ہے مگر میں کچھ نہ کر سکتا تھا کیونکہ یہ میرے بس کا روگ نہ تھا خدا کے فضل سے جون ۱۹۰۹ء میں انتظام میں نے اپنے ہاتھ میں لیا اس کی توفیق شاملِ حال ہوئی اور تمام شکستہ و ریختہ مقامات پھر تعمیر ہو گئے۔ الحمدللہ علی التوفیق۔ مسجد کی تعمیر میں میری پھوپھی صاحبہ چراغ سلطان مرحومہ جو یکم محرم ۱۳۳۱ھ مطابق ۱۱ دسمبر ۱۹۱۲ء کو فوت ہوئیں۔ میرے چچا پیر عالم شاہ صاحب چودھری نور محمد صاحب مردانوی مرید اور دیگر جن احباب نے ہاتھ بٹایا خدا انھیں جزائے خیر دے۔

خانقاہ کی مرمت کا مجھے مولوی محرم علی صاحب چشتی نے جو حال ہی میں فوت ہوئے نہ صرف شوق دلایا بلکہ اس کی ابتدائی تعمیر میں میرے ساجھی بنے۔ اور تذکرۂ قطبیہ کی طباعت میں بھی جو میری قابل احترام پھوپھی صاحبہ مغفورہ کی وفات سے ایک سال بعد شائع ہوا مدد کی۔ سب سے زیادہ قابلِ شکریہ میرے ماموں صاحب قبلہ پیر محمد اشرف عالم شاہ صاحب مرحوم جاگیردار کوٹلی ورتہ پیراں ہیں جن کی مہربانی سے میں ہزاروں روپیہ خانقاہ کی عمارت کی بحالی اور آبادی پر صرف کرنے کے قابل ہوا۔ اور انہی کی عنایت سے میں نے بزرگوں کی کتابیں فارسی سے اردو میں ترجمہ کر کے چھپوائیں اور مفت تقسیم کیں مثلاً تذکرۂ قطبیہ و حالات بابرکات ۱۳۳۲ھ میں۔ تذکرۂ حمیدیہ، اذکار قلندری، حیاتِ مراد، شرائطِ سلوک اور ذکر الحسن ۱۳۳۳ھ میں قصائد قلندری، ۱۳۳۷ء میں اور نامۂ مراد ۱۳۴۳ھ میں۔

Marfat.com

مرقدِ حضرت قطب العالمؒ کی تزئین و توسیع

میں نے اللہ کی توفیق سے حضرت قطب العالم عبدالجلیلؒ کا مزار مبارک سنگ مرمر کا بنوادیا ہے اور اس کے گرد بھی مرمریں چوکوں کا فرش لگوایا ہے۔ چلّہ خانہ واقع شمال چھت نیچی ہونے کی وجہ سے تاریک و تنگ تھا اسے بالائی تعویذ کی چھت کے ہم سقف کرکے سرہانے کی طرف جالی اور اندر فرش مرمریں لگا کر روشن کر دیا گیا ہے اور دونوں جگہ دیواروں پر ساگوان کی تختیاں لگا دی ہیں تاکہ نمی کی وجہ سے چونا نہ گرے۔ مزار پر یہ کتبہ کندہ کیا گیا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلَآ اِنَّ اَوۡلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَلَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ

حضرت سلطان العاشقین قطب العالمین شیخ الاولیا

سیّدنا عبدالجلیل چوہڑ شاہ بندگی

حامی، سہروردی، جنیدی، شطاری، چشتی

عظمہ اللہ تعالیٰ

تاریخِ وصال ۲۸ قوس ۹۳۳ محمدی ۸ دسمبر ۱۵۰۴ عیسوی

تعمیر جدید از غلام دستگیر نامی

۱۳۵۸ ہجری ۱۳۶۷ محمدی ۱۹۳۹ عیسوی

☆☆☆

۲۔ مزار کی شمالی دیوار کے باہر یہ کتبہ نصب ہے:

تعمیر جدید دیوار شمالی

مرقد قطب العالمؒ از نامی

در ۱۳۵۷ھ

۳۔ مزار کے بالائی حصے کے ساتھ چلّہ خانہ ہم سقف کرکے فراخ کر دیا گیا ہے اور عمارتِ نو بڑا خوبصورت منظر پیش کرتی ہے جنوبی محراب دار مدخل پر کتبہ شعر ذیل سے مزین ہے۔ اس حصے کا بلاک بنوالیا گیا ہے اور رقعۂ عرس وغیرہ کو اس سے زینت دی جاتی ہے:

ہوئی تعمیر نو تیار نامی فیضِ اشرف سے
سدا بارانِ رحمت اس سخی کی قبر پر برسے

۱۹۳۹ء

۴۔ والدِ بزرگوار کے مزار واقع قصور کا کتبہ

رَبِّ ارۡحَمۡہُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیۡ صَغِیۡرًا

سیّدنا پیر حامد شاہ

۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۲ھ

کتبہ از فرزندش نامی لاہوری ۱۳۵۹ء

Marfat.com

۵۔ مسجدِ جلیلہ کی مشرقی دیوار پر یہ تاریخی کتبہ نصب کیا گیا ہے:

> ابوبکرؓ عمرؓ
>
> افضل الذکر لاالٰہ الااللہ محمد رسول اللہ
>
> **مسجدِ جلیلہ**
>
> تعمیرِ اول قبل ۹۱۰ھ از حضرت عبدالجلیلؒ
>
> تعمیرِ ثانی در ۱۳۲۹ھ مطابق ۱۹۱۱ء
>
> تجدید فرش وغیرہ در ۱۳۵۸ھ مطابق ۱۹۳۹ء
>
> عثمانؓ علیؓ

احاطہ خانقاہ کی بیرونی شرقی دیوار کے ساتھ دو مختصر حجرے تعمیر کیے گئے ہیں اور والدِ مرحوم کے بنا کردہ حجرہ واقع جانب جنوبِ مسجد پر ازسرِ نو چھت ڈالی گئی ہے۔ فضل شاہ مجاور کے عہد میں درخت اور لگنے تو ایک طرف پچھلے لگے ہوئے بھی کم ہوتے جاتے ہیں وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ آبِ چاہ نمکین ہے یا اور چاہ آبِ شیریں لگوایا جائے یا نل کا بندوبست کیا جائے۔ جنگِ عظیم کی وجہ سے جو ۱۹۳۹ء سے جاری ہے سامان ازبس گراں ہوگیا ہے خدا امن بحال کرے تو دلی آرزوئیں پوری ہوں۔

خانقاہِ جلیلہ کا مدرسۂ تعلیمِ دینی

میں نے تبرّک عرس میں درسہ تدریس قرآن مجید کے انعقاد کے ارادے کا اعلان کیا تھا حضرت ثانی موہڑہ شریف کی سفارش سے مولوی محمد شفیق صاحب کو مدرسہ کا معلّم مقرر کیا گیا اور طلبا کے لیے وظائف بھی لگا دیے مگر چند ماہ کے بعد مدرس صاحب نے رپورٹ کی کہ مدرسہ چلنے کی امید نہیں اور نہ ہی یہ وقف کے لیے مفید ہے لہٰذا مدرسہ ۱۹۴۱ء میں بند کرنا پڑا۔ بات یہ ہے کہ علمِ دین کی اُمرا کو رغبت نہیں اور پڑھنا وہ چاہتے ہیں جو خوراک، لباس، مکان اور کتابوں کے محتاج ہوں تاکہ وہ کچھ علم حاصل کر کے مسجد کی امامت کر سکیں اور اتنے اخراجات ''وقف'' متحمل نہیں کر سکتا تھا۔ اب پھر اوائل ۱۹۶۰ء (کتاب ہٰذا کی دوسری طباعت کے وقت) درگاہ شریف حضرت عبدالجلیلؒ میں تجدیدِ مدرسۂ دینی کر دی گئی ہے کیونکہ اس وقت درگاہ کے گرد و نواح میں بہت زیادہ آبادی ہوگئی جس کے لیے مدرسے کا قیام ضروری سمجھا گیا اور اس کے لیے عمارت بھی کھڑی کی گئی ہے۔

اوقافِ اشرف

میں نے بزرگوں کی خانقاہوں کی آبادی اور ان کے مبارک حالات کی اشاعت محض شوقِ دلی سے شروع کی تھی اور یہ اللہ تعالیٰ کی عنایت ہے کہ جو کام میں نے نیک نیتی سے شروع کیا اس میں مجھے

Marfat.com

کامیابی حاصل ہوئی۔ میری اس خدمت کا میرے قبلہ ماموں صاحب کے دل پر خاص اثر ہوا۔ چنانچہ انھوں نے یہ دیکھ کر کہ نامی خلوصِ دل سے کام کر رہا ہے اور اس میں اس کی مستقل طور پر حوصلہ افزائی کرنی چاہیے لاہور کی ڈیڑھ لاکھ کی قیمتی زمین جس کے آپ واحد مالک تھے اور جو آپ کے والد بزرگوار کی پیدا کردہ تھی میری تولیت میں وقف کر دی اور اشاعتِ ثانیہ کے وقت اس کی قمت ۱۸ لاکھ ہوگئی ہے۔ نیز موضع بھٹے وڈ کی مملوکہ زمین دوسو گھماؤں جو آپ کے والد بزرگوار کی خرید ہے اسی طرح وقف فرما دی۔ ان اوقاف کے متعلق آپ نے ۱۹۱۶ء میں بندوصیت کر رکھی تھی جو آپ کی وفات کے بعد ۱۹۳۲ء میں مفتوح ہو کر سیالکوٹ میں رجسٹر ہوئی الفاظ وصیّت کے یہ ہیں: ''موضع بھٹے وڈ کی تمام اراضی جس کی تعداد قریب دوسو گھماؤں ہے اس غرض سے وقف سمجھی جائے گی کہ خانقاہ جدِ امجدم پیر قلندر شاہ واقع رتہ پیراں کے قیام کا انتظام کیا جائے اور خانقاہ مذکور کے متعلق ایک مسافر خانہ تعمیر کیا جائے اور اس کے اخراجات اراضیٔ مذکور کی آمدنی سے کیے جائیں اس وقف کا متوّلی عزیزی غلام دستگیر والد حامد شاہ ساکن حال لاہور ہوگا۔ چاہ موسومہ چوہڑ شاہ بندگی والا معہ اراضی متعلقہ واقعہ گوجر سنگھ شہر لاہور بطور وقف خانقاہ حضرت عبدالجلیلؒ معروف شیخ چوہڑ بندگی ہوگا جس سے خانقاہ کے اخراجات ادا ہوں گے اور غلام دستگیر مذکور اس کا بھی متولّی ہوگا۔ محمد اشرف عالم شاہ بقلم خود مورخہ ۲۴ فروری ۱۹۱۶ء۔

بقلم محمد امین پلیڈر بمقام شہر سیالکوٹ دستخط مسٹر ایچ آر کوہلی صاحب جائنٹ رجسٹرار ۳۲۔۸۔۱۷

درگاہِ قطب العالمؒ اور زمینِ موقوفہ کی حدّیں

یہ خانقاہ ساڑھے چار کنال زمین یعنی نوّے مرلے میں قائم ہے اس میں دو چار دیواریاں اور کئی عمارتیں ہیں جن پر ہزاروں روپیہ خرچ ہو چکا ہے۔ بیرونی چار دیواری نشیب زمین پر ہونے کی وجہ سے کئی بار گر چکی ہے۔ اس کی حفاظت کے لیے مشرقی طرف مکانات بنوائے گئے ہیں اور اس طرح جنوب کی طرف بھی یہی سلسلہ جاری کیا ہے۔ یہ مکانات زمینِ خانقاہ سے باہر ہیں جو انعقادِ وقف سے پہلے حضرت اشرفؒ کی بیٹیوں اور دامادوں نے بنائے تھے بس مشرقی اور جنوبی طرف اپنی زمین ہونے کی وجہ سے محفوظ ہے شمالی جانب کچھ تو محکمۂ ریلوے کی پولیس لائنز میں اور کچھ سرکاری زمین۔ مغرب کی طرف کچھ اپنی زمین ہے اور اسے سے آگے سرکاری جولڑکیوں کے میڈیکل کالج بنوانے کے لیے خریدی گئی تھی مگر فنڈ نہ ہونے کے باعث خالی پڑی ہے۔ زمین موقوفہ کی مشرقی حد پر کچھ تو ڈپٹی سردار احمد صاحب مرحوم کے وقف علی الاولاد مکانات ہیں اور کچھ مسٹر ترلوچن داس بیرسٹر کے جو ڈاکٹر سری متی اوم پرکاش نے اب خرید لیے ہیں

Marfat.com

جنوب کی طرف شیخ موسیٰ آہنگر کی خانقاہ ہے مستری چراغ الدین مرحوم اور چند اور لوگوں کے مکانات ہیں زمین کے خود خرید کردہ راستہ کے جنوب کی طرف مستری محمد الدین مرحوم کے اور شمال کی جانب ڈپٹی سردار احمد مرحوم کے مکانات ہیں اور مغرب کی سمت وہی سرکاری زمین۔ پس موقوفہ زمین بھی معلومۃ الحدود اور محفوظ ہے۔

انتظام و استعمالِ اوقافِ اسلامی کے متعلق علمائے کرام کے فتوے

دائرۃ الاصلاح لاہور نے یہ فتوے اپنے رسالہ نمبر ۰ ۷ میں شائع کیے ہیں یہاں ان کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے:

شرائطِ وقف

۱۔ وقف کے لیے واقف کا عاقل و بالغ اور آزاد ہونا۔ شے موقوفہ کا معلوم ہونا اور وقف کی وضاحت ضروری ہے۔ اگر واقف کسی کو متولّی مقرر یا نامزد نہ کرے تو بھی وقف قائم ہو جاتا ہے اور وصیّت سے بھی ہو جاتا ہے۔ وقف شدہ جائداد نہ واقف کی ملکیت بن سکتی ہے نہ متولّی کی نہ کسی اور کی وقف کے یہ معنیٰ ہیں کہ واقف اپنا قبضہَ مالکانہ چیز موقوفہ سے اٹھالے اور اسے بغیر کسی معاوضہ کے خدا تعالیٰ کی مِلک کر دے اور جس کارِ خیر کے لیے اسے وقف کرے اس کی تصریح کر دے جو چیز وقف ہو جائے نہ اس میں میراث جاری ہوگی نہ رہن نہ ہبّہ نہ وہ عاریۃً دی جائے گی (درمختار، ردالمختار، عالمگیری)

متولّی اور اس کے اختیارات

۲۔ نامزدہ اور مقرر کردہ متولّی کے سوا اور کسی کو معاملات شے موقوفہ میں دخل و تصرّف کا حق حاصل نہیں مثلاً مسجد کا متولی موجود ہو تو اہلِ محلّہ کو اوقافِ مسجد میں تصرف[1] کرنا مثلاً دوکانات وغیرہ کو

---

[1] درگاہ خواجہَ اجمیری کے متولی صاحب کے حقوق سلب کرنے کے لیے مخالفین نے کونسل آف سٹیٹ میں ایک بل پیش کرایا جس میں متولی صاحب کو درگاہ کی انتظامیہ کمیٹی کا جو پہلے سے قائم ہے ممبر بھی نہ رکھا اور ان کو ایک تنخواہ دار ملازم کمیٹی کی حیثیت دینا۔ ان کا تقرر کمیٹی کے اختیار میں رکھنا اور حق وراثت کو اڑا دینا تجویز کیا چونکہ ایسی باتوں سے متولّی صاحب اور ان کے جانشینوں کے شرعی حقوق پر زد پڑتی تھی اس لیے مرکزی جمعیۃ علمائے ہند، امیر شریعت بہار، اور دیگر علمائے کرام نے اعتراض کیا نتیجہ یہ ہوا کہ مضر دفعات اڑا دی گئیں اور متولی کے حقوق قائم رہے اور بل بنام درگاہِ خواجہ صاحب ایکٹ نمبر ۱۱۳ ۱۷ را کتوبر ۱۹۳۶ء کو پاس ہو گیا۔ اس ایکٹ کا مفاد یہ ہے کہ انتظامیہ کمیٹی کو ایک منظم شکل دی جائے جو متولی صاحب کے ذریعہ درگاہ کے متعلقہ اوقاف کو ان کے اصل مصرف پر خرچ کرے۔ (ماخوذ از اخبار ''الامان'' دہلی)

Marfat.com

کرایہ پر دینا جائز نہیں (عالمگیری) ہاں۔متولی ایسے شخص کو مقرر کرنا چاہیے جو امانت دار ہو اور وقف کے کام کرنے پر قادر ہو خواہ خود کام کرے یا اپنے نائب سے کرائے متولی عاقل و بالغ ہونا چاہیے۔اگر وقف نے وصیت کی کہ میرے بعد میرا بیٹا متولی ہوگا پھر اس کے مرنے کے بعد یہ بیٹا نابالغ ہو تو اس کے بالغ ہونے تک دوسرا شخص عارضی طور پر متولی مقرر کیا جائے گا۔واقف نے جس کو متولی کیا ہو۔وہ جب تک خیانت نہ کرے قاضی بھی اسے معزول نہیں کر سکتا۔(ردالمختار) وقف کے کسی جزو کو رہن یا بیع کر دینا خیانت ہے۔ (عالمگیری)

وقف کی آمدنی کا جائز استعمال

۳۔ واقف نے جس غرض کے لیے کسی جائداد کو وقف کیا ہو اس کے خلاف استعمال ناجائز ہے۔ مثلاً ایک شخص نے ایک مسجد پر قرآن شریف وقف کیا۔پس اس کو اسی مسجد میں تلاوت کر سکتے ہیں دوسری جگہ نہیں لے جا سکتے (عالمگیری) ایک استثنائی مسئلہ یہ ہے کہ اگر مسلمانوں پر کوئی حادثہ آ پڑے جس پر روپیہ خرچ کرنے کی ضرورت ہو۔اور اس وقت کوئی سبیل حصولِ روپیہ کی نہ ہو۔اور اوقافِ مسجد کی آمدنی جمع ہو جس کی فی الحال مسجد کو حاجت بھی نہ ہو تو بصورت قرض مسجد سے رقم لی جا سکتی ہے (عالمگیری)

۴۔ ایک وقف کا مال دوسرے پر خرچ کرنا جائز نہیں صرف ایک صورت میں جائز ہے مثلاً ایک محلہ جس میں مسجد واقع ہے غیر آباد ہو گیا اور اس میں کوئی مسلمان نہیں رہا۔خطرہ ہے کہ لوگ سامان مسجد اٹھا کر لے جائیں گے تو ایسی صورت میں اس مسجد کا دوسری مسجد میں منتقل کیا جا سکتا ہے۔ (درمختار)

قبرستان ہمیشہ قبرستان اور مسجد ہمیشہ مسجد ہے

۵۔ اگر مسلمانوں کے گورستان میں قبروں کے نشان بھی مٹ جائیں ہڈیوں کا بھی پتہ نہ ہو جب بھی اس کو کھیت بنانا یا اس پر مکان تعمیر کرنا ناجائز ہے۔ایسی خستہ حالت میں بھی وہ قبرستان ہے قبرستان کے تمام آداب بجالائے جائیں (عالمگیری) یہی حکم بدرجۂ اولیٰ مسجد کے متعلق بھی ہے اگر وہ آس پاس کی جگہ غیر آباد ہو جائے اور وہاں کوئی نمازی نہ رہے پھر بھی وہ مسجد ہے کسی کو یہ حق

Marfat.com

حاصل نہیں کہ اسے توڑ پھوڑ کر اینٹ پتھر وغیرہ اپنے کام میں لائے یا اسے مکان بنالے وہ قیامت تک مسجد ہے (درمختار) کسی کی مملوکہ زمین میں مالک کی اجازت کے بغیر دفنِ میّت جائز نہیں اور مالک زمین کو اختیار ہے کہ وہ اپنی زمین میں دفن کردہ میّت کو نکلوادے یا زمین برابر کر کے اس پر کھیتی باری کرے۔ (خانیہ) خانقاہِ جلیلہ میں جو قبور ہیں وہ حضرتؒ کی اولاد کی ہیں عام قبرستان نہیں۔

مسلمانوں کا شرعی نظامِ عمل

نظام کے متعلق شرعی اصول یہ ہیں کہ مسلمانوں کا ایک امیر ہونا چاہیے خواہ بذریعہ نامزدگی یا بذریعہ انتخاب جیسا کہ خلفائے راشدین (حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ) اور ان کے بعد دیگر خلفائے اسلام ہوئے۔ پھر جو امیر مقرر ہو جائے وہ بدوں دلیل شرعی معزول نہیں ہوسکتا۔ حضرت عثمان ذوالنورینؓ کو مفسدوں نے خلافت سے معزول کرنا چاہا تو آپ نے فرمایا کہ میرے لیے حسبِ فرمانِ نبوی ﷺ خلع خلافت منع ہے۔ میں جیتے جی اس عہدہ سے معزول نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ آپ نے جان دے دی مگر نظامِ امّت کا جو کام آپ کے سپرد تھا اس سے دستبردار نہ ہوئے۔ امیر کے احکام کی تابعداری لازم ہے وہ چاہے تو مجلسِ شوریٰ منعقد کر کے استصواب رائے کرسکتا ہے مگر جو حکم وہ دے واجب التعمیل وہی ہے حضرت ابوبکرؓ صدیق نے یہی فیصلہ فرمایا کہ منکرینِ زکوٰۃ سے بھی جہاد کرنا چاہیے۔ چنانچہ سب کو گردنِ تسلیم خم کرنی پڑی اور تمام منکر سیدھے ہوگئے ہمارے ملک میں بھی کونسل اور اسمبلی کوئی ایکٹ پاس کرسکتی ہے مگر اس کا نفاذ گورنر یا گورنر جنرل کے حکم کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ قیامِ نظام کے لیے تقرر امیر یا امام کی یہاں تک تاکید ہے کہ جب مسلمان سفر کریں تو اپنے میں سے ایک کو اپنا سردار مقرر کرلیں اور تمام سفر میں اسی کے تابع فرمان رہیں نماز اکیلا آدمی زیادہ خضوع وخشوع سے پڑھ سکتا ہے مگر شیرازہ بندی کے لیے نماز باجماعت امام کے پیچھے پڑھنے کا حکم ہے اور اسے زیادہ پُرثواب قرار دیا گیا ہے۔

متولی کا تقرر اور اس کا استحکام

اوقاف کے قیام اور نظام کے لیے بھی یہی اصول قائم ہے کہ ان کے بھی متولی ہونے چاہئیں جب عہد نبوی ﷺ میں مکہ فتح ہوا تو کعبہ کی کلید برداری کا عہدہ عثمانؓ بن طلحہ سے متعلق تھا حضرت عباسؓ

Marfat.com

اور حضرت علیؓ نے فرداً فرداً اسکے حصول کی درخواست کی مگر حضور ﷺ نے یہ کنجی عثمانؓ ہی کے پاس رکھی بلکہ فرمادیا کہ یہ ہمیشہ تمھارے پاس رہے گی جو تم سے لے گا وہ ظالم ہوگا۔ عثمان لاولد فوت ہوئے اور قبل وفات کلید اپنے بھائی شیبہؓ کو دے دی چنانچہ اب تک کلید برداری کی خدمت شیبیوں (اولادِ شیبہ) ہی کے سپرد ہے اس سے تولیت کا حق ثابت ہے۔

وقف کیا ہے! اپنے حقوقِ ملکیت سے دستبردار ہو جانا۔ پس جو شخص محض فی سبیل اللہ اس قدر ایثار سے کام لیتا ہے اس کے لیے شریعت نے یہ گنجائش رکھی ہے وہ جسے متولی مقرر کردے وہی متولی رہے اور جائداد کا انتظام کرے اسے کوئی معزول نہیں کرسکتا۔ ہاں اگر وہ علانیہ بدمعاش ہو یا وقف میں خیانت کرے یعنی وقف کو رہن یا بیع کردے تو اسے قاضی موقوف کرسکتا ہے۔ اگر واقف جائداد وقف کردے مگر کسی کو متولی یا تقرر متولی کے لیے وصی نامزد نہ کرے۔ تو پھر عدالت وقف کنندہ کی اولاد سے۔ اگر اولاد نہ ہو تو اس کے خاندان سے کسی قابل شخص کو متولی بنائے گی۔ (عورت بھی متولیہ ہوسکتی ہے) (ملاحظہ ہو دفعہ ۱۳۸) اگر واقف نے وقف نامہ میں عہد تولیت کے متعلق کوئی نظام قائم نہ کیا ہو تو متولی واقف کی وفات کے بعد اپنا جانشین نامزد کرسکتا ہے اور بسترِ مرگ پر بھی کرسکتا ہے اور اجنبی شخص کو بھی کرسکتا ہے (ملاحظہ ہو دفعہ ۱۳۸) اسی طرح واقف بھی مقرر کردہ متولی کو برطرف نہیں کرسکتا تاوقتیکہ اس نے وقف نامہ میں اس حق برطرفی کی تصریح نہ کردی ہو۔ ہاں عدالت اسے مجرمِ خیانت ثابت ہونے پر معزول کرسکتی ہے خواہ واقف نے لکھ بھی دیا ہو کہ متولی معزول نہیں ہوسکتا (ملاحظہ ہو دفعہ ۱۵۶) نیز ملاحظہ ہو اس کے متعلق ہائی کورٹ لاہور کا تازہ فیصلہ بمقدمہ فضلا وغیرہ بنام زینت العابدین (۱۹۳۱ء) مندرجہ انڈین لا رپورٹ صفحہ ۱۶۳، ۱۶۴ جس میں قرار دیا گیا کہ وقف جائداد کو ذاتی ملکیت بیان کرنا خیانت کے ثبوت کے لیے کافی دلیل ہے اور خائن عہدۂ تولیت سے بحکمِ عدالت برطرف ہوسکتا ہے اگر کوئی جائداد استعمالاً وقف ہو اور اس کے واقف اور اس کی اولاد یا خاندان کا پتہ نہ ہو اور نہ ہی کوئی باقاعدہ متولی ہو تو ایسی صورت میں انسب یہ ہے کہ چند امین مسلمان اس کے نظم ونسق کے لیے مقرر کردیے جائیں۔

وقف قبرستان

عام قبرستان کے متعلق ۴۰ کلکتہ انڈین اپیل ۱۸ میں قرار دیا جاچکا ہے کہ ''وہ اراضی بوجہ استعمال وقف ہے جو قدیم الایام سے کسی غرضِ مذہبی مثلاً بطور قبرستان استعمال کی جاتی ہو خواہ اس امر کے ثابت

Marfat.com

کرنے کے لیے کوئی شہادت موجود نہ ہو کہ کب اور کس طرح اس کا استعمال شروع ہوا'' مگر باوجود اس صریح فیصلہ کے مسلمانوں کی قبریں منہدم اور ان کی زمین فروخت ہوتی رہی چنانچہ لوگوں نے میانی صاحب شاہ ابوالعالی اور بی بیاں پاک دامن لاہور کے قبرستان جو بوجہ عام استعمال وقف تھے منہدم کر کے ان کی زمین کو پہلے قابل کاشت اور پھر قابلِ تعمیر قرار دے کر فروخت کرنا شروع کر دیا جن کے رشتہ داروں کی قبریں مسمار اور برباد ہوئی تھیں ان میں چیخ پکار شروع ہوگئی مگر بے سود۔ نوبت تا بہ ایں جا رسید کہ سکھوں نے عبداللہ خاں خانساماں داراشکوہ کی مسجد شہید گنج کو مسمار کر دیا اور مزار شیخ کا کو شاہ پر بھی ہاتھ صاف کیا حالانکہ وہ ایسا کرنے کے مجاز نہ تھے۔

آدابِ قبرستان

جمعرات یا جمعہ کو زیارتِ قبور باعثِ ثواب ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے والدین یا ایک کی قبر کی جمعہ کے روز زیارت کرے گا وہ بخشا اور نیکو کاروں میں لکھا جائے گا۔ جب قبرستان میں جائے تو اہلِ قبور کی طرف مخاطب ہو کر کہے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْقُبُوْرِ اَنْتُمْ سَابِقُوْنَ وَنَحْنُ اِنْشَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی بِکُمْ لَاحِقُوْنَ یعنی'' اے اہلِ قبور! تم پر سلام۔ تم پہلے واصل بحق ہو گئے اور ہم بھی انشاءاللہ تم سے ملنے والے ہیں۔'' پھر بسم اللہ کے ساتھ درود شریف، اعوذ باللہ اور بسم اللہ کے ساتھ الحمد شریف۔ بسم اللہ کے ساتھ قل شریف۔ بسم اللہ کے ساتھ سورۂ تکاثر پھر بسم اللہ کے ساتھ درود شریف پڑھ کر مردوں کی ارواح کو ثواب بخش دے۔ قبرستان میں جوتا پہن کر پھرنا منع ہے۔ حسبِ فرمانِ نبویؐ وہ شخص ملعون یا منافق ہے جو قبرستان میں کھائے پیئے۔ قبر پر بیٹھنا یا چلنا گناہ ہے۔ بعدِ مردن قبر بمنزلہ جسم ہے پس ایذا کی بات کرو گے تو اس سے روح کو تکلیف ہوگی اور آرام کی بات سے فرحت۔ کسی بزرگ کے مزار پر ذکرِ دنیا اور ہنسی کھیل خلافِ ادب اور ممنوع ہے۔ قبرستان مقامِ عبرت ہے۔ وہاں موت کو یاد اور اپنے گناہوں کا خیال کر کے حسرت و افسوس کرنا چاہیے ہاں نوحہ و ماتم منع ہے (ماخوذ از رسالہ نمبر ۷ دائرۃ الاصلاح)

منقبت حضرت شیخ عبدالجلیلؒ چوہڑ بندگی قطب العالم عظمہ اللہ تعالیٰ

ہادیِ گم گشتگاں عبدالجلیلؒ   پیشوائے کاملاں عبدالجلیلؒ
قطب عالم شیخ چوہڑ بندگی   مرشدِ خرد و کلاں عبدالجلیل

Marfat.com

جانشینِ خواجگانِ سہرورد مقتدائے چشتیاں عبدالجلیلؒ
اے قریشی ہاشمی و حارثی اے ز عالی خانداں عبدالجلیلؒ
پیر[1] پیر پیر پیراں جدِ تو نیر[2] شاہِ تارکاں عبدالجلیلؒ
مثل ابوالفتح و بہاؤالدینؒ پسر دادتِ آں ربِ جہاں عبدالجلیلؒ
خادمانت یونسؒ و موسیٰ بدند فیض بخشِ طالباں عبدالجلیلؒ
تو مسلماں کردۂ از یک نظر کافراں را بے گماں عبدالجلیلؒ
سیّداں و راجپوتاں و مغل بودہ اندت خادماں عبدالجلیلؒ
ہست ہر قومے ارادت مندِ تو اندریں ہندوستان عبدالجلیلؒ
روضۂ پاک زیارت گاہِ خلق نام تو وردِ زباں عبدالجلیلؒ
ہر کرا دادہ خدا قلبِ سلیم سوئے تو آید دواں عبدالجلیلؒ
فیض تو اولاد را کردہ عزیز درنگاہِ مردماں عبدالجلیلؒ
خدمت درگاہت از صدق و یقین مے کنم با عز و شان عبدالجلیلؒ

ہاں دعائے خیر کن در حقِ من
پیشِ خلاقِ جہاں عبدالجلیلؒ!

دیارِ جلیلؒ (لاہور) کی مختصر تاریخ

وجہ تسمیہ: لاہور سے ہمیں خاص تعلق اور دل بستگی ہے ہمارے جدِ اعلیٰ سلطان بہاؤالدینؒ اور ان کے صاحبزادے سلطان حمید الدین حاکمؒ کیچ مکران سے چل کر اسی شہر میں حضرت سید احمد توختہ ترمذیؒ کے پاس آئے۔ سلطان ابوالبقا اور ملک سرور نے بھی اسی کا رخ کیا حضرت عبدالجلیلؒ بھی موموبارک سے یہیں آئے۔ اوران کی اولاد کا ساڑھے چار سو سال سے یہی مرکز ہے میں نے اڑھائی ماہ جوگندر نگر میں بسر کیے تو وہاں کی تاریخ لکھ ڈالی جو "اخبار تعلیم" لاہور کے کئی نمبروں مین ختم ہوئی۔ رتہ پیراں میں پیدا ہوا۔ کتخدا بنا تو اسی جہت سے اس کی مفصل تاریخ قلم بند کی جو اسی اخبار میں کئی ماہ مسلسل شائع ہوتی رہی حیف ہے اگر میں

---

[1] پیر ابوالحسن ہنکاری [2] سلطان حمید الدین حاکمؒ

Marfat.com

اس شہر کی تاریخ نہ لکھوں جس میں مَیں نے زندگی کا بہت بڑا حصہ آرام واطمینان سے بسر کیا ہے مگر تاریخ جلیلہ میں اس عظیم الشان شہر کی مفصل تاریخ درج کرنے کی گنجائش نہیں لہٰذا نہایت مختصر الفاظ مین چند باتیں لکھتا ہوں۔

روایتِ ہنود کے مطابق لہاور یا لاہور کا بانی لَہ پسرِ رام تھا ان کے دوسرے فرزند کش نے قصاور یا قصور آباد کیا۔ لہاور بمعنی قلعہ اور منسوب بہ لَہ یعنی لَہ کا قلعہ۔ اسی طرح سناور، بجاور اور بشاور موسوم ہوئے اسے لہانور بھی کہتے ہیں کیونکہ لہا متعلق لَہ اور نور دکھنی شکل بمعنی نگر جیسے کلانور اور کنانور۔ یہ ایک مسلّمہ بات ہے کہ اسلام سے پہلے تاریخ نویسی تھی ہی نہیں اس لیے اس سے قبل کے قصّے قابلِ اعتبار نہیں کہے جاسکتے۔ زیادہ سے زیادہ یہی ثابت ہوتا ہے کہ لاہور پہلی صدی عیسوی کے آخر یا دوسری صدی کے شروع میں بنیاد پذیر ہوا۔ مسلم مورخین موجودہ لاہور اور اس کے قلعہ کو ایاز کی تعمیر بتاتے ہیں ان دونوں بیاناتِ ہندو مسلم کو اس طرح تطبیق دی جاسکتی ہے کہ قدیم شہر ویران اور اس کی بجائے سیالکوٹ دارالسلطنت مقرر رہا۔ ایاز نے پرانے کھنڈرات پر جو تعمیر کیا وہ موجودہ شہر اور قلعہ ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ قدیمی ہندوی لاہور موجودہ اچھرہ کے قریب تھا۔

لاہور میں مسلمان

تاریخ لاہور'' مصنفہ سیّد محمد لطیف میں بحوالہ فتوح البلدان جو بڑے ثقہ اسلامی مؤرخ احمد بن یحییٰ المشہور البلاذری کی تالیف ہے تحریر ہے کہ حضرت عثمانؓ کی خلافت میں ایک شخص حکیم بن حجلہ العبدی کو حالات معلوم کرنے کے لیے ہند کی طرف بھیجا گیا۔ حضرت علیؓ کے عہد میں ۳۹ھ میں حارث بن مرّل عبدی بھی ادھر آئے جو قیقان (سندھ) میں پہنچے مگر گرفتار کر کے قتل کر دیے گئے ۴۴ھ مطابق ۶۶۴ء میں حضرت معاویہؓ کے عہد میں مہلب بن ابو سفرا نے اسی طرف حملہ کیا اور بڑھتے ہوئے بنّو اور الہ ور (لاہور) کی طرف (جو ملتان اور کابل کے درمیان ہے) پہنچے مگر دشمنوں کے ہاتھوں اسیر ہو کر بمعہ ہمراہیاں شہید ہوئے۔ لاہور مستقل طور پر اسلامی حکومت کے ماتحت محمود غزنوی کے عہد میں آیا نقشۂ ذیل میں دارالسلطنت پنجاب کے مختلف حکمران خاندانوں کے نام بمعہ مدّتِ حکومت درج ہیں افادہ کے لیے عیسوی سن کے ساتھ ہجری سال بھی دیا گیا ہے۔

Marfat.com

پنجاب کے حکمران خاندان

نام خاندان	سال آغاز حکومت	نام بادشاہ	نام خاندان	سال آغاز حکومت	نام بادشاہ
غزنی	۱۰۰۱ءمطابق ۵۳۹ھ	محمود تا خسرو ملک	پٹھان	۱۴۵۰ءمطابق ۸۵۴ھ	بہلول تا ابراہیم
غوری	۱۱۸۸ءمطابق ۵۸۴ھ	شہاب الدین	مغل	۱۵۲۶ءمطابق ۹۳۲ھ	بابر تا ہمایوں
غلام	۱۲۰۶ءمطابق ۶۰۲ھ	قطب الدین ایبک تا کیقباد	پٹھان	۱۵۴۰ءمطابق ۹۴۷ھ	شیر شاہ تا محمد شاہ
خلجی	۱۲۸۸ءمطابق ۶۸۷ھ	جلال الدین فیروز تا مبارک شاہ	مغل	۱۵۵۳ءمطابق ۹۶۱ھ	ہمایوں تا محمد شاہ
تغلق	۱۳۲۱ءمطابق ۷۲۱ھ	غیاث الدین ملک تا محمود شاہ	درّانی	۱۷۴۸ءمطابق ۱۱۶۲ھ	احمد شاہ
مغل	۱۱۳۹۸ءمطابق ۸۰۱ھ	تیمور	سکھ	۱۷۶۲ءمطابق ۱۱۷۶ھ	گوجر سنگھ وغیرہ تا راجہ دلیپ سنگھ [1]
سید	۱۴۱۳ءمطابق ۸۱۶ھ	خضر خاں تا علاؤالدین شاہ	برطانیہ	۱۸۴۹ءمطابق ۱۲۶۶ھ	دلیپ سنگھ [1]

لاہور کا عروج و زوال

اکبر کے عہد (۹۶۳ھ مطابق ۱۵۵۶ء) سے پیشتر لاہور کوئی عظیم الشان شہر نہ تھا بلکہ اس کی آبادی ادھر ادھر بکھری ہوئی تھی۔ اکبر۔ جہانگیر (۱۰۱۴ھ مطابق ۱۶۰۵ء) اور اورنگ زیب (۱۰۶۹ھ مطابق ۱۶۵۹ء تا ۱۱۱۸ھ مطابق ۱۷۰۷ء) کا عہد لاہور کی عظمت اور شوکت کا زمانہ ہے۔ باغات، مقابر، مساجد اور محلات جابجا تعمیر ہوئے۔ آبادی بڑھی یہاں تک کہ شہر بہ الفاظ ابوالفضل مرجع انام بن گیا۔ شاہجہاں کے

[1] ۱۴ راگست ۱۹۴۷ء کو انگریز ہندوستان کے دو حصے کر کے بھارت اور پاکستان کی حکومتوں کی بنیاد قائم کر کے رخصت ہوا چنانچہ اس تقسیم میں پنجاب بھی تقسیم ہوگیا۔ مشرقی پنجاب بھارت کے حصہ میں اور مغربی پنجاب پاکستان کے حصہ میں آیا۔ اور جب سے مشرقی اور مغربی پاکستان کو ون یونٹ میں تقسیم کر دیا گیا تب سے تمام صوبوں کے نام ختم کر دیے گئے ہیں۔ (اضافہ طبع ثانی)

Marfat.com

عہدِ حکومت جیسی لاہور کو آبادی اور وسعت کبھی حاصل نہیں ہوئی اس وقت وہ ۱۶-۱۷ میل کے دائرہ میں بستا تھا دیوار شہر کے گرد میلوں تک چلی گئی تھی۔ شہر سے سب طرف سڑکیں جاری تھیں اور جہاں آبادی فاصلہ پر تھی اس کے درمیان مقبرے اور باغات بنا دیے گئے تھے ایک طرف اس کی وسعت میاں میرؒ تک تھی اور دوسری طرف اچھرہ تک اور تیسری طرف شالامار تک یعنی ہر طرف تین میل تک آبادی تھی۔ عالمگیر کے عہدِ حکومت کے بعد سکھوں کے وقت تک لاہور کی آبادی بوجہ بیرونی حملوں اور سکھ گردی کے گھٹنی شروع ہوئی حتیٰ کہ شہر پناہ کے اندر یہ ایک ایسے قصبے کی شکل بن گیا جس کے گرد کھنڈرات حلقہ زن ہوں۔ گزر لنگر خاں کے متمول باشندوں نے اپنے خوبصورت مکانوں کو چھوڑ کر شہر کی دیواروں کے اندر امن کی صورت تلاش کی۔ سوداگر امرتسر کو بھاگ گئے۔ صناع کابل یا ہندوستان کی طرف چلے گئے۔ ۲۴ مئی ۱۸۰۹ء مطابق ربیع الثانی ۱۲۲۴ھ کو ایک انگریز افسر نے شہر کی حالت کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے: ''شہر عظمتِ پارینہ کی دلخراش یاد پیش کرتا ہے رفیع الشان مساجد و مکانات جو پچاس سال پیشتر آسمان سے باتیں کر رہے تھے اور جو ایک کاروباری آبادی کے لیے باعثِ فخر تھے اب خاک اور گرد و غبار سے اٹے پڑے ہیں اگر یہی حالت رہی تو پچاس سال تک بالکل خاک بوس ہو جائیں گے میں نے ان ویرانوں میں کوئی متنفس نہیں دیکھا ہر جگہ ہُو کا منظر دکھائی دیتا ہے۔''

یہ پیر مرادؔ شاہ کی وفات سے ۹ برس بعد کی ڈائری ہے۔ دیکھو وہ لاہور کی حالت کا نقشہ کن الفاظ میں کھینچتے ہیں:

حالتِ لاہور منظومہ حضرتِ مرادؔ

شہرِ لاہور قبۂ اسلام — روشن آفاق میں ہے جس کا نام
خوبی اس کی تھی شہرۂ آفاق — حُسن کا اس کے تھا جہاں مشتاق
اصفہاں ہے جو ایک نصف جہاں — خوبیوں میں نہ تھا کچھ اس سے کلاں
دور و نزدیک تھا یہی مشہور — اپنے نزدیک تھا بہت سا دور
تھا عمارت سے یہ قوی بنیاد — ربع مسکوں میں افتخار بلاد
تھا بہشتِ بریں بروئے زمیں — عجب انساں تھے اس مکاں کے مکیں
ایک سے ایک تھے دو صد چنداں — سب ملائک صفت وے انساں

Marfat.com

اولیا و مشائخ و سادات علما ایک سے ایک ستو دہ صفات
شاعر و شعر فہم لائق شعر طبع موزون فہم لائق شعر
شہر تھا یہ کہ کانِ علم و ادب کان کیا بلکہ جانِ علم و ادب
کیا بہار اس کی مَیں کروں تحریر شہر تھا یا مرقعِ تصویر
گلعذاروں پہ حُسن کی تھی بہار گل تھے ہر ایک کے گلے کا ہار
کھینچتے تھے دکھا کے رُخِ دل کو خانہ خانہ میں تھی کمانِ ابرو
عقل قبضہ میں کس کے رہتی تھی جاں ہو قرباں دل سے کہتی تھی
خوبرو تھے حیا سے سب موصوف اورعاشق وفا سے تھے معروف
راہرو تھے سبھی طریقت پر تھا قدم قنطرالحقیقت پر
اور جس کو کہیں مجازی تھا شیوہ اس کا بھی پاکبازی تھا
جو کہ عالم تمام دیکھ آتا سو نہ دیکھ اس کو پھر کہیں جاتا
رشکِ آبادیِ جہاں تھا یہ الغرض خوب ہی مکاں تھا یہ
سوزمانے نے ایسی زشتی کی خوبی اس قطعۂ بہشتی کی
لے کے دوزخ میں ڈال دی یکبار وقنا ربنا عذاب النار
کوئی اس میں پڑا جو بوم قدم ہے اب اس کا وجود رشکِ عدم
ہے مکاں کو شرف مکینوں سے نہ کہ ''دوں ہمتوں'' کمینوں سے
نہ وہ رونق نہ وہ صفائی ہے مکھیوں کی غرض دوہائی ہے
زر تو شاہِ زماں سدھارے لے مکھیوں کو گئے اجارے دے
اسی صورت سے آ کے احمد شاہ
تھا گیا چھوڑ چیونٹیوں کی سپاہ

لاہور جیسے صدمے کم شہروں کو اٹھانے پڑے ہیں ۱۲۱۸ء مطابق ۶۱۵ھ میں جب اس پر جلال الدین شاہ خوارزم نے قبضہ کیا تو چنگیزی فوج اس کے تعاقب میں پہنچی اور لاہور پشاور اور ملک پور کو دل کھول کر لوٹا۔ سلطانہ رضیہ بیگم کے بے رحمانہ قتل کے بعد اس کے بھائی سلطان معزالدین بہرام شاہ کے

Marfat.com

عہد میں مغل خراساں اور غزنی سے پھر داخلِ پنجاب ہوئے اور دسمبر ۱۲۴۱ء مطابق جمادی الاخریٰ ۶۳۹ھ میں انھوں نے مسلمانوں کا قتلِ عام کیا اور بقیۃ السیف کر گرفتار کر کے لے گئے (اسی وقت بی بیانِ پاکدامن پیوندِ زمین ہوئیں۔ نامی) پھر مغلوں کے برباد کردہ قلعہ کو سلطان غیاث الدین بلبن نے اچھی طرح مرمت کرادیا۔ جب تیمور نے ۱۲ دسمبر ۱۳۹۸ء مطابق ۲ محرم ۸۰۱ھ کو دریائے سندھ کو عبور کیا تو مبارک خاں صوبہ دار پنجاب مزاحم ہوا۔ تیموری افواج نے چناب عبور کر کے دہلی جانے سے پہلے پنجاب اور ملتان کو لوٹا۔ شیخا کھوکھر دانش مندی سے کام لے کر راہ میں ہی جاملا اور اظہارِ اطاعت کیا اور دہلی کی فتح تک تیمور کے ساتھ ہی رہا۔ پھر خراج فراہم کر کے بھیجنے کا وعدہ کر کے واپس آیا مگر یہاں آکر سب کچھ بھلا بیٹھا۔ تیمور نے طیش میں آکر فوج بھیجی جو اہلِ شہر سے تاوان لے کر واپس لوٹی اور سیّد خضر خاں کو لاہور کا صوبہ دار مقرر کر گئی جو بانیِ سلطنتِ سادات ہوا۔ سید حکمرانوں کے بعد لودھی حکمران ہوئے۔ آخر بادشاہ ابراہیم لودھی کے عہد میں دولت خاں نے بابر کو بلایا جو لاہور تک بڑھا چلا آیا۔ بہار خاں اور مبارک خاں وغیرہ لودھی اُمرا نے مقابلہ کیا مگر سخت شکست کھائی۔ بابر نے غصہ میں آکر شہر کو لوٹا اور بازاروں کو آگ لگادی اور میر عبدالعزیز کو گورنر مقرر کر کے واپس کابل چلا گیا اس کے بعد بابر نے پانچویں حملہ میں بمقام پانی پت ۲۹ راپریل ۱۵۲۶ء میں لودھی سلطنت کا خاتمہ کر دیا۔ جب شیر شاہ سوری نے ہمایوں کو شکست دی تو وہ لاہور میں آپناہ گزیں ہوا مگر شیر شاہ کی آمد کی خبر سن کر ۳۱ راگست ۱۵۴۰ء کو راوی عبور کر کے جان بچا گیا۔ خواص خاں گورنر مقرر ہوا۔ شیر شاہ کا ارادہ تھا کہ وہ لاہور کو بالکل اٹھا دے کیونکہ اتنا بڑا شہر سرحدی حملہ آوروں کی راہ میں نہیں ہونا چاہیے جو یہاں آکر سامان فراہم کر کے مزید فتوحات کے لیے تیار ہو جاتے ہیں مگر وہ مرگِ مفاجات کی وجہ سے ارادہ پورا نہ کر سکا۔ شیر شاہ کی وفات کے دس سال بعد ۱۵۵۵ء میں ہمایوں کو پھر لاہور پر قابض ہونے کا موقع ملا۔ جہانگیر کی تخت نشینی کے بعد اس کے بڑے بیٹے خسرو نے بغاوت کی اس نے اپنے ساتھیوں سے وعدہ کیا کہ فتحِ شہر کے بعد تمھیں سات دن تک لاہور لوٹنے کی اجازت ہوگی اور عورتیں اور بچے اسیرانِ جنگ ہوں گے۔ مگر شاہی فوج نے باغیوں کو شکست دی اور خسرو ۳ رمحرم ۱۰۱۵ھ کو اپنے دو بڑے مشیروں حسین بیگ اور مرزا عزیز کے ساتھ مقید سلاسل ہوا جہانگیر نے دونوں کو گائے اور گدھے کی تازہ کھال میں جکڑوا کر حکم دیا کہ گدھوں پر الٹا سوار کر کے شہر میں انھیں پھرایا جائے اسی طرح پھرتے ہوئے انھوں نے شکنجہ میں جان دی اور شہزادہ کے سات سو ہمراہی باغیوں کو عبرت ناک سزا دینے کے لیے مرزا

Marfat.com

کامران کے باغ سے شہر کے دروازوں تک سولیاں گاڑی گئیں جن پر لٹکا کر وہ طرح طرح کے عذابوں سے شہزادہ کے سامنے مارے گئے اور وہ بھی مدت العمر اسیر رہا۔ عالمگیر کے بعد شاہ عالم بادشاہ ہوا۔ اس کا رجحان شیعہ مذہب کی طرف تھا اس نے حکم دیا کہ خطبہ میں حضرت علیؓ کے نام کے ساتھ ولی اللہ وصی رسول اللہ کہا جائے اس سے اہلِ سنت میں بڑا جوش پیدا ہوا۔ ابھی وہ شیعہ خطیب یہ الفاظ شاہی مسجد لاہور میں کہنے ہی لگا تھا کہ سُنّی اس پر ٹوٹ پڑے اور اس کے ٹکڑے اڑا دیے۔ اب بادشاہ کو موقع کی نزاکت کا احساس ہوا اور اس کو اعلان کرنا پڑا کہ خطبہ اسی طرح پڑھا جائے جس طرح عہد عالمگیری میں پڑھا جاتا تھا۔ الغرض شاہنشاہ اورنگ زیبؒ کے بعد اور انگریزی راج سے تقریباً سوا سو برس پہلے آٹھ دفعہ تو احمد شاہ درّانی کی فوجیں لاہور سے گزریں اور مرہٹوں اور سکھوں نے بھی اس کی بربادی میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ ۱۷۵۹ء میں احمد شاہ کے حملہ کے بعد یہاں سولیہ قحط پڑا۔ ۱۷۸۳ء میں دہ سیرا قحط۔ ۱۸۱۳ء میں ست سیرا قحط اور ۱۸۳۳ء کے مرکا نوالہ قحط نے اہل شہر کو بھوکوں مارا۔ موجودہ جنگ عظیم کے بعد چوسیرا قحط پڑا تھا مگر روپیہ کی فراوانی کی وجہ سے لوگوں کو محسوس نہیں ہوا بلکہ اس میں زمیندار مالا مال ہو گئے مگر انھوں نے روپیہ سنبھال کر نہیں رکھا اور اب وہی عسرت ہے اور غریب زمیندار۔ زمان شاہ کے حملوں نے بھی لاہور والوں کو بہت پریشان رکھا ان کی تباہ حالی کا اندازہ پیر مراد شاہؒ کی مندرجہ ذیل نظم سے ہو سکتا ہے ۔

حالتِ لاہور منظومہ حضرتِ مراد

چہ تدبیرے زمیرِ آسماں رفت — کہ ہوش و طاقت از پیرو جواں رفت
پس از چہل سالِ ایامِ جہالت — مکیں آمد کہ تمکینِ مکاں رفت
فلک از روئے بازی بر سرِ کار — بساطِ سلطنت چوں از شہاں رفت
زہے شاہے کہ از کابل بہ لاہور — چو وحشی آمد و دیوانہ ساں رفت
نہ عزمِ ملک گیری نے عدالت — نہ گاہے بر غزائے کافراں رفت
نہ ذوقِ سکہ نے پروائے خطبہ — نہ اندیشہ کہ سود آمد زیاں رفت
چنیں غافل کہ روز و شب نہ بیند — کہ صبحم چوں شدد شامم چساں رفت
برائے غارت و تاراجِ پنجاب — چو دزد آہستہ تر آمد دواں رفت
زدست جورِ آں غولِ بیاباں — عجب حالت بجانِ شہریاں رفت

Marfat.com

ہر آنکس بردرش آمد بہ فریاد — ز سر دستار داد و غو کناں رفت
کجا در بت کدہ ناقوس ماندے — کہ اکثر از مساجد ہا اذاں رفت
نہ از مردانیاں آمد بعالم — ہر آں جورے کہ از دڑانیاں رفت
بہر یک بود یک منزل مقامے — چو وقتِ کوچ شد غارت کناں رفت
بشومی دلق از سر بر کشیدند — اگر سائل بلشکر بہرِ ناں رفت
لباسِ زندگان بُردن بہ یک سُو — کفن اکثر ز جسمِ مُردگاں رفت
بحمداللہ کہ در یک ماہ زیں شہر — خیاں ساں گم شدہ نام و نشاں رفت
بسال رفتنش در جمع یاراں — چو از تاریخ حرفے درمیاں رفت
مُراد از جودت طبع رسائے — بگفتا ناگہاں شاہِ زماں رفت

آبادی میں ترقی

لاہور خدا کے فضل سے پھر شاہ جہاں کے دور کی عظمت حاصل کر رہا ہے۔ ۱۸۴۹ء میں وہ سلطنتِ برطانیہ سے ملحق ہوا۔ پہلی مردم شماری ۱۸۸۱ء میں ہوئی اس وقت لاہور کی آبادی ڈیڑھ لاکھ سے کم تھی۔ ۱۸۹۱ء میں اس میں قریباً ساڑھے ستائیس ہزار نفوس بڑھے۔ ۱۹۰۱ء میں چھبیس ہزار کے قریب اور ۱۹۱۱ء میں قریباً پونے چھبیس ہزار کا اور اضافہ ہوا۔ ۱۹۲۱ء کی مردم شماری نے ۵۳۰۹۴ کی ترقیِ آبادی کا مژدہ سنایا اور ۱۹۳۱ء کی گنتی نے بتادیا کہ دس سال میں لاہور بسنے والوں کی تعداد ۱۴۷۹۶۶ کے اضافہ کے ساتھ ۴۲۹۷۴۷ ہوگئی ہے یعنی گزشتہ پچاس سال میں لاہور کے مکینوں میں ۲۸۰۳۷۸ کا اضافہ ہوا ہے جو تین گنا کے قریب ہے۔ اب لاہور اور اس کی مضافاتی آبادیوں کا رقبہ قریباً ۱۵ ہزار گھماؤں ہے تفصیل درج ذیل ہے:

شہر لاہور سرکلر روڈ کے اندر ۵۷۰ گھماؤں۔ ۱۷۶۷۹۲ نفوس
لنڈا بازار اور رام گلی وغیرہ ۱۲۷۔ ۱۲۳۲۱
انار کلی ۱۷۸۔ ۱۵۲۹۹

مزنگ ۸۰ گھماؤں ۳۰۸۸۷
قلعہ گجر سنگھ ۱۸۔ ۸۸۹۸
گوالمنڈی ۲۵ ۱۷۱۷۹
سول اسٹیشن ۳۸۴۶ ۶۴۲۶۹

کھوہی میراں ۵۴۰۔ ۴۴۹۰
دیگر بستیاں ۸۶۳۴ ۴۹۰۴۶

Marfat.com

ریلوے نوآبادی ۵۱۰ گھماؤں ۱۳۰۹۸ نفوس۔ گڑھی شاہو ۱۹۴ گھماؤں ۶۲۸۵ نفوس

اب لاہور کی حدود مشرق کی طرف باغبانپورہ سے شروع ہو کر راج گڑھ اور چوبرجی گارڈن اسٹیٹ تک مغرب میں ختم ہوتی ہیں۔ شمال کی طرف دریائے راوی سے شروع ہو کر جیل اور مثل اسپتال (پاگل خانہ) تک جانب جنوب پہنچتی ہیں۔ سول اسٹیشن کی آبادی کا سلسلہ لاہور چھاؤنی تک جا ملا ہے۔ فیروز پور روڈ پر آبادی لاہور کمیٹی کی حدود کو عبور کر گئی ہے اور وہ وقت دور نہیں کہ یہ ماڈل ٹاؤن تک جا پہنچے۔ مسلمانوں کی آبادی ۵۶ فیصدی ہے اور ان میں اہل سنت (حنفی) ۹۵ فیصدی ہیں اور باقی پانچ فیصدی میں شیعہ، اہل حدیث اور قادیانی وغیرہ (موخرالذکر کی تعداد تمام صوبہ میں ۵۶ ہزار سے بھی کم ہے)۔ حنفی، (سنّی) ۱۴۲۷۶۴۴۲، شیعہ ۳۳۸۷۷۹، اہل حدیث ۱۸۲۵۴۴ (تمام مسلمانوں کی تعداد ڈیڑھ کروڑ سے صرف ۷۰ ہزار کے قریب کم ہے۔ اب بوقت اشاعت دوم (۱۹۶۰ء) لاہور کی آبادی چار گنا ہو گئی ہے اور وسعت ہر طرف نو نو میل اور اناج روپیہ کا اڑھائی سیر۔

لاہور میں عبدالجلیلؒ کی اولاد کی سکونت

حضرت قطب العالمؒ کے بڑے بیٹے شیخ ابوالفتحؒ (نواسۂ سلطان بہلول لودھی) کی اولاد کی سکونت دو پشت تک مستقل طور پر لاہور میں ہی رہی۔ پھر ان کے پوتے پیر برخوردارؒ بن عبدالجلیلؒ ثانی نے لاہور سے شمال مشرق کی طرف ۱۶ کوس پر ایک گاؤں کی بنیاد ڈالی جو اب بنام کوٹلی پیراں مشہور ہے۔ بانیِ موصوف نے مریدوں کے گاؤں بنفسِ نفیس تشریف لے جانے کی ابتدا کی۔ چونکہ دیہاتِ مریداں زیادہ تر جموں کی طرف تھے اس لیے لاہور سے اتنے فاصلہ پر اپنا ایک ڈیرا بنا لیا مگر پہلی قبر جو اس موضع میں بنی وہ ان کے پڑوتے شیخ غلام علی بن شیخ فخر اللہ بن شیخ ابوالفتح ثالث کی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک کوٹلی میں مستقل سکونت نہ تھی اور یہ گاؤں محض ایک وقتی قیام گاہ کی حیثیت رکھتا تھا۔ شیخ ابوالحسنؒ بن فخر اللہ کی اولاد میں سے دو بیٹوں (پیر شاہؒ و خدا بخشؒ) دو پوتوں دیدار بخش و کام بخش ابنان پیر شاہ جی نے پختہ طور پر یہاں ڈیرے جمائے۔ پیر کرم شاہؒ کی رہائش لاہور گزر چوک مانک متصل کھاری کھوئی میں رہی جو اب بھاٹی دروازہ بازار حکیماں اور چومالہ کے درمیان اندرون ٹیکسالی دروازہ واقع ہے اس کا ثبوت پیر مراد شاہؒ کا کلام مندرجہ مرادالمحبین دے رہا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

Marfat.com

محلّہ جو آبا و اجداد سے وراثت ہے اپنی آسناد سے
گزر چوک مانک سند میں ہے نام ولے چاہ کھاری ہے مشہورِ عام
رہا ہے فقط کھاری اس کا لقب ولے پانی شیریں ہے ایسا کہ اب
نہیں شہر بھر میں جو پانی ہے وہ ق مگر آبِ زمزم کا ثانی ہے وہ
اسے قطب عالمؒ نے جب سے پیا خدا نے ہے کھاری سے میٹھا کیا
یہ اک خرقِ عادت جو مشہور ہے کمال اس کا اس سے بہت دور ہے
کمال اس کا مجھ سے بیاں ہو کہاں اب احوال اپنا کروں ہوں بیاں
کہ دیوانؔ خانے میں تھا ایک روز یہ غم دیدہ بیٹھا بصد درد و سوز
فراقِ برادر سے ماتم زدہ کیے تن کو آہوں سے آتش کدہ
حواس اپنے تھے جا بجا جا پھرے کہ اتنے میں یکبارگی آ پھرے
محبوں میں اپنے ستودہ صفات علیم اللہؔ ابنِ محمد حیاتؔ
حکیم اور ہیں اپنے مخلص قدیم ہمیشہ محلّہ کے اپنے مقیم
اگرچہ وہ ہیں صاحبِ علم و فن اس احقر سے کرتے ہیں مشقِ سخن
تخلص میں ارشادؔ معروف ہیں غرض ہر صفت بیچ موصوف ہیں
محبت جو تھی ان کو مجھ سے کمال اٹھانے لگے بیٹھ دل کا ملال

نوٹ: حکیم علیم اللہؔ جن کا نام اوپر درج ہے وہ غالباً شیخ نور محمد بن شیخ عبدالحمید بن شیخ احمد بن شیخ حامد بن شیخ حماد کی اولاد سے تھے (والد حکیم احمد شجاع صاحب) حکیم شجاع الدین بن حکیم گل محمد انصاری نے رجز فغفوری فی تردید اطلاع ضروری مطبوعہ ۱۸۸۸ء کے اخیر میں جو شجرہ دیا ہے اس میں بتایا ہے کہ ان کے اور فقیر عزیز الدینؔ بن فقیر غلام محی الدین کے مورثِ اعلیٰ حکیم محمد اسحاقؔ ہی تھے (رجز فغفوری میں علیم اللہؔ کے والد کا نام حکیم حبیب اللہ بن محمد حیات لکھا ہے) حکیم شجاع الدین اور فقیر عزیز الدین کے جدِّ مشترک ہوئے ان فقیر صاحبان سے بھی ہمارے خاندانی تعلقات نہایت دوستانہ تھے جیسا کہ ان کے خطوط کے اقتباسات سے دوسری جگہ واضح ہوگا بہرحال ہمارا لاہور سے ساڑھے سات سو سال سے تعلق چلا آتا ہے اور اتنا قدیمی تعلق بہت کم خاندان ثابت کرسکیں گے۔ میں نے اس جدی شہر میں ہوش سنبھالا اسی میں تعلیم پائی یہیں

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

برسرروزگار اور صاحبِ اولاد ہوا۔ تصنیف وتالیف میں شغل رکھنے کی بدولت نامؔی بنا اور بزرگانِ دین کے آثار کی بحالی کے لیے ساعی ہونے کے عوض عہدۂ تولیت پر فائز ہوا۔ الحمدللہ علیٰ ذالک وعلی التوفیق۔ افسوس وہ جگہیں جن تک پہنچنے کے لیے حضرت مرادؔ لکھنؤ میں بیقرار ہورہے تھے آج ہمارے قبضہ میں نہیں۔ چوک مانک کا نام محلہ سھتاں میں باقی ہے مگر حویلی کا کہیں پتہ نہیں۔ کھاری کھوئی موجود ہے جسے دیکھنے کے لیے میں برخوردار محمد افضل کو ساتھ لے کر جبکہ وہ آٹھ سال کا تھا ۶ جنوری ۱۹۱۴ء کو برسرِ چاہِ فراخ پہنچا مگر میری چاہ پوری نہ ہوئی کیونکہ یہ حلال خوروں کے قبضہ میں جاچکا تھا آہ ہم لاہور میں موجود ہوتے اور لبِ چاہ کھڑے ہوئے اس کے شیریں آب سے لب تر نہیں کرسکتے۔ وائے قسمت! ۱۶ فروری ۱۹۳۷ء کو حکیم احمد شجاع صاحب سے جو خاندانِ حکیماں کے چشم وچراغ ہیں اس غرض کے لیے ملا کہ حکیم علیم اللہ صاحب مرحوم کی اولاد کا پتہ لگا کر ملوں مگر معلوم ہوا کہ ان کی اولاد سے کوئی باقی نہیں۔ حکیم محمد حیات مرحوم کا مزار فقیر خانہ کے سامنے کوچۂ آستانہ متصل بازار حکیماں میں ہے چنانچہ وہاں پہنچا۔ دو تین غیر مسقف قبروں کے سرہانے مٹے ہوئے حروف والے کتبے نصب ہیں خیر فاتحہ خوانی کے بعد گھر واپس آیا۔ آہ نہ حضرتِ مرادؔ کی اولاد باقی ہے نہ ان کے دوست وشاگرد کی۔ نامۂ مرادؔ میں جو لکھنؤ سے لکھا گیا تھا مذکور ہے کہ چاہ کھاری کے پاس قطبِ زماں کی حویلی ہے جس میں ایک متبرک ستون بھی ہے: ؎

صبا پہنچا چکے جب حال سارا   بسمعِ حضرتِ جدّ معلّیٰ
پھر آئیو شہر کے اندر شتابی   جہاں قطبِ زماں کی ہے حویلی!
وہاں مشہور ہے ایک چاہ کھاری   .... رہا ہے آہ کھاری
اسے جب سے کہ حضرت نے پیا ہے   خدا نے بہتر از شیریں کیا ہے
مذاق اس چاہ کے پانی کا پائے   جو کوئی چاہ سے لذت اٹھائے

زہے قسمت کہ روزے آبِ آں چاہ
نصیبِ ماشود اللہ اللہ

پھر اندر اس مکاں کے اک ستوں ہے   کہ سقفِ چرخ بھی واں سرنگوں ہے
وہاں دستور ہے گرد اس کے پھر کے   لگا کرکے اسے اپنے گلے سے
جنابِ حق میں کرتے التجا ہیں   تو پاتے حق سے اپنا مدعا ہیں

Marfat.com

مبارک وہ بھی دن ایسا کہیں ہو
کہ ہو وہ آستاں اور یہ جبین ہو
دھرے جس جا پہ حضرت نے قدم تھے
رکھیں اس خاک کو ہم سر پہ لے کے
اور اپنے شہر میں آباد ہو کر
ملیں سب دوستوں سے شاد ہو کر

محلّہ چلّہ بی بیاں والے مکانات کا کہیں ذکر نہیں غالباً کھاری کھوئی والے محلّہ کے ہاتھ سے نکل جانے کے بعد قبضہ میں آئے۔ اپنے ایک بزرگ (حضرت سید احمد توختہؒ) کے مزار کی حفاظت اور دیکھ بھال تو بوجہ ان کے نواسہ (حضرت سلطان حمید الدین حاکمؒ) کی اولاد ہونے کے ہمیں سے متعلق رہی مگر مزار کے گرد آبادی قائم کرنے کا سہرا نامیؔ کے نانا پیر غلام محی الدین شاہ مرحوم ہی کے سر ہے جیسا کہ رائے بہادر کنہیالال نے ''تاریخِ لاہور'' مطبوعہ وکٹوریہ پریس ۱۸۸۴ء کے صفحہ ۳۳۸ میں تحریر کیا ہے: ''مبارک حویلی جس کی بنیاد محمد شاہ بادشاہ کے عہد میں پیر بہادر علی و قادر علی و حاکم علی ابنانِ حکیم چراغ علی شاہ چشتی قادری بن سید احمد شاہ بن میر قمر علی المشہور میر شاہین بن میر جیا بن میر عالم شاہ نے رکھی اور آبادی ہونے پر بہادر علی کے ہاں بیٹا پیدا ہوا لہٰذا اسے بنام ''مبارک حویلی'' موسوم کیا۔ سکھ گردی اور لوٹ مار میں آباد کار نکل کر ادھر ادھر بکھر گئے اور عمارت شکستہ ہوگئی۔ شاہ شجاع والیِ کابل اسی میں مکین کیا گیا۔ رنجیت سنگھ نے اسی حویلی میں مشہور ہیرا کوہ نور شاہِ مذکور سے ہتھیایا اور عورتوں کی تلاشی لے کر لاکھوں روپیہ کے جواہرات لوٹے آخر وہ بھیس بدل کر نکلیں اور لدھانہ پہنچیں اور شاہِ مذکور دیوار توڑ کر بدرؤ کی راہ لوہاری دروازہ سے نکل گیا۔ سکھی عملداری میں سرکار میں ضبط رہی۔ آخیر عملداری کے وقت سردار کہر سنگھ سندھا والیہ کو ملی اور قبضہ غلام محی الدین شاہ قریشی سردار مذکور کے معتبر کا اس پر چند سال رہا۔ بیرونی قطعات متعلقہ اس حویلی کے غلام محی الدین شاہ نے بہ اجازتِ سردار مذکور خود لے کر مکانات بنوالیے اور بڑی حویلی نواب علی رضا خاں قزلباش کے پاس باقرار سردار مذکور کے بیع ہوگئی۔ نواب مذکور نے اپنی زندگی میں اس کی عمارت میں بہت سا تغیر و تبدل کیا - الخ

نوٹ: یہ مکانات واقع محلّہ چلّہ بیبیاں یکے بعد دیگرے فرزندِ بانیِ مرحوم نے عند الضرورت فروخت کر دیے ان میں سے دو بانی کے نواسے (نامیؔ) اور پوتی (حمیدہ سلطانہ) کے قبضہ میں چلے آئے ہیں تو خدا کے فضل سے محفوظ ہیں ورنہ یہ بھی بک چکے ہوتے اور جو عزیز اپنی ضرورت کے لیے شہر میں آتے ہیں انھیں بطور مہمان مفت ٹھکانہ مل جاتا ہے کئی برخوردار تعلیم کے لیے یہیں سکونت پذیر

Marfat.com

رہے اور فارغ ہو کر چلے گئے اور چند ایک اب بھی ہیں لہٰذا میری وصیت ہے کہ میرے وارث مکان نمبر ۱۴۱۹ کبھی تقسیم اور فروخت نہ کریں تا کہ میری اولاد سے لڑکوں کو تعلیم کے لیے سہولتِ قیام حاصل رہے اور بزرگوں کے کتب خانہ کو نقصان نہ پہنچے۔ (تحریر وقت طبع ثانی تاریخ جلیلہ)

حضرت عبدالجلیلؒ سے سابق بزرگانِ لاہور

مسلمان فطرتاً بڑے مذہب پرست ہیں اس لیے وہ تمام بزرگوں کی تعظیم خلوصِ دل سے کرتے ہیں کیونکہ انھوں نے خلقت کو دینِ حقہ کی خوبیاں ذہن نشین کر کے مشرف با اسلام کیا۔ تلوار کے زور اسلام پھیلانے کی کہانی غلط ثابت ہو چکی ہے۔ ہندوستان میں سب سے پہلا حملہ ۱۵۵ھ مطابق ۷۷۱ء میں ہوا۔ اس کی بھی غرض یہ نہیں تھی کہ ہندوؤں کو جبراً مسلمان بنایا جائے بلکہ اس کا باعث عہدِ خلیفہ ولید میں اہل سندھ کا عربوں کے جہاز کو پکڑ کر مال و اسباب لوٹ لینا اور ان کے بال بچوں کو لونڈی غلام بنا لینا تھا۔ چنانچہ حجاج بن یوسف نے راجہ داہر کے تلافیِ نقصان کرنے سے انکار کرنے پر اپنے سترہ سالہ برادر زادہ محمد بن قاسم کو چھ ہزار فوج دے کر ڈاکوؤں کی تادیب کے لیے بھیجا۔ راجہ نے جے داڑ پر آٹھ گنا سے زیادہ لشکر کے ساتھ مقابلہ کیا مگر مارا گیا اور عربوں کی حکومت سندھ میں قائم ہوگئی جو تین سو سال تک رہی۔ ۹۴۶ء میں راجہ جے پال نے مملکتِ سلطان سبکتگین پر درۂ خیبر تک بڑھ کر حملہ کیا اور شکست یاب ہو کر پچاس ہاتھی نذر کیے اور جب اس کا موعودہ خراج لینے کے لیے سلطان کے آدمی لاہور آئے تو انھیں قید کر لیا اور دہلی، اجمیر، کالنجر اور قنوج کے راجوں کو ساتھ ملا کر سرحد کی طرف بڑھا مگر شکست کھائی اور سندھ پار کا علاقہ سلطان کے حوالے کر کے جان بچائی۔ اس سے بھی راجہ نے بدعہدی کی اور محمود کو سرکوبی کے لیے مجبور کیا چنانچہ اسے ۱۰۰۰ء اور ۱۰۲۶ء کے درمیان سترہ حملے کرنے پڑے۔

حضرت داتا گنج بخشؒ

اسی زمانہ میں حضرت علی ہجویری المشہور داتا گنج بخش بن عثمان بن علی بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن ابوالحسن علی بن حسن اصغر بن زید بن حضرت امام حسنؓ بن علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم لاہور میں وارد ہوئے اور ہزاروں گمراہوں کو شاہراہِ ہدایت پر لا کر ۱۰۷۲ء مطابق ۴۶۵ھ میں واصل بحق ہو گئے۔ ہجویر غزنی کا ایک محلہ ہے اسی نسبت سے ہجویری مشہور ہیں۔ یہیں سے آپ تشریف لا کر لاہور میں ۴۳۱ھ مطابق

Marfat.com

۱۰۳۹ء میں متمکن ہوئے۔ آپ مرید تھے شیخ ابوالفضل بن حسن ختلیؒ کے اور وہ مرید تھے شیخ حصریؒ کے اور وہ مرید تھے شیخ ابوبکر شبلیؒ کے۔ نیز آپ نے شیخ ابوالقاسم گورگان، ابوسعید ابوالخیر شاہ اور ابوالقاسم قشیری محدثؒ سے فیض پایا۔ سب سے اول اردو میں مشفقی فوق صاحب نے آپ کے حالات میں ایک کتاب بنام سوانح عمری داتا گنج بخش تالیف کی۔ آپ کی خانقاہ میں سلطان ابراہیم غزنوی (المتوفی ۴۹۲ھ مطابق ۱۰۹۹ء) اور سلطان شمس الدین التمش (المتوفی ۶۳۳ھ مطابق ۱۲۳۵ء) کے لکھے ہوئے قرآن مجید موجود بتائے جاتے ہیں۔ لاہور کے سب مزارات سے زیادہ آپ کے مزار پر رجوعِ خلق ہے۔ عرس ۲۰ صفر کو ہوتا ہے۔ اس دن سرکاری دفاتر میں مقامی تعطیل منائی جاتی ہے۔ سیّد عبدالقادر جیلانیؒ نے داتا صاحب سے چند برس کم سو سال بعد وفات پائی۔ یعنی ۵۶۱ھ مطابق ۱۱۶۵ء میں۔ حضرت ہجویریؒ نے سیدنا شیخ عبدالجلیلؒ سے ۴۴۵ برس پیشتر لاہور میں جان جان آفرین کے سپرد کی۔ آپ یہیں اپنی تعمیر کردہ مسجد کے پاس جو چند سال ہوئے ایک مخیّر سوداگر غلام رسول مرحوم نے ہزار ہا روپیہ لگا کر بہت وسیع کر دی ہے دفن ہوئے۔ روضہ سلطان ابراہیم ظہیر الدولہ (جو ۴۵۱ھ مطابق ۱۰۵۹ء سے ۴۹۲ھ مطابق ۱۰۹۹ء تک حکمران رہا) بن مسعود اوّل ناصر الدین اللہ جو (۴۳۲ھ مطابق ۱۰۴۰ء تک فرمانروا رہا اور جس کے عہد میں داتاؒ صاحب لاہور آئے تھے) بن سلطان محمود عین الدّولہ (جس نے ۳۸۸ھ مطابق ۹۹۸ء سے لے کر ۴۲۱ھ مطابق ۱۰۳۰ء تک بڑی شان و شوکت سے جہانبانی کی) تعمیر کیا۔ اکبر بادشاہ نے بھی فرش اور ڈیوڑھی بنوائی۔ روضہ ۸۹۱ سال سے زیارت گاہِ خلق چلا آتا ہے۔ داتا صاحبؒ کی بہت سی تصانیف میں سے ''کشف المحجوب'' مقبولِ عام ہے آپ کی شان میں مندرجہ ذیل شعر خواجہ معین الدین اجمیریؒ نے جو ۱۶۸ سال بعد واصل بحق ہوئے آپ کے مزار پر چلہ کشی سے فیض حاصل کر کے ارشاد فرمایا تھا۔

گنج بخشِ فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا
ناقصاں را پیر کامل کاملاں را راہنما

دیکھو ایک خدا رسیدہ بزرگ کی زبان سے آپ کی شان میں جو لفظ ''گنج بخش'' نکلا وہ نامی ہوا۔ آپ کا اصلی نام (علیؒ) لوگ بہت کم جانتے ہیں مولانا جامیؒ المتوفی ۸۹۸ھ نے اس رباعی میں جو آپ کے روضہ پر کندہ ہے۔ آپ کی تاریخ وصال لفظ ''ہست ۴۶۵'' سے نکالی ہے اور کسی اور صاحب نے ''سردار ۴۶۵'' سے۔ روضہ کی شمالی دیوار میں جو اشعار مسطور ہیں ان سے سالِ مرمت ''چراغ جمال'' ۱۲۷۸ برآمد میں ہوتا ہے

Marfat.com

چند سال ہوئے مستری امیر بخش مرحوم والدِ میاں غلام دستگیر ٹھیکہ دار نے گنبد کا سنہری کلس ہزار سے زیادہ روپیہ خرچ کر کے بنوایا تھا۔ مستری مرحوم نے مزار سید احمد توختہؒ کی دیواروں کا بھی پلستر کرا کر اپنی عقیدتمندی کا ثبوت دیا۔

میر مومنؔ خاں کی عقیدت مندی

میرؔ صاحب موصوف بخاری سیّد تھے اور محمد شاہ بادشاہ کی طرف سے انھیں نواب کا خطاب ملا ہوا تھا۔ علاوہ ازیں وہ لاہور کے نائب ناظم (ڈپٹی گورنر) بھی تھے۔ آپ کو داتاؒ صاحب سے اس قدر عقیدت تھی کہ آپ نے وصیّت کی کہ جب میں مروں تو مجھے اس جگہ دفن کیا جائے جہاں داتاؒ صاحب کی درگاہ کے زائرین جوتیاں اتارتے ہیں۔ چنانچہ وہیں دفن کیے گئے مزارِ قدیمی دروازے میں داخل ہوتے ہی دائیں طرف اونچے چبوترے پر تھا۔

سکھوں کی عقیدت

داتاؒ صاحب سے مسلمان ہی عقیدت نہیں رکھتے بلکہ ہندو اور سکھ بھی ان کی درگاہ پر سرِ نیاز جھکائے نظر آتے ہیں سکھوں نے لاہور کے نوابوں اور جلیل القدر مسلمانوں کے مقابر سے قیمتی پتھر وغیرہ اکھاڑ کر برباد کر دیا مگر اس درگاہ کو آباد رکھنے میں ساعی رہے چنانچہ مہاراجہ رنجیت سنگھ ہر عرس پر ہزار ہا روپیہ نذر کیا کرتا تھا۔ مہارانی چندکور نے بھی سم ۱۸۹۵ اسمر میں یہاں ایک حجرہ تعمیر کرایا۔ اسی طرح سردار کہر سنگھ سندھانوالی نے درگاہِ قطب العالمؒ میں برلبِ تہ خانہ بیٹھک تعمیر کرائی جواب تک قائم ہے۔ مزار شیخ کاکوؔ کی جن سکھوں نے ضد اور عداوت سے بے حرمتی کی وہ قابلِ نفرین ہیں۔

بابا فرید شکر گنجؒ

مُریدِ مرید خواجہ اجمیریؒ (جو اپنے دادا پیر سے ۳۱ برس یعنی ۶۶۳ھ مطابق ۱۲۳۵ء بعہد خاندانِ غلاماں فوت ہوئے نے بھی داتاؒ صاحب کے مزار پر چلہ کشی کی ہے۔ لاہور میں جہاں آپ ایک اور جگہ چلہ کش رہے ہیں وہ میرے سترہ سالہ دفتر (سنٹرل ٹریننگ کالج) سے جنوب کی طرف ہے درگاہِ داتا صاحب شمالی سمت واقع ہے یہاں ۵ محرم کو میلہ ہوتا ہے جو پھلی دانہ کا میلہ کہلاتا ہے۔ عورتیں میٹھی کھچڑی چڑھاتی ہیں چلہ خانہ کے گرد تمام قبرستان تھا جو سرکاری دفاتر اور کوٹھیوں کے نیچے آ گیا ہے۔ بابا فریدؒ سے اکبر بادشاہ کو خاص

Marfat.com

عقیدت تھی وہ جب پنجاب آتا پاک پٹن میں حاضرِ درگاہ ہوکر ضرور نیاز پیش کرتا اس کے جرنیل اور اتالیق بیرم خاں نے بابا صاحب کی اس کرامت کے بیان میں جو آپ سے ایک سوداگر کے شکر کو غلط طور پر نمک بتانے پر نمک ہو جانے اور پھر الحاح وزاری پر اپنی اصلی صورت اختیار کر لینے کے متعلق ظاہر ہوئی۔ جو اشعار کہے ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

کانِ نمک جہانِ شکر شیخِ بحر و بر — آں کہ شکر نمک کند و ز نمک شکر
کانِ نمک و گنجِ شکر شیخ فریدؒ — کز گنجِ شکر کانِ نمک کرد پدید
در کانِ نمک کرد نظر کرد شکر
شیریں تر ازیں کرامتش کس نشند

باباصاحبؒ کا سفارشی خط

سلطان غیاث الدین غوری کی طرف سفارشی خط لکھوانے کے لیے ایک شخص حاضر ہوتا ہے آپ جو رقعہ عربی میں لکھ دیتے ہیں وہ بڑا دلچسپ ہے میں اسے ہسٹری آف لاہور محمد لطیف صفحہ ۱۸۶ سے نقل کرتا ہوں:۔ ''میں حاملِ رقعہ کا کام پہلے خدا کے سپرد کرتا ہوں پھر تیرے۔ اگر تو اسے اس کی مراد دے دے تو اصل معطی خدا ہی ہے اور تو مفت کا مشکور۔ اگر نہ دے تو مانع اللہ ہے اور تو معذور۔''

شیخ مکیؒ

نام عزیز الدین۔ بغداد سے مکہ اور وہاں سے ہدایتِ خلق کے لیے لاہور آئے۔ سلسلۂ جنیدیہ کے بزرگ تھے۔ ''پیر حسن ۶۱۲ پیر مکی'' سے تاریخ وصال نکلتی ہے جو ۱۲۱۵ء کے مطابق ہے۔ اسی وقت سلطان شمس الدین التمش کی حکومت تھی مزار روضۂ داتا صاحبؒ کے شمال کی طرف اس بڑی سڑک سے مغرب کی طرف ہے جو کچہری ضلع سے دریائے راوی کی طرف جاتی ہے۔ اب مزار کے گرد آبادی ہوگئی ہے اور شاید محلہ بھی انہی کے نام سے موسوم ہے۔

پیرؒ بلخی

جن کا مزار کشمیری بازار میں زیرِ تولیت مشفقی ڈاکٹر معراج الدین صاحب ہے اسی سلطان کے زمانہ میں فوت ہوئے ہیں۔ سال وفات ۶۲۲ھ مطابق ۱۲۲۵ء ہے۔

Marfat.com

حضرت سید مٹھا

چنگیز خوانی مظالم نے ان کے والد سید جمال الدین کو خوارزم سے غزنی اور غزنی سے لاہور پہنچایا۔ ان کے فرزند سید معین الدین بھی ہمراہ تھے جو والدِ بزرگوار کی طرح علم وفضل اور زہد وعبادت میں بدرجۂ کمال رسیدہ تھے۔ سید جمال الدین کی وفات کے بعد خلقت کا رجحان انہی کی طرف ہوگیا اور خوش خلقی وشیریں کلامی کی وجہ سے بخطاب ''سیّد مٹھا'' معروف ہوئے آپ کا انتقال ۶۶۱ھ مطابق ۱۲۶۲ء میں بعہدِ محمود شاہ اوّل بن التمش ہوا۔ مزار اس بازار میں ہے جو انہی کے نام سے مشہور ہے اور جو نوگزہ کی قبر واقع ہیرا منڈی کے جنوب سے چوک جھنڈا (المشہور لوہاری دروازہ) کو جاتا ہے۔

میراں بادشاہؒ

نام محمد اسحاق۔ سادات قریش سے تھے۔ ساتویں صدی ہجری میں ایران سے لاہور آئے اور یہیں ۷۸۶ھ مطابق ۱۳۸۴ء میں بعہدِ فیروز شاہ ثالث تغلق جاں بحق تسلیم ہوئے۔ تاریخ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے نکلتی ہے۔ نادر خاں نے جو لودھیوں کے عہد کا امیر الامرا تھا۔ ان کے جوار میں حویلی تعمیر کی اور مزار کو ایک پختہ حجرہ میں محفوظ کر دیا شیخ علم الدین انصاری المخاطب بہ نواب وزیر خاں نے بھی عہدِ شاہ جہانی میں مسجد بنوانے کے لیے اس جگہ کو منتخب کیا چونکہ مسجد کی سطح بلند رکھنی تھی اس لیے مزار کے لیے تہ خانہ بنوانا پڑا جس کی عمارت اب تک قائم ہے۔ مسجد کا سالِ تعمیر بانی مسجد وزیر خاں سے برآمد ہوتا ہے جو ۱۰۴۴ھ کے مطابق ہے جو اس بادشاہ کا ہفتم سالِ جلوس تھا۔ مسجد وزیر خاں کو بنے ۳۱۱ سال ہو گئے ہیں مگر اس کی خوبصورتی میں فرق نہیں آیا۔ سر ظفر علی خاں انصاری اس کے متولی ہیں۔

حضرت عبدالجلیلؒ کے بعد کے بزرگانِ لاہور

شیخ ابواسحاقؒ

غوری، مغل، قادری ولد شیخ کالو لاہوری۔ آپ شیخ داؤد کرمانی کے خلفائے اعظم میں سے تھے۔ شاہ ابوالمعالیٰ قادری کے ہمراہ لاہور تشریف لائے اور محلّہ پیر عزیز میں جہاں اب مزنگ بستا ہے متمکن ہوئے۔ بڑے عالم متبحر تھے۔ شیخ سعد اللہ اور شیخ منوّر جیسے نامی علما کو ان کی شاگردی کا فخر حاصل تھا۔ آپ کے مزار پر بڑا عالی شان گنبد ہے جو مسجد کے پاس مزنگ اسپتال کے جنوب کی طرف واقع ہے۔ دوسرے

Marfat.com

ملحقہ گنبد کے نیچے آپ کے تین فرزند محمد حسنؒ، ملک حسنؒ اور یار حسینؒ آسودہ ہیں۔ یوم عرس ۵ محرم ہے۔ سالِ رحلت ۹۸۵ھ مطابق ۱۵۷۷ء (عہدِ اکبر بادشاہ) ان کے مقبرہ کے گرد قبرستان تھا جو ناخدا ترسوں نے منہدم کر کے سکنی عمارات میں تبدیل کر لیا۔ آپ قطب العالمؒ سے ۷۵ سال بعد اور سید جھولنؒ عرف گھوڑے شاہ جنؒ کا مزار شالامار باغ کے قدیم راستہ میں آتا ہے ۲۳ سال بعد اور شیخ لعلؒ حسین جن کا روضہ باغبانپورہ میں ہے ۹۸ برس بعد فوت ہوئے۔

موج دریا بخاریؒ

نام محمد شاہ اُچیؒ۔ جب چتوڑ کے طویل محاصرے سے اکبر بادشاہ کو پریشانی لاحق ہوئی تو منجّموں کے کہنے پر اس نے سید صاحب سے درخواستِ دعا کی چنانچہ آپ کی دعا سے قلعہ فتح ہو گیا۔ اکبر کی التجا پر آپ لاہور تشریف لائے اور اس نے خود بھی اسے اپنا مستقر قرار دیا اور آپ کو ایک لاکھ روپیہ کی جاگیر بٹالہ میں دی جس کی آمدن سے لنگر خانے وہاں بھی جاری ہوئے اور لاہور میں بھی۔ آپ ۱۰۱۳ھ مطابق ۱۶۰۴ء میں وفات پا کر اس خانقاہ میں دفن ہوئے جو اکبر نے آپ کے لیے تیرہ سال پیشتر بنائی تھی۔ یہ گنبددار روضہ تھانہ انارکلی اور کُڑی باغ کے پاس واقع ہے (چونکہ اس جگہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے ایک فرانسیسی افسر مسٹر الرڈ کی بیٹی دفن ہوئی اس لیے اس نام سے موسوم ہوا) مہاراجہ رنجیت سنگھ کو بھی اس درگاہ کا بڑا احترام تھا۔ اس نے اس کی آبادی کے لیے چالیس روپیہ الاؤنس مقرر کر رکھا تھا اور نذرانے بھی پیش کیا کرتا تھا۔ آپ قطب العالمؒ سے ۱۰۳ سال بعد رہگرائے عالمِ جاودانی ہوئے۔

شاہ ابوالمعالی قادریؒ

نام نامی شیخ خیرالدینؒ امام موسیٰ بن امام تقی کی اولاد سے ہیں۔ شیخ داؤد کرمانی شیر گڑھی کے برادر زادہ اور خلیفہ اور صاحبِ مقاماتِ بلند اور مدارجِ ارجمند تھے تربیت و تکمیل اپنے والد بزرگوار سے پائی۔ آپ بڑے اچھے شاعر اور عالم و فاضل تھے۔ خلقِ کثیر کو آپ سے فیض پہنچا تحفۂ قادری اور حلیہ شریف وغیرہ آپ کی تصانیف ہیں قطب العالمؒ کی رحلت سے پچاس سال بعد بروز عید قربان پیدا اور ۶۴ سال کے سن میں ۱۰۲۴ھ مطابق ۱۶۱۵ء بعہدِ جہانگیر بادشاہ جاں بحق تسلیم ہوئے۔ حضرت قطب العالمؒ کے روضہ سے جنوب مغرب کی طرف آپ کا عظیم الشان مقبرہ ہے۔ اس کے گرد شہر خاموشاں آباد تھا جو ہمارے دیکھتے

Marfat.com

ہی دیکھتے مسلمانوں کے ہاتھوں برباد ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

شیخ طاہر بندگیؒ

سیستانی، فاروقی، لاہوری حضرت مجدد الف ثانی سرہندیؒ (جو قطب العالمؒ سے سوا سو سال بعد واصل بحق ہوئے) سے بھی آپ کو کمال ارادت تھی جو ان خطوط سے ظاہر ہے جو آپ نے تذکرہ مجددیہؒ میں مجدد صاحب کی طرف لکھے ہیں آپ لاہور آکر مزنگ کے قریب آباد ہوئے۔ آپ کے درس کی وجہ سے یہاں ایک بستی بنام میانی صاحب قائم ہوگئی جسے بقول کھنیا لال مصنف ''تاریخِ لاہور'' سکھوں نے لوٹ کر تباہ کر دیا اور کتب خانہ علما جلا کر راکھ بنا دیا اس کے گرداب مسلمانوں کا قبرستان ہے جس کا بڑا حصہ ظالموں نے برباد کر کے رہائشی مکانوں میں تبدیل کر دیا ہے۔ شیخ طاہر بندگی، شیخ چوہڑ بندگیؒ سے ۱۳۰ سال بعد ۱۰۴۰ھ مطابق ۱۶۳۰ء میں ۵ محرم کو فوت ہوئے۔

حضرت میاں میرؒ

فاروقی، قادری، سیستانی ثم لاہوری ولد قاضی سائیں دتا ولادت ۹۵۷ھ مطابق ۱۵۵۰ء وارد لاہور بعہدِ اکبر در ۹۹۵ھ۔ ملا بدخشانی (پیر داراشکوہ) جن کا مقبرہ موضع میاں میر میں ملتان ریلوے لائن کے قریب مغرب کی طرف ہے اور جس کے قیمتی پتھر رنجیت سنگھ نے اکھاڑ کر رام باغ میں لگا لیے ہیں۔ خواجہ بہاری اور میاں نتھا لاہوری آپ کے مریدوں اور شاگردوں میں ممتاز تھے داراشکوہ سفینۃ الاولیا میں رقم طراز ہے کہ آپ میرے دادا جہانگیر بادشاہ سے ملے اور آپ کی صحبت سے متاثر ہو کر بادشاہ نے ترکِ سلطنت کا ارادہ کر لیا۔ آپ نے فرمایا کہ تم تخت چھوڑو گے تو ان فرائض کی ادائیگی سے قاصر رہو گے جو بحیثیت بادشاہ تم پر واجب ہیں۔ بادشاہ اس نصیحت پر بڑا خوش ہوا۔ اور عرض کیا کہ مجھے کوئی خدمت بتائیں کہ بجالاؤں آپ نے فرمایا کہ میری ایک ہی خواہش ہے کہ تم پھر مجھے دوبارہ آنے کی تکلیف نہ دو۔ چنانچہ بادشاہ آئندہ نیاز نامے لکھتا رہا جن مین نہایت اخلاص وعقیدت سے آپ کو مخاطب اور دولتِ پابوس کے حصول کی خواہش کا اظہار کرتا رہا۔ ایک دفعہ یہ شعر پڑھا ؎

خلق را وہے کہ جاں در قالب است   قالبم ایں جا و جاں در کوئے دوست

شاہجہاں نامہ میں شاہ جہاں کی زبانی حضرت میاں میرؒ کی بڑی تعریف لکھی ہے آپ حبسِ دم کے عامل تھے

Marfat.com

اور کسی سے مال و زر نہیں لیتے تھے آپ کا مزار اس سڑک پر دائیں ہاتھ ہے جو لاہور سے میاں میر جاتی ہے۔ ۷/ربیع الاوّل ۱۰۴۵ھ مطابق ۱۶۳۵ء کو بعہدِ شاہجہاں لاہور میں بعمر ۸۸ سال جہاں آپ نے آخری عمر کے ساٹھ سال گزارے تھے فوت ہوئے تاریخ ہوئی "بفردوسِ والامیانمیر شد"۔ آپ حضرت پیر دستگیرؒ کا نام بغیر وضو کے نہیں لیتے تھے۔ روضہ کا سنگ مرمری حصہ زیریں داراشکوہ نے بنوایا اور اس کے قتل کے بعد بالائی خشتی اورنگ زیب نے۔ جہان آپ کا مزار ہے اس کے قریب مواضعات عالم گنج، داراپور اور غیاث پور تھے جن کا اب کوئی نشان باقی نہیں۔ حضرت میانمیرؒ مجرّد رہے۔ سجادہ نشین ان کے بھانجے محمد شریف ابن جمال خاتون ہوئے۔ اور ان کے بعد ان کے بیٹے مہدی شاہ جنھوں نے موضع میاں میرؒ آباد کیا۔ اب تک انھی کی اولاد ہی سجادہ نشین ہے۔

حضرت ایشاں نقشبندیؒ

نام نامی محمود، خواجہ خاوند لقب، بخارا مولد۔ ۱۲ برس کی عمر میں قرآن حفظ کیا اور دو برس بعد عالم بن گئے۔ سمرقند، ہرات، قندھار، کابل ہوتے ہوئے کشمیر پہنچے خانقاہ بنوائی۔ وہاں کے شیعہ بادشاہ حسین چک نے تعصب سے آپ کو نکالنا چاہا آپ نے ایک ماہ کی مہلت مانگی۔ اس عرصہ میں کشمیر پر اکبر کا قبضہ ہوگیا۔ جہانگیر نے آپ کو دہلی بلوالیا۔ جب کشمیر گیا تو ساتھ لیتا گیا واپسی پر بمقام بہرام گلہ ۱۰۳۷ھ مطابق ۱۶۲۷ء میں اس کا انتقال ہوگیا۔ آپ اس کی نعش کے ساتھ لاہور آئے۔ پھر دہلی اور آگرہ گئے۔ نواب وزیر خاں بانی مسجد وزیر خاں کے عہد گورنری میں لاہور آکر مقیم ہوگئے اور جہاں آپ کا مزار ہے (اس سڑک پر جانب شمال زیر قبہ ہے جو لاہور سے شالامار کو جاتی ہے) وہاں آپ نے باغ خانقاہ اور مسجد تعمیر کرائی جو اب تک قائم ہے آپ بڑی سختی کے ساتھ عاملِ شریعت تھے۔ حضرت میاں میرؒ کے ساتھ مسئلہ وحدت وجود پر آپ کی بحث ہوتی رہتی آپ جہاں جاتے بادشاہِ وقت خود چل کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ لاہور میں ۹ برس تک اہالیِ شہر آپ سے فیض اٹھاتے رہے۔ آخر آپ نے ۱۰۵۲ھ مطابق ۱۶۴۲ء میں بعہدِ شاہ جہاں داعیِ اجل کو لبیک کہا آپ کا مزار اب بھی زیارت گاہِ خلق ہے۔ مولوی حاکم علی صاحب ایم۔ اے مرحوم سابق پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور جو سکھ سے مسلمان ہوئے تھے حضرت ایشاں ہی کی خانقاہ میں مقیم تھے میں "بیٹے کا حصہ" لے کر تقریظ لکھوانے کے لیے وہیں ان سے ملا تھا۔ مشفقی ڈاکٹر اکرام الدین صاحب کے موتی کا مدفن بھی اسی جگہ ہے۔ آپ قطب العالمؒ سے ۱۴۲ سال بعد فوت ہوئے۔

Marfat.com

شاہ چراغ

آپ کا اصل نام عبدالرزاق ہے آپ بہاول پور کے موضع اُچ کے رہنے والے اور شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی اولاد سے ہیں۔ شاہجہان کے عہد میں مشہور اور ۱۰۶۸ھ مطابق ۱۶۵۷ء میں فوت ہوئے۔ روضہ اورنگ زیب عالمگیر کے حکم سے تعمیر ہوا۔ یہاں ایک محلّہ آباد تھا جو لنگر خاں کے نام سے موسوم تھا۔ یہ لنگر خان شاہ چراغ کا مرید تھا۔ روضہ کے مغرب کی طرف جو مسجد حال ہی میں حکومت نے خالی کر کے دی ہے وہ محمد شاہ بادشاہ کے ناظم لاہور نواب خان بہادر خاں کی تعمیر کردہ ہے جو اس نے اپنی ماں کی وصیت کے مطابق مرحومہ کے زیور بیچ کر بنوائی تھی۔ یہ مسجد روضہ مذکور سے ساٹھ سال بعد بنی۔ بانیہ کی قبر بھی پاس ہی وَن کے درخت کے نیچے ہے۔ یہ روضہ اور مسجد بڑے ڈاکخانہ کے جنوب اور ہائی کورٹ کے مغرب کی طرف ہے آپ نے قطب العالمؒ سے ۱۵۸ سال بعد وفات پائی۔

شیخ میاں وڈھہؒ

نام نامی محمد اسماعیل بن فتح اللہ بن عبداللہ بن سرفراز خاں قوم کھوکھر متوطن موضع ٹرگراں علاقہ پوٹھوہار۔ ۹۹۵ھ مطابق ۱۵۸۶ء میں بعہد جلال الدین اکبر بادشاہ پیدا ہوئے۔ مخدوم عبدالکریم سے جو لنگر مخدوم (برلبِ چناب) کے رہنے والے تھے خرقۂ خلافت سہروردیہ حاصل کیا جو آٹھ واسطوں سے سید جلال الدین مخدوم جہانیاںؒ مرید شیخ رکن الدینؒ ملتانی تک پہنچا ہے اکبر ہی کے عہد میں آپ نے محلّہ تیل واڑہ میں در ۱۰۰۸ھ مطابق ۱۵۹۹ء ایک مسجد بنائی اور عالی شان مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ درس کے اخراجات کے لیے حضرت عالمگیرؒ غازی نے سات چاہ بمعہ اراضی مزروعہ عطا کیے۔ رنجیت سنگھ کے بہت سے سردار اس مدرسہ سے دلچسپی رکھتے تھے۔ اس لیے یہ سکھا شاہی میں بھی جاری رہا۔ درس کا سلسلہ میاں سلطان کی رکھ جلّو سے دی ہوئی آمد سے ابھی تک جاری ہے۔ نابینا اور غریب طلبا مفت تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ آپ کا روضہ شالامار باغ سے جنوب کی طرف ایک میل کے فاصلے پر ہے۔

شاہ محمد غوثؒ

قادری بن سید حسنؒ پشاور کے رہنے والے تھے اور محمد شاہ کے عہد میں لاہور میں آ بسے جہاں بہت سے لوگ آپ کے مرید بن گئے۔ آپ پیر دستگیر قدس سرہ کی اولاد سے ہیں۔ اور دہلی سے پشاور تک لوگ

Marfat.com

ان کی عزت کرتے ہیں آپ رسالہ غوثیہ کے مصنف ہیں جس میں حضرت میانمیرؒ اور دیگر اولیا کے حالات درج ہیں۔ آپ ۱۱۵۲ھ مطابق ۱۷۳۹ء میں جاں بحق تسلیم ہوئے اور دہلی دروازہ سے باہر باغ میں دفنائے گئے۔ کہتے ہیں کہ کنور نونہال سنگھ نے مسٹر الرڈ کو حکم دیا کہ شہر کے گرد جتنی عمارتیں ہیں سب صاف کرا دو۔ مزار شاہ محمد غوثؒ بھی اس حکم کے مطابق گرایا جانا تھا۔ مسلمانوں نے اس کے خلاف درخواست کی مگر کچھ شنوائی نہ ہوئی۔ جس رات کے اگلے دن مزار منہدم ہونا تھا اسی رات مہاراجہ کھڑک سنگھ مر گیا۔ نونہال سنگھ باپ کو جلا کر واپس آ رہا تھا کہ حضوری باغ کے دروازے کا ایک حصہ اس پر گر پڑا اور وہ اپنے ساتھی ادھم سنگھ پسر راجہ گلاب سنگھ سمیت دب کر ٹھنڈا ہو گیا اور خانقاہ انہدام سے بچ گئی روضہ کے ساتھ جنوب کی طرف جو مسجد ہے وہ غلام نبی کی بنائی ہوئی ہے۔ آپ قطب العالمؒ سے ۲۴۲ سال بعد فوت ہوئے۔

شیخ حامد قادریؒ

بن حسن راجپوت شاگرد مولوی تیمور اپنے وقت کے جید علما میں سے تھے۔ ۱۰۷۱ھ مطابق ۱۶۶۰ء میں میاں وڈھؒ کی وفات سے ۱۴ برس بعد لاہور میں پیدا ہوئے اور ۱۱۶۶ھ مطابق ۱۷۵۲ء میں یہیں وفات پائی۔ ملفوظات اور حرمتِ حقہ آپ کی دو کتابیں نایاب ہیں۔ آپ مقبرۂ نواب ابوالحسن آصف خاں شاہ جہان کے کارخانۂ عبادت کے مہتمم تھے اور لاکھوں روپیہ کے سالانہ مصارف آپ ہی کے ہاتھ سے ہوتے تھے۔ آپ کا مزار خانقاہ میاں وڈھ سے کچھ فاصلہ پر مغرب کی طرف باغبانپورہ سے اس طرف ریلوے کارخانوں کے درمیان سڑک سے دو سو قدم کے فاصلہ پر جانب مغرب ایک وسیع احاطہ میں ہے مغرب کی طرف مختصر سی مسجد ہے جو قاری صاحب موصوف نے ۱۱۴۱ھ مطابق ۱۷۲۸ء میں بعہدِ نصیر الدین محمد شاہ بادشاہ بنوائی تھی۔ اس کی تعمیر سے ۲۵ برس بعد آپ بعہد احمد شاہ (تیموری درانی) جاں بحق تسلیم ہوئے یعنی قطب العالمؒ سے ۲۵۶ سال بعد حافظ جان محمد قاری آپ کی خانقاہ کے مدرسوں میں سے تھے۔ قطب العالمؒ سے ۱۳۴ سال بعد مسجد وزیر خاں بنی۔ مقبرۂ جہانگیر ۱۲۷ سال بعد تعمیر ہوا۔ شالامار باغ ۱۴۴ سال بعد معرضِ وجود میں آیا۔ شاہی مسجد ۱۷۴ سال بعد سنہری مسجد ۲۵۷ برس بعد وجود پذیر ہوئی۔

درگاہوں کے چشم دید حالات

کاتب صاحب نے مضمون نقل کرنے کے بعد اطلاع دی، کہ بزرگانِ دین کے متعلق مزید مضمون

Marfat.com

کی گنجائش ہے خیال آیا کہ حضرت داتاؒ صاحب، حضرت میاں میرؒ صاحب اور میاں وڈھؒ صاحب کی درگاہوں کی زیارت کر کے اگر کچھ مزید باتیں قابلِ اندراج معلوم ہوں تو انھیں تحریر کیا جائے چنانچہ ۱۱ ذوالحجہ ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۳ فروری ۱۹۳۸ء اور اس سے اگلے دن ان درگاہوں پر حاضر ہوا۔ اور مندرجہ ذیل باتیں معلوم کیں:

۱۔ درگاہ حضرت داتا گنج بخشؒ

درگاہ کے بیرونی شرقی بلند دروازہ پر یہ کتبہ نصب ہے ؎

چوں بنا شد از غلامانِ رسول ﷺ مسجد بر آستانِ گنج بخشؒ
خواستم سالِ بنائش ناگہاں ہاتفے از عاکفانِ گنج بخشؒ
گردن از سجدہ بروں آورد گفت سجدہ گاہِ زائران گنج بخشؒ

۱۳۴۳-۳ ۱۳۳۹ دین محمد کاتب

اندر داخل ہو کر شمال کی طرف جاتے ہی بائیں طرف دروازۂ مسجد ہے اس میں ڈاکٹر اقبال کی موزوں کردہ تاریخ نصب ہے:-

سالِ بنائے حرمِ مومناں خواہ زجبریل و زہاتف مجو
چشم بہ اَلْمَسْجِدُ الْاَقْصٰی فَگن اَلَّذِیْ بَارَکْنَا، ہم بگو

عبدالمجید ایمن آبادی کاتب

اس سے آگے چلیں تو بائیں ہاتھ پہلا سنگ مرمری مزار چودھری غلام رسول بانیٔ مسجد کا ہے باری تعالیٰ کے ۹۹ نام تعویذ کی زینت بنے ہیں اور تاریخ وفات ۱۳۴۳ھ دی ہے یعنی تعمیر مسجد کے تین سال بعد۔ اس کے ساتھ ہی مشرق کی طرف ایک اور مزار ہے۔ نام سید عمر شاہ المعروف حضوری شاہ تحریر ہے اس سے آگے بڑھیں تو دائیں طرف حجرہ کے مقفل دروازے پر لکھا ہے:- حجرۂ اعتکاف حضرت خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمتہ:-'' اس کے مغرب کی طرف ایک بلند پختہ قبر ہے صاحب قبر کا نام معلوم نہیں۔ شاہ اکبر کے ساختہ دروازے توسیعِ مسجد کی نذر ہو گئے ہیں اور میر مومن خاں کی قبر بھی جس کی نشانی کے طور پر صحن مسجد میں اس دروازے کے سامنے جو حجرۂ خواجہ اجمیری سے مغرب کو ہے سفید پتھر لگا دیا گیا ہے اور اس سے آگے جنوب کی طرف ایک حاشیہ بردار سنگ مرمر نصب ہے۔ یہ قدیم مسجد کے محراب کی یادگار ہے جو موجودہ مسجد کا صحن

Marfat.com

شمالاً جنوباً ۱۹۔ اور شرقاً غرباً ۱۱ اقدم ہے یعنی قریباً ۲۴۳ مرلے درونِ مسجد (مسقف جگہ) کی پیمائش نہیں کی۔ یہ بھی کافی وسیع ہے۔ اس مسجد پر بانیِ مسجد کی گرہ سے پونے دو لاکھ روپیہ نکلا مگر جانچ والے کہتے ہیں کہ لگا ایک لاکھ ہی ہوگا۔ درگاہ کے جنوبی اور مشرقی دالان محمد بخش صاحب دال گر نے بنوائے تھے ان کا مزار احاطۂ درگاہ میں جنوبی طرف ہے۔ ان کے دائیں پہلوان کے والد چراغ الدین صاحب آسودہ ہیں دونوں کا سالِ رحلت ۱۳۳۱ھ کندہ ہے بائیں طرف مہر جھنڈو کی قبر ہے جو ۱۳۳۷ھ میں فوت ہوئے تھے۔ احاطہ میں شمال کی طرف نواب امام الدین صاحب سکھوں کے گورنر کشمیر (جو ملتان کی لڑائی میں برطانیہ کی طرف سے لڑے تھے) کی قبر ہے سالِ وفات ۱۲۷۵ھ۔ اس سے مشرق کی طرف علی الترتیب کنیز فاطمہ اور اہلیہ محمد حسین کی قبور ہیں اور مغرب کی سمت شیخ فیروزالدین صاحب ۱۲۹۹ھ کی۔ جن کی دختر نے درگاہ کا شمالی دالان ۱۳۳۶ھ میں تعمیر کرایا تھا۔ احاطہ درگاہ کے شمال مغربی گوشے میں دو اور سنگ مرمریں قبریں محمد صدیق اور شیخ محمد امین سوداگر کی ہیں۔ داتا صاحبؒ کے احاطہ مزار کے باہر مشرق کی طرف مجاورانِ درگاہ کے جدِّ اعلیٰ شیخ ہندی ۷ ۱۳۴ھ کا مزار ہے جو پہلے ہندو راہب تھے رائے راجو نامی جو حضرت کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام اور مرید ہوئے ساتھ ہی مشرق کی طرف ان کے بیٹے کا مزار ہے اور پائنتی پوتے کا پھر اور نیچے اور گرد و پیش ان کی اولاد کے۔ مجاوروں کے ۴۰-۴۵ گھر ہیں۔ گرد و پیش زمین درگاہ ہی کے متعلق ہے اور مغرب کی طرف ایک چاہ آبپاشی مع چند کنال زمین مزروعہ کے ہے سربرآوردہ مجاوروں کے نام محمد حیات، غلامِ حیدر، شیخ بڈھا اور مولوی غلام محمد مرحوم ہیں موخرالذکر نے حالات بتانے میں میری مدد کی ہے۔ جزاہ اللہ تعالیٰ۔ درگاہ کے باہر باقاعدہ ایک بازار ہے درگاہ کا احاطہ مسجد سمیت میرے حساب کے مطابق اندازاً ۶ کنال میں ہوگا۔ زمین قریباً مربع ہی ہے، ۳۳×۳۳ قدم۔

۲۔ درگاہ میاں میرؒ

خانقاہ کو چاردیواری محیط ہے۔ احاطہ بڑا وسیع ہے۔ داخلہ کے لیے جنوب کی طرف دو دروازے[1] ہیں اور شمال کی طرف بھی دو۔ جنوبی طرف پاس ہی دکانیں ہیں جن میں بتاشے، الائچی دانے اور شربت وغیرہ فروخت ہوتے ہیں۔ ہم اسی طرف سے داخل ہوئے۔ روضہ کو عین وسط میں پایا۔ چھ سنگ مرمری سیڑھیاں اوپر پہنچاتی ہیں۔ اس کا چبوترہ میرے قدموں کی پیمائش کے مطابق ہر طرف قریباً ۱۰۱/۳ قدم ہے

[1] ان جنوبی دونوں دروازوں کے مابین دیوارِ احاطہ کے ساتھ ساتھ باہر کی جانب بہت سے پختہ مزارات بنے ہوئے ہیں۔

Marfat.com

یعنی قریباً ۱۲ مرلے اس سے نصف رقبہ پر روضہ ہے جس کی دیواریں سوا پانچ پانچ قدم طویل ہیں۔ چبوترہ کے شمالی اور جنوبی کونے سے سترہ سترہ قدم پر احاطہ کی دیواریں ہیں۔ پنج گنبدی مسجد مغرب کی طرف دس قدم پر ہے جو شمالاً جنوباً ۱۶ اور شرقاً غرباً ۱۰ قدم ہے جس کا رقبہ دیواروں سمیت روضہ جتنا ہی ہوگا یعنی ۱۲ مرلے۔ وضو کے لیے سبیل شمال کی طرف ہے پاس ہی میٹھے پانی کا کنواں ہے۔ ہینڈ پمپ بھی لگا ہے۔ نمازِ ظہر باجماعت پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی احاطہ کی غربی اور جنوبی دیوار کے ساتھ حجرے ہیں اور مشرقی جانب سجادہ نشینوں اور عقیدت مندوں کی پختہ و خام قبریں۔ اکثر پر کتبے بھی لگے ہیں۔ سجادہ نشین صاحب کی جھرو کے دار نشست گاہ اور زائرین و زائرات کے لیے الگ الگ حجرے لکھ کر نمایاں کیے گئے ہیں۔ ٹیلی فون بھی لگا ہے۔ پیر سید علی شاہ گیلانی سجادہ نشین و متولی اچھے ٹھاٹھ سے رہتے ہیں۔ موٹر، تانگہ، منشی، نوکر چاکر سب کچھ بزرگ کے طفیل موجود ہے۔ آمد و خرچ کا حساب باقاعدہ رکھتے ہیں۔ خرچ کی مدّیں یہ ہیں: ۱۔ ذاتی ۲۔ خانگی ۳۔ تعمیر و مرمت ۴۔ مہمانان و درویشانِ درگاہ ۵۔ اخراجات احاطہ درگاہ ۶۔ متفرق اخراجات۔ معلوم ہوا زمین موقوفہ اب صرف ۶۴ بیگہ ہے۔ سجادہ نشین صاحب کا چڑھاوا کی وصولیوں میں حصہ مہینہ میں پندرہ دن ہے اور باقی دن دوسرے مجاور رشتہ داروں کے ہیں جن سے موضع میاں میر جو پاس ہی ریلوے سڑک کے پار مغرب کی طرف ہے آباد ہے۔ آپ خانقاہ کے باہر باغات لگوا رہے ہیں جو روضہ کی شان دوبالا کر دے گا۔ آپ تعمیر مکانات کے لیے تین چار روپیہ مرلہ سالانہ پر زمین لمبی میعاد کے لیے کرایہ پر دے رہے ہیں ذیل کا مضمون حضرتِ پابندؔ نے درج کرنے کے لیے دیا ہے۔

''حضرت میاں میرؒ سے جو روحانی گدیاں بنیں ان میں سے شاہ جمال نوریؔ قدس سرہٗ قریشی صدیقی کی گدی نہایت مشہور ہے۔ ان کا روضۂ مقدس بیرونی کھیالی دروازہ شہر گوجرانوالہ واقع ہے۔ یہ اپنے والدِ محترم حضرت مولانا مولوی محمد سعید قدس سرہٗ (مرید حضرت میاں میرؒ) کے مرید تھے۔ روضۂ حضرت نوری کے سجادہ نشین مولانا غلام جیلانی صاحب ہیں۔ آپ اپنے بزرگوار دادا کے بھائی حضرت مولانا مولوی محبوب عالم قدس سرہٗ کی حسب وصیت (جن کو ان کے بے شمار مرید ولی اللہ سمجھتے ہیں اور جن کی بے شمار کرامات مشہور ہیں) آپ کی جگہ گدی نشین ہوئے۔''

Marfat.com

نادرہ بیگم

یہ بی بی داراشکوہ بن شاہ جہان بادشاہ کی بیوی تھی۔ مزار ایک عظیم الشان اجڑی ہوئی بارہ دری میں جو احاطہ درگاہ حضرت میاں میرؒ کے باہر مشرق کی طرف واقع ہے گرد نشیب زمین ہے۔ پُل کے آخری محراب نے ٹوٹ کر راہ منقطع کردی ہے۔ میں نے ایک اڈے پر پاؤں رکھ کر مزار کی خستہ حالی کو ایک نظر دیکھا اور دنیا کی ناپائیداری پر افسوس کیا اس کے بعد سجادہ نشین صاحب کے مکان پر گیا اور چائے سے گرم ہو کر واپس ہوا۔

مزار حکیم فقیر محمد چشتیؒ

آپ کا پختہ مزار حضرت میاں میرؒ صاحب کی درگاہ کے احاطہ کی جنوبی دیوار کے ساتھ باہر کی جانب ہے۔ فخر الاطباء حکیم فقیر محمد صاحب چشتی نظامی امرتسری علیہ الرحمتہ شیخ المشائخ حضرت میاں علی محمد صاحب ہوشیار پوری کے مرید رشید تھے اور اپنے زمانے کے طبیب بے مثال اور عارف باکمال تھے۔ آپ کے لوحِ مزار پر راقم (نامی) کی یہ تاریخ کندہ ہے ؎

رفت از جہاں فقیرِ محمد کہ بے گماں ۔۔۔ در ہر دو علم ماہر و دھاج آمدہ

گر گینہ پوش ماند مثالِ عمرؓ بعمر ۔۔۔ در دستش ارچہ سندس و دیباج آمدہ

شیخ المعالجات کہ بُد عارفِ اللہ ۔۔۔ ہر گامِ او بجادۂ منہاج آمدہ

تاریخِ رحلتش بدل نامیِ حزیں

''فوتِ نجیب درشبِ معراج۔'' آمدہ (اضافہ طبع ثانی)

۳۔ درگاہ میاں وڈہ صاحبؒ

احاطہ کا دروازہ شمال کی طرف ہے کتبہ منجانب حاجی محمد خلیل مرحوم ۱۳۳۱ھ کا نصب ہے جس میں تاریخ درس دی ہے۔ اب مرحوم کے صاحبزادے محمد نذیر احمد متولی ہیں جو میاں وڈہ کے بھائی ابوصالح کی اولاد سے ہیں درویشوں کی تعداد اسّی کے قریب اور درگاہ کے متعلق قریباً چار سو بیگہ زمین بتاتے ہیں۔ متولی صاحب کی نشست گاہ سے آگے ایک اور میدان سا آتا ہے جس کے مغرب کی طرف ایک بہت عمدہ پختہ بارہ دری ہے۔ اس کے ایک تاریک حجرہ میں ایک بڑا اونچا مزار ہے جس پر غلاف پڑا ہوا ہے۔ یہ میاں وڈہؒ

Marfat.com

صاحب کے بھائی کی اولاد سے کسی بزرگ کا ہے۔

۴۔ درگاہ موج دریا بخاریؒ

۲۸ فروری ۱۹۳۷ء کو زیارت کی ۔ عالیشان قبہ میں گیارہ قبریں ہیں ۔بجلی سعادت علی خاں صاحب نے ۱۳۴۶ھ سے لگوادی ہے۔مشرق کی طرف ایک چھوٹی سی مسجد ہے احاطہ سے باہرلوہاروں کی بھٹیاں ہیں۔صرف ۵ کنال کے قریب زمین ہے اسے سجادہ نشین سردار شاہ صاحب اولادِ بزرگ میں ناقابلِ تقسیم بتاتے ہیں اور غضنفر علی صاحب اس کے خلاف کہتے ہیں۔سجادہ نشین صاحب کا مکان اسی زمین میں ہے۔یہ صاحبان بزرگ کی بیٹی کی اولاد ہیں۔بٹالہ والی جائیداد بیٹی کی اولاد کے قبضہ میں ہے۔درگاہ کی حالت اچھی نہیں۔متعلقہ زمین اولاد کی غفلت کی وجہ سے نزولِ سرکار قرار پا کر نیلام ہو چکی ہے۔اللہ رحم کرے۔

لاہور کے دیگر مشہور مقابر و مساجد کا نقشہ

نام عمارت	نام بانی بمعہ سالِ بنا	محل وقوع
۱۔ مقبرہ جہانگیر بادشاہ جو دس سال میں دس لاکھ روپیہ سے بنا۔	شاہ جہاں بادشاہ ۱۰۳۷ھ مطابق ۱۶۲۷ء	لاہور سے تین میل جانب شمال مغرب
۲۔ مقبرہ آصف جاہ برادر نور جہاں اور والد تاج محل	شاہ جہاں بادشاہ ۱۰۵۴ھ مطابق ۱۶۳۴ء ۳ سال میں ۴ لاکھ روپیہ صرف ہوا	مقبرہ جہانگیر سے مغرب کی طرف سرائے جہانگیر سے متصل
۳۔ مقبرہ نور جہاں بیگم[۱] المتوفیہ ۱۰۵۵ھ مطابق ۱۶۳۸ء بعمر ۷۲ سال	نور جہاں نے خود اسے اپنی زندگی میں بنوایا تھا	آصف جاہ کے مقبرہ سے جنوب مغرب کی طرف
۴۔ بارہ دری مرزا کامران بن بابر بادشاہ	مرزا کامران کی یہ بارہ دری تباہ کار راوی کا سو سال سے مقابلہ کر رہی ہے	راوی کی ریلوے پُل سے جنوب کی طرف
۵۔ بادشاہی مسجد۔ اس پر ۶ لاکھ روپیہ سے زیادہ خرچ ہوا۔	ابوظفر محی الدین محمد عالمگیر بادشاہ غازی ۱۰۸۴ھ مطابق ۱۶۷۳ء	قلعہ لاہور اور حضوری باغ سے جانب مغرب اس باغ میں جو بارہ دری ہے وہ رنجیت سنگھ نے زیبندہ بیگم اور شاہ اشرف کے مقابر کے سنگ مرمر اکھاڑ کر ۱۸۱۵ء میں بنوائی تھی۔

[۱] دربار امرتسر کی زیبائش بہت کچھ اسی مقبرہ سے اتارے ہوئے سنگ مرمر کی شرمندۂ احسان ہے۔

Marfat.com

نام عمارت	نام بانی بمعہ سالِ بنا	محل وقوع
۶۔ مزار صابر شاہؒ پیر احمد شاہ درانی	شاہ نواز خاں صوبیدار لاہور نے انھیں ۱۱۶۱ھ میں قتل کرادیا اس پر احمد شاہ نے پہلا حملہ کیا۔	بادشاہی مسجد سے مغرب کی طرف
۷۔ بیگم شاہی مسجد	مریم زمانی دختر راجہ بہاری مل خواہر راجہ بھگوان داس مادر جہانگیر ۱۰۲۳ھ مطابق ۱۶۱۴ء	اندرون مستی دروازہ
۸۔ گلابی باغ کا دروازہ	مرزا سلطان بیگ دختر شاہجہان کے شوہر کا قریبی	لاہور اور شالامار کے درمیان سڑک کے شمالی طرف ۱۰۶۶ھ مطابق ۱۶۵۵ء
۹۔ شالامار باغ[۱] ۸۰ گھماؤں میں بنا ہے۔ ۱۲۰۰×۸۰۰ قدم	شاہجہان بادشاہ تاریخ نمونۂ خلدِ بریں ۱۰۴۷ھ مطابق ۱۶۳۷ء	لاہور سے شمال مشرق کی طرف ۳ میل اس میں ۴۵۰ فوارے ہیں۔
۱۰۔ مادھولال حسین کا مقبرہ	مادھو جو برہمن سے مسلمان ہوا۔ اور جس کی قبر پاس ہی ہے۔ ۱۰۰۸ھ مطابق ۱۵۹۹ء	موضع باغبانپورہ سے شمال کی طرف
۱۱۔ مقبرہ نواب میاں خالد ولد نواب سعداللہ خاں وزیراعظم شاہجہان بادشاہ (المشہور مشکی دامحل)	بعداز ۱۰۸۲ھ مطابق ۱۶۷۱ء	موضع بھوگیوال سے مغرب کی طرف
۱۲۔ مقبرہ علی مردان شاہجہانی انجینئر نہر	بعداز ۱۰۶۸ھ مطابق ۱۶۵۷ء	گلابی باغ کے بالمقابل ریلوے جنرل سٹور اور لوکو ورکشاپ کے مابین
۱۳۔ مسجد دائی آنگہ (زیب النسا) شاہجہان کی دایہ	دائی آنگہ ۱۰۴۵ھ مطابق ۱۶۳۵ء	متصل ریلوے اسٹیشن لاہور
۱۴۔ مقبرہ مولوی نظام الدین المشہور پیر موبکہ	۱۱۱۷ھ مطابق ۱۷۰۵ء کے بعد	گڑھی شاہو کے مغرب کی طرف لاہور میاں میرؒ سڑک پر

[۱] یہ باغ ۶ لاکھ کی لاگت سے صرف ڈیڑھ سال میں تیار کیا گیا۔

Marfat.com

نام عمارت	نام بانی بمعہ سالِ بنا	محل وقوع
۱۵۔ مقبرہ نواب بہادر خاں ۔ یہاں پہلے لاہور کا محلہ گنج آباد تھا	بعداز ۱۰۱۰ھ مطابق ۱۶۰۱ء	امرتسر ریلوے لائن کے شمال کی طرف نصرت خاں کے مقبرہ کے پاس
۱۶۔ مقبرہ نصرت خاں ۔ جس کے پاس کی مسجد اور چاہ بھی گرایا جا چکا ہے عرصہ سے	اورنگ زیب بادشاہ ۱۰۷۰ھ مطابق ۱۶۵۹ء	یہ مقبرہ اب ریلوے کیرج شاپ کے اندر واقع ہے اور اس میں گارڈ متولی ہے
۱۷۔ مقبرہ سید جان محمد حضوری جس میں ان کے بیٹے سرور دین کی بھی قبر ہے اور دوسرے گنبد میں محمود حضوری اور پسر من شاہ نور الدین کی ۔	بعداز ۱۱۲۰ھ مطابق ۱۷۰۸ء	گڑھی شاہ کے مغرب کی طرف سڑک میاں میر پر
۱۸۔ مقبرہ انارکلی[1] (نادرہ بیگم اشرف النسا)	مجنوں سلیم اکبر ۱۰۲۴ھ مطابق ۱۶۱۵ء	لاہور سے جنوب کی طرف لاٹ صاحب کے دفتر کے قریب ۔
۱۹۔ بارہ دری نواب وزیر خاں	نواب وزیر خاں بعداز ۱۰۴۴ھ مطابق ۱۶۳۴ء	اب یہ پنجاب پبلک لائبریری سے موسوم ہے متصل عجائب گھر
۲۰۔ چوبرجی دروازۂ باغ جہاں آرا بیگم بنت شاہجہان	زیبہ (بیگم دوراں جہاں آرا) ۱۰۵۶ھ مطابق ۱۶۴۶ء باہتمام کنیزش میاں بائی	لاہور سے ڈیڑھ میل جانب جنوب مغرب سڑک ملتان
۲۱۔ مقبرہ زیب النسا ۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہاں کوئی اور شخص مدفون ہے ۔ زیب النسا کا مقبرہ دہلی میں تھا (سرسیّد)	بعداز ۱۰۸۰ھ مطابق ۱۶۹۹ء	موضع نواں کوٹ میں چوبرجی سے نصف میل آگے
۲۲۔ نیلا گنبد جس میں شیخ عبدالرزاق مکی سبزواری کی قبر ہے عہدِ ہمایوں میں فوت ہوئے	پہلے قبر بغیر گنبد کے تھی بعد میں متولی کو شاہ موج دریا بخاری نے خواب میں گنبد بنانے کو کہا ۔ تب یہ گنبد تیار کیا گیا	انارکلی بازار میں پاس ہی مسجد نیلا گنبد مشہور ہے

[1] اگر جہانگیر نے یہ مقبرہ بنوایا ہوتا تو ضرور تزک جہانگیری یا کسی اور کتاب میں اس کا ذکر ہوتا ۔ یہ کوئی اور ہی مجنوں سلیم اکبر تھا کہ جس کی یہ معشوقہ تھی ۔

Marfat.com

نام عمارت	نام بانی بمعہ سالِ بِنا	محل وقوع
۲۳۔ نقیباں والی مسجد	شیخ محمد داصل درباری بہادر شاہ بن عالمگیر بعض مورخین اس کے فن تعمیر سے اندازہ لگا کر اسے لودھی فرمانرواؤں کے عہد کی بتاتے ہیں۔	قلعہ گوجر سنگھ ٹھٹھی خاکروباں میں جانب جنوب مغرب خانقاہِ حضرت عبدالجلیلؒ
۲۴۔ مسجد وزیر خاں جو والدۂ نامی کی ہمشیرہ خالہ زاد کے فرزند کی تولیت میں ہے	۱۰۴۴ھ مطابق ۱۶۳۴ء نواب وزیر خان	اندرون دہلی دروازہ
۲۵۔ روضۂ سید صوفؒ ہمعصر سید اسحاق میراں بادشاہ	۱۲۶۸ھ مطابق ۱۸۵۲ء سن ۱۹۰۸ محمد سلطان ٹھیکیدار بحکم ڈپٹی کمشنر	مسجد وزیرخاں کے سامنے جانب مشرق
۲۶۔ سنہری مسجد بعہد محمد شاہ بادشاہ	نواب سید بھکاری خاں ۱۱۶۷ھ مطابق ۱۷۵۴ء	ڈبی بازار لاہور میں
۲۷۔ مسجد محمد صالح برادر شیخ عنایت اللہ مؤلف بہار دانش	۱۰۷۰ھ مطابق ۱۶۵۹ء محمد صالح	موچی دروازہ میں داخل ہوتے ہی سامنے ہے
۲۸۔ مسجد چینیاں والی	نواب سرفراز خاں فوجدار لاہور بعہد عالمگیر ۱۰۵۲ھ مطابق ۱۶۷۱ء	محلّہ چابک سواراں
۲۹۔ نیویں مسجد جو بازار سے ایک منزل نیچے ہے	ذوالفقار خاں لودھیوں کے عہد میں۔	چوک متی اندرون شاہ عالمی دروازہ
۳۰۔ مسجد پری محل غالباً اس کی جگہ بڑی مسجد تعمیر ہوئی ہے	نواب وزیر خاں	اندرون شاہ عالمی دروازہ
۳۱۔ خانقاہ ملک ایاز بانی ثانی لاہور	پانچویں صدی ہجری میں۔	رنگ محل کے پاس ڈبی بازار کے قریب
۳۲۔ اُچی مسجد (ماشکی کی مسجد)	بعہدِ اکبر۔ پھر ۱۲۹۹ھ مطابق ۱۸۵۱ء میں مرمت ہوئی	اندرون بھاٹی دروازہ

Marfat.com

مزار حضرت شیخ بہاؤالدینؒ فرزند ثانی حضرت عبدالجلیلؒ بہ بلندی بپڑیاؤں متصل ننکانہ صاحب ضلع شیخوپورہ

Marfat.com

Marfat.com

نام عمارت	نام بانی بمعہ سالِ بنا	محل وقوع
۳۳۔ مسجد ٹبی بازار لاہور	غلام مہدی خاں بعہد شاہجہاں	اچی مسجد سے آگے پرانی تحصیل کے شمال کی طرف اندرون ٹکسالی دروازہ
۳۴۔ بدرالدین شاہ عالم کا سبز گنبد	سعد اللہ خاں وزیر شاہ جہان	صدر تحصیل کے شمال کی طرف اندرون ٹکسالی دروازہ
۳۵۔ مسجد عبداللہ خاں ٹیکسالی والی مسجد	عبداللہ خاں نائب فدائی خاں برادر رضاعی عالمگیر	ٹکسالی دروازہ کے بالکل قریب
۳۶۔ مسجد چنگڑ محلہ تعمیر ثانی جدید	ممبران حزب الاحناف	اندرونی دہلی دروازہ جانب جنوب
۳۷۔ مسجد وزیر خاں کانسی کے کام کی۔	وزیر خاں بعہد شاہجہاں	بازار سمیاں متصل ٹکسالی دروازہ اس کے پاس وزیر خاں کے محلات تھے اور یہاں مستورات نماز پڑھا کرتی تھیں۔
۳۸۔ مسجد کریم بخش	کریم بخش ٹھیکیدار ۱۳۰۳ھ مطابق ۱۸۸۵ء	پانی والے تالاب کے مغرب کی طرف
۳۹۔ مسجد سردار خاں	سردار خاں نمبردار مزنگ	مزنگ سے مغرب کی طرف
۴۰۔ مسجد ملا مجید	ملا مجید ۱۲۴۵ھ مطابق ۱۸۲۹ء	اندرون محلہ چلہ بی بیاں متصل مکان نامی

حالاتِ برادرانِ شیخ عبدالجلیلؒ

شیخ جمال الدین ابوبکر ابوالفتحؒ

آپ حضرت عبدالجلیلؒ کے بھائی ہیں آپ نے ہی اپنے اخ معظم حضرت قطب العالمؒ کے حالات میں کتاب تذکرۂ قطبیہ تحریر کی۔ جو کچھ آپ نے شروع کتاب میں سبب تالیف درج کیا ہے وہ تبرکا انہی کے الفاظ میں بزبان فارسی درج کرتا ہوں:

Marfat.com

''میگوید داعیِ کافہ اہل اسلام جمال الدین ابوبکر شیخ ابوالفتح حارثی الہاشمی القریشی الہنکاری کہ چوں ایں فقیر را خلافتِ ظاہری و باطنی بہ خدمتِ برادرِ خود حضرت سلطان العاشقین قطب العالمین شیخ عبدالجلیل معروف شیخ چوہڑ حارثی القریشی الہنکاری آلِ رسول اللہ ﷺ الہاشمی بود مدتے در خدمت آں یگانۂ روزگار بسرمی بُردم ودقائقِ حقائق از وفہم کردم واز کرامات وتصرفاتِ اوشمۂ بروئے قلم آوردم تانقاب کشائے قلوب طالبان باشد و نیز چنانچہ شیخ اولیا شیخ فریدالملّت والدّین والشرع می نوید کہ زہے طالع آں مرید کہ خواص اخلاص آثار پیر خود برقم ثبت نماید۔ بداں کہ آں مشائخ معتبر خلقے عجیب وروشے غریب داشت وہیچ ساعتے و لیل و نہار بے دوست قیام نمی نمود ہر جا کہ بود با او بود

درو دیوار چو آئینہ شد از کثرتِ شوق ہر کجا می نگرم روئے تُرامی بینم

بیعتِ شیخ

شیخ ابوبکر لکھتے ہیں کہ راقم الحروف دعا گوئے کافۂ اہل اسلام کے اس سلطان الاولیا قطب العالم کی بیعت سے مشرف ہونے کا یہ باعث ہوا کہ ایک دن آپ کی خدمت میں بڑے بڑے اکابر یعنی شیخ لدھا کمبو، شیخ مولا نجار، شیخ جلال الدین گوجر حاضر تھے کہ مجھے دولتِ پابوسی حاصل ہوئی۔ کشف وکرامات کا سلسلہ چھڑا۔ اہرن یعنی سندان پاس پڑی ہوئی تھی۔ آپ نے انگلی ماری تو وہ مانند موم کے ہوگئی۔ بعد اس کے فرمایا کہ ''کرامت اس کو کہتے ہیں کہ جو عقل میں نہ سمائے پس یہ سہل امر ہے۔'' مگر میرے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ اہل نجوم کے قواعد میں بھی سال میں ایک گھڑی ایسی آتی ہے جس میں لوہا موم کی طرح ہوجاتا ہے۔ میں توجب مانوں اوران کے ہاتھ پر بیعت کروں کہ یہ خشک لکڑی جو میرے ہاتھ میں ہے ان کی نظر کے تصرّف سے چند انگل بڑھ جائے۔ حضرت بندگیؒ نے متبسم ہوکر فرمایا کہ وہ قادر جس کی قدرت سے مردے زندہ ہوجاتے ہیں اس کے آگے کچھ مشکل نہیں ہے کہ اس خشک لکڑی کو بھی دراز کر دکھائے چنانچہ وہ لکڑی اسی وقت بڑھ گئی اور یہ خاکسار آپ کا حلقہ بگوش ہوگیا۔ آپ نے اپنے دست مبارک پر میری بیعت لے کر ظاہری اور باطنی خلافت سے شرف بخشا۔

شادی خانہ آبادی

شیخ ابوبکر لکھتے ہیں کہ حضرت عبدالجلیلؒ خود کام کر کے اپنی روزی پیدا کرتے اور کسی دوسرے کے

Marfat.com

گھر سے بہت کم کھاتے تھے یہاں تک کہ اگر غلّہ پاس ہوتا تو خود پیس لیتے اور دوسروں کو محنت میں نہ ڈالتے۔ ایک روز آپ اور آپ کی زوجہ سلطان زادی غلہ پیس رہے تھے کہ برخلافِ معمول سلطان داؤد بن سلطان سکندر لودھی اپنی پھوپھی سے ملنے آئے اور آپ کو حضرت قطب العالم کے ساتھ چکی پیستے دیکھ کر بڑے جوشِ غیرت میں بھر گئے اور جا کر سلطان سکندر کے بھائی بابک شاہ سے تمام ماجرا بیان کیا۔ سلطنت کے تزک واحتشام اور شاہی کی بُو سے ان کے دل میں شعلۂ غیرت بلند ہوا۔ انھوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ کسی طریق سے شیخ کو قتل کر کے اس ننگ اور بے عزّتی سے رہائی پائیں ہم ضرور کامیاب ہو جائیں گے کیونکہ ؎

دو دل یک شود بشکند کوہ را

آخر قرار پایا کہ شیخ کو خفیہ طور پر قتل کر دینا چاہیے دونوں تیار ہو کر واردِ خانقاہ ہوئے مگر آپ کو حجرہ میں موجود نہ پایا۔ دبے پاؤں ادھر ادھر پھرے مگر سراغ نہ ملا۔ مایوس ہو کر آپ کے گھر آئے اور کیا دیکھتے ہیں کہ ایک صفہ میں آپ کے سب اعضا الگ الگ پڑے ہیں اور ہر عضو ھُو کا ذکر کر رہا ہے۔ یہ مشاہدہ کر کے وہ بڑے حیران اور شرمندہ ہوئے اور اپنا سا منہ لے کر واپس لوٹے جب دوسرے گھر میں پہنچے تو آپ کو نماز میں مشغول پایا۔ یہ دیکھ کر وہ متعجب ہی نہیں ہوئے بلکہ ان پر سخت خوف طاری ہوا۔ اور الٹے پاؤں واپس پھرے۔ جب ایوان میں پہنچے تو پھر شیخ اور سلطان زادی کو غلہ پیستے دیکھا۔ اب داؤد شاہ اور بابک شاہ کو دم مارنے کی مجال نہ رہی اور ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ قطب العالمؒ نے آنکھ اٹھا کر دیکھا اور فرمایا ؎

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را　　　ہر زماں از غیب جانِ دیگر است

اس واقعہ کے بعد سلطان بابک شاہ نے داعیِ کافۂ اہل اسلام (یعنی برادرِ حقیقی و مشرف بخلافت ظاہر و باطنی شیخ موصوف) کو اپنی بیٹی نکاح میں دینے کی درخواست کی مگر یہ فقیر جو آزادگی اور تجرید کے ورطہ میں پابند تھا نکاح پر راضی نہ ہوا۔ کیونکہ کسی بزرگ نے کہا ہے ؎

مجردی بحقیقت عظیم سلطنت است　　　برسم خلق تن آزادہ خویش بند مساز
برائے یک دمِ شہوت کہ خاک برسرِ او　　　اسیرِ زن نتواں شد بسا لہائے دراز

جب یہ خبر بندگی قطب العالم عظمہ اللہ تعالیٰ کے گوش مبارک تک پہنچی تو فرمایا اے فرزندم ابوبکر آزادگیِ تن کی آزادگی نہیں ہے بلکہ آزادگی کے یہ معنی ہیں کہ ''تو دل کو غیر اللہ سے خالی رکھے'' ؎

Marfat.com

درونِ خلوتِ دل رازغیرِ دوست خالی کن   کہ سلطان در دروں می باشد وخیل وچشم بیروں

پھر ارشاد فرمایا کہ جا کر سرورِ کائنات ﷺ کی سنت کو بجالا کیونکہ اگر کوئی بہتے پانی میں نظر کرے تو وہ اس کی بے قراری کی وجہ سے محجوب رہتا ہے اور اگر اس کو ایک برتن میں ڈال دیں اور وہ ساکن ہو جائے تو اس میں اپنے آپ کو مشاہدہ کر سکتے ہیں پس انہی معانی پر غور کرنے سے اپنی تسکینِ ظاہری بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ جب یہ گفتار گوہر بار میں نے جناب کی زبان سے سنی تو مجبوراً کتخدائی منظور کر لی اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کو پورا کیا۔

حضرت قطب العالمؒ سے آخری رخصت

شیخ ابوبکرؒ تحریر فرماتے ہیں کہ حضور نے ایک دن مجھے بلا کر خرقۂ خلافت سے مشرف فرمایا اور حصار فیروز شاہ کی طرف جانے کا ارشاد فرماتے ہوئے چشم پُر آب ہو کر فرمایا کہ صدر المعارفؒ کی وفات کے وقت شیخ رکن الدینؒ موجود نہ تھے اور شیخ فرید الدینؒ کی رحلت کے وقت شیخ نظام الدینؒ حاضر نہ ہو سکے۔ اے میرے بھائی ابابکر مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تم بھی میرے سفرِ آخرت کے وقت موجود نہ ہو گے پس میں نے تم کو سپرد بخدا کیا اور پھر فرمایا ۔

توئی مقصود گر مشغول غیرم   توئی مطلوب گر نزدیک دیرم

پس شیخ برہانؒ کو قصبہ کا ہنوواںؒ کی طرف، شاہ ابوالخیر کو رسول کوٹ کی جانب اور شیخ خیر الدینؒ عرف کچھی کو پنڈی شہداد کی طرف رخصت فرمایا۔'' تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ سلطان سکندرؒ لودھی نے اپنا دار الخلافہ آگرہ کو مقرر کر لیا تھا۔ غالباً اس کے اس کے ساتھ ہی بعد ازاں شیخ ابوبکرؒ بھی آگرہ جا رہے اور وہیں عہد شیر شاہ سوری میں واصل بحق ہوئے۔ (شیر شاہ ۱۵۴۰ء سے ۱۵۴۵ء تک حکمران رہا)۔

مزار شیخ ابوبکرؒ

تذکرہ حمیدیہ میں یہ پڑھ کر کہ حضرت حاکمؒ کی اولاد میں سے ایک حضرت شیخ المشائخ شیخ ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ عالم و عامل و عارف گزرے ہیں اور ان کا مزار آگرہ کے محلہ جوگی پورہ میں مشہور ہے۔ میں بہت عرصہ ہوا زیارت کے لیے آگرہ گیا اور یکوں کے اڈے سے معلوم کر کے مجھے خوشی ہوئی کہ شہر سے دور ایک آبادی بنام جوگی پورہ موجود ہے غالباً ۴ر کرایہ دے کر میں وہاں پہنچا۔ اور حسب نشان مندرجۂ تذکرہ

Marfat.com

حمید یہ کہ مزار کے پاس ہی ایک میٹھے پانی کا کنواں ہے میں موقع پر پہنچ گیا مگر یہ دیکھ کر مجھے سخت رنج ہوا کہ مزار اور چاہ پر بھی ہندوؤں کا قبضہ ہو چکا ہے۔ سرخ پتھر کا تعویذ قبر پٹے ہوئے تہ خانہ کے پاس اصلی جگہ اور سمت سے الگ پڑا ہے اور تہ خانہ کے اوپر ہندو قابضین نے مدور نشست گاہ بنائی ہوئی ہے اور متعلقہ مسجد کو بیٹھک میں تبدیل کرلیا ہوا ہے۔ میں وہاں سے قلق بھرے دل سے فاتحہ پڑھ کر رخصت ہوا۔ شہر میں آکر آگرہ اخبار کے ایڈیٹر صاحب سے بھی ملا اور دریافت کیا کہ ہمارے بزرگ کے مزار پر ہندوؤں نے کس طرح قبضہ کیا۔ انھوں نے بتایا کہ مسلمانوں نے اس قبضہ کے خلاف قانونی چارہ جوئی کی تھی مگر ثابت نہیں کر سکتے تھے کہ یہ مزار جس بزرگ کا ہے وہ کون تھے اور کس زمانہ میں ہوئے لہٰذا ناکامی ہوئی۔ پھر ایک اخبار میں میرا مضمون متعلق شیخ ابوبکر شائع ہوا۔ اس کے بعد پتہ نہیں چلا کہ اس کا کیا اثر ہوا (وہی ہوا ہوگا جو لاہور میں مزار شیخ کاکو اور شہید گنج مسجد کے متعلق مضمون نویسی بلکہ مقدمہ بازی کا ہوا ہے) آہ ہماری غفلت کی وجہ سے کیسے کیسے تاریخی بزرگوں کے نشان مٹ گئے۔ ۲۴/اکتوبر ۱۹۳۶ء کو میں حافظ محمود خاں صاحب شیرانی کے مکان متصل میوہ منڈی لاہور پر حاضر ہوا۔ اور ان کے ہاں میں نے ایک کتاب ''اذکار ابرار'' مطبوعہ مطبع مفید عام آگرہ دیکھی جو کسی صاحب نے فارسی کے اصل غیر مطبوعہ نسخہ سے اردو میں ترجمہ کی ہے۔ اس کے مصنف مولوی محمد غوثی بن حسن بن موسیٰ شطاری ہیں جو ۹۶۲ھ میں (جب کہ ہمایوں نے تختِ دہلی پھر حاصل کیا تھا) قصبہ مانڈو میں پیدا ہوئے اور کتاب ۱۰۱۴ھ یعنی بعہدِ جہانگیر تالیف کی۔ اس کے صفحہ ۲۳۶ میں تحتِ عنوان ''یادِ شیخ ابوبکر قریشی'' حسب ذیل لکھا ہے:

''آپ نے سکندر لودھی کے زمانہ میں اصلی وطن سے آگرہ میں اقامت اختیار کی تھی۔ رسمی علوم میں آپ کو تبحر حاصل تھا اپنے وقت کے پرہیز گار تھے۔ وصایائے امام محمد رحمتہ اللہ علیہ پر اور اصول بزودی از فخر الاسلام ابوالحسن علی بن محمد بن حسین بزدوی مطبوعہ مصر۔ اس کی شرح کشف الاسرار از عبدالعزیز بن احمد بن محمد) پر ایک شرح لکھی ہے جو مشکلوں کو حل کرنے والی اور نکتہ آرا ہے۔ کہتے ہیں ایک رات عالمِ مثال میں خاتم النبوۃ علیہ السلام کی ملازمت حاصل ہوئی۔ حضور ﷺ سے ارشاد ہوا'' جاؤ وہ زمین جس میں عصا گاڑا ہے اس میں ایک کنواں کھدواؤ'' علی الصباح اس زمین کو جا کر دیکھا تو گڑھا نمناک پایا جو گاڑے ہوئے عصا کی نوک کی مقدار سے تھا۔ آپ نے حکم کی تعمیل نہایت کوشش کے ساتھ کی'' اب اس جگہ ایک کنواں ہے جو ہمیشہ شیریں پانی سے مالا مال رہتا ہے۔ آخری سفر کے بعد جوگی پور میں دفن کیے گئے جو آگرہ

Marfat.com

کی اطراف میں ہے۔'' اولاد شیخ ابوبکر کے متعلق پیر فرح بخش تحریر فرماتے ہیں کہ ''زمانہ کے ہرج مرج کے باعث آپ کی اولادِ امجاد سے آگرہ کی سکونت چھوڑ کر ہانسی حصار میں جا رہے۔ آپ کی اولاد کے سجادہ نشین اب بھی کشف وکرامات سے خالی نہیں چنانچہ شیخ ابوبکر کی پشت سے اکثر صاحبِ مرتبہ مردِ ظہور میں آتے رہے ہیں انہی میں سے ایک شیخ عبدالنبیؒ بن شیخ فیض محمد بن شیخ عبدالرزاق بن شیخ نورالدین بن شیخ ابوبکر موصوف تھے۔ جو ہدایت اور رہنمائی خلق کے لیے ہانسی حصار سے قصبہ گڑھی میاں بھائی خاں بلوچ میں جو دہلی سے تیس کوس کے فاصلہ پر آں روئے آب ہے جا بسے۔ آپ (شیخ عبدالنبی) ایسے صاحبِ کشفِ ظاہرہ اور کراماتِ باہرہ تھے کہ قصبہ مذکور کے چھوٹے بڑے رئیسوں نے دلی عقیدت سے آپ کی بیعت کر لی۔ ذوق وشوقِ الٰہی پیوستہ آپ پر غالب الاحوال تھا چنانچہ تا حال شیخ عبدالنبی کے مزار فیض آثار سے کبھی کبھی آدھی رات کے وقت آوازِ ذکرِ جہر حاضرینِ وقت کے سامع افروز ہوتی ہے۔ آپ کی اولاد سے میاں محبوب شاہ ولد الٰہی بخش بن شاہ محمد بن شیخ محمد اعظم (اخِ محمد معظم) بن شیخ محمد سعی بن شیخ عبدالنبی موصوف گڑھی میں آباد ہیں (آہ اب کوئی باقی نہیں۔ مفصل شیخ فریدالدین کے ذکر کے بعد مذکور ہوگا۔ نامی)

مزار حضرت جمال الدین ابوبکرؒ کے متعلق تحقیقِ مزید

مکرمی سید عبدالقادر صاحب ایم۔ اے پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور سے معلوم ہوا ہے کہ مولوی سعید احمد صاحب مارہروی مینجر شعبہ محمدیہ ہائی سکول آگرہ نے بھی آگرہ کے آثارِ قدیمہ کی چھان بین کر کے ایک کتاب بوستان اخیار لکھی ہے۔ مولوی صاحب کو خط لکھا گیا اور آپ نے کتاب مذکور کے صفحہ ۳۹ سے متعلقہ مضمون کی نقل ارسال فرمائی جو یہ ہے:

شیخ ابوبکرؒ قریشی

سلطان سکندر لودھی کی علم دوستی اور کمال پروری کی کشش نے آپ کو اپنے وطنِ مالوف (مو مبارک ثم لاہور۔ نامی) سے آگرہ میں کھینچ لیا تھا رسمی علوم میں تبحر حاصل اور خداشناسی کی آنکھیں روشن تھیں منقول ہے کہ ایک رات کو حضور سرور کائنات ﷺ کی ملازمت آپ کو نصیب ہوئی۔ حضور ﷺ سے ارشاد ہوا کہ جاؤ وہ زمین جس میں عصا گاڑا گیا ہے تمھیں مرحمت ہوئی اس میں ایک کنواں کھدواؤ۔ صبح آپ اس مقام پر جو خواب میں بتایا گیا تھا پہنچے تو بمقدار نوکِ عصا اس جگہ کو نمناک پایا آپ نے نہایت کوشش اور

Marfat.com

محنت سے اس جگہ کنواں کھودا جس میں نہایت شیریں اور خوشگوار پانی نکلا۔خدا معلوم یہ مقدس و برتر کنواں کون سا ہے۔آپ نے وصایائے امام محمدؔ اور اصول بزودیؔ پر ایک نکتہ آرا شرح لکھی تھی۔سفرِ آخرت کے بعد آپ جوگی پورہؔ میں دفن کیے گئے راقمِ بوستان مزارِ مبارک کی تلاش بسیار راس کا صحیح پتہ تو نہ چلا مگر گمان غالب ہے کہ آپ کی آخری آرام گاہ وہی ہے جو آبادیٔ موضع سے مغرب کی جانب تھوڑے فاصلے پر اور فتح پور سیکری کی پختہ سڑک سے جنوب کو مابین میل ۳ و ۴ واقع ہے۔کھیتوں کے درمیان ایک مختصر قطعہ چھوٹا ہوا ہے جو ڈورے سے محصور ہے درمیان میں ایک بلند خام چبوترہ پر کچی قبر بنی ہے جس کا لوحِ مزار پختہ ہے نیم کے چار پرانے درخت جن سے آثارِ قدامت نمایاں ہیں مزار پر سایہ فگن ہیں۔قرب وجوار کے خوش اعتقاد دیہاتیوں نے چند درخت بیلے اور گیندے کے لگا رکھے ہیں غرض کہ باوجود سادگی دلکش مقام ہے گاؤں والوں کی زبانی معلوم ہوا کہ اکثر پنج شنبہ کو یہاں باہر کے لوگ بھی حاضر ہوا کرتے ہیں'' شیخ شہر اللہ لانگاہ کی کتاب تذکرۂ حمیدیہ میں جو حضرت جمال الدین ابو بکرؒ کا ذکر درج ہے اسے اذکار ابرار پر سبقتِ زمانی حاصل ہے کیونکہ اس کے مؤلف عہد جہانگیر میں ہوئے ہیں اور اس کے سلاطین لودھی کے دورِ حکومت میں۔تذکرۂ حمیدیہ میں کنواں لگنے کا حال تو اسی طرح درج ہے جس طرح مولانا غوثیؔ اور سعید احمدؔ صاحب نے لکھا ہے مگر وہاں کنواں مسجد میں لگوانے کا ذکر ہے اور ساتھ ہی یہ بھی تحریر ہے کہ آپ کی خانقاہ اور چاہؔ شہر آگرہ کے محلہ جوگی پورہؔ میں مشہور ہے مجھے محلہ مذکور میں جو موقع دکھایا گیا تھا اس میں کنواں اور مزار پاس پاس واقع اور کسی ہندو کے قبضہ میں تھے اور مسجد کے متعلق بتایا گیا تھا کہ کافر نے گرا کرا سے بیٹھک بنالیا ہے۔بعد از تالیف تاریخ جلیلہ دوسری دفعہ لکھنے پر اس ظالم کے املاک کو بہ پاداشِ بے ادبی اکتوبر ۱۹۳۰ء میں ویران پایا۔اب مولانا مارہروی صاحب یہ موقع بھی دیکھ کر فیصلہ فرمائیں کہ مزار کا صحیح مقام کون سا ہے تذکرہ میں کنویں اور مسجد کا مزار کے پاس ہونا مذکور ہے۔واللہ اعلم بالصواب

(اضافہ طبع ثانی)

شیخ فریدالدین بن حضرت ابوالفتحؒ

آپ حضرت عبدالجلیلؒ کے دوسرے عزیز ترین بردارِ خُرد تھے۔شیخ ابو بکرؒ لکھتے ہیں کہ میں برادرم شیخ فریدؔ کو سبق نہ یاد کرنے پر زجر و توبیخ کر رہا تھا جب میری طرف سے تشدد ہوا تو وہ رونے لگ گیا۔آواز گریہ وزاری حضرت قطب العالمؒ کے کان تک پہنچی۔آپ حجرے سے باہر نکل آئے اور فرمایا۔ابو بکر! فرید کو

Marfat.com

کیوں جھڑکتے اور آزار پہنچاتے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ یا حضرت! جاہل رہنے سے مرجانا اچھا ہے یہ پڑھتا نہیں۔ آپ از روئے ترحم چشم پُر آب ہوگئے اور فرمانے لگے تم کچھ نہ کہو۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کر کے برادرم فریدؔ پر درِ چہاردہ علوم فتح کرا دیا ہے پس قادرِ ذوالجلال نے فیض کا دروازہ فریدؔ پر کھول دیا اور وہ علمائے دہر اور اوحدانِ عصر سے ہوگیا۔ شیخ فریدؔ ہر جمعہ کی رات کو خواجۂ کونین ﷺ کے نام کی نیاز پکا کر درویشوں کو کھلاتے تھے۔ ایک دن خادم نے نادانستگی سے کمہاروں کے گھر سے برتن لا کر طعام کے لیے استعمال کیا۔ جب رات گزر گئی تو شیخ فریدؔ بادلِ حزیں وچشمِ گریاں حجرہ سے باہر آئے۔ ایک خادم نے وجہِ ملال دریافت کی تو فرمایا کہ آج رات میں نے آنحضرت ﷺ کو خلافِ معمول حجرے سے باہر کھڑے دیکھا میں نے بڑھ کر باادب تمام سلام عرض کیا اور سوچنے لگا کہ میری بدقسمتی ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے قدومِ ممنیت لزوم سے میرے حجرۂ تاریک کو منوّر نہیں فرمایا۔ حضور فداہ امّی وابّی نے زبانِ فیض ترجمان سے فرمایا کہ اے میرے فرزند فرید! تیرے گھر میں مشتبہ برتن پڑا ہے جو میرے اندر آنے کو مانع ہے۔ شیخ فریدؔ نے فوراً وہ برتن باہر نکلوا دیا اور دوسری شبِ جمعہ پہلے سے دوچند طعام پکا کر حضور پُر نور ﷺ کی رُوح پُر فتوح پر ایثار کیا اور حجرہ میں مشغولِ عبادت ہوگئے۔ [1]

(کیسے خوش قسمت تھے یہ پانچوں بھائی (فرزندانِ حضرت ابوالفتح بن عبدالعزیزؒ) جن کو خواجۂ کون ومکان سرورِ عالمیان روحی فداہ لقائے پُر انوار کے دیدار سے بہرہ اندوز فرمایا کرتے اور معمولی لغزشوں پر متنبہ کر دیا کرتے تھے ہم مشتبہ وغیر مشتبہ میں تمیز نہ کرنے اور اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے اس قابل نہیں رہے کہ حضور ﷺ اپنا دیدار فیض آثار ہمیں دکھائیں اور لغزش پر متنبہ کریں۔ نامیؔ)۔ شیخ فرحؔ بخش اذکارِ قلندری میں رقم طراز ہیں کہ شیخ فریدالدینؔ اور شیخ فیض اللہ عرصۂ سلوک وکمال فقر طے کر چکے تو حضور قطب العالمؒ نے انھیں قصبۂ چونیؔ کی طرف جس کی وراثت بادشاہ کی طرف سے حضور کو ملی تھی رخصت فرمایا۔

---

[1] آج کل بعض کم فہم لوگ رسول اللہ ﷺ کی نیاز کو معاذ اللہ گناہ سمجھتے ہیں۔

Marfat.com

اولادِ شیخ فریدالدینؒ

اذکار قلندری میں لکھا ہے کہ آپ کی اولاد سے میاں عبدالکریم بمعہ برادرِ خود محمد حفیظ (بن عبدالمجید بن عبدالحیٰ بن محمد سعی بن شیخ معالی بن شیخ عبدالرشید بن عبدالواحد بن شیخ عبدالماجد بن شیخ فریدالدین علیہ الرحمۃ)۔ (تذکرہ قطبیہ میں شیخ فریدؒ کے ایک فرزند شیخ جلال کا بھی ذکر ہے ملاحظہ ہو شیر شاہ سوری کا حال)۔ سکھوں کی سورش کے زمانہ میں قصبہ چونی کی اقامت ترک کر کے شیخ ابوبکر کی اولاد کے پاس گڑھی میاں بھائی خاں بلوچ میں جا رہے۔ اب شیخ فریدالدین کی اولاد سے میاں حسین بخش ابن میاں تھوشاہ اور سلطان بخش اور رسول بخش ابنانِ میاں رحمان بخش (برادرِ تھوشاہ بن محمد حفیظ) گڑھی میں مقیم ہیں۔

نامی نے گڑھی میاں بھائی خاں بلوچ میں کیا دیکھا

عید اضحیٰ ۱۳۳۰ھ مطابق ۲۰ نومبر ۱۹۱۲ء کو اتفاقیہ طور پر مجھے منشی وجاہت حسین صاحب مرحوم جھنجانوی کی زبانی یہ برسوں کا عقدہ حل ہوا کہ گڑھی میاں بھائی خاں بلوچ اضلاع متحدہ آگرہ واودھ میں ہے اور اس کا نزدیک ترین اسٹیشن تھانہ بھون ہے۔ کل امر مرھون باوقاتھا۔ اس قصبہ کا آب ودانہ ۱۸ر جولائی ۱۹۲۶ء سے پہلے مقدر نہ تھا۔ محرم کی رخصتیں تھیں۔ میں نے موقع کو غنیمت سمجھا اور اپنے مورث اعلیٰ (حضرت عبدالجلیلؒ) کے بھائیوں کی اولاد کے شوقِ ملاقات کے خیال سے ۱۷ر جولائی کو بروز ہفتہ دس بجے رات گاڑی پر سوار ہو گیا۔ سوا آٹھ بجے اتوار کو سہارنپور پہنچا۔ وہاں سہارنپور شاہدرہ لائٹ ریلوے کی چھوٹی لائن کی گاڑی پر جو مارٹن اینڈ کو کے زیر انتظام چلتی تھی پونے دس بجے روانہ ہو کر ۱۲ بجے دوپہر تھانہ بھون اسٹیشن پر اتر پڑا۔ راستہ میں مناتی، رام پور، ننوتہ اسٹیشن پڑے۔ موخرالذکر اسٹیشن کے قریب میلوں تک کھجوروں کے درخت قابلِ دید منظر پیش کرتے ہیں (کھجوروں کے باغ جہاں بھی ہوں سمجھ لو کہ اس جگہ ماورائے ہند سے خصوصاً عرب سے آئے ہوئے مجاہدین نے نزولِ اجلال فرمایا ہے اور یہ درخت ان خرماؤں کی گٹھلیوں سے پیدا شدہ ہیں جو وہ کھا کر یہاں پھینک گئے تھے۔ خدا رحمت کرے ان جفاکش غازیوں پر جنھوں نے دینِ حقہ کی اشاعت کے لیے وطنِ مالوف کو چھوڑا اور فقط کھجوروں اور پانی پر گزارا کر کے ہندوستان میں اسلام کا علم گاڑا۔ ہم انہی کے نام لیوا ہیں مگر عیش وآرام میں پڑ کر ہم نے اپنے

Marfat.com

فرائض کو ترک کر رکھا ہے۔ خدا توفیق عطا کرے)۔ تھانہ اتر کر معلوم ہوا کہ گڑھی سے نزدیک ترین اسٹیشن ہینڈ ہے (کرایہ درجہ سوم از لاہور قریباً پونے پانچ روپے) سواری نہ ملی۔ قہرِ درویش بر جانِ درویش پیدل روانہ ہو پڑا۔ اور پانچ گھنٹے کے سفر کے بعد منزلِ مقصود دکھائی دی۔ خدا کا شکر ادا کیا کہ شام سے پہلے پہنچ تو گیا۔ گو راستہ کی ناواقفی اور پیادہ پائی نے ۴۳ سالہ شخص کا بدن چور کر دیا۔ یہاں آ کر معلوم ہوا کہ قصبہ مذکور کے مالک (شیر بچگان سلطان حاکم یعنی) بلوچ ہیں اور انہی کی ارادت اولادِ شیخ ابوبکر اور فریدالدین کو یہاں کھینچ لائی ہوگی۔ یہ قصبہ میر شہداد خاں بن رستم خاں نے عہدِ عالمگیری میں لیا۔ پہلے اس کا نام دوبھر تھا اور اس پر رنگڑ قابض تھے۔ اور میر شہداد خود یا اس کے بزرگ کیچ مکران سے آئے تھے۔ میر صاحب موصوف میاں بھائی خاں والد بلوچ خاں کے دادا تھے۔ قصبہ مذکور میں سات مساجد پختہ اور گھروں اور دکانوں کی تعداد سابقہ مردم شماری میں ۹ سو سے اوپر اور باشندوں کی تعداد ۲۵ سو سے زیادہ شمار کی گئی تھی۔ ہر قوم الگ الگ جگہوں میں گاؤں کے اندر آباد ہے۔ بھائی خاں کی خوبصورت وضع کی پختہ بارہ دری جانبِ مغربِ قصبہ ہندوؤں کے قبضہ میں (جو نصف حقیت کے مالک ہیں) اس حالت میں ہے کہ چھتیں گر چکی ہیں اور لوگ وہاں رفعِ حاجت کرتے ہیں قبر کی چار دیواری بھی شکستہ ہے گنبددار مسجد بھی قبر کے پاس ابھی تک سالم کھڑی ہے چونکہ قصبہ کے اندر بہت سی مساجد ہیں اس لیے یہاں کوئی نماز نہیں پڑھتا۔ کاش مزاج النسا یہیں مدرسہ بناتیں اور مسجد غیر آباد نہ ہوتی۔ نئی مسجد بنانا جس سے پرانی غیر آباد ہو جائے ٹھیک نہیں۔ رؤسائے قوم بلوچ نے میری بڑی خاطر مدارت کی اور ایک پیرِ مرد محمد عمر نامی جو پیر مراد شاہؒ مرید شیخ نورنگ ساکن سیون ضلع کرنال کے مزار کے مجاور تھے بلایا کہ مجھے میرے عزیزوں کا پتہ دیں۔ انھوں نے بتایا کہ پیر حسین بخش صاحب کا تو پتہ نہیں ہاں پیر عبدالکریم صاحب، خان صاحبان (یعنی قصبہ کے مالک بلوچوں) کے مدار المہام تھے۔ آہ یہ خبر برقِ خاطف بن کر میرے خرمنِ دل پر گری اور میرے شوقِ ملاقاتِ عزیزانِ گڑھی کو ملیا میٹ کر گئی کہ پیرزادگانِ موصوف کا سلسلہ اولاد منقطع ہو گیا اور جس گھر میں وہ رہا کرتے تھے وہ کرامات کا مظہر رہا کوئی شخص اس مکان میں بے ادبی کر کے محفوظ نہیں رہ سکتا تھا اس لیے میاں بھائی خاں چچا دریا خاں کی اولاد سے خان بی بی کی نواسی مزاج النسا بنتِ فصیح النسا نے اپنی جائداد سے جو اسے ماں اور نانی کے ترکہ سے ملی تھی مکانِ پیرزادگان کو مسجد میں تبدیل کرایا (اب یہ جولاہوں کے محلے میں ہونے کی وجہ سے مسجد جولاہاں والی مشہور ہے) بانیہ نے مسجد کے لیے ۲۴ بیگہ زمین وقف کر دی۔ مزاج النسا نے جامع مسجد کی

Marfat.com

تجدید کر کے وہاں بھی مدرسہ قائم کیا تھا۔

تمنا

میری تمنا ہے کہ مزاج النسا کی طرح میری بھتیجی (بنت حافظ مختار النبی صاحب) جامع مسجد اشرف میں ویسا ہی سلسلۂ درس شروع کر کے اپنی والدہ مرحومہ اور بھائی بہنوں کی روح کو ایصالِ ثواب کرے[۱]۔

زیارت مزار شیخ عبدالنبیؒ

محمد عمر پیر ہفتاد سالہ کو ساتھ لے کر میں پیر عبدالنبیؒ کے مزار پر حاضر ہوا۔ مزار پختہ ہے مگر دو طرف دیوارِ احاطہ گر پڑی ہے۔ اسمٰعیل خاں صاحب سے معلوم ہوا کہ انھوں نے بزرگوں سے سنا ہے کہ مزار پر بڑا عرس ہوا کرتا تھا اور اس دن پنجابی مرید بکثرت آیا کرتے تھے قبلہ کی طرف میاں عبدالرزاق عرف کلّو کا مزار دیوار گرا کر بنایا گیا ہے کہتے ہیں کہ پیرانِ مرحوم کی آخری یادگار (بیٹی) سلطان بی بی کے شوہر کرانہ کے رہنے والے شیخ انصاری تھے ان کے تین بیٹے فریدالدین وغیرہ بھی فوت ہو چکے ہیں ان کے بیٹے بربان وغیرہ زندہ ہیں جو بیل گاڑی وغیرہ چلا کر گزارہ کرتے ہیں۔ بربان مجھے آ کر ملا اور کہا کہ ہمارے والد ننھیال کے شجرے اور کاغذات ہمارے پاس ہیں (جو افسوس میں نہیں دیکھ سکا اور خان صاحبان نے جو کاغذات لے کر ارسال کرنے کا وعدہ کیا تھا وہ بھی پورا نہیں کیا -آہ! میں گڑھی اس وقت پہنچا جب کہ منزل کو چھوڑے ہوئے قافلہ کے جرس کی دھیمی سی آواز سنائی دے کر اس بات کا ثبوت دیتی تھی کہ یہاں کاروان نے کچھ عرصہ منزل کی اور چل دیا -آہ! شیخ ابوبکر کی اولاد نے اپنے بزرگ کے مزار کی مجاورت چھوڑ دی اور نابود ہو گئی۔ یہ حال شیخ فریدالدین کی اولاد کا ہوا۔ اب دونوں بزرگوں کی قبور کا بھی پتہ نہیں کہ ان کی "پہاڑ کھوکھر پرگنہ گنج کرائیں"، ضلع فیروز پور میں اور ان کی جوگی پورہ آگرہ میں موجود بھی ہیں یا نہیں۔ نہ قبریں ہیں نہ اولاد۔ ہاں حالات کتب میں موجود ہونے کی وجہ سے نام زندہ ہیں۔ ایک رات اور نصف روز گڑھی پختہ میں مالک بلوچوں کے عظیم الشان دیوان خانہ میں رہ کر ۳ بجے کی گاڑی اسٹیشن بیند سے رخصت ہوا۔ اور شام کے سات بجے ہردوار میل پر سہارنپور سے چل کر اگلی صبح ۳۶-۷-۲۰ کو لاہور مع الخیر واپس آ گیا اور حضرت عبدالجلیلؒ کے دونوں بھائیوں کی اولاد کے نابود ہونے کی خبر متعلقین کو آ سنائی۔ چچا عالم شاہ صاحب

---

۱ وقتِ اشاعتِ ثانی اس کے دوراندیش مختارِ عام شوہر نے جامع اشرف کو چھوڑ کر منڈی مریدکے میں مسجد کا ڈھانچہ کھڑا کر کے دو مربعے زرعی زمین حین حیات مقبوضۂ لاولد بنت برادرم وقف کرا کر قابضہ کو نہیں بلکہ اپنے بیٹے کو متولی بنانے کا اعلان کیا ہے۔ حضرت فاروقِ اعظمؓ کا ارشاد ہے کہ دوراندیش آدمی دوسروں کے لیے خطرناک ہوتا ہے۔[۲]

Marfat.com

نے بتایا کہ جب وہ چھ سات سال کے تھے تو پیر حسین بخش صاحب گڑھی سے کوٹلی پیراں آئے تھے۔ یعنی ۱۲۹۰ھ میں۔ پھر ان میں سے کسی کا نہ آنا تعجب انگیز تھا۔ اب معلوم ہوا کہ سلسلہ ہی ختم ہوگیا ہے۔ حضرت پیر شاہ والد شیخ ابوالحسنؒ کا مزار بھی گڑھی ہی میں تھا مگر کون بتاتا کہ کس حالت میں ہے۔ پیر دیدار بخش اور کام بخش بن شاہ جی کی بیویاں بھی گڑھی ہی سے بیاہی آئی تھیں اور ان کی آل کوٹلی پیراں وغیرہ میں باقی ہے۔ میں بھی ان کی ایک بیٹی (کرم سلطان بنت پیر کام بخش) کے بیٹے (پیر غلام محمد شاہ مرحوم) کا پوتا ہوں اور شاید اس جہت سے بھی دل گڑھی والوں کی بربادی پر غمناک ہے۔

شیخ عبدالرحیمؒ بن حضرت ابوالفتحؒ

آپ حضرت عبدالجلیلؒ کے تیسرے بھائی تھے۔ آپ کے متعلق حضرت شیخ ابوبکرؒ لکھتے ہیں کہ برادرم شیخ عبدالرحیمؒ قطب العالمؒ کے چھوٹے بھائی اور مرید اُمّی محض تھے۔ مگر حالتِ وجد میں عالم ظاہری کا جونسا مشکل ترین مسئلہ ان کے سامنے پیش کیا جاتا آپ حل فرمادیتے اور جب تک عالم سکر میں رہتے درس دیا کرتے آپ کا روضہ منورہ حصار فیروز پور (ضلع انبالہ) میں ہے۔ حضرت بندگی قطب العالمؒ کے روضہ میں سماع تھا اور درویش رقص کر رہے تھے ایک ذاکر جو وہاں موجود تھا اس سے حاضرین نے کہا کہ کچھ تم بھی سناؤ تاکہ درویش خوش وقت ہوں اس نے عرض کیا کہ میں شیخ برّی سے اخلاص بیعت رکھتا ہوں جب تک وہ موجود نہ ہوں میں کچھ سنانے کو تیار نہیں۔ درویش بولے کہ تم نغمہ ریز ہو جاؤ۔ اگر شیخ بری کے ساتھ تمھارا اخلاص صادق ہے تو وہ یہاں پہنچ جائیں گے۔ پس ذاکر نے سندھی دوہڑہ مقام حمینی میں پڑھنا شروع کیا (اس دوہڑہ کو جو قلمی تذکرۂ قطبیہ میں موجود ہے نہ میں سمجھ سکتا ہوں نہ کوئی اور پنجابی یا ہندوستانی اور غالباً نقل در نقل کی وجہ سے صحیح بھی لکھا ہوا نہ ہوگا لہٰذا اسے میں یہاں نقل نہیں کرتا - نامی) شیخ برّی دولت خاں لودھی کی باولی پر خرقہ میں پیوند لگا رہے تھے وہیں ان کو وجد آگیا اور اڑ کر مقام سماع پر پہنچ گئے روضۂ قطب العالمؒ اور دولت خاں کی باولی میں کوئی نیم فرسنگ کا فاصلہ ہوگا۔

شیخ فیض اللہ المشہور شیخ فداؒ

آپ قطب العالمؒ کے چوتھے بھائی تھے آپ کو بھی شیخ نے بعد عطائے خرقۂ قصبہ چونی میں اقامت اختیار کرنے کو فرمایا آپ نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔ قصہ مختصر یہ کہ جس طرح سیدنا ہاشم کی

Marfat.com

اولاد سوائے عبدالمطلب نہیں اسی طرح شیخ ابوالفتح بن شیخ عبدالعزیزؒ کی مذکور اولاد سے کوئی شخص سوائے اولاد حضرت عبدالجلیلؒ چوہڑشاہ بندگی بن شیخ ابوالفتح موجود نہیں۔

جدّ نا پیر فرحؒ بخش اذکار قلندری میں لکھتے ہیں ''شیخ فریدالدین کی اولاد اپنے موروثی قصبہ چونیاںؒ سے سکھوں کے ہرج مرج کے باعث اٹھ کر شیخ عبدالنبی کی اولاد کے پاس گڑھی میاں بھائی خاں بلوچ میں جابسی۔ فرمانِ ایمجات اور کتب خانہ قاضی قطب الدینؒ (حال مکین موضع گہلنؒ) کے بزرگوں کے پاس بطور امانت رہا۔ اب سنا ہے کہ قاضی مذکور نے شیخ فریدالدینؒ کے ملفوظہ سے تمسک کر کے اپنے آپ کو شیخ موصوف کی طرف منسوب کرلیا ہے اس لیے ہماری برادری ان سے تقرب خواہ نہ ہو۔'' میں جنوری ۱۹۳۷ء میں نئے گہلنؒ گیا اور جب مجھے وہاں بھی کوئی ملفوظ نہ ملا اور نہ شجرہ میں قاضی قطب الدین کا نام نظر آیا تو میں ۲۵ جنوری کو براہِ چونی خاص ٹمٹم کرایہ پر لے کر پرانے گہلن پہنچا۔ کچی پُر از گرد و غبار خراب سڑک پر واپسی سفر نے پلیتھن نکال دیا۔ مگر وہاں بھی مقصد حاصل نہ ہوا۔ قاضی صاحبان نے فرمایا کہ چابیاں ایک اور بھائی کے پاس ہیں وہ آئیں گے تو فرمان کی نقل اور کتابوں کی فہرست بنا کر بھیج دی جائے گی مگر اب تک کسی نے نہیں بھیجی۔ بہرحال اس سفر سے یہ بات تصدیق ہوگئی کہ فرمان جات و کتبِ اولادِ شیخ فریدالدین ان کے پاس ضرور ہیں مگر قاضی قطب الدینؒ کا نام یہاں کے شجرہ میں بھی نہیں دیکھا گیا۔ ایک بڑی بات جو انھیں ہم سے الگ بتاتی ہے ان کا پیشۂ امامتِ مساجد ہے اگر کچھ زمین ہے تو اتنی ہی جتنی ہم نے اپنے دیہات میں علماءِ مساجد کو بطور معافی دے رکھی ہے۔ ہمارے شجرہ میں شیخ فریدؒ کے فرزند کا نام عبدالماجد ہے مگر وہاں یہ درج ہی نہیں اور نہ ان کی اولاد سے اور کسی کا نام ہے۔ الحاق ہے تو شروع ہی سے ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ نیز پیر فرح بخش صاحب لکھتے ہیں کہ ''یہاں نور شاہ بھی حضرت فریدالدین کی اولاد سے تھے جو موضع مرتضی متصل مانگٹانوالہ میں رہتے تھے رحیم بخش کی ہمشیرہ سے ان کا نکاح ہوا۔ لاولد رہے۔ ملفوظہ قدیم اور دوسری اشیا اور کتب وغیرہ رحیم بخش اور اس کے بڑے بھائی کے ہاتھ پڑیں انھوں نے تازہ نقل کرا کر اپنا نسب شیخ منور خاں حاکمؒ سے ملالیا حالانکہ شیخ موصوف نے شادی ہی نہیں کی تھی۔ پس اولاد رحیم بخش سے بھی تقرب قرابت نہیں کرنا چاہیے۔ قلعۂ غوث کے قریشی پنڈی شیخ موسیٰ کے ہاشمی الحارثی کہلاتے ہیں مگر ابھی تک ثبوت بہم نہیں پہنچا سکے مشکوک الاحوال ہیں۔''

Marfat.com

حضرت عبدالجلیلؒ کی اولاد کا ذکر

حضرت عبدالجلیلؒ

- حضرت ابوالفتح ثانی ۱
  - خواجہ خلیل و زین العابدین و شیخ راجو (تینوں طفلی میں فوت ہو گئے)
  - عبدالجلیل ۲ ثانی
    - پیر برخوردار ۳
      - شیخ ابوالفتح ثالث ۴
        - شیخ ابوالبقا ۵ لاولد
        - شیخ فخر اللہ ۶
          - شیخ غلام علی ۷ لاولد
          - حضرت شیخ ابوالحسن ثانی ۸
- شیخ بہاؤالدین
  - شیخ محمد
  - شیخ محمود
- دختر

اولادِ شیخ کا حال قلمی اذکارِ قلندری سے بہ لباسِ اردو لکھا جاتا ہے فارسی اشعار جوں کے توں رہنے دیے ہیں تاکہ پیر فرح بخشؒ کا کلام زیورِ انطباع سے آراستہ ہو کر مطبوع قارئین کرام ہو جائے اور اولادِ شیخ میں فارسی زبان کی تحصیل کا شوق قائم رہے۔

۱۔ ولادت حضرت ابوالفتح ثانی

اس کے متعلق حضرت فرحتؒ فرماتے ہیں۔

بہارِ تازہ در گلزار آمد　　بحمداللہ گلِ بے خار آمد
نہالِ خورمی خوش بارآورد　　پُر از عشرت گلستان زار آمد

Marfat.com

زندہ از دل خوشی فوارہ ساں جوش　　مبارک گو چو آبشار آمد
زہر جانب صدائے تہنیت بود　　چہ خوش آں دولتِ بیدار آمد
بگوشِ جاں سروشِ غیب می گفت　　کہ فرحت را کشودِ کار آمد

چونکہ مولود کی پیشانی پر کلکِ قضا نے فتح جہادِ اکبر ثبت کی تھی اس لیے حضرت شیخ نے نام ابوالفتح تجویز کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے خدا کی مہربانی سے معلوم ہوتا ہے کہ اس اخترِ برجِ ہدایت کو طالبانِ حق کے قفلِ قلوب کی کلیدِ افتتاح حاصل ہوگی چنانچہ آپ شباب ہی میں پریانِ روزگار سے کمالِ سلوک میں گوئے سبقت لے گئے اور مجاہدہ میں ایسے ثابت قدم تھے کہ ایک روز باورچی نے سہواً تھوڑا سا گھی کھانے میں ڈال دیا جب آپ رات کو مشغولِ ذکرِ الٰہی ہوئے تو آپ کو حضور اور صفائیِ قلب میں کچھ قصور معلوم ہوا۔ صبح اٹھ کر آپ نے ایک آئینہ لیا اور اس پر روغن زرد مل کر طعام پز سے فرمایا کہ دیکھو اس میں کچھ نظر آتا ہے؟ اس نے عرض کیا حضرت! اس مکدر شیشہ میں کچھ دکھائی نہیں دیتا آپ نے اس سے فرمایا افسوس تو نے کھانے میں گھی ڈال کر میرے دل کو مکدر کر دیا خبردار پھر ایسا نہ کرنا۔ اس نے کہا حضور! پھر ایسی جرأت کبھی نہ کروں گا۔ سبحان اللہ جو شخص جوانی اور عالمِ صاحبزادگی میں بادشاہِ وقت کا نواسہ ہوکر اس قدر مجاہد ہو اس کے علو مرتبہ کے متعلق ہم کیا تحریر کر سکتے ہیں۔ آپ بندگی قطب العالمؒ شیخ جو ہڑ قدس سرہٗ کے مرید ہیں آپ نے تعلیم طریق طریقت اور علم و معرفت انہی سے حاصل کی اور خرقۂ فقر و خلافتِ ظاہری و باطنی سے مشرف ہوکر آنجنابؒ کے انتقال کے بعد مسندِ ارشاد پر بیٹھ کر زمرۂ طلب کے فیض رساں ہوئے اور اپنے پدرِ بزرگوار کے ان مستر شدوں کو جن کو ابھی بعض عقد ہائے سلوک حل نہیں ہوئے تھے آپ نے انکشاف فرما کر فائز بمراد فرمایا۔ آپ کا مزار حضرت بندگی قطب العالمؒ کے پہلوئے راست پر ہے۔

۲۔ شیخ عبدالجلیل ثانی

اپنے پدر بزرگوار قطب زماں شیخ ابوالفتح ثانی کے مرید ہوئے۔ آپ نے جادۂ شریعت پر مضبوطی سے قدم رکھا تھا اور چوگانِ ہمت یعنی عبادات و مجاہدات شاقہ سے ہمسروں سے گوئے طریقت بڑھا لے گئے آپ چالیس سال سجادۂ فقر پر متمکن رہے۔ بہت سے مریدوں اور طالبانِ حق نے آپ سے فیض حاصل کر کے منزلِ مقصود اور سعادتِ ابدی حاصل کی۔

Marfat.com

۳۔ شیخ برخوردارؒ

مرید اور سجادہ نشین اپنے والد ثانی کے ہیں آپ نفسِ کاہی کے مجاہدے اور یادِ الٰہی کی مشقت سے احدِ دہر اور فرید العصر ہو گئے۔ شریعت اور طریقت کے طریق انیق پر اس قدر قائم اور مستحکم تھے کہ مدت العمر ان ہر دو طریق کی شرائط سے کوئی شرط ہاتھ سے نہ دی۔ آپ ہی وہ بزرگ ہیں جنھوں نے بندگی قطب العالمؒ سے تیسری پشت بعد اپنے خاندانی مریدوں کی طرف سیر و سفر اختیار کیا اور دیہہ مسمی بہ شیخ پور جواب کوٹلی پیر کے نام سے مشہور ہے بسایا۔

۴۔ شیخ ابوالفتح ثالث

اپنے والد شیخ برخوردار کے مرید ہیں انہی سے آپ نے خرقہ فقر حاصل کیا۔ اور مسندِ ارشاد پر تکیہ زن ہو کر طالبانِ حق و رمحبانِ محبوبِ مطلق کے کامروا بنے۔ آپ ولیِ زماں تھے۔ خلقِ عظیم سے متصف طبع سلیم، علم اور حلم آپ کے لازم حال تھا اور آپ تمام احوال میں یک رنگ تھے ۔

صاحبِ وجد و حال بُد آں ذات ہر کہ آمد از د گرفت برات
بہرِ طلابِ حق ز فیض و کشود فخرِ اہلِ زماں خود می بود

(فرحتؔ)

۵۔ شیخ ابوالبقا بن شیخ ابوالفتح ثالث

افسوس آپ کے حالات کسی نے قلم بند نہیں کیے۔ آپ نے کوئی اولاد یادگار نہیں چھوڑی۔ ہاں آپ کی معنوی اولاد باقی ہے۔ تذکرۂ قطبیہ کے اخیر میں آپ کی موزون کردہ تاریخِ وفاتِ حضرت قطب العالمؒ مرقوم ہے جو درج ذیل کی جاتی ہے ۔

عارفِ کامل مسیحِ زماں قطب آفاق اوحدِ دوراں
شیخ عبدالجلیلؒ عالی جاہ ہادیٔ جملہ سالکانِ جہاں
نیرِ اوجگاہِ دین ملل بر سپہر دلامہِ تاباں
ماحیِ کفر۔ ہادم بدعت قاتل المشرکین بسیفِ لساں
محو در ذاتِ حیِ لیل و نہار فارغ از غیرِ حق بہر دم و آں

Marfat.com

انچہ گویند مَن اَتَمَ الفقر — درحقِ آنجناب وارد داں
آستاں بوس او امیر و وزیر — پائے بوسش بصدق دل سلطان
بیشک و ریب بسکہ بیروں است — وصفِ ذاتِ شریف او زبیاں
حکم آں شاہ نافذ اندر دہر — بر و حوش و پری و ہم انساں
کوس، رحلت چوک کوفت آں شہِ دیں — دیں جہاں سوئے روضۂ رضواں
بود چوں آنجناب شیخ و داور — شیخ سالِ وصال پاکش داں ۹۱۰
اے بقا! باقی است ذاتِ خدا — غیراو کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَان
نیست ممکن چو ماندن ایں جا — دل چرابستہ دریں ویراں

۶۔ شیخ فخر اللہ

المتوفی ۱۱۰۵ھ مطابق ۱۶۹۳ء اپنے والدِ بزرگوار شیخ ابوالفتح کے مرید تھے۔ آپ کے وصف و کمال کے اوصاف احاطۂ تحریر اور میدانِ تقریر سے باہر ہیں۔

آں فخرِ جہاں جہانِ احساں — در بذل و کرم چو بحرِ عُمّاں
آں رونقِ بزم عزّ و تمکین — واں نورِ چراغِ ملّت و دیں
سالارِ جنود عاشقاں بود — زاں مفخرِ خلق انس و جاں بود

(فرحت)

۷۔ شیخ غلام علی

اپنے پدر بزرگوار مقبول اللہ حضرت شیخ فخر اللہ کی وفات کے بعد سجادۂ ارشاد پر متمکن ہوئے مگر چند دن کے بعد جہانِ فانی سے دارالبقا کی طرف سفر گزیں ہو کر شاہدِ حقیقی کے وصال سے بہرہ یاب ہو گئے۔ پہلے تمام بزرگ درگاہِ قطب العالمؒ واقع لاہور میں مدفون ہوتے رہے۔ موضع شیخ پور (کوٹلی پیر) میں سب سے اول آپ ہی کا مزار بنا آپ صاحب خرقِ عادات ظاہرہ وکراماتِ باہرہ تھے چنانچہ اکثر ویرانیٔ ملک کی وجہ سے شیر کنارۂ دریائے راوی کے نیستان سے آنجناب کے مرقد کی زیارت کو حاضر ہوتا رہا۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے برادر خُورد پیر ابوالحسن مسندِ ارشاد پر رونق افروز ہوئے۔

Marfat.com

۸۔ حضرت شیخ ابوالحسنؒ

اپنے والدِ ماجد شیخ فخر اللہ کے مرید ہیں۔ خرقۂ خلافت اور کمالِ سلوک بھی انہی سے حاصل کیا۔ خرقِ عادات اور قوتِ کرامات جو آنجناب سے ظہور میں آئیں وہ آخری زمانہ میں اور کسی کو میسر نہیں ہوئیں۔ آپ اکثر اوقات بادۂ شوق سے مست اور عالمِ استغراق میں رہتے اور بادیہ سحو میں قدم رکھ کر اموات ِ ظاہری کو سرانجام دینا آپ سے کبھی کبھی ظہور میں آتا۔

گہے ہشیار بودے گہ بہ مستی　　فرد رفتہ زخود گم گشتہ ہستی
ہمہ با ذاتِ حق گشتہ مہیا　　نشاندہ آستیں بر جملہ دنیا
دو رنگی را زدستِ خویش دادہ　　بیک رنگی رخِ جان را نہادہ
بجز حق از ہمہ مے بود بیزار　　کہ در یکجا نہ گنجد یار و اغیار
چو اندر عامِ صحو آمدے باز　　بخلقِ احمدی می گشت و مساز
بہریک واشتے وا بابِ احساں　　بدستور، قدیم حق پرستاں

(فرحتؔ)

لطیفہ: کہتے ہیں کہ آپ کشتی میں سوار تھے کسی نے پوچھا کہ یہ کون ہیں جواب ملا پیر خدا بخش کے باپ۔ آپ نے کہا ہیں! میں بیٹے کی وجہ سے مشہور ہوں جلال میں آگئے اور کشتی لے ڈوبے۔ یہ بھی مشہور ہے کہ آپ کی جلالی طبیعت کی وجہ سے موضع مردانہ آبادی و ویرانے کے بَین بَین ہو گیا۔

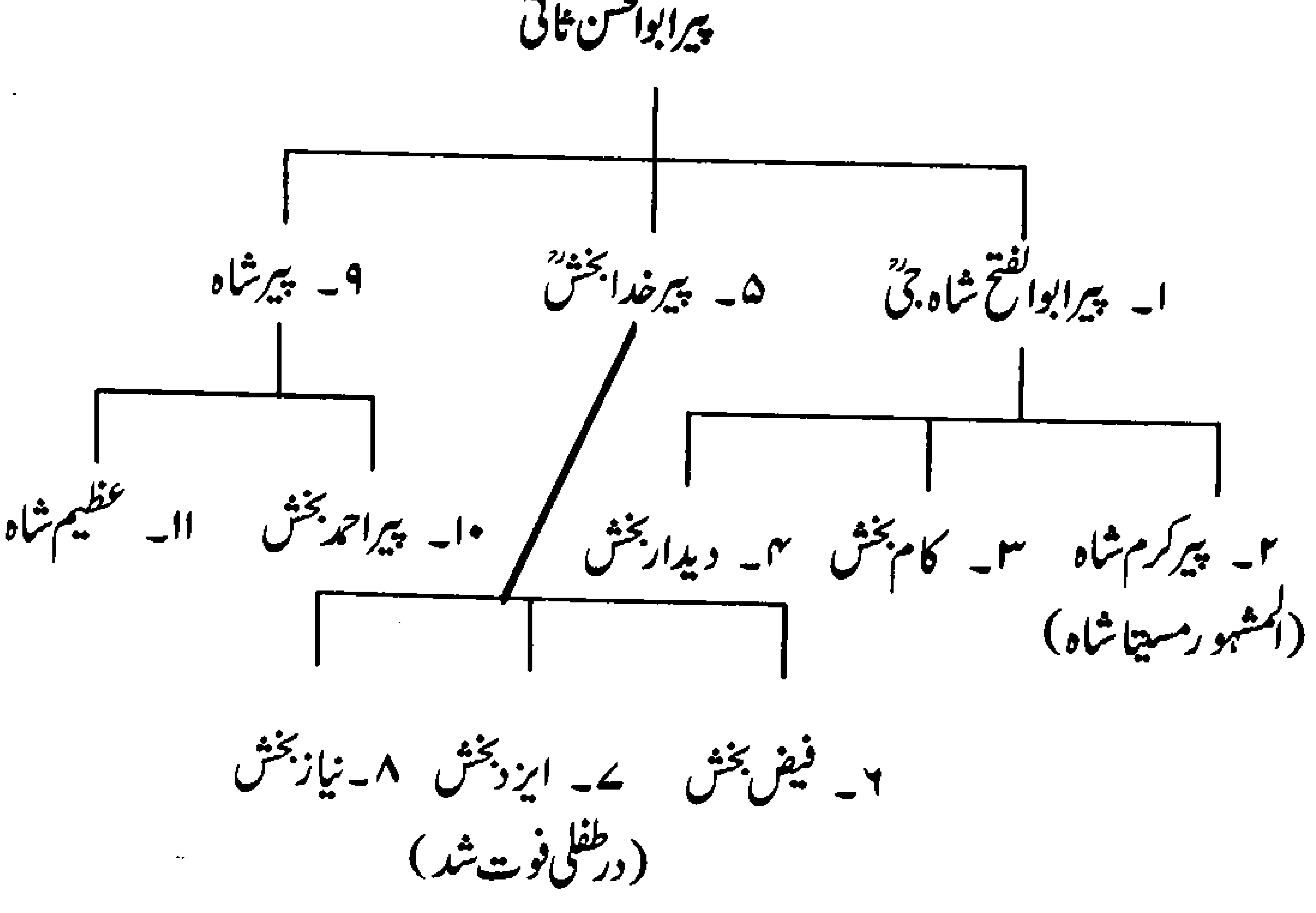

Marfat.com

۱۔ حضرت شیخ ابوالفتح المشہور بحضرت شاہ جیؒ

اپنے والد بزرگوار حضرت شیخ ابوالحسنؒ کے مرید ہیں آپ نے خرقۂ خلافت بھی انہی سے در بر فرمایا۔ ابتدا میں مزاج عیش وعشرت کی طرف راغب رہا مگر ایامِ کہولت میں تائب ہو کر اپنی آبائی وراثت یعنی طریقِ طریقت پر گامزن ہوئے اور اپنے شیخ کامل اور پیر اکمل کے فیضان سے کمالِ سلوک حاصل کر کے فقر وفنا کے بیشہ کے شیر بن گئے ؎

واقفِ اسرارِ ایزداں صاحبِ فقر و فنا　　چشمۂ عین الیقین و منبعِ صدق و صفا
مصدرِ فیضانِ ایزد مظہرِ انوارِ حق　　شاہجیو پیر ولایت سالکِ راہِ خدا

آپ ۱۱۹۳ھ مطابق ۱۷۷۹ء میں ۲۷ شعبان کو فوت ہوئے مزار درگاہِ قطب العالمؒ میں ہے۔ آپ کے پوتے پیر مراد شاہ لکھنؤ سے ایک منظوم خط (نامۂ مراد) لکھتے ہیں اس میں درگاہِ جلیلہ کے ذکر کے ضمن میں فرماتے ہیں ؎

مزار اک اور نورانی وہاں ہے　　ہمارے جدِ اعلیٰ کا مکاں ہے
یہ غم کہیو وہاں پر آہ! جی کا　　کہ مرقد ہے وہ حضرت شاہ جیؒ کا

تاریخِ وصال

حضرتِ جدِ معلّیٰ شاہ جیؒ　　مرتحل گردید زیں فانی جہاں
بود چوں شیخِ زمانہ لا جرم　　الفنا فی الشیخ شد تاریخ آں

(۱۱۹۳ھ)

۲۔ حضرت کرم شاہ المشہور مسیتا شاہ ابن شاہ جیؒ

آپ نے اپنے عمِ حقیقی حضرت شاہ خدا بخش علیہ الرحمتہ کے ہاتھ پر جو سالک راہِ طریقت ومعرفت تھے بیعت کی اور خرقۂ خلافت ظاہری وباطنی اپنے پدر شریف سے حاصل کر کے سجادۂ ارشاد پر متمکن ہوئے اور اپنے سلسلہ کو خوب چلایا۔ خاص وعام اور مریدان عقیدت التیام آپ سے بوجہ احسن فیض یاب ہوئے ؎

بخلقِ احمدی شانِ عجب داشت　　بہر دل تخم مہر خود چنیں کاشت
زکہ تامہ ہم مشتاقِ او بود　　ز صدقِ دل بپائش دیدہ می سود

Marfat.com

بشیخ و شاب یکساں بود آں ذات کفیلِ کارِ ہر یک در مہمات
باہلِ دین چہ باہلِ دنیا باخلاقِ حمیدہ بُد مہیّا
بہر یک بود آں فیاض یکساں نہ ایں رنجش ازاں می داشت نے آں

جب سکھوں کے خروج کی وجہ سے پنجاب عموماً اور شہر لاہور خصوصاً ویران ہوا تو پیر کرم شاہؒ اپنے خسرِ امارت مرتبت شیخ نورالحسین خاں عقیلی الہاشمی کی ملاقات کے لیے ۱۱۹۶ھ میں بمعہ اہل وعیال لکھنؤ روانہ ہو گئے جو لاہور سے ۵۵۹ میل ہے ڈیڑھ سال کے بعد حبِ وطن نے جوش مارا۔ اور آپ شیخ موصوف کے اصرار کے باوجود مراجعت فرما ہو گئے۔ دہلی اور لکھنؤ کے درمیان قزاقوں سے مقابلہ ہو گیا اور آپ شاہجہانپور کے نزدیک جو لکھنؤ سے ۱۰۲ میل جانبِ لاہور ہے گلولۂ تفنگِ اجل آہنگ سے ۱۲۰۰ھ مطابق ۱۷۸۶ء میں شہید ہو گئے آپ کا مزار اسی شہر کے ایک فقیر کے دائرہ میں جو برلبِ دریا واقع ہے بنا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس مرگِ مفاجات سے جو غم پسماندگان کے دل پر مستولی ہوا۔ اس کا اندازہ نامۂ مراد سے ہو سکتا ہے جو اسی حادثہ کے بعد شہیدؒ کے فرزندِ اکبر پیر مراد شاہ نے ہندوستان سے عزیزان پنجاب کی طرف لکھا۔ فرماتے ہیں۔

مگر فرزند حضرت شاہ جیؒ کے کرم شاہ اک جو سجادہ نشیں تھے
یہ اکثر تھا وہاں نزدیک اور دُور لقب ان کا مسیتا شاہ مشہور
کیا جیسا کہ حق نے پیدا ان کو کوئی خلف الرشید ایسا کہاں ہو
حدیثِ الور کا سرِّ گویا ہوا تھا ان کی صورت پر ہویدا
تصرف یہ انھیں حق نے دیا تھا کہ اک عالم کو ان سے فیض ہو یا
یکا یک ان کی یہ خاطر میں آیا کہ سیرِ ملک پورب کیجیے جا
یہ ہمت تھی کہ جو منہ سے نکالا سخن اپنے کو پھر ہرگز نہ ٹالا
چلے تھے سیر کو واں کی یہاں سے حقیقت میں یہ عازم دور کے تھے
کہوں کیا سیر کا میں ان کی احوال ہوا جب منقضی یاں ان کو اک سال
گئے تشریف لے چھوڑا اس مکاں کو جہاں کا عزم تھے رکھتے وہاں کو
جو تھی کچھ اس مکاں کی سیر باقی عوض اپنے وہ گویا ہم کو سونپی
جہاں کی سیر سب ہم کو دکھائی ولے کچھ ان کی خاطر میں نہ آئی

Marfat.com

کہ چھوڑے سب تماشے اس جہاں کے
ہوئے جا کر کے سائر لا مکاں کے

کسی نے کچھ نہ ان کا بھید پایا
خدا جانے کہ کیا یہ ماجرا تھا

ہے لازم اس بشر کو جو خدا نے
کیا اس کے تئیں بہتر ہی جانے

جو کچھ ہوتا ہے سب تقدیر سے ہے
نہ اپنی عقل اور تدبیر سے ہے

ہمیں جو سیر خالق نے دکھائی
نظر میں اپنے وہ بہتر ہی آئی

غرض یاں وہ نہ تھے تشریف لائے
ہمیں تھے سیر دکھلانے کو آئے

برائے سیر گو یا ہم یہاں تھے
تو خوب اس سیر سے سیراب ہو کے

خدا کا فضل ہو ان کی مدد ہو
وہاں کی سیر ہے اب کوئی دن کو

تاریخ وفات از مفتی غلام سرور لاہوری

مکرم شیخ دیں حضرت کرم شاہ (۱۲۰۰)
شہ مسعود رضی اللہ عنہ (۱۲۰۰)

ز خورشید عطا دل جست وصلش
دگر فرمود۔ رضی اللہ عنہ

دریغا کرم شاہ رفت از جہاں
ایضاً کہ شاہِ مسیتا لقب داشت آں

بیانِ غمش چوں نہ گردد تمام
فزوں گشت ماتم بہر خاص و عام

دراں غم زہاتف چو کردم سوال
بگوشم چنیں گفت بے قیل و قال

کہ تاریخ آں غازی نیک نام
بجواز کرم شاہ جنت مقام ۱۲۰۰

ایضاً از پیر نبی بخشؒ صاحب

وحید العصر آں شاہِ کرم شاہ
کہ ناید در بیاں وصف کمالش

شہادت یافت چوں از حکمِ یزداں
شہادت یافت۔ شد تاریخ سالش ۱۲۰۰

۳،۴۔ پیر کام بخش اور دیدار بخشؒ

حضرت کرم شاہ کے سوتیلے بھائی کوٹلی پیراں میں رہتے تھے اول الذکر ۲۲ شعبان ۱۲۳۲ھ مطابق ۱۸۱۷ء کو بروز شنبہ اور موخر الذکر ماہ جمادی الاخریٰ ۱۲۳۳ھ میں شب شنبہ نیم ساعت پسماندہ فوت ہوئے۔ پیروز یر شاہ بن کام بخش نے اپنے والد صاحب کی ایک غلط سی تاریخ یہ لکھی ہے۔

Marfat.com

۲ + ۴۰ + ۲۰۰ + ۱۰۰۰

چوں ازیں دہر رحلتش فرمود یک ہزار دو صد وہی و دو بود

نہ تاریخ وصالش شاہ مقبل زہاتف ایں ندا بخش مرسل

نامۂ مراد میں ان ہر دو بزرگوں کا اس طرح ذکر ہے ۔

وہاں جو اب بزرگوں کی بجا ہیں سو وہ دیدار بخش اپنے چچا ہیں

جہاں دیدار سے ہے ان کے خورسند کہ حضرت شاہ جیؒ کے ہیں وہ فرزند

جنھیں شوقِ جمالِ شاہ جیؒ تھا سو ہیں وہ دیکھتے دیدار ان کا

بہر حاجت بہر مشکل بہر کار کفایت ہے انھوں کا صرف دیدار

یہی ہے اب مراد اپنے بھی دل کی کہ دیکھیں آکے وہ دیدار ہم بھی

اوران سے جو ہیں چھوٹے ایک بھائی خدا دے سب کو ایسے نیک بھائی

انھوں کا کام بخش از بسکہ ہے نام نکلتا ہے انھوں کے نام سے کام

۵۔ حضرت پیر خدا بخشؒ

حضرت پیر خدا بخش بن پیر ابوالحسن ثانیؒ کا ذکر خیر پیر فرح بخشؒ ان القاب سے فرماتے ہیں:

''نیر بُرجِ ہدایت۔گوہر درجِ ولایت۔صدر آرائے محفلِ عرفاں۔نور افزائے دیدۂ ایقاں۔ شیخ المشائخ حضرت شاہ خدا بخش قدس سرہٗ۔'' پھر لکھتے ہیں کہ آپ میرے والدِ ماجد (پیر کرم شاہ جیؒ کے پیر بیعت اور عمِ حقیقی تھے۔آپ (والد صاحب) نے اپنے فرزند مراد شاہ اور قلندر شاہ کو خُرد سالی میں انہی کے ہاتھ پر بیعت کرانا مبارک جانا۔دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ حضرت شاہ خدا بخشؒ اخی ثانی حضرت شاہ جیؒ کے ہیں آپ کا مرقد شریف حضرت غلام علیؒ کے پہلو میں ہے اور آپ کے ہر دو صاحبزادے میاں فیض بخشؒ اور میاں نیاز بخشؒ علیھم الرحمۃ و الغفران اپنے پدر شریف کے پہلو میں موضع کوٹلی میں آسودہ ہیں۔

پیر مراد شاہ بزرگوں کا شجرۂ سہروردیہ پیر خدا بخش ہی کے نام سے شروع کرتے ہیں ۔

یا رب بسوز سینۂ آں ہادیِ زماں اسمِ شریف شاہِ خدا بخشؒ در جہاں

مثنوی مراد العاشقین میں جہاں آپ نے منقبتِ پیر رقم فرمائی ہے وہاں پیر خدا بخش ہی کا نام نظر آتا ہے۔ملاحظہ ہوں اشعارِ ذیل ۔

ہست ایں خوش وصفِ پیر دستگیر آں خدا بخشؒ است شاہِ بے نظیر

فخرِ دوراں ابنِ شیخ بوالحسن رحمتِ حق باد برشاں ہر زمن

Marfat.com

بیاساقی مرامگزار بے کیف خمارِ من شود کم حیف صد حیف
بجامِ مے مراد سرور گرداں ز دل زنگِ کدورت دور گرداں
کہ از راہِ صفا و صدق ہر دم بلا گردانِ پیر خویش گردم
چہ پیرِ آمرِ امرِ شریعت شہنشاہِ طریقت فی الحقیقت
سلالہ خاندانِ قطبؒ عالم نقادہ دودمان قطبؒ عالم
شرف بخشِ مکان عزّ وتمکیں جہانبانِ جہانِ ملّت و دِیں
چراغِ مجلسِ اہلِ معانی کلیدِ گنجِ اسرارِ نہانی
رواں در سینہ اش بحرِ مودّت دلش گنجینۂ رازِ محبت
زبانش لجۂ دریائے توحید دہانش منبع تسبیح و تحمید
در اخلاقِ حسن فخرِ زمانہ با وصافِ پسندیدہ یگانہ
تن و جانم بلاگردان خاکش بود ورد زبانم نام پاکش
طفیل نامِ پیر ما خدا بخش بعصیاں شر مسارم یا خدا بخشؒ

پیر خدا بخشؒ چہار شنبہ کی رات گیارہ ربیع الثانی ۱۲۰۱ھ مطابق ۱۷۸۶ء کو واصل بحق ہوئے۔
پیر مراد شاہ نے حسب ذیل تاریخ کہی ۔

دریغا از جہاں شاہِ خدابخشؒ بشد کو عالمے را بود رہبر
چو از برجِ ہدایت اخترے بود بجو تاریخِ فوتش ہم ز اختر(۱۲۰۱)
کرد چوں انتقال از دنیا ایضاً پیر تحقیق و مرشدِ لاریب
سالِ تاریخِ او بجستم گفت رضی اللہ عنہ ۱۲۰۱ھ ہاتفِ غیب

پیر خدا بخشؒ کے تین بیٹے تھے نام شجرہ میں دیے ہیں۔ ایزد بخش کا مزار مریدوں کے گاؤں موضع ستھیالہ تحصیل شکر گڑھ میں ہے جو نارووال ریلوے اسٹیشن سے جانب شمال بفاصلہ ۹ کوس ہے۔ پیر نیاز بخش کے متعلق نسب نامہ میں ان کے فرزند پیر نبی بخش لکھتے ہیں کہ آپ فقر وغنا میں بے نظیر تھے۔ پیر فیض بخش ۱۲۳۸ھ میں فوت ہوئے۔ اور پیر نیاز بخش ۱۲۵۴ھ میں۔ آپ بڑے صاحب کرامت بزرگ تھے۔

Marfat.com

ایک دفعہ موضع سٹھیالہ میں جہاں آپ مکین تھے بے پیر چوروں نے داخلِ طویلہ ہو کر آپ کے گھوڑے چرا لیے مگر جب لے کر باہر نکلے تو اندھے ہوگئے اور کچھ سجھائی نہ دیا کہ کہاں جائیں آخران کے ضمیر نے ملامت کی کہ ایک خدارسیدہ بزرگ کے مال پر ہاتھ ڈالنے کا یہی خمیازہ ہے۔اسی وقت تائب ہوئے معاً بصارت عود کر آئی اور وہ صبح باصد ندامت حضرت نیاز بخشؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گھوڑے واپس کر کے تقصیر کی معافی چاہی۔آپ نے فرمایا کہ خدا اپنے بندوں کے مال کا خود محافظ ہے۔کسی کی مجال نہیں کہ نقصان پہنچا سکے۔جاؤ میں نے تمھیں معاف کر دیا۔آئندہ کے لیے سرقہ سے توبہ کرو۔

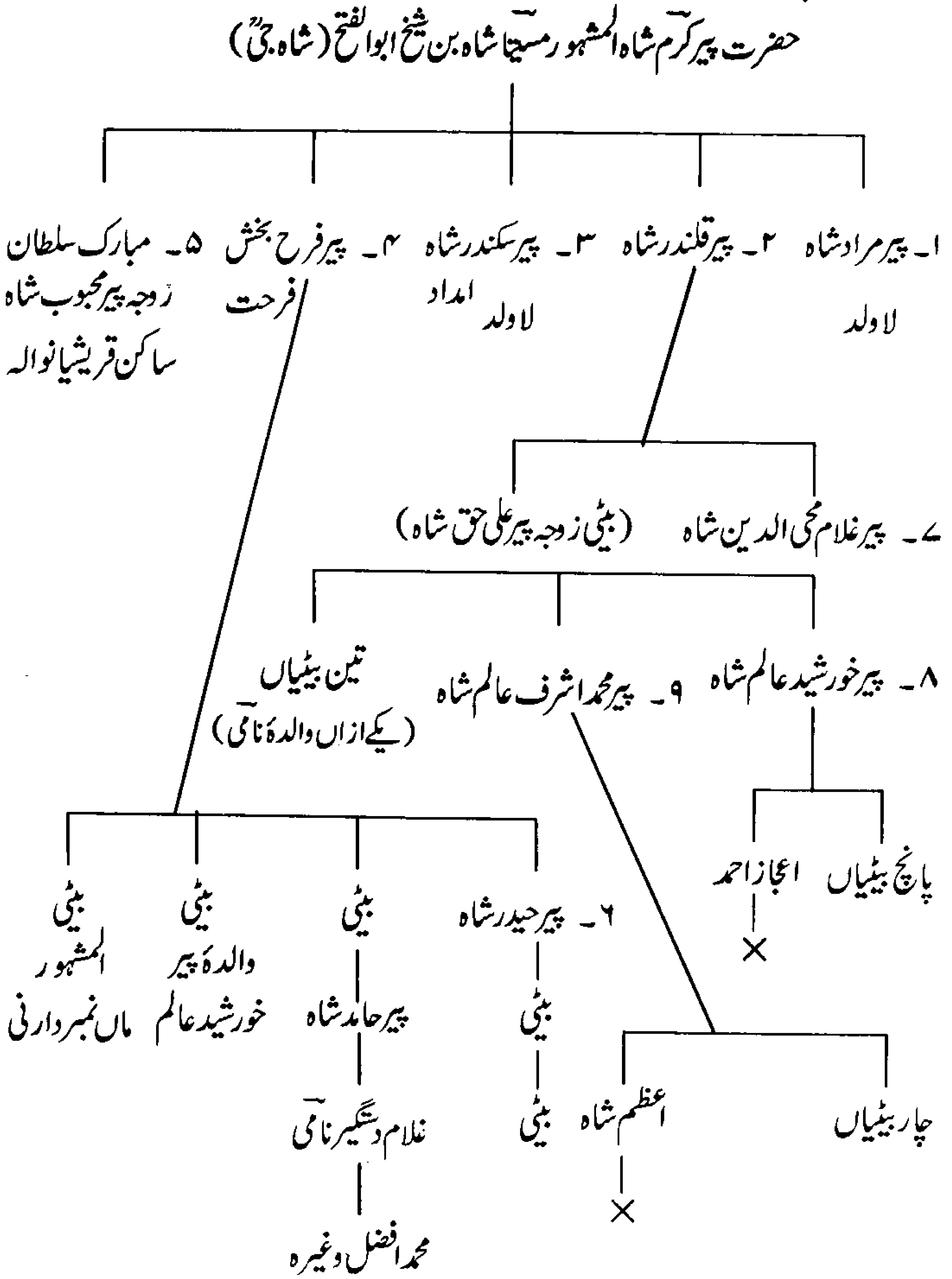

Marfat.com

۱۔ پیر مراد شاہ

پیر مراد شاہؒ کے متعلق پیر فرح بخش لکھتے ہیں کہ اس کاملِ شریعت وطریقت اور مکمل الحقیقت والمعرفت یعنی حضرت غلام رکن الدین المشہور بشاہ مراد بخش علیہ الرحمتہ نے بیعتِ خلق کا دستِ ارادت اپنے جدِ امجد خلاصۂ اولیاء حضرت شاہ خدا بخش کے ہاتھ میں دے کر اور تبرکِ خرقۂ آبائی اپنے والد شریف شیخ الوقت حضرت کرم شاہ الملقب بہ مستیا شاہؒ سے پہنا۔ آپ عابدِ بے ریا اور مجاہدِ بے ہمتا اور صاحب تصانیف باہرہ تھے چنانچہ مثنوی مرادالعاشقین (جو خاکسار نامی نے ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۹۰۸ء میں ملک فضل الدین مرحوم مالک قومی کتب خانہ لاہور سے چھپوائی تھی) اور ترجیع بند ما مریداں بروزن ما مقیماں (جو بصرف اخوی پیروز یرعلی شاہ صاحب حامی مرحوم ۱۳۲۱ھ مطابق ۱۹۰۳ء میں طبع ہو کر مفت تقسیم ہوا) یہ دونوں کتابیں فارسی میں ہیں اور دیوانِ مراد اور مراد المحبین[1] بزبانِ اردو (جو ابھی تک مکمل طور پر شائع نہیں ہوئیں اگرچہ ان کے اقتباس میں نے اپنے قومی اخبار ''الجلیل'' وغیرہ میں شائع کیے ہیں) آنجناب کے نظم کردہ ہیں۔ اس صاحبِ حال کے استعارات اور اشعار سراسر تصوف اور عین سلوک ہیں ۔

بلبلِ بوستانِ اہلِ صفا — نو گل بوستانِ فقر و غنا
بحرِ توحید و سیلِ ایقانی — یکۂ عصر در خدا دانی
صاحبِ ورع صاحبِ پرہیز — جز خدا از ہمہ نمودہ گریز
جانبِ حق گرفتہ بود ہمہ — صرف عمر اندریں نمود ہمہ
در دلش ذکرِ حق نمود قرار — زاں سبب بُد ز غیرِ او بیزار
در سرائے سہ پنج تا کہ بماند — اشہبِ فکر موئے مولا راند
آخر کار بیں بعینِ نماز — از تنش کرد مرغِ جاں پرواز

(فرحت)

۵ محرم الحرام ۱۲۱۵ء مطابق ۱۸۰۰ء کو اس جہانِ فانی سے آپ رحلت فرمائے عالم جاودانی ہو گئے اور شاہد لاریب کا وصال حاصل کر لیا۔ آپ کا مرقد مبارک متصل مسجد واقع موضع ملک مردانہ کھوکھر ہے۔

---

[1] یہ کتاب ڈاکٹر محمد باقر صاحب ایم اے نے رسالہ اردو دہلی کے اکتوبر ۱۹۴۲ء نمبر میں شائع کرادی ہے ۱۲

Marfat.com

بحرِ مواج کمال موجِ عمانِ حال قطب دہر حضرت شاہ قلندر کے آپ بھائی بجائے والد تھے۔ تبرکِ سلسلۂ سہروردیہ اسی فرد الاحباب یعنی غلام رکن الدین شاہ مرادبخش سے حاصل کیا اور سلاسلِ جنیدیہ، چشتیہ، مداریہ اور شطاریہ کی اجازت بھی آنجناب ہی سے حاصل کی۔ مفتی غلام سرور قادری صاحب گنجینۂ سروری میں رقم طراز ہیں کہ فرزند شیخ کرم شاہ قریشی است۔ شیخ عابد و زاہد و متقی بود ارادت بخدمتِ پدر و جدِ خود داشت۔ شاعرِ باتجمل بود (آگے تصنیف کے نام دیے ہیں اور مزار کا پتہ بتایا ہے)

چوں مراد از دارِ دنیا رخت بست رفت در گلزارِ جنت بامراد

۱۲۱۵ ۱۲۱۵

سالِ وصلش گو سخیِ مقتدا ہم بخواں شاہِ کرامت با مراد

حافظ محمود الحسن صاحب شیرانی پروفیسر یونیورسٹی لاہور ''پنجاب میں اردو'' میں حضرت شاہ مراد کے متعلق یوں رقم طراز ہیں:

حضرت مراد شاہؒ

والد کا نام پیر کرم شاہ عرف مستیا شاہ ہے پانچ سال لکھنؤ و دیگر مقامات میں گزارنے کے بعد ۱۱۹۶ھ اپنے پدر بزرگوار کی معیت میں واپس اپنے وطن لاہور آرہے تھے کہ شاہجہان آباد کے قریب قزاقوں سے مقابلہ ہوا۔ اور پیر کرم شاہ مارے گئے۔ اس افتاد سے دو سال اور وطن آنا نصیب نہیں ہوا۔ تحفۃ العراقین مصنفۂ خاقانی ۱۱۹۸ھ میں مراد شاہ نے شاہجہانپور میں خریدا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ لکھنؤ سے اٹھ کر یہاں اقامت رہی اور واپسی پر کرم شاہ ۱۲۰۰ھ میں شہید ہوئے۔ حضرت مراد شاہ کئی تصنیفات کے مالک ہیں۔ دیوان کے علاوہ متعدد چھوٹی چھوٹی مثنویاں یادگار چھوڑی ہیں۔ ۱۲۱۴ھ میں اپنے شاگرد حکیم علیم اللہ کی فرمائش پر قصۂ چہار درویش نظم کرنا شروع کیا اور کچھ حصہ نظم کر چکے تھے کہ پیام اجل آپہنچا اور عین عالمِ شباب میں ۲۹ سال کی عمر میں دنیا سے ۱۲۱۵ھ میں کوچ کیا۔ مزار موضع مردانہ تحصیل شاہدرہ میں ہے۔ ان کی طبیعت غزل سے بہتر مثنوی پر جمتی تھی اس میدان میں وہ کسی سے کم نہیں اور اہل ہندوستان کے دوش بدوش ہیں متواتر سات سال ہندوستان میں رہنے کی بنا پر زبان بالکل صاف ہوگئی ہے سلاست اور روانی کے علاوہ کلام میں پختگی موجود ہے ۱۲۰۳ھ میں ایک منظوم خط عزیزانِ وطن کو لکھتے ہیں جو نامۂ مراد کے نام سے موسوم ہے اور ہمارے مخدوم جناب غلام دستگیر صاحب نامی کی سعی سے چھپ چکا ہے اس خط میں اردو کی

Marfat.com

زیارت مزار پیر مراد شاہ در موضع مردانہ مشرق
کی طرف واقع مکان کی چھت سے
مسجد

Marfat.com

Marfat.com

قبولیت کے ذکر میں فرماتے ہیں ؎

وہ اردو کیا ہے یہ ہندی زباں ہے | کہ جس کا قائل اب سارا جہاں ہے
کلام اب تجھ سے میں ہندی زباں میں | کروں شہرت ہوتا سارے جہاں میں
کہ اب وسعت میں اس کی سب سخنداں | سمندِ طبع کو کرتے ہیں جولاں!
لطافت یہ نکالی ہے اسی میں! | کہ فرماتے نہیں کچھ فارسی میں
اسی کا شہرہ اب ہو جائے سب تک | یہاں سے تا بایراں بلِ عرب تک
خصوصاً شعر اب شاعر یہاں کے | نہیں کہتے بجز ہندی زباں کے
غرض ہندی کا یہ چرچا یہاں ہے | کہ شعر فرس مطعون زمان ہے
یہ شہرت ہے اب اس مضمون پُر کی | نہ کوئی فارسی پوچھے نہ ترکی
نہیں ہندی سخن میں نقص ممکن | لطافت ہے بہت سی اس میں لیکن
نہ شاعر ہند کے یوں فی الحقیقت | گئے لے فرس کے مضمون پہ سبقت
بچوڑا فارسی کی استخوان کو | کیا پُر مغز تب ہندی زباں کو
فصاحت فارسی سے جب نکالی | لطافت شعر میں ہندی کے ڈالی

لفظ اردو کا استعمال ان کے ہاں تحسین کی طرح قدیم ہے گویا تحسین نثر میں اور یہ نظم میں سب سے پہلے لاتے ہیں میں ایک اور مثال ان کی مثنوی چہار درویش سے دیتا ہوں ؎

یہ قصہ جو ہے چار درویش کا | اگر نظم ہو تو بہت ہے بجا
ولیکن ہو اردو زباں میں بیاں | کہ بھاتی ہے ہر ایک کو یہ زباں

نامی صاحب ان کی مثنوی مراد العاشقین اور فارسی ترجیع بند مامریداں چھاپ چکے ہیں۔ ذیل میں ان کا مگس نامہ بطور نمونۂ کلام ناظرین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے'' (چونکہ مگس نامہ۔ نامۂ مراد میں بھی چھپ چکا ہے اس لیے یہاں نقل نہیں کیا جاتا۔ نامی)

مرقدِ پیر مراد شاہؒ در مردانہ

تاریخ جلیلہ کے قارئین کو مرقدِ مراد کی زیارت کرانے کے لیے میں فوٹو گرافر صاحب کو ساتھ لے کر ۱۲ دسمبر ۱۹۳۶ء کو بروز شنبہ مردانہ پہنچا۔ یہ موضع اسٹیشن مہتہ سوجا کے قریب بلندی پر واقع ہے نیچے سے

Marfat.com

اور قریب سے فوٹو لینا عمارت کا واضح منظر پیش نہیں کرسکتا تھا اس لیے مشرق کی طرف واقع کوٹھے پر چڑھ کر نقشہ لیا گیا اور مسجد کی تصویر شامل کرنے کے لیے جو مرقد کے شمال کی طرف ہے دو تین کیکر کے درختوں کو جو حجابِ نظر تھے چھانٹنا پڑا۔ نیز پیپل کی چند شاخوں کو بھی جو روضہ کی شرقی دیوار کی جانب تھیں کاٹنا ضروری ہوا۔ مزار کی چار دیواری جس مقام پر بنائی گئی ہے وہ ۴۸ فٹ شرقاً غرباً اور ۳۴ فٹ شمالاً جنوباً ہے۔ مزار کے دروازہ پر زیر محراب ذیل کا قطعہ ہے:

مسیتا شاہ کے بیٹے غلام رکن الدین	شباب جن کا تھا پیری سے خوشتر و ذیشاں
شبِ جمعہ تھی محرم کی پانچویں تاریخ	ہوئے نمازِ عشا میں وہ سوئے خلد رواں
سروش عالمِ غیبی نے داد[9] دی نامی	جو بولے شاہ قلندر مراد بخش جہاں
مطابق ۳۰ مئی ۱۸۰۰ء	+۹ = ۱۲۱۵ھ

یہیں تصانیفِ مراد کے نام دیے ہیں اور کتبہ کے چاروں کونوں پر جناب قبلہ اشرف کا نام بطور ناصب، خاکسار نامی کا بطور ناظم برادرم افتخار احمد کا بطور کاتب اور برخوردار محمد افضل کا نام بطور نقاش لکھا ہے۔ یہ قطعہ ۱۹۴۵ء میں تحریر ہوا تھا۔ مگر مرمتِ مزار میں توقف کی وجہ سے اس کا نصب دس سال معرضِ تعویق میں پڑا رہا۔ آخر خدا نے مجھے اس کی مرمت کی توفیق دی۔ فرش پختہ پھر بندھایا گیا۔ دیواریں مرمت کی گئیں اور نئے پنجرے ڈبل اینٹوں کے بنائے گئے۔ پرانے پنجروں کا ایک عمدہ نمونہ شمال مشرق کی طرف موجود ہے۔ دروازہ کے دونوں طرف دربان نشین بنے ہیں۔ تین فٹ کی دو سیڑھیاں چڑھ کر اوپر پہنچتے ہیں احاطۂ مزار ہشت پہلو ہے۔ ۱۸ فٹ مربع چوڑا ہے پہلے ہر دو پہلو کے اتصال پر ایک مینار تھا۔ نیز دروازہ پر بھی دو مینار تھے مگر اب صرف قبر کی شمالی دیوار پر دو باقی ہیں۔ احاطہ کی دیواریں ۶ فٹ بلند ہیں۔ تعویذ درمیان میں ۳/۴ فٹ بلند چبوترے پر جو ۲/۱×۵ فٹ بنا ہے بلندی ۲ فٹ ہے۔ یہ روضہ غالباً پیر قلندر شاہ برادرِ حضرت مراد نے بنوایا ہوگا۔ اس کے مغرب کی طرف کم و جنوب کی سمت اور مشرق کی جانب سب سے زیادہ جگہ خالی ہے۔ اسی جگہ فوٹو میں میں اور چوہدری امیر علی خاں ذیلدار اور مغرب کی طرف چوہدری محمد شفیع وغیرہ مریدانِ خاندانِ جلیلہ بیٹھے ہیں۔ یہ مقام نہ صرف معناً بلکہ صورتاً بھی بہت بلند ہے۔ مسجد اس سے شمال کی طرف ہے جس کے امام مولوی محمد یوسف ہیں۔ راستہ مشرق کی طرف ہے متعدد سیڑھیاں چڑھ کر سطح مسجد

Marfat.com

پر پہنچتے ہیں مزار کی بھی یہی راہ ہے۔ایک راستہ مغرب کی سمت بھی ہے۔

۲۔ حضرت پیر قلندر شاہؒ

آپ ۱۱۸۵ھ مطابق ۱۷۷۱ء میں پیدا ہوئے اس وقت دہلی میں شاہ عالم بن عالمگیر ثانی کی حکومت تھی اور پنجاب میں احمد شاہ ابدالی دس سال پہلے بمقام پانی پت مرہٹوں کو ہٹا کر اور تین بار سکھوں کو شکست دے کر ۱۷۶۷ء میں لہنا سنگھ کو لاہور کی حکومت عطا کر چکا تھا۔

سیاحت

۱۱۹۶ھ مطابق ۱۷۸۱ء میں آپ کے والدِ بزرگوار کے خسر شیخ نورالحسنؒ صاحب عقیلی الہاشمی (متوطن موضع نونؔ) کے پاس مع عیال واطفال لکھنؤ تشریف لے گئے ان کے جاتے ہی لاہور میں سخت قحط پڑا جو ڈھائی سیرا قحط کے نام سے مشہور ہے۔اس وقت لاہور تین سکھ سرداروں میں منقسم تھا جن کے نام گوجر سنگھ، لہنا سنگھ اور سوبھا سنگھ تھے۔ ۱۷۸۶ء میں واپسی پر شاجہانپور کے نزدیک قزاقوں کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔تاریخ ہوئی شہادت یافت ۱۲۰۱ھ۔پس ماندگان بانس بریلی چلے گئے جہاں ۱۷۹۰ء تک رہے۔ یہیں حضرات مراد شاہؒ اور قلندر شاہؒ نے شیخ بدرالدینؒ صاحب رہتکی سے بیعت کی جو ۲۶ شوال ۱۲۰۵ھ میں لکھنؤ میں فوت ہوگئے۔حضرت قلندر شاہؒ نے محلہ شالی رام نگر کے باغ میں واقع مسجد میں مرشد کا مسقف و منقش مقبرہ بنوایا اور سال بھر وہاں معتکف رہ کر رودولی شریف تشریف لے گئے اور چھ ماہ مزار حضرت شیخ احمد عبدالحقؒ پر مشغولِ فکر و ذکر رہے۔بعد ازاں حضرت شاہ محمد اجملؒ سجادہ نشین دودمان افضلیہ تکیائیہ کی خدمت میں الہ آباد حاضر ہوئے جہاں سال سے زیادہ عرصہ بسر کر کے علومِ ظاہری و باطنی کی تکمیل کی۔پھر ڈیڑھ سال محمد آباد بنارس اور اس کے نواح کی سیر کر کے واپس لکھنؤ تشریف لے آئے اور سال بعد حضرت مولانا بدرالدینؒ کے مزار پر حاضر رہ کر فیوضاتِ روحی سے بہرہ اندوز ہوئے۔یہیں مرشد موصوف کے فرزند میاں کریم الدینؒ نے آپ کی بیعت کر کے اوراد و وظائف کی اجازت حاصل کی۔مراد العاشقین کے مطالعہ کے بعد پیرزادہ مظفر احمد صاحب ڈپٹی کلکٹر انہار مجھے ملے اور بتایا کہ میں شیخ بدرالدینؒ کے خاندان سے ہوں پھر پیرزادہ مصباح الدین صاحب سے تعارف کرایا کہ یہ خاص ان کی اولاد سے ہیں۔میں ۱۹۳۴ء میں تبدیلی آب وہوا کے لیے اڑھائی ماہ جوگندر نگر پہاڑ پور رہا۔وہاں قاضی امین الرحمٰن صاحب سینڈ کلارک دفتر

Marfat.com

ریذیڈنٹ انجینئر کارخانۂ برق آفرین سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے بتایا کہ پیرزادہ محمد حسینؔ صاحب (جوان کی زوجہ کے نانا تھے) اور میں بھی شیخ بدر الدینؔ صاحب مرحوم ہی کے خاندان سے ہوں۔ ۳۰ر نومبر ۱۹۳۶ء کو آپ نے مجھے ایک مبسوط شجرۂ مطبوعہ بھیجا۔ جس کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ شیخ صاحب موصوف حضرت عبداللہ حاکمِ یمن (بن حضرت عبدالرحمٰنؓ بن حضرت ابوبکرؓ صدیق) کے فرزند شیخ اسمٰعیلؒ کی اولاد سے ہیں۔ (آہ ابن قتیبہ کی کتاب المعارف نے ساداتِ قریش کے نسب کو محل نظر بنا دیا ہے وہ عبداللہ بن عبدالرحمٰنؓ کے صرف ایک ہی بیٹے طلحہؒ کا نام بتاتے اور لکھتے ہیں کہ طلحہؒ کی اولاد بکثرت ہے اور مدینہ کے قرب و جوار میں رہتی ہے۔ پیرزادہ محمد حسینؔ صاحب مرحوم نے ملتانی قریشیوں کے دعویٔ ہاشمیت کے جواب میں اسی ابن قتیبہ کی سند پیش کی ہے امید ہے کہ انھوں نے اپنے مورثِ اعلیٰ اسمٰعیلؒ کے فرزند عبداللہ بن عبدالرحمٰن ہونے کے ثبوت میں ضرور ابن قتیبہ کی بھول ثابت کی ہوگی۔ یا ممکن ہے شجرہ نویس صاحب محمد الیاسؔ آثم صدیقی، خزانچی جامع مسجد دہلی نے ترتیبِ شجرہ میں غلطی کی ہو۔ بہر حال مجھے خوشی ہے کہ مرشد شاہؔ قلندر کا خاندان ظاہر اور اولاد موجود ہے اور پیرزادہ مصباح الدین صاحب میاں کریم الدینؔ صاحب کے پوتے حافظ محمد یوسفؔ صاحب (بن مولوی امین الدینؔ صاحب) کے بیٹے ہیں اور ان کے بیٹے پیرزادہ انعام الدینؔ واحتشام الدینؔ صاحبِ اولاد ہیں۔

وطن کو واپسی

لکھنؤ سے حضرت قلندر شاہؔ ۱۲۱۰ھ میں لاہور پہنچ گئے اور اپنی والدہ مکرمہ اور اخِ مکرم پیر مراد شاہؔ کی خدمت میں جو پانچ سال قبل معاودت فرما کر اپنے آبائی محلّہ کھاری کھوئی گزر چوک مانک (بازار سمیاں ٹکسالی دروازہ) میں مقیم تھے حاضر ہو گئے (اس حساب سے آپ پندرہ برس سیروا فی الارض پر عامل رہے) اس وقت لاہور میں بھنگی سرداروں کی حکومت تھی یہی وہ (۱۷۹۷ء) سال تھا جب زمانؔ شاہ بن تیمور شاہ بن احمد شاہ ابدالیؔ نے لاہور پر حملہ کیا۔ پیر مراد شاہؔ نے حملے کا حال فارسی نظم میں بیان کیا ہے اور ناگہاں شاہ (۱۲۱۱) زمان رفت تاریخ نکالی ہے۔ دوسرے سال اس کا پھر حملہ ہوا۔ اور لاہور کی سرداری رنجیت سنگھ کو ۱۷۹۹ء میں عطا ہوئی جو چالیس سال حکومت کر کے حضرت قلندر شاہ سے سات برس بعد ۱۸۳۹ء میں انتقال کر گیا۔

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

رتہ میں اقامت

حضرت قلندر شاہؒ نے پیر مراد شاہؒ کی وفات کے بیسویں برس ۱۴ شعبان ۱۲۳۶ھ مطابق ۲۸ / اپریل ۱۸۲۰ء میں موضع رتہ کا نصف بشراکتِ برادرِ خود پیر فرح بخش مصنف اذ کارِ قلندری خرید فرمایا اور جبھی سے یہ رتہ پیراں مشہور ہوا۔ حضرت قلندر شاہ ۲۷ / رمضان المبارک ۱۲۴۸ھ مطابق ۱۷ فروری ۱۸۳۳ء رتہ پیراں میں فوت اور اس کے باغ واقع جانبِ غرب میں دفن ہوئے۔

۳۔ حضرت سکندر شاہ

آپ کے متعلق ان کے بھائی پیر فرح بخش لکھتے ہیں آپ شیخ المشائخ میرے پیر و مرشد حضرت قلندر شاہ کے چھوٹے بھائی تھے۔ ورع اور پرہیز گاری میں عدیم المثال اور فقر و فنا میں صاحبِ حال تھے۔

در عہدِ شباب کارِ پیراں می کرد　　　زا افراد آں ہم یک فرد

آپ احوالِ عجیب رکھتے تھے رقیق القلب اور صاحبِ درد تھے۔ آپ کی طبیعت خوب موزوں تھی آپ کے اشعار کے دو مطلع ملاحظہ ہوں۔

بتارِ موئے مژگاں دوختم ایں چشم حیراں را　　　رفو از رشتۂ جاں کردہ ام چاکِ گریباں را

خیالِ روئے تو با من چناں ہم آغوش است　　　کہ کارِ ہر دو جہاں از دلم فراموش است

بیس سال کی عمر میں در ۱۲۱۴ھ مطابق ۱۷۹۹ء آپ جہانِ فانی کو چھوڑ کر دار جاودانی کی طرف رحلت کر گئے۔ آپ کا مزار حضرت بندگی قطب العالم شیخ چوہڑ قدس اسرارھم کے دائیں پاؤں کے نیچے کی طرف ہے۔

شیرانی صاحب ان کے متعلق حسب ذیل تحریر فرماتے ہیں:

''پیر سکندر شاہ امداد حضرت مراد شاہ کے چھوٹے بھائی ہیں۔ بیس سال کی عمر میں وفات پائی۔ مزار خانقاہ حضرت عبدالجلیلؒ واقع لاہور میں ہے۔ نمونۂ کلام درج ذیل ہے

بادہ و جام و ساقی و گل و مل　　　ہے، نہیں ہائے اک وہ غیرت گل

شب میں احوال اس کا کہہ نہ سکا　　　شیشہ ہر چند کہہ رہا قل قل

زلفِ مشکیں کو دیکھ کر اس کی　　　کٹ گیا آج طرۂ سنبل

Marfat.com

جس گل اندام کے لیے میں نے کھائے اپنے بدن پہ لاکھوں گل
سو اشارہ میں اس کے خوں میرا لے گیا اس کا زنگیے کاکل
دیکھ کر اس پری کو ہوش و حواس آہ پرواز کر گئے بالکل
فیضِ شاہِ مرآد سے امداد ہم نے باندھے ہیں ریختوں کے پل

پیر مراد شاہ نے اس جواں مرگ بھائی کا غمِ فراق غلط کرنے کے لیے چار درویش کا قصہ حکیم علیم اللہ صاحب ارشاد بن محمد حیات کی فرمائش سے اردو نظم میں بنام مرادالمحبین بہ محلّہ کھاری کھوئی گزر چوک مانک بازار سمیاں بازار حکیماں بھاٹی دروازہ لاہور[1] کے جانب غرب (جو حضرت مرآد کی آبائی وراثت تھا) لکھنا شروع کیا۔ اس میں حضرت سکندر شاہ کے متعلق فرماتے ہیں ؎

جو پیروں نے برسوں میں حاصل کیا خدا نے سو تھا اس جواں کو دیا
جو کچھ طبع زاد اس کا یاد آئے ہے توجاں سن سنا کر نکل جائے ہے
کسے یاد ہے جو اسے یاد تھا ہر اک فن میں گویا وہ استاد تھا
فقیری میں رکھتا تھا کسبِ کمال جہاں کو سمجھتا تھا خواب و خیال
تجرد کے عالم میں اک فرد تھا جواں مرد تھا صاحبِ درد تھا
بمصر دم ہمچو یوسف عزیز سکندر خصائل ارسطو تمیز

مفتی غلام سرور صاحب مرحوم گنج تاریخ میں لکھتے ہیں کہ جمال عجب وطبع موزون داشت واشعارِ فارسی پُرمضمون گفتے ؎

چوں سکندر بادشاہِ جہاں یافت از حق جنت الفردوس مفت
عقل سالِ ارتحالِ آنجناب علوفِ اکبر سکندر شاہ گفت[2]
۱۲۱۴

---

[1] گزر چوک مانک کا علاقہ سید مٹھہ بازار سے دروازہ ٹکسالی کی فصیل اور شاہ برج تک تھا اور گزر تلواڑہ میں وہ تمام عمارات شامل تھیں جو بازار بھاٹی دروازہ کی جانب مغرب تا چورستہ بازار ٹبی ہیں۔

[2] مفتی صاحب کو غلطی لگی ہے۔ سکندر شاہ ۱۲۱۰ھ میں فوت ہوئے تھے۔ نامی

Marfat.com

۴۔ پیر فرح بخش

حضرت کرم شاہ کے چوتھے بیٹے تھے آپ کو اگر مورخ خاندانِ جلیلہ کہوں تو بیجا نہ ہوگا۔ آپ نے اذکارِ قلندری لکھ کر اس دودمانِ کبریٰ پر جو احسان کیا ہے اس کا بدلہ ہم کیا دے سکتے ہیں۔ دعا ہے کہ خدا انھیں اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔ میں جو کچھ لکھ رہا ہوں انھیں کی خوشہ چینی ہے۔ یوں بھی مجھے ان کے نواسہ (پیر حامد شاہ مرحوم) کے فرزند ہونے کا فخر حاصل ہے۔ میری رگوں میں اگر ان کا خون دوڑ رہا نہ ہوتا تو تاریخِ جلیلہ پر میرا قلم یوں رواں نہ ہوسکتا۔ مجھے نہایت رنج ہے کہ ایسے بزرگوار کے حالات جنھوں نے خاندان کا نام روشن کیا کوئی قلم بند نہ کرسکا۔ وہ دوسروں کے سوانح حیات جس قدر معلوم ہوئے لکھ گئے۔ مگر افسوس ان کے متعلق ہمیں کچھ معلوم نہیں۔ ان کی تاریخ وفات بھی کسی نے نہیں لکھی۔ میں نے اپنی بڑی خالہ صاحبہ سے ادھر ادھر کے واقعات سے اندازہ لگا کر ۱۲۵۶ھ مطابق ۱۸۴۰ء جب کہ آپ ۶۴ سال کی عمر میں فوت ہوئے مقرر کر دیا تھا۔ خدا جزائے خیر دے میرے نانا صاحب پیر غلام محی الدین شاہ صاحب کو جنھوں نے اذکارِ قلندری ۳۸۳ اوراق یعنی ۷۶۶ صفحات۔ قصہ عبید اللہ اور رادھاں ۶۸ پر۔ سسی اور پنوں ۹۰ پر اور جنگ وجدل سیالکوٹ ۲۴ صفحات پر نہایت خوشخط صحیح اور عمدہ پختہ کاغذ پر ۱۲۵۸ھ بمطابق ۱۸۴۲ء میں بقلم عطاء اللہ بہرام پوری لکھوا کر ہمیں مستفیض فرمایا۔ گویا کلیات حضرت فرحت جو تمام فارسی زبان میں ہیں مکتوبات سمیت ۹۵۸ صفحات پر ختم ہوئی ہیں (تقطیع صفحہ ۱۱×۲ ۱/۶ انچ) میرے جدِ امجد پیر نبی بخش صاحب بڑے تاریخ گو تھے مگر ان کی کہی ہوئی تاریخ بھی مجھے کوئی نہیں ملی۔ ہاں ان کے فرزند پیر حیدر شاہ صاحب مرحوم متعلق انھوں نے چار اشعار کہے ہیں کہ وہ ۱۲۸۹ھ بمطابق ۱۸۷۲ء میں فوت ہوگئے اور پیر فرح بخش کی نسل قطع ہوگئی کیونکہ ان کے فرزند پیر حیدر شاہ بے نام ونشان چل دیے۔ یا الٰہی حضرت فرحت کی تصنیفات کو عام کردے تاکہ قیامت تک ان کا نام باقی رہے۔" یہ عجیب بات ہے کہ کھوں کے عہد کے لوگ دختری اولاد کو اولاد ہی نہ سمجھتے تھے۔ حضرت مرحوم کی اولاد سے خاکسار نامی بمعہ اولاد واحفاد موجود ہے اور بابا حیدر شاہ کا نام بھی برخوردار محمد افضل و برادرانش کے وجود سے باقی ہے کیونکہ یہ مرحوم کی صاحبزادی کے نواسے ہیں۔ علاوہ حضرت فرحت صاحب تصانیف مفیدہ تھے۔ ان کا نام کب مٹ سکتا ہے۔ پیر حیدر شاہ مرحوم کو ایک شخص کرم بخش نے ۱۸۴۸ء میں اپنے چاہات اور اراضی تہہ و چراگاہ کا نصف ہبہ کردیا تھا۔

Marfat.com

بھائی بہنوں کی سچی محبت

حضرت عبدالجلیل قطب العالم عظمہ اللہ تعالیٰ کی اولاد میں اللہ تعالیٰ نے چار ذی علم بزرگ (پسران پیر کرم المشہور رمسیتا شاہ التوفی ۱۲۰۱ھ مطابق ۱۷۸۶ء پیدا کیے: ۱۔ پیر مراد شاہؒ ۱۲۱۵ھ مطابق ۱۸۰۰ء ۲۔ پیر قلندر شاہؒ ۱۲۴۸ھ مطابق ۱۸۳۲ء ۳۔ پیر سکندر شاہؒ ۱۲۱۲ھ مطابق ۱۷۹۷ء ۴۔ پیر فرح بخش ۱۲۵۶ھ مطابق ۱۸۴۰ء۔

ان کے خلوص و محبت کا پتہ ان کی تحریروں سے چلتا ہے ملاحظہ ہوں اشعار ذیل۔ حضرت قلندر شاہؒ اپنے بڑے بھائی پیر مرادؔ شاہ کو خط میں یوں مخاطب فرماتے ہیں:

اے مراد و آرزو بخشِ دلم   اے ز تو ہر مقصدِ جاں حاصلم
اے بفرقم سایہ ات ظلِ ہماؔ   خدمتِ تو شوکت و شاہیِ ما
اے شہنشاہِ جہانِ علمِ دیں   آفتابِ آسمانِ علمِ دیں
شاہِ من۔ سلطانِ من۔ شاہِ مرادؔ   آنکہ زو دریافتم راہِ مرادؔ
بادشاہِ کشورِ شعر و سخن   صد ہزاراں بندۂ او ہمچو من

مراد شاہؒ اپنے برخوردارِ خُرد کو یوں جواب دیتے ہیں:

اے قلندر شاہ اے دلبند من   اے برادر بہتر از فرزند من
اے فرحؔ بخشِ دلِ غمدیدۂ   چارہ سازِ خاطرِ رنجیدۂ
اے سرورِ سینۂ بریانِ من   نور بخشِ دیدۂ گریانِ من
اے تسلی بخشِ جانِ ناتواں   جسم را جانے و جانے راتواں

حضرت شاہ قلندرؒ ماں کی طرف خط یوں شروع کرتے ہیں:

اے بدلم مسکن و ماوائے تو   در سرِ جانم ہمہ سودائے تو
گر تو نمی آمدی اندر وجود   صورتِ من روبکسے کے نمود
جان من از تست و دلم ہم ز تو   آب من از تست و گلم ہم ز تو
گرچہ بباطن ہمہ از حق رسید   فیض بمن لیک ز تو شد پدید
پرورش کردی مرا دادی تو شیر   تا کہ جواں گشتم و گشتم فقیر

Marfat.com

فقر ہم از فیض تو دریافتم　　تاجِ فقیرانہ بسر یافتم

بہن کو یوں مخاطب کرتے ہیں:

صبا از من برو پیشِ فلانی　　کہ معدوم است او را مثل و ثانی
رخش روشن کنِ چشمِ ترِ من　　دل و جانِ برادر خواہرِ من
حریقِ آتشِ عشقِ الٰہی　　غریقِ بحرِ یادِ حق چو ماہی
رسانش اوّل از من ایں دعائے　　دعائے با اجابت آشنائے

پیر مراد شاہ اپنے لائق جوان بھائی سکندر شاہؒ (مدفون خانقاہِ قطب عالمؒ) کی یاد میں مراد المحبین کتاب لکھتے ہیں اور اس میں ان کے محاسن یوں بیان فرماتے ہیں[1]۔

جو پیروں نے برسوں میں حاصل کیا　　خدا نے سو تھا اس جواں کو دیا
کسے یاد ہے جو اسے یاد تھا　　ہر اک فن میں گویا وہ استاد تھا
فقیری میں رکھتا تھا کسبِ کمال　　جہاں کو سمجھتا تھا خواب و خیال
تجرد کے عالم میں ایک فرد تھا　　جواں مرد تھا صاحبِ درد تھا
بمصرِ دمِ ہمچو یوسف عزیز　　سکندر خصائل ارسطو تمیز
برادر نہ تھا آہ فرزند تھا　　کہ آرام جان اور دلبند تھا

ان نیک دل بھائی بہنوں میں جس قدر سچی اور بے لوث محبت تھی وہ ان کے صفائے باطن کی شاہد اور ہمارے لیے درسِ عبرت ہے۔

خاندانِ فقیراں سے اولادِ حضرت پیر کرم شاہ کے تعلقات

حضرت قلندر شاہ اور ان کے بھائیوں کے فقیر عزیز الدین صاحب آزاد اور ان کی برادری سے نہایت خوشگوار تعلقات تھے۔ پیر مراد شاہ صاحب لاہور سے اپنے بھائی قلندر شاہ اور فرخ بخش کی طرف جو مریدوں کے گاؤں روہو چک میں مقیم تھے ۱۲۱۰ھ میں لکھتے ہیں۔

---

[1] یہ اشعار دو بار نقل ہوئے۔ قند مکرر سمجھیں۔ نامی

Marfat.com

افتخارِ دوستانِ بے ریا — آں غلامِ شاہِ محی الدینِ ما
عارف باللہ حکیمِ حاذقے — دوستے در دوستیہا صادقے
ہمسرش نبود کسے در ہمسراں — مثل و ثانی نیست اورا در جہاں
میر ساند ہم سلام و ہم دعا — میکند بہرِ تو ہر صبح و مسا
ہم امام الدین ، نورالدین دگر — نیز صدرالدین فرخندہ سیر
بند گیہاے رسانند از نیاز — یاالٰہی عمرِ شاں آباد باد

نوٹ: فقیر غلام محی الدین (ولد حکیم محمد اسحاق ولد شیخ نور محمد) کے تین صاحبزادے تھے۔ فقیر عزیز الدین، فقیر امام الدین اور فقیر نور الدین جن کے نام اوراوپر مذکور ہیں۔ صدر الدین صاحب کون تھے؟ معلوم نہیں ہو سکا۔ حضرتِ مراد کے منظوم جوابِ خط کے مندرجہ ذیل اشعار محبتِ باہمی کا پتہ دیتے ہیں۔ ؎

اے عزیزِ جان اے جانِ عزیز — اے سراپا عقل و اے وافر تمیز
اے فراقت حبیبِ صبرم می ورد — ز اشتیاقت دل بہ پہلو می طپد
شد فزوں از ماہ ایامِ فراق — حق تعالیٰ کم کند نامِ فراق
آمدم روزے کہ من در کوٹلی — دل بلاہور است و تن در کوٹلی
نامۂ منشور رشکِ گلستاں — وقتِ شب آورد میرا پاسباں
باغِ دل گلگل شگفت از بوئے او — بود خود چشم عطارد سوئے تو
بر مرادِ دیدۂ خود دیدمش — خواندم و بہ دیدہ اش مالیدمش
شکر للہ ہست خیریت تمام — باش دائم بر مرادِ دل مرام

اسی محبت بھرے انداز میں حضرت قلندر شاہ صاحب فقیر صاحب موصوف کو خط لکھتے ہیں چند اشعار ملاحظہ ہوں ؎

از ازل مادر زدیم و دو ختیم — نقدِ عشقت را بحبیب اندوختم
صدہزاراں شکر بر افضالِ اوست — کہ تر از بہر تو داریم دوست
نے تمنا دارم از تو ہیچ چیز — غیرِ دید روئے خوبت اے عزیز

Marfat.com

فرقتِ ہجرانت اے جانِ جہاں ہست سخت و بس گراں بر عاشقاں
لیک بہر کثرتِ ذوقِ حضور ہست از محبوب مہجوری ضرور
امر زرِ غِبّا بجا آوردنی است گرچہ دار و تلخ باشد خوردنی است

اس کے جواب میں فقیر صاحب نے پہلے کچھ صوفیانہ چھیڑ چھاڑ کی ہے مگر آخر میں معذرت کرتے ہوئے اس کی وجہ بیان کردی ہے ناظرین پڑھیں اور لطف اٹھائیں ۔

اے قلندر شاہ اے عالی نژاد حق ترا دارد بیادِ خویش شاد
کیستم من تا ترا گویم جواب تو چو بحر و من ترا چوں جوئے آب
لیک میخواہم کہ غواصی کنم دست و پا در بحرِ طبع تو زنم
تا مگر ایں قطرہ زخاری کند گریہ ام چوں ابر مطاری کند
اے کریم الطبع گر سازی معاف گویمت مقصود خود را صاف صاف
مولویِ معنوی خوش گفتہ است درِ معنی را بسا خوش سفتہ است
تانگرید کودکِ حلوا فروش بحر بخشائش نمی آید بجوش
ہم عطا و ہم شفا خواہم ز غیب ہم اجابت خواہش بے رنگ و ریب
وہ چہ گفتی گفتنت باشد قبول برکتِ اصحابؓ و ہم آلِ رسول ﷺ
ہست امیدِ شفائم عنقریب شربتِ وصلِ تو می گردد نصیب
خود ترا باشد معین و ہم قرین باکمالِ فضلِ رب العالمین
از غمِ دنیا و دیں آزاد باش باعنایاتِ خدا دل شاد باش

اسی طرح حضرت قلندرؒ کے بھائی سکندر شاہ کے بھی خطوط فقیر صاحب کے نام ہیں ایک خط یوں شروع ہوتا ہے:

اے عزیز دل اسیر و داد بند عشقت بجان ہر آزاد
ملکِ دل از خیالت آباداں جاں بذوقِ وصال تو شاداں

جنابِ اشرفِ خاندان بیان فرمایا کرتے تھے کہ میں ایک دفعہ بھائی حامد شاہ صاحب (والد خاکسار نامیؔ) کے ساتھ فقیر قمرالدین ابن فقیر نورالدینؔ صاحب سے ملنے گیا اور یہ پہلی ملاقات تھی۔ فقیہ

Marfat.com

صاحب نے مجھے دیکھتے ہی دریافت کیا کہ آپ میرے محترم دوست سید غلام محی الدین شاہ صاحب کے صاحبزادے ہیں۔ میں نے اثبات میں جواب دیا۔ پھر آپ کاروبار پردہ وغیرہ کے متعلق دریافت کرتے اور اطمینان بخش جواب سن کر الحمد للہ کہتے رہے۔ آخر میں فرمایا کہ صاحبزادہ صاحب! میں نے آپ کو بڑی اچھی حالت میں دیکھا ہے اگر میں پرانے دوستوں کی اولاد کو خستہ حالت میں دیکھوں تو بھی محبت سے ملتا اور شکرِ الٰہی بجالاتا ہوں کہ دوستوں کی یادگار باقی ہے۔'' مرزا غلام جیلانیؒ صاحب رئیس مودے مرحوم سے یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ فقیر نجم الدینؒ صاحب بن فقیر شہاب الدینؒ بن فقیر شمس الدینؒ بن فقیر نور الدین صاحب کے بھی چار بیٹے موجود ہیں۔ ان صاحبان سے ہمیں بزرگانہ تعلقات کی تجدید کرنی چاہیے۔

بزرگانِ خاندان کی علمی شہرت

اللہ تعالیٰ نے بارھویں صدی ہجری میں میری والدہ ماجدہؒ کے دادا (پیر قلندر شاہ ولیؒ) اور ان کے بڑے بھائی پیر مراد شاہؒ اور چھوٹے پیر فرح بخش (والدِ بزرگوارِ نامیؒ پیر حامدؒ شاہ کے نانا) اور ان سے بڑے پیر سکندر شاہ ابنان پیر کرم شاہؒ المشہور مستیا شاہ شہید[1] کو لاہور میں پیدا کیا اور ان کے علم و فضل کے ذریعے دودمانِ جلیلہؒ حاکمیہ کو چار چاند لگا دیے۔ ان کے علمی کارنامےؒ قلمی کتابوں میں بند تھے۔ میرے خیال میں سب سے پہلے مفتی غلام سرورؒ صاحب مرحوم لاہوری نے جو متعدد تالیفات مطبوعہ کے مالک ہیں۔ ادبی دنیا کو ان ہر چہار برادرانِ ذی شان سے روشناس کرایا اور پھر مجھے توفیق عطا فرمائی کہ اپنے خالِ محترم اشرفِ خاندان (پیر محمد اشرف عالم شاہ صاحبؒ مرحوم جاگیر دارتہ پیراں) کی مدد سے ان کی تصنیفات کو شائع کروں اور ریسرچ سکالرز کی توجہ ان کے جواہر پاروں کی طرف مبذول کراؤں چنانچہ سب سے اوّل محققِ وقت حافظ محمود شیرانیؒ صاحب نے ''پنجاب میں اردو'' میں ان کا ذکرِ خیر کیا اور نمونۂ کلام دیا۔ بعد ازاں ان کے شاگرد پروفیسر محمد باقر صاحب ایم اے، پی۔ ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کرنے کے لیے لندن گئے اور لندن یونیورسٹی کے ہندوستانی اور بڑی زبانیں سکھانے والے محکمے کے افسر اعلیٰ ڈاکٹر بیلی سے (جو ۴/اپریل ۱۹۴۲ء دنیا سے چل بسے) ذکر کیا کہ پیر مراد شاہ لاہوری پہلے شخص ہیں جنھوں نے لفظ ''اردو'' کو زبان کے معنوں میں استعمال کیا ہے۔ ڈاکٹر بیلی نے ''نامۂ مرادؔ'' دیکھنے کی خواہش ظاہر کی جو پروفیسر صاحب

---

[1] میں نے ان کے مزار کے متعلق دو تین صاحبوں کو جو خاص شاہ جہانپور رہتے ہیں لکھا ہے۔ تا حال کچھ پتہ نہیں چلا کوشش جاری ہے۔ نامی

Marfat.com

موصوف نے شیرانی صاحب کی وساطت سے مجھ سے حاصل کیا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے بعد مطالعہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن کے ''جرنل'' بابت ماہ اپریل ۱۹۳۹ء میں اعتراف کیا کہ میرا ۱۹۳۰ء کے جرنل صفحہ ۳۹۳ میں یہ لکھا کہ گل کرائسٹ نے سب سے پہلے ۱۷۹۶ء میں لفظ ''اردو'' کو زبان کے معنوں میں استعمال کیا ہے غلط ثابت ہوا کیونکہ مراد شاہؒ اس سے چودہ سال (آٹھ سال۔ نامی) پیشتر (۱۷۸۸ء۔ نامی) میں یہ لفظ ''نامہ مراد'' میں استعمال کر چکے ہیں مثلاً۔

وہ اردو کیا ہے یہ ہندی زباں ہے ۔۔۔ کہ جس کا قائل اب سارا جہاں ہے

پھر ڈاکٹر صاحب آنجہانی لکھتے ہیں کہ ''نامہ مراد'' ایک منظوم خط ہے جو اٹھارویں صدی کے ایک ولی مراد شاہؒ ابن کرم شاہؒ نے لکھا۔ اور جسے ناظم کے پوتے یا پڑوتے غلام دستگیر نامی نے ۱۵ سال ہوئے پنجاب میں (جو مراد شاہ کا سکونتی صوبہ ہے) شائع کرایا تھا۔''

بیلی صاحب کے مضمون کی نقل میں نے مسٹر کنگ کمشنر لاہور ڈویژن جو اردو اور فارسی کے ماہر ہیں ارسال کی تو آپ نے کمشنرز ہاؤس لاہور سے مجھے حسب ذیل چٹھی اردو میں لکھی:

''محترمی پیر صاحب تسلیمات۔ آپ کا گرامی نامہ ملا۔ ہم نے بڑی دلچسپی سے اس کا مطالعہ کیا۔ یہ پڑھ کر بڑی خوشی ہوئی کہ آپ اور آپ کے بزرگ اردو ادب میں ذوق رکھتے ہیں۔ مسٹر بیلی نے جو ریسرچ کی ہے وہ غالباً درست ہے۔ مخلص: C.King'' (اس چٹھی کی نقل ماہ جنوری کے مقامی روز ناموں میں شائع ہوئی اور اخبار تعلیم کی فروری ۱۹۴۴ء کی اشاعت میں)۔

پروفیسر محمد باقر صاحب پی ایچ ڈی کی ڈگری لے کر اورینٹل کالج لاہور میں پروفیسر زبان فارسی متعین ہوئے اور آپ نے مجھ سے حضرت مرادؒ کی کتاب مراد المحبین لے کر مطالعہ کی اور بڑی محبت سے تبصرہ لکھ کر اسے انجمن ترقی اردو کے رسالہ اردو دہلی میں برائے اشاعت بھیجا جو بڑی دیر سے اس کے شیوع بابت اکتوبر ۱۹۴۲ء میں شائع ہوا۔ تمہید یوں فرماتے ہیں:

''قطب العالم شیخ عبد الجلیلؒ چوہڑ شاہ بندگی سہروردی مشائخ میں سے ایک بزرگ گزرے ہیں جو سلطان بہلول لودھی کے داماد تھے اور اپنی زندگی دینی اور دنیوی طور پر کامیاب و بامراد گزار کر ۹۱۰ھ مطابق ۱۵۰۴ء میں لاہور میں فوت ہوئے۔ (مفتی غلام سرور: خزینۃ الاصفیا صفحہ ۴۷ اور کنہیا لال تاریخ لاہور صفحہ ۲۵۰) اور یہیں مدفون ہوئے۔ اس وقت ان کی خانقاہ ریلوے پولیس لائنز کے جنوب میں ہے۔ شیخ

Marfat.com

عبدالجلیلؒ کی اولاد اور ان کے اخلاف کا سلسلہ تاہنوز قائم ہے جن میں سے میرے نیاز مندانہ تعلقات مخدوم غلام دستگیر صاحب نامی سے ہیں جو اس وقت لاہور میں مقیم ہیں اور جن کی عنایات سے آج میں اس بزرگ خاندان کے اہم مصنف کی اہم تصنیف سے قارئین کو روشناس کرانے میں کامیاب ہو رہا ہوں۔ نامی صاحب کے پاس اپنے بزرگوں کے فارسی اور اردو تصنیفات کا ایک گرانقدر ذخیرہ ہے ان تصنیفات میں سے بیشتر غیر مطبوعہ مخطوطے ہیں اور بہت سے کمیاب نسخے ہیں۔ میرے پیش نظر بھی اس وقت ایک غیر مطبوعہ مخطوط ہے جو مراد المحبین کے نام سے نامی صاحب کے ایک بزرگ حضرت مراد شاہؒ نے نظم کیا ہے۔"

پیرزادہ خان بہادر ڈپٹی مظفر احمد صاحب مرحوم کی دعوت پر میں ۳۰ رمئی ۱۹۱۴ء کو ہمراہ منشی طالب علی صاحب پابند ایڈیٹر رہنمائے تعلیم (اکنوں مالک اخبار تعلیم لاہور) امرتسر گیا انھوں نے حضرت مراد کے خود نوشتہ عملیات جو آپ نے کسی مرید کو عطا کیے تھے دکھائے اور نیز حضرت افضل الہ آبادی کے مکتوبات کی جلد جو میاں غلام حیدر صاحب بن حضرت اجمل الہ آبادی نے حضرت قلندر شاہ کو نذر کی تھی دکھائی۔

جدِّ نا حضرت پیر قلندر شاہ کے متعلق سید عبداللہ صاحب ایم اے ڈاکٹر آف لٹریچر لیکچرار پنجاب یونیورسٹی زیر عنوان "ریختہ گوئے پنجاب پیر قلندر شاہؒ" ایک مضمون رقم فرما رہے ہیں جو غالباً اورینٹل کالج میگزین کی اگست ۱۹۴۴ء کی اشاعت میں شائع ہوگا۔ حضرت فوق صاحب مشہور لاہوری مصنف کے پاس ایک قلمی مجموعہ چیدہ اشعار بنام بیاض شعری مرتبہ ابو محمد حسن شعری کشمیری متوفی ۱۲۹۸ھ ہے۔[1] اس میں حضرت قلندر شاہؒ صاحب کی غزل سے جس کا قافیہ و ردیف "پیدا کرد" ہے تین شعر دیے ہیں۔ ایسا ہی ان کا مجموعہ اشعار پبلک لائبریری لاہور میں بھی موجود ہے غالباً بنام "قصائدِ قلندری" ڈاکٹر محمد باقر صاحب ایم۔ اے۔ نے بتایا کہ یونیورسٹی لائبریری میں بھی نامۂ مراد قلمی موجود ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ان بزرگوں کا کلام ان کی زندگی ہی میں مقبول ہو گیا تھا۔

جدِّ نا پیر فرح بخشؒ صاحب فرحت کے فارسی نظم میں قصہ سسی و پنوں سے ڈاکٹر محمد باقر صاحب موصوف نے اورینٹل کالج میگزین بابت ماہ فروری ۱۹۴۴ء کے صفحات ۴۰ تا ۵۶ کو مزین فرمایا ہے اس میں حضرت فرحت کی مختصر زندگی بھی دی ہے اور ان کے فرزند پیر حیدر شاہؒ (والدۂ افضل کے نانا) مرحوم کی وفات کے متعلق جدامجد پیر نبی بخش کے اشعار بھی درج کیے ہیں اور ان کی دیگر تصانیف ۱۔ اذکار قلندری

---

[1] ابو محمد حسن شعری کشمیری کا مجموعہ کلام فارسی بنام "مرأت خیال" ۱۳۰۴ھ میں امرتسر سے شائع ہوا تھا۔ مشتمل بر ۵۲۰ صفحات

Marfat.com

۲۔ قصہ عبیداللہ و رادھا[1] ۳۔ قصہ جنگ وجدل سیالکوٹ اور ۴۔ مکتوبات پر بھی روشنی ڈالنے کا وعدہ کیا ہے۔ قصہ زیرنظر کو آپ نے اندر جیت منشی کے اسی مضمون پر قصے کو جو مجھ سے لے کر آپ سابقہ میگزین میں چھپوا چکے ہیں کم رنگین اور جذبات کی رنگ آمیزی سے (جو رومانی داستان کے لیے ضروری ہے) معرا بتایا ہے حقیقت یہ ہے کہ حضرت فرحت ایک مورخ تھے اور انھوں نے قصے کو ایک تاریخی کتاب کی طرح نظم کر دیا۔ ان کے اشعار میں وہ جذبہ نہیں جو ان کے بڑے بھائی مراد شاہؒ میں ہے۔ ان کی مثنوی مرادالعاشقین پڑھیں اور اردو میں مرادالمحبین اور نامۂ مراد تو دل میں عجیب رقت پیدا ہوتی ہے اور حضرت فرحت کی مثنوی میں یہ بات نہیں۔ ہاں نثر بڑے اعلیٰ پایہ کی لکھتے ہیں اردو کی طرف انھوں نے توجہ نہیں کی۔

پیر سکندر شاہ سے مفتی غلام سرور صاحب مرحوم اور شیرانی صاحب اہل علم کو روشناس کرا چکے ہیں۔ میں نے رہنمائے تعلیم لاہور کے شیوع جنوری ۱۹۴۳ء کے صفحات ۶۱-۶۴ میں زیرعنوان ''ڈیڑھ سو سال پہلے کا ایک جوانان مرگ لاہوری شاعر'' ان کے متعلق مضمون لکھا ہے اور ان کے وجدانی اشعار کا نمونہ دیا ہے۔ اگر زندگی وفا کرتی تو یہ پنجاب میں آفتاب بن کر چمکتے۔ حضرت مراد ان کے متعلق ٹھیک لکھتے ہیں ۔

جو پیروں نے برسوں میں حاصل کیا خدا نے سو تھا اس جوان کو دیا
جو کچھ طبع زاد اس کا یاد آئے ہے تو جاں سن سنا کر نکل جائے ہے

گزشتہ سال سن ہجری اور عیسوی کے گیارھویں مہینے میں میں نے افرادِ خاندان کے چیدہ کلام کا ایک مختصر سا مجموعہ بنام گلدستہ حمد وثنا شائع کرایا۔ ذی علم حضرات نے بزرگان دودمان سلطان حمیدالدین حاکم اور پیر قلندر شاہؒ کے فارسی اور حضرت مراد کے اردو کلام کو بہت سراہا اور رسالہ القریش امرتسر نے کچھ میرے اور برادرم عبدالحمید صاحب کے کلام کی بھی تعریف کی۔ ذوق نے ٹھیک کہا ہے ۔

رہتا ہے نام علم سے زندہ جہاں میں ذوق اولاد سے تو ہے یہ دو پشت چار پشت

دنیا میں کئی سیٹھ ساہوکار آئے اور چل دیے آج کوئی ان کا نام نہیں لیتا (مر گئے مردود نہ فاتحہ نہ درود) ہاں زندہ رہتا ہے تو ذی علم بزرگوں کا یا ان کا جو حضرت اشرف کی طرح چاہات ومساجد ومسافر خانے قائم کر گئے اور بزرگوں کے نیک نام زندہ رکھنے کے لیے اوقاف کا انتظام فرما گئے۔

---

[1] اس قصے کا مضمون میں ''خیام'' لاہور کے افسانہ نمبر ۱۹۴۱ء میں شائع کرا چکا ہوں اور مرادالعاشقین کے قصوں کا رسالہ ''عالمگیر'' کے سالانہ نمبر ۱۹۴۱ء اور جولائی نمبر ۱۹۴۱ء میں۔

Marfat.com

ڈاکٹر باقر صاحب کو مراد المحبین کی اشاعت کے سلسلے میں حضرت مراد کے استاد حضرت اجمل الہ آبادی کے حالات کی ضرورت تھی مجھے یاد نہ رہا کہ میں نے ایک جگہ ۱۹۳۱ء میں ان کے خاندان کے متعلق مضمون مندرجہ ذیل رسالہ اردو اورنگ آباد (دکن) بابت جولائی ۱۹۳۱ء سے نوٹ لکھا تھا۔ اور دو فقرنامے مع ان رسائل وظائف و اعمال کے دستیاب ہوئے ہین جو شاہ اجمل الہ آبادی نے حضرت مراد شاہ اور قلندر شاہ کو صفر ۱۲۰۸ھ میں دیے تھے۔ فقرناموں پر مُہر (اجمل محمد ۱۱۹۱ے) ثبت ہے۔ حضرت اجمل کے مرجع سلاطین خاندان کے علمی کارناموں کا بیان اور فقرناموں کی نقل میں کسی رسالے میں چھپواؤں گا۔ یہاں گنجائش نہیں۔

رسالہ ''نقوش'' کے ''غزل نمبر'' طبع ثالث فروری ۱۹۶۰ء کے صفحہ ۵۲۵ پر پیر مراد شاہؒ کی غزل جس کا مطلع ہے۔

یہاں ہجر میں کوئی دم دیکھتے ہیں نہیں پھر تو ملکِ عدم دیکھتے ہیں

اور صفحہ ۵۲۹ پر پیر وزیر علی شاہ حامی کی غزل بہ مطلع ۔

ستم کر۔ ظلم کر۔ جور و جفا کر میں ہوں راضی جو ہو تیری رضا کر

درج ہے اور اسی رسالہ میں زیرِ عنوان شعرائے متغزلین بر صفحہ ۳۴۷ و ۴۴۷ حامی صاحب مرحوم اور حضرتِ مراد کے حالات نثر میں مسطور ہیں۔ حامی صاحب کے متعلق لکھا ہے کہ آپ ہمارے عہد کے مشہور علم دوست بزرگ پیر غلام دستگیر نامی کے بڑے بھائی اور داغ کے شاگرد تھے۔ غزلیں، نظمیں، قصیدے، مرثیے، قطعے اور رباعیاں سب ہی کچھ کہتے تھے مگر آخری عمر میں نعتوں کے سوا سب کچھ چھوڑ دیا تھا۔ آپ نے دو دیوان ایک غزلوں اور اور دوسرا نعتیہ اپنی یادگار چھوڑے ہیں۔ نعتیہ دیوان چھپ چکا ہے مگر غزل کا غیر مطبوعہ ہے۔ ۱۹۳۰ء میں بعمر ساڑھے ترپن (۲/۱ ۵۳ سال فوت ہوئے۔ (مدفون رتہ پیراں)

مسلمانوں کے عقائد

حضرت قلندر شاہؒ صاحب نے ایک فارسی نظم بعنوان ''بیان حق'' لکھی تھی جو قبلہ ماموں صاحب نے کتاب قصائد قلندری میں شامل کر کے شائع کرادی۔ میں نے قارئین تاریخ جلیلہ کو مستفیض کرنے کے لیے برادرم محمد خلیل صاحب زبدۃ الحکما کو عبارت عربی کا اردو میں ترجمہ کرنے کی فرمائش کی اور انھوں نے

Marfat.com

اسے پورا کیا۔ جزاہ اللہ تعالیٰ (ملاحظہ ہو قصائد قلندری مطبوعہ ۱۳۷۸ھ مطابق ۱۹۵۸ء)

پیر غلام محی الدین بن حضرت قلندر شاہ مرحوم

آپ کا نام تاریخی ہے ۱۲۲۴ھ مطابق ۱۸۰۹ء میں لاہور میں پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ کا نام بی بی عظیم سلطان تھا جو غیر برادری سے تھیں (جس کا ذکر اپنے مقام پر ہوگا) پیر صاحب موصوف کی ولادت کے وقت رنجیت سنگھ کی لاہور میں حکومت کا دسواں سال تھا جو تیس سال اور راج کر کے ۲۷ جون ۱۸۳۹ء میں مرگیا۔ اس کی حکومت حدود تبت سے کوہ سلیمان تک اور دریائے سندھ سے ملتان تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا کھڑک سنگھ راجہ ہوا مگر ۱۸۴۰ء میں چل بسا۔ اس کا فرزند نونہال سنگھ باپ کی نعش سوختہ کر کے آرہا تھا کہ حضوری باغ کے پاس دیوار گرنے سے اس کی ہستی کا خاتمہ ہوگیا۔ شیر سنگھ رنجیت سنگھ کا مشہور شدہ بیٹا جو فوج میں ہر دل عزیز تھا راجہ منتخب ہوا۔ رانی چندر کور (والدۂ نونہال سنگھ) کو بھی جھکنا پڑا۔ دھیان سنگھ اس کا وزیر بنا۔ سندھانوالیہ سرداروں نے اس کے مخالف سازش کر کے اسے ۱۵ ستمبر ۱۸۴۳ء کو اجیت سنگھ کے ہاتھوں دھیان سنگھ سمیت قتل کرادیا۔ وزیرِ مقتول کے بیٹے ہیرا سنگھ نے قلعہ لاہور کا محاصرہ کر کے سندھانوالیوں کو مغلوب کرلیا اور اجیت سنگھ اور اس کا ساتھی لہنا سنگھ قتل ہوئے۔ جدنا پیر غلام محی الدین شاہؒ بھی محصورینِ قلعہ میں سے تھے۔ قلعہ میں گولے گولیاں مینہ کی طرح برس رہے تھے۔ ایک گولہ ان کی گردن کے پاس سے ہو کر گزرا جس کی حرارت سے آپ کے پچھلے حصۂ سر کے بال جل گئے مگر حافظِ حقیقی نے بال بال بچالیا۔ قلعہ فتح ہوگیا۔ رات کا وقت تھا فاتحین دروازوں پر مشعلیں لیے کھڑے تھے اور ہر ایک کو پہچان پہچان کر پکڑتے جاتے تھے۔ آپ سائیس کے لباس میں **وجعلنا من بین ایدیھم سدًا ومن خلفھم سدًا فاغشینٰھم فھم لایبصرون** پڑھتے ہوئے دشمن کے پاس پہنچے ان سے پہلے بھی کئی سائیس گزرے تھے۔ ان سے پوچھا گیا کہ تم کون ہو۔ آپ نے کہا "مہاراجہ صاحب کا سائیس" ایک شخص نے کہا "یہ سائیس ختم ہونے میں نہیں آتے" دھکا دیا اور آپ قلعہ کے دروازہ سے باہر تھے یہاں سے نکل کر آپ فقیر عزیز الدین صاحب انصاری کے پاس آئے۔ انھوں نے پہلے تو آپ کو چھپائے رکھا پھر ڈر گئے کہ کہیں میری شامت نہ آجائے۔ ہیرا سنگھ وزیر کے پاس آکر کہا کہ ایک ایسے شخص کی جان کی امان چاہتا ہوں کہ اگر اس کو گھر میں رکھوں تو دنیا خراب ہوتی ہے اگر باہر نکالوں تو عاقبت۔ وہ بولا ہاں امان ہے مگر غلام محی الدین کو نہیں - فقیر صاحب نے اپنی کارگزاری کا واسطہ دے کر جان بخشی کا حکم لے لیا۔ مگر

Marfat.com

نظر بندی سے بچانہ سکے جس سے ہیرا سنگھ کی مرگ پر جلد رہائی مل گئی۔ ہیرا سنگھ نے سرداران سندھانوالیہ پر بڑا ظلم کیا ان کی جاگیریں ضبط کر لیں اور راجہ سانسی کو مسمار کر کے اس پر ہل چلا دیے۔

نانا صاحب موصوف کو سردار کاہن سنگھ نے معاملات کی سرانجام دہی کے لیے اپنے پاس رکھ لیا۔ ۱۸۵۴ء تک اس کے پاس رہے۔ یہ سردار آپ کا مرید تھا۔ مولراج ملتان بھی باغی ہو گیا۔ سردار مذکور کو مقابلہ میں بھیجنے کی تجویز ہوئی۔ مگر یہ آرام پسندی اور بزدلی کی وجہ سے جانا نہیں چاہتے تھے۔ نانا صاحب سے فرمایا کہ مجھے دعا کر کے خطرہ سے نجات دلائیں تو میں حضرت شیخ چوہڑ شاہ بندگیؒ کی خانقاہ میں حجرہ بنوا دوں گا چنانچہ اس کی مخلصی ہو گئی اور اس نے بعد ازاں لبِ تہ خانہ بیٹھک تعمیر کرا دی۔

تحصیلداری۔ جناب نانا صاحب موصوف ۱۸۵۶ء میں چھ ماہ کپورتھلہ میں اور بعدہٗ ۱۸۶۰ء تک بھگواڑہ میں تحصیلدار رہے مگر آخر ایک سازش کا شکار ہو کر ہزاروں روپیہ بطور تاوان بھر کر رتہ پیراں چلے آئے۔ آپ نے بوجہ غلبۂ بیماری وحبِ وطن بغیر صفائی پیش کرنے کے ریاست سے نکلنے ہی کو ترجیح دی مگر جب اس کے بعد تین سال زندہ رہے تو افسوس کرتے تھے کہ میں وہاں سے آخری فیصلہ کیے بغیر کیوں چلا آیا۔

کنبہ پروری

آپ بڑے کنبہ پرور اور مہمان نواز تھے اپنے عزیزوں کو آپ نے کئی عہدوں پر فائز کرایا ہوا تھا۔ مثلاً پیر علی حق شاہ صاحب کو نائب تحصیلداری پر۔ پیر غلام محمد شاہ صاحب کو تھانہ داری پر۔ پیر محمد شاہ صاحب والد پیر محمود شاہ صاحب کو محرّر جوڈیشلی پر اور پیر شادے شاہ عم پیر شریف عالم شاہ صاحب کو جمعداری پر۔

جاگیرداری

آپ کے پاس کئی مواضع کی جاگیریں اور معافیاں تاحیات تھیں گورنمنٹ عالیہ نے حسب چٹھی نمبر ۱۶۹ مورخہ ۷ جنوری ۱۸۵۳ء منجانب قائم مقام سیکرٹری گورنمنٹ انڈیا بنام بورڈ آف ایڈمنسٹریشن پنجاب مندرجہ ذیل جاگیریں اندازاً چھ سو بیس ۶۲۰ روپیہ بطور معافی بلا نذرانہ بنام پیر غلام محی الدین شاہ اور ان کی ایسی نرینہ اولاد کے لیے نسلاً بعد نسلاً علی الدوام منظور کیں جو ان کی جائز منکوحہ بیوی کے بطن سے ہو۔

نقل روبکار محکمہ کمشنری اعلیٰ ممالک پنجاب وغیرہ بہ اجلاس مسٹر جان لارنس صاحب بہادر چیف کمشنر مورخہ ۲۳ رفروری ۱۸۵۳ء بحرمت حکم صاحب کمشنر بہادر قسمت لاہور رقم زدہ ۲۸ مارچ ۱۸۵۳ء

Marfat.com

معہ انتخاب نقشہ جاگیرات مراسیاں وفقیراں وسیداں کہ از پیشگاہ گورنمنٹ بذریعہ چٹھی نمبر ۱۶۹ مرقومہ ہفتم جنوری ۱۸۵۳ء منظور ہوا ہے واسطے تعمیل احکام گورنمنٹ مندرجہ ذیل نقشہ مذکور ابتدائے بیع سنہ ۱۹۱۰ سے اس سررشتہ میں پہنچ کر بملاحظہ نقشۂ مذکور ملاحظہ ہوا کہ برنمبر ۹ بنام غلام محی الدین شاہ ولد قلندر شاہ عمر ۴۵ سال قوم قریشی ساکن موضع رتہ پرگنہ تلونڈی سجادہ نشین قرار پائی۔ مفصلہ ذیل شیخ چوہڑ ۲ متصل قلعہ گوجر سنگھ نواح لاہور۔ مزار سید مراد شاہ واقع موضع مردانہ پرگنہ تلونڈی ۳ مزار سید قلندر شاہ واقع موضع رتہ پرگنہ تلونڈی۔ ۴ مزار پیر برخوردار و دیگر پیراں واقع موضع کوٹلی پرگنہ تلونڈی نصفی موضع رتہ پرگنہ تلونڈی ضلع ہذا جمعی ۳۰۰ سالِ سالیانہ بمد واگزاری درج ہے اور خانہ کیفیت میں لکھا ہے کہ باقی نصف اس موضع کا خالصہ ہے حقِ مالکانہ اس نصف موضع کا معافی وار کا ہے۔ وہ اس موضع میں رہتا ہے۔ زمیندار بیان کرتے ہیں کہ غلام محی الدین شاہ اور اس کے باپ نے نہ (۹) دانہ چاہ پختہ بصرف ایک ہزار روپیہ کے اس گاؤں میں تعمیر کیے ہیں اور یہ خاندان ستر برس سے (یعنی ۱۷۸۲ء سے) اس موضع میں آباد ہے اور مزار سید قلندر شاہ والد غلام محی الدین شاہ کی اس موضع میں واقع ہے فقط اور حکم گورنمنٹ اس طرح ہے کہ جاگیر نصف موضع [1] ہذا تاحین حیات غلام محی الدین بلا اخذ نذرانہ واگزار رہے۔ بعد وفات اس کی یہ نصف موضع بنام اولاد پسری و صلبی اس کی کہ بطن زوجۂ منکوحہ سے ہو نسلاً بعد نسلاً علی الدوام بلا اخذ نذرانہ واگزار رہے۔ چونکہ تعمیل حکم گورنمنٹ ضروری ہے اس واسطے حسب الحکم روبکا امروزہ کے بنام تمھارے ارشاد ہے کہ اس موضع کو بموجب حکم مرقومہ بالا درج فہرست جاگیرداران کردو اور بعد دریافت کے حی القائمی جاگیردار سے حضور میں اطلاع دو اور ہنگامِ فوتیدگی اس کی فوراً خبر کرو۔" فقط تحریر ۳۰ مارچ ۱۸۵۳ء

نئی حاصل کردہ جائداد

پیر غلام محی الدین شاہ صاحب مرحوم نے بہت جائداد پیدا کی جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ زمین احاطۂ خانقاہ حضرت عبدالجلیلؒ چوہڑ بندگی لاہوری

عملداریِ انگریزی کے پہلے بندوبست میں آپ ہی نے اسے پھر حاصل کیا۔ چنانچہ خانہ ملکیت میں انہی کا نام درج ہوا۔ موضع سیدپال تحصیل لاہور میں آٹھ گھماؤں زمین مصارف خانقاہ کے لیے معاف ہوئی جو اب تک قائم ہے۔

---

[1] سکھوں کی طرف سے بھی ۱۷۹۳ء میں پیر قلندر شاہ کو نصف موضع جاگیر میں دیا گیا تھا جیسا کہ پروانہ ابیسا کھ ۱۸۴۹ بمقام آبدیاں سے ظاہر ہے۔ نامی

Marfat.com

۲۔ اراضی چاہ چوہڑ شاہ بندگیؒ

یہ اراضی بھی آپ ہی نے حاصل کی جو آپ کی وفات کے بعد آپ کے دونوں صاحبزادوں کے نام منتقل ہوئی۔ اور پھر اشرفِ خاندان کے نام۔ ان کی رحلت کے بعد ان کی حسبِ وصیت ۱۹۳۶ء میں یہ زمین وقف ہوگئی اور اب میرے تصرف میں ہے۔

۳۔ موضع بھٹے وڈ میں دوسو ۲۰۰ گھماؤں زمین آپ نے خریدی جو مثل نمبر۲ وقف قرار پائی یہ بھی میری تولیت میں ہے۔

۴۔ موضع رتہ پیراں کا چہارم حصہ: آپ ۱۲۶۴ھ مطابق ۱۸۴۸ء میں خرید فرما کر کل موضع کے نصف کے مالک بنے باقی چہارم آپ کے برادرِ عم زاد (پیر حیدر شاہ صاحب) کی مِلک رہا جو اب برخوردار محمد افضل نمبردار وغیرہ کے قبضہ میں ہے باقی ۱/۴ کے گوجر مالک ہیں۔

۵۔ موضع رتیاں بھی آپ نے ۱۸۵۳ء میں خریدا اور اب بطورِ وراثت پیر محمد افضل وغیرہ کی ملکیت ہے۔

۶۔ موضع جلالپور تحصیل شکر گڑھ ضلع گورداسپور کا بہت سا حصہ آپ نے حاصل کیا اسی موضع میں سے ۲۵ گھماؤں پیر نبی بخش صاحب مرحوم نے بھی حاصل کیے۔

۷۔ لاہور کے محلّہ چلہ بی بیاں میں بھی آپ نے بہت سے مکانات بنائے جیسا کہ تاریخ لاہور مولفہ رائے بہادر کنہیا لال میں مسطور رہے۔ ان میں سے اب صرف دو مکان باقی ہیں ایک میں جو طویلۂ غلام محی الدین شاہ مشہور تھا مجھے شرفِ سکونت بجوار حضرت سید احمد توختہؒ حاصل ہے اور دوسرا کرایہ پر لگا رکھا ہے۔ علاوہ ازیں موضع نمبر ا قلعہ مسیتا شاہ کے نصف کے جو آپ کے دادا نے حاصل کیا تھا اور نمبر۲ موضع کوٹلی کے کافی حصہ جدی کے بھی آپ مالک تھے۔ موخر الذکر حسب وصیتِ اشرفِ خاندان اقاربِ جدی کو مل گیا اور اول الذکر بطور وراثت اولاد کو۔ نیز نمبر۳ موضع چک وھید و نمبر۴ تلونڈی، جیون کورایہ نمبر۵ تلواڑہ نمبر۶ گھچلی نمبر۷ ڈوگر نمبر۸ جاترّی نمبر۹ پٹیالہ اور نمبر۱۰ اداوَد میں بھی ایک ایک مربعہ کے قریب آپ کے والدِ بزرگوار کے وقت سے معافیاں چلی آتی تھیں جو آپ کی وفات پر ضبط ہوگئیں۔

Marfat.com

اولادِ پیر غلام محی الدین شاہؒ

ازبطن جدتی امتہ النبی آپ کے ہاں ایک بیٹی صاحب سلطانہ ۱۸۳۷ء میں اور ایک بیٹا خورشید عالم ۱۲۶۱ھ مطابق ۱۸۴۵ء میں پیدا ہوا۔ ازبطن خانم جان جن سے آپ نے ۱۸۴۸ء لاہور میں شادی کی تھی۔ ۱۸۵۳ء میں میری والدہ شریفہ اور ایک سال بعد لطیف سلطانہ اور پانچ برس بعد حضرتِ اشرف تولد ہوئے۔ آپ کو وفات پائے صرف ۵۷ برس ہوئے ہیں اس وقت نہ کوئی ان کا بیٹا زندہ ہے نہ بیٹی اس وقت صرف ایک نواسہ (نامی) اور تین پوتیاں (والدۂ افضل و ہمشیرہ گانش) موجود ہیں۔ یہ سب آپ کی جائداد سے متمتع ہو رہے ہیں۔ سجادہ نشین اور نمبردار آپ کی بیٹی کا بڑا پوتا اور بیٹے کا بڑا نواسہ محمد افضل شاہ طال عمرہٗ واقبالہٗ ہے اور متولی اس کا والد (نامی)

وفات

آپ ۱۵ / ربیع الثانی ۱۲۷۹ھ مطابق ۱۰ / اکتوبر ۱۸۶۲ء کو ۵۳ برس کی عمر میں فوت اور رتہ پیراں میں اپنے والد بزرگوار (پیر قلندر شاہ) کے دائیں پہلو پر دفن ہوئے یعنی میری ولادت سے اکیس سال پہلے۔

خوش خلقی و مروت

آپ بڑے دانا، خلیق اور مدبر تھے۔ آپ اس سے بھی نیکی ہی کرتے جو آپ سے بدی کرتا۔ آپ علما و صلحا کے دلی قدردان تھے۔ اپنے والدِ بزرگوار اور عمِ نامدار کے کلام کو نہایت شوق اور محبت سے خوش خط لکھوا کر محفوظ رکھا۔ اور دیگر قلمی کتب بھی جواب ان کے نواسے (نامی) کو تالیفِ تاریخ جلیلہ میں بہت مدد دے رہی ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ اگر وہ نہ ہوتے تو نہ میں ہوتا نہ میرا علمی شغف۔ مفتی غلام سرور صاحب لاہوری آپ کی شان میں یوں رطب اللسان ہیں ؎

غلام محی الدین شاہِ جوانمرد ۔۔۔ بوقتِ خویش مردِ اہلِ دیں بود
عجب کانِ سخاوت معدنِ فیض ۔۔۔ دلش جلوہ گرِ نورِ یقیں بود
بخلقِ نیک بود اور احسن الخلق ۔۔۔ بخوبی یوسفِ روئے زمیں بود
لبِ او غیرتِ لبہائے کوثر ۔۔۔ سخنہائش مثالِ انگبیں بود
عجب سردارِ عالی بود ذاتش ۔۔۔ کہ سرور ہم غلامے کمتریں بود
بسالِ ارتحالش گفت سرور ۔۔۔ غلامے از جنابِ محی دیں بود

Marfat.com

مولانا غلام رسول صاحب مرحوم قلعہ میہاں سنگھ والا کی رائے

مولانا صاحب مرحوم المتوفی ۱۲۹۱ھ مطابق ۱۸۷۴ء اجلّہ علمائے پنجاب میں سے تھے۔ فقہ، حدیث اور تفسیر میں بھی فاضل کامل تھے۔ آپ کا وعظ بڑا پُر تاثیر اور کفر شکن تھا۔ نقشبندیہ اور مجددیہ طریقہ میں شیخ محمد نصیر کی بیعت تھے اور مولانا محمد عبداللہ غزنوی امرتسری سے بھی آپ نے فوائد عظیمیہ حاصل کیے۔ آپ کی تصانیف یہ ہیں:

۱۔ حلیۂ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شاہ رسالت پناہ پنجابی اور فارسی میں ۲۔ حلیۂ غوث الاعظمؒ ۳۔ قصۂ حضرت بلالؓ ۴۔ کتاب پنج باب پنجابی میں ۵۔ قصۂ سسی و پنوں وغیرہ۔ دیکھو ان کے کلام میں کس قدر درد بھرا ہے۔ بچپن سے والدۂ شریفہ سے سنے ہوئے اشعار مجھے اب تک یاد ہیں۔

صبا روضے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دے جائیں — میرا احوال رو رو کے سنائیں
کہیں بعد از ہزاراں بار صلوٰۃ — کروڑاں بار تسلیمات و تحیات
کہ اے محبوبِ ربانی صلی اللہ علیہ وسلم نگہ کر — وچھوڑے سے ہے جاں آئی لباں پر
النبے عشق سے جل بل گیا جی — کہو اس درد کا دارو کراں کی
خدا جانے جدوں دی جائیاں میں — میرے بابل ترے لڑ لائیاں میں
میرا دل چُور کیتا درد تے غم — ترحّم یا نبی اللہ ترحّم

ایسا ہی سوز مولانا جامیؒ المتوفی ۸۹۸ھ مطابق ۱۴۹۲ء کے ان شعروں میں ہے۔

زمہجوری بر آمد جانِ عالم! — ترحّم یا نبی اللہ ترحّم
نہ آخر رحمتہ اللعالمینی صلی اللہ علیہ وسلم — ز محرومانِ چرا فارغ نشینی
ز خاک اے لالۂ سیراب بر خیز — چو نرگس خواب چند از خواب برخیز
بروں آور سراز برد یمانی — کہ رُوئے تست صبحِ زندگانی
شبِ اندوہِ مارا روز گرداں — ز ردیت روزِ ما فیروز گرداں
ز حجرہ پائے در صحنِ حرم نہ — بفرقِ خاک رہ بوساں قدم نہ
بدہ رستے ز پا افتاد گاں را — بکن دلداری دلداد گاں را
(الخ)

Marfat.com

الغرض مولانا صاحب مرحوم میرے قبلہ نانا صاحب کی وفات پر فرماتے ہیں ۔

آں گلِ گلشنِ قلندر شاہ زیبِ دستارِ عزت و تمکین
حسنِ خلقش رساندہ طیبِ سخا بشامِ جہاں چو نافۂ چیں
یافت زد حسن تارکِ اقبال محفلِ احتشام زد تزئین
چوں ملائک ازیں چمن زارش چیدہ بروند سوئے خلدِ بریں
بود ترساں زبارگاہِ صمد چوں خطاب آمدش ز علیین
لیک چوں در جنابِ غوثیہ بارادت رسوخ داشت قریں
بہ سماع آمدش ز حضرت او مژدۂ لاتخف بیوم الدین
گشت ایمن چو ایں ندا آمد گفت انی غلام محی الدین

۱۲۸۵-۶=۱۲۹۷ھ

خردم آہ برکشیدہ و ثمرد سال وصلتش برآورند ازیں

پیر نبی بخش نے بھی آپ کی بہت عمدہ تاریخیں کہی ہیں ۔

۲۹۰ + ۸۴ + ۹۰۰ – ۱۲۷۹ھ

صبر بے دل لطف بے رخ شد ز سوگِ ماتمش کرد چوں تیغِ اجل سر از تنِ عشرت جدا

۱۲۰۰ + ۷۹ = ۱۲۷۹ھ

سرِ بخشش بریدہ شد لاریب ہم عطا را نماند پائے ثبات

آپ کے چچا جدِ نا پیر فرح بخش آپ کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:

”صاحبزادہ ہمت بلند، طالب مطالب ارجمند، نورحدقۂ مراد۔ نوبادۂ حدیقۂ رشاد، شجرۂ امید را باد، گلبنِ فیض را آبشار۔ مربع نشین چار بالش تمکین صاحبزادہ شاہ غلام محی الدین طال اللہ عمرہٗ وزاد اقبالہٗ اپنے پدرِ بزرگوار قطب بلا اشتباہ حضرت قلندر شاہ قدس سرہٗ کے اس دارِ فانی سے سرائے جاودانی کی طرف جو صاحب دلوں کے سرائے سرور ہے تشریف لے جانے کے بعد جانشین سجادۂ ارشاد ہوئے۔ آپ اس عالی خاندان کے برگزیدہ فرد ہیں۔ خدا کا فضل ان کے شاملِ حال ہے۔ دنیاوی کاموں میں مصروفیتوں کے باوجود کہ ان سے اجتناب نہیں ہوسکتا آپ کا رجوع خاطر اسی سیدھی راہ پر ہے جو ان کا آبائی ورثہ ہے۔ آپ بندوں میں یگانہ فرد ہیں۔ آپ کی زبان میٹھی ہے دل صاف ہے ادھر خدا کی عبادت کرتے ہیں ادھر خلق خدا

Marfat.com

سے خلق ومروت سے پیش آکر اس کی حاجت روائی کرتے ہیں اور حتی الامکان کسی حاجت مند کو خالی نہیں جانے دیتے جو کوئی ایک شخص کی دل جوئی کرے اسے حج کا ثواب ملتا ہے (دل بدست آور کہ حج اکبر است) پس صاحبزادہ صاحب کے ثواب کا اندازہ کرو جو ہزار ہا دلوں کو خوش کرتے ہیں۔ کیوں نہ ہو آپ ایسے مجمع الکمالات اور مصدرِ حسنات کے فرزندار جمند ہیں جو خلق ومحبت کے باب میں اور سخاوت وکرم کے میدان میں عدیم المثال تھے کانِ لعل سے لعل ہی نکلتا ہے۔ دنیا سے آزادگی وہی لوگ اختیار کرسکتے ہیں جو بالکل تجرد پیشہ ہوں مگر وہ لوگ کس طرح دنیا سے الگ ہوسکتے ہیں جن کو خدا نے اپنے پرائے کا رزق بانٹنے والا بنایا ہو۔ صاحبزادہ غلام محی الدین کو بھی خدا نے عالی ہمت اور فراخ حوصلہ پیدا کرکے ایسا دل دیا ہے جو خلق خدا کے کام آتا ہے ۔

چہ درکار دنیا چہ در کارِ دیں ہمت بلند است آں دوربیں
بلندیِ ہمت عطائے خداست دودِ مقبل حق بریں راہ راست
بفضل و کرامت بجود و کرم بہر دوجہاں داری اش محترم

صاحبزادہ صاحب اگر عمدہ لباس پہنتے ہیں تو ضرورت کے لیے پہنتے ہیں مگر الحمدللہ کہ تکبر اور ریا سے بالکل پاک ہیں اور فقر کے آبائی بوریے کو اپنے لیے باعث فخر سمجھتے ہیں۔ نیت پر ہر چیز کا مدار ہے۔ اگر فقر لباس میں ہوتا تو طوطے اور فاختہ سے زیادہ اور کوئی مستحقِ تعریف نہ تھا ۔

گوش کن از من ایں ستودہ سخن دل نگہدار ہر چہ خواہی کن

پیر خورشید عالم شاہؒ

نام (خورشید عالم) تاریخی ہے بڑے بارعب تھے لوگ ان سے خائف رہتے یکے بعد دیگرے (ملک پور، ڈھولن وال اور کوٹلی سے) تین شادیاں کیں۔ مگر خدا کی قدرت اولادِ پسری باقی نہ رہی دختری اولاد بھی بے اولاد رخصت ہوئی۔ صرف ایک بیٹی جو ڈھولن والیوں کی بھانجی تھی ایک یادگار بصورت ظفر باقی رہی جس کو حضرتِ اشرفؒ نے خداترسی اور شفقت سے پرورش کیا، بیاہا اور مالا مال فرمایا ان کے بعد اولادِ اشرفؒ کا بھی اس سے نہایت ہمدردانہ سلوک قائم ہے۔ حضرتِ خورشید عالم ۱۸۸۴ء سے ۱۸۸۷ء تک رعیہ میں آنریری مجسٹریٹ رہے جتنا اس وقت چھوٹے بھائی کے سر قرض تھا اتنا ہی ان ک پاس نقد جمع تھا۔ آہ آپ کو تپ دق کا عارضہ ہوگیا۔ دندان وچشم کو نقصان پہنچا اور چار بیٹیاں اور دو بیویاں چھوڑ

Marfat.com

کر ۱۴ ررمضان المبارک ۱۹۰۱ء میں جاں بحق تسلیم ہوئے۔ حضرتِ اشرفؒ نے پسماندگان پر دستِ کرم رکھا اور انھوں نے آپ کو مرحوم سے زیادہ شفیق اور رحیم پایا اور دعا کی کہ ہمیں ان کے سامنے دنیا سے اٹھا لے۔ چنانچہ یہ دعا قبول ہوئی۔ ماموں صاحب نے بستہ درگھر پر آباد کرایا مگر ماموں احمد علی صاحب کی تیسری بیٹی کے مر جانے سے پھر بند ہو گیا۔ آپ نے اس مکان کو پھر درست کرانے کا کام عزیزی ظفر حسین کے سپرد کیا۔ آپ مرضِ موت میں افسوس سے فرماتے تھے۔ اس نے میرے بھائی کی کوئی عمارت باقی نہیں رکھی بوجہ میرے شوق علم کے مجھ پر بڑے مہربان تھے۔ جب میں ایامِ طالب علمی میں لاہور سے گاؤں جاتا تو آپ مجھ سے میری درسی کتاب فارسی سنا کرتے۔ ان کا دل بہلتا اور میری دہرائی ہو جاتی۔ آپ مثنوی غنیمت کے بہت دلدادہ تھے اور یہ اشعار اکثر سنایا کرتے۔

نخارد از خیالِ خندۂ گُل گزارد پا اگر در چشمِ بُلبل

کہ من سیپارۂ دل می فروشم برآمد از درِ مکتب خروشم

بگفتا کمترک، گفتم کہ گاہے بگفتا قیمتش؟ گفتم۔ نگاہے

آپ خود بھی گاہے گاہے شعر کہا کرتے تھے جو حالاتِ شعرائے خاندان میں نمونتہً درج ہوں گے۔ روپیہ پیسہ خصوصاً معاملۂ سرکاری کی وصولی میں آپ کی طبیعت سخت گیر تھی۔ سچ تو یہ ہے کہ جو لحاظ کرتا ہے وہ زر کا اور جو نہیں کرتا وہ شہرت کا نقصان کرتا ہے۔ حضرتِ اشرفؒ کو خلقت ان کے ایثار کی وجہ سے یاد کرتی ہے۔ خدا ان کے جانشین میں یہ وصف قائم رکھے اور اسے کسی کا محتاج نہ کرے۔

حضرت خورشید کو غیر اسلامی رسم ورواج سے سخت نفرت تھی اور انھوں نے بہت سی اصلاح بھی کی۔ ان کی بیٹی (میری پھوپھی زاد بہن) فوت ہوگئی اور آپ کی دوسری بیٹی (مرحومہ کی علاتی بہن عزیزی ظفر حسین کی والدہ) تعزیت کے لیے بین کرتی اور چلاتی داخلِ خانہ ہوئیں۔ آپ نے اسے نہایت سختی سے روکا اور کہا یہ بناوٹی ماتم مجھے ہرگز پسند نہیں۔ جب تم اتنے دن اپنے گھر میں صبر وسکون سے بیٹھی رہی تو اب تمھیں کیا ہو گیا ہے۔ آپ نے جب سنا کہ ٹھٹھی خاکروباں میں کسی نے بیاہ پر زردہ پکایا ہے تو آپ نے اس کا پکانا ترک کر دیا کہ یہ عام چیز ہوگئی ہے۔ اسی طرح یہ معلوم کر کے کہ فلانی نے مرینہ لے کر پہنا ہے تو اس پہننا چھوڑ دیا۔ آپ پہلے لڑکیوں کے حقِ وراثت کے حامی نہ تھے مگر جب اولاد پسری نہ رہی تو مرض الموت میں ان سے ہمدردی پیدا ہوئی۔ دختری اولاد کے حق میں ہبہ کیا جو قبضہ نہ کرا سکنے کی وجہ سے پروان نہ

Marfat.com

چڑھا گمران کے اشرفؔ برادرِ علاتی نے ان کی اولاد سے جیسا کریمانہ سلوک روا رکھا دنیا میں کوئی سوتیلا چچا ایسا نہ کرے گا۔ جزاہ اللہ تعالیٰ۔ افسروں کو اپنی عالی دماغی کی وجہ سے بہت کم خاطر میں لاتے تھے۔ ایک دفعہ تحصیلدار سے ناراض ہو گئے تو بزبان پنجابی اس کی ہجو کہی جس کا ٹیپ کا مصرع تھا ع

خچر دبنی داہڑی والا ڈنگا سنگھ مکار

تینوں بیٹیوں کی آپ نے اپنی حقیقی ہمشیرہ کے بیٹوں سے شادی کی اور ایک کی اس کی والدہ کے سگے بھتیجے (حامیؔ صاحب) سے۔ آپ کی شکل شاہ ایڈورڈ ہفتم سے ملتی تھی۔ آخر طویل بیماریِ تپ دق سے (جس سے دانت اور آنکھیں بھی جاتی رہیں) فوت ہو گئے۔ چنانچہ خود فرمایا کرتے تھے

شدم شپّر اگر خورشید بودم ازاں عظمت بایں نکبت رسیدم

آپ نے رمضانؔ کی چودھویں رات ۱۳۱۹ھ مطابق ۲۵ر دسمبر ۱۹۰۱ء کو داعیِ اجل کو لبیک کہا۔

اخوی حامیؔ صاحب نے تاریخ کہی ؎

چوں خورشید شد از دہر پنہاں جہاں شد تیرہ در چشمِ عزیزاں
بحکمِ خالقِ لیل و نہارے نماندہ ہیچ از دے یادگارے
دریغا ایں چنیں والا نژادے رود از روئے دنیا نامرادے
بگو تاریخ آں پیرِ معظم منور مرقدِ خورشید عالم
۱۹۰۱

مجھے ان کے جنازے میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی۔ مرقدِ خامؔ قبلہ اشرفِ خاندان کے مزار کے نیچے شمال مغرب کی طرف ہے جسے دیکھ کر دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ آنکھوں کے سامنے کھنچ جاتا ہے۔ چہلم کے دن حضرتِ اشرفؔ مرحوم کے سر پر دستارِ جانشینی بندھائی گئی۔ میں نے (جب کہ میں صرف مڈل پاس تھا) اس کا بیان اخوی صاحب مرحوم کی طرف ایک منظوم خط میں یوں کیا تھا ؎

ہوا چہلم کا دن آخر مقرر جو دن آیا تو جملہ اصغر اکبر
لیے ہاتھوں میں نذریں سر کیے خم لگے کہنے کہ اے اشرفؔ بعالم
بہ مسند برنشیں و دستِ ماگیر مریدانیم و تو از پشتہا پیر
ہمارے خانداں میں تیرا ثانی نہیں ہے کوئی ہرگز یار جانی

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

شرف جب نام تیرے کے قریں ہے تو ظاہر ہے کہ تو اشرف امیں ہے
قبول از ما بکن ایں ہدیۂ ما بیاشو برو سادہ رونق افزا
بشد خورشید و بدر آمد ہویدا ز نورش شد منور جملہ دنیا
بچرخ دودماں بیشک تو ماہی برائے ماہمہ تو قبلہ گاہی
بباغ خشک از فیضان باری وزید از برکت بادِ بہاری

جناب قبلہ اشرف ماموں صاحب کی طبیعت خود بھی انصاف پسند اور خدا ترس تھی۔ میں بھی دختری اولاد کے حقوق کے متعلق ان کی خدمت میں مضمون ارسال کرتا رہا کہ گو قانون نے انھیں محروم کر دیا ہے مگر آپ ان پر مہربانی کریں۔ چنانچہ آپ نے ایک وصیت لکھ کر ضلع سیالکوٹ کے رجسٹرار کے پاس سربمہر داخل کردی جس میں اپنے بھتیجوں کو جائداد سے ایک حصہ دینے کا ارشاد تھا مگر وہ آپ کی زندگی ہی میں طاعون سے ۱۹۲۴ء میں شہید ہوگئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

پیر محمد اشرف عالم شاہ صاحب مرحوم

آپ رجب ۱۲۷۵ھ مطابق ۱۸۵۸ء میں (یعنی جنگِ آزادی سے دوسرے سال) بمقام پھگواڑہ رونق افزائے خانۂ والدین ہوئے۔ اس وقت ان کی بڑی بہن (والدۂ نامی) چھ سال کی تھیں اور دوسری بہن پانچ برس کی۔ آپ کے ظہور سے آنکھیں پُرنور اور دل پُرمسرور ہوگئے۔ چار برس کی عمر میں سایۂ پدری سر سے جاتا رہا۔ والدۂ شریفہ نے میاں ننھے شاہ امام مسجد موضع رتہ پیراں کے پاس بٹھایا۔ یہاں آپ نے قرآن شریف اور مروجہ درسی کتب ختم کیں۔ بعد ازاں تکمیلِ تعلیم کے لیے لاہور آئے مگر والدہ اور بہنیں جدائی گوارا نہ کرسکیں اور آپ کو گاؤں واپس جانا پڑا۔

شادی کتخدائی

جب آپ ۲۳ برس کے ہوئے تو والدہ کو کتخدائی کی فکر ہوئی آپ کی نسبت اپنے چچا پیر حیدر شاہ (المتوفی ۱۲۸۹ھ مطابق ۱۸۷۲ء) بن پیر فرح بخش کی بڑی صاحبزادی سے جن کی عمر پندرہ برس کی تھی ہو چکی تھی لہٰذا بیاہ رچایا گیا اور گھر ہمہ ماہتاب بن گیا۔

Marfat.com

اولادِ اشرف

شادی کو چار سال گزر گئے مگر کوئی اولاد نہ ہوئی آخر دعاؤں اور منتوں سے ۱۳۰۲ھ مطابق ۱۸۸۵ء میں خدا نے دختر حمیدہ[1] عطا کی جس کی ولادت سے والدین، دادی، نانی، خالہ اور پھوپھیوں کا دل مسرور ہوا جب دو سال کے بعد ایک اور بنت سعیدہ پیدا ہوگئی تو اس کو مادری جدہ کریمہ جو بالکل دیوار بدیوار بستی تھیں اپنے پاس لے آئیں اور بڑے ناز ونعمت سے پرورش کرنے لگیں۔ ۱۸۹۴ء میں جب اس کی پھوپھی شریفہ بیوہ ہو کر آگئیں تو عمّہ موصوفہ نے اس برادر زادی کو پڑھنا سینا پرونا سکھا کر سراپا حمیدہ اخلاق بنا دیا اور یہ تربیت خدا کے فضل سے بہت سودمند ہوئی ۱۳۲۳ھ بمطابق ۱۹۰۵ء سے اس سے میرا گھر آباد اور پُر اولاد ہے اور قادر کریم کے فضل وکرم سے راحت وآرام اور فارغ بالی وخوشحالی جو مجھے میسر ہے وہ خوش قسمتوں ہی کو حاصل ہوتی ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ وہ ایک سعادت مند بیٹی ہے۔ خاوند کی نیک بخت بیوی ہے۔ اولاد کی مہربان ماں ہے۔ اس میں شریف والدین کا جوہرِ خُلق ومروت کوٹ کوٹ کر بھرا ہے جتنا خیال ہمدردی اسے میرے بھائیوں بہنوں اور اپنی بہنوں کی اولاد کا ہے اتنا ماں باپ کو بھی نہ ہوگا۔ انہی خوبیوں کے طفیل خدا نے اسے خیر وبرکت عطا فرمائی اور رزق اور اولاد میں برکت دی ہے۔ افضل اسی کا بیٹا ہونے کی وجہ سے کرسی نشین، سجادہ نشین اور نمبردار بنا ہے۔ **ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم** ۔ یہ چند یہ سطور میں نے **فاما بنعمت ربک فحدث** کے حکم کی بجا آوری اور ادائے شکرِ نعمت کے لیے لکھ دی ہیں۔

لطیفہ: والدۂ افضل نے اپنے والدین سے حاصل شدہ اراضی جس کی تعداد قریباً سوا پانچ سوا ایکڑ ہے بذریعہ ہبہ اپنے بیٹوں کے نام منتقل کرادی ہے اور مجھے بیوی کی جائداد پر اترانے کا اور کارندہ کہلانے کے طعن سے بچالیا ہے۔ جزاھا اللہ تعالیٰ۔ دوسری بیٹی کا نکاح برادرم حافظ مختار الٰہی سے ۱۳۲۹ھ مطابق ۱۹۱۱ء میں ہوا۔ اولاد بہت ہوئی مگر سوائے ایک لڑکی (وحیدہ متولدہ ۱۹۱۷ء[2]) کے کوئی نہیں بچی۔ آہ میرے ماموں کی یہ کم گو، خدمت گزار، عابدہ، زاہدہ اور سعید دختر پچھلے سال (۱۹۳۶ء) میں ہمیں داغِ مفارقت دے گئی۔ اس کی وفات کے صدمے سے جو درد میرے دل میں پیدا ہوا اس کا اندازہ ان اشعار سے ہوسکتا ہے جو بے ساختہ بروئے قلم آگئے تھے اور جو میرے رجسٹر میں درج ہیں۔ تیسری بیٹی[3] ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۸۹۲ء میں پیدا

۱۔ والدہ محترمہ حمیدیہ سلطانہ ۱۹۶۹ء میں فوت اور رتہ پیراں میں والد صاحب کے پاس دفن ہوئیں۔ ابو بکر

۲۔ وحیدہ سلطانہ ۱۹۷۴ء میں ۳۔ وزیر سلطانہ ۱۹۷۹ء میں

Marfat.com

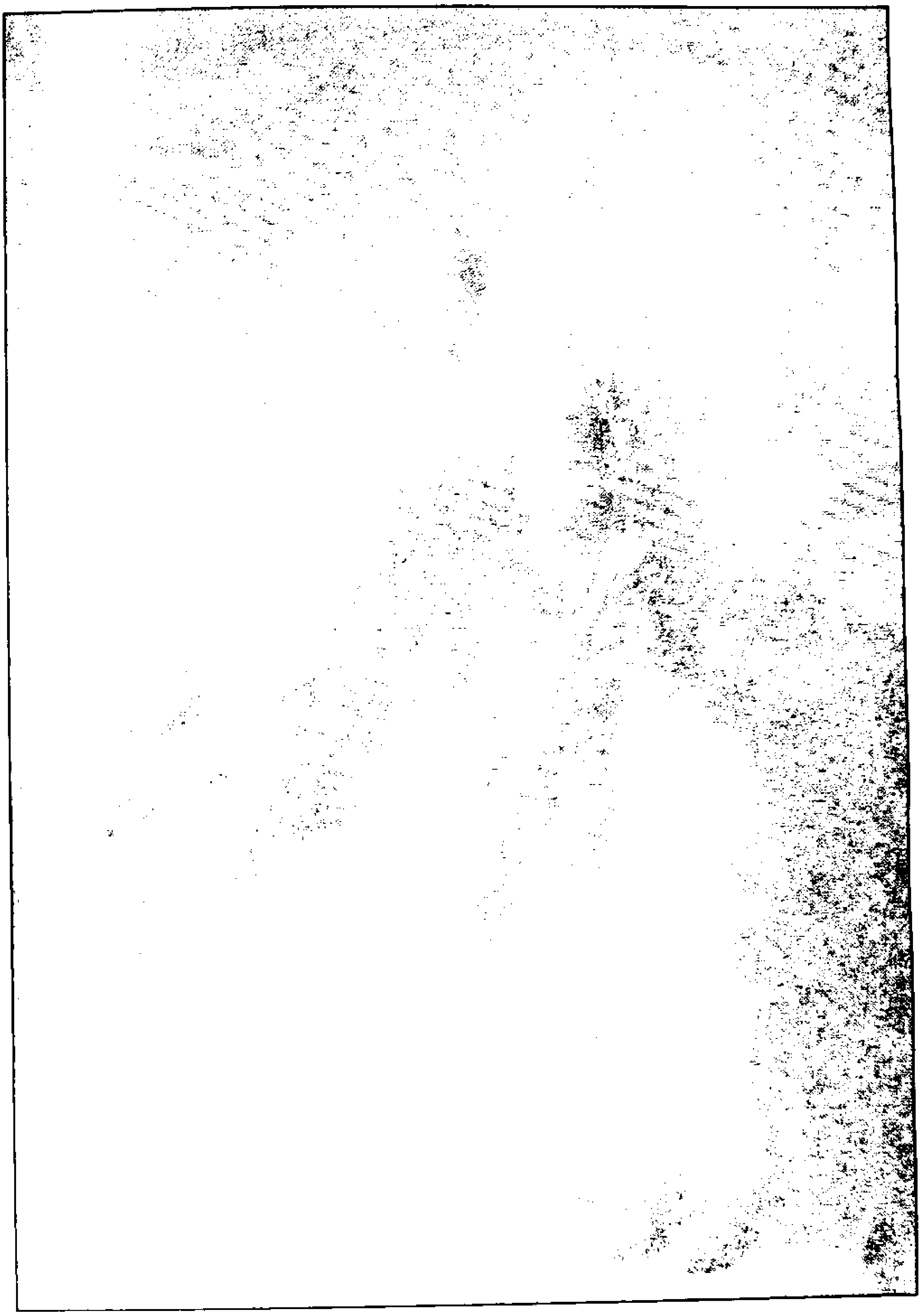

[illegible] محمد اشرف عالم شاہ صاحب [illegible]

[illegible] محمد اکمل [illegible] آفتاب [illegible]

Marfat.com

Marfat.com

ہوئی اور بڑی بہن کے ساتھ ہی اس کا بیاہ برادرم افتخار احمد سے ہوا۔ اب بفضلہ دو بیٹوں (منور احمد اور آفتاب احمد) کی ماں ہے۔ اپنے افضل بھانجے کے ساتھ والدین کے مکان موضع رتہ پیراں میں رہتی ہے خدا انھیں اشرف کے گھر کا نیک نام قائم رکھنے کی توفیق دیے رکھے۔ چوتھی بیٹی ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۹۰۲ء میں اڑھائی سالہ بیٹے اعظم شاہ کی وفات کے ایک برس کے اندر ہی پیدا ہوگئی۔ چونکہ بیٹے کی بڑی ضرورت تھی اس کی ولادت پر امیدوں کا خون ہوتا دیکھ کر سب بے اختیار محوِ گریہ ہو گئے مگر آخر صبر شکر کر کے خدا کی رحمت کے منتظر رہے مگر خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ اس لیے ہم سب کی دعائیں بے اثر ہو گئیں اور اپنی بیٹی کے بعد کشتِ امید ہری نہ ہوئی۔ اب وہ تین بچوں کی ماں اپنے جدی موضع کرم پورہ میں چند ماہ سے شاد آباد ہے۔ اعظم شاہ کی وفات پر جو مجھے قلق ہوا تھا اس کا اندازہ ان نظموں سے ہو سکتا ہے جو میں نے اس وقت (اٹھارہ سال کی عمر میں) کہی تھیں اور جو میری پہلی جلد اشعار میں مسطور ہیں۔

اشرف کی کمائی کو مصرفِ خیر

کرم شاہ کے پڑوتے اشرف مجسم نوال و کرم تھے۔ یتیموں، مسکینوں، بیواؤں کی غم خواری و دستگیری آپ کا مشغلہ تھا۔ کوئی اسلامی انجمن نہیں جس کی آپ نے مدد نہ فرمائی ہو۔ خویش و بیگانہ۔ بہی خواہ و بداندیش سب آپ کے جود و کرم سے متمتع ہوتے رہے۔ آپ دستگیری کی لاج رکھتے خواہ وہ ممنون احسن شخص پاسِ نمک نہ رکھتا۔ دختر انِ پیر حیدر شاہ کو ان کی والدہ کی وفات کے بعد پانچ ہزار روپیہ دیا۔ چھوٹی بی بی نواب سلطان مرحومہ فوراً اپنے شوہر پیر احمد علی شاہ اور داماد ظفر حسین وغیرہ کو لے کر ۱۹۲۶ء میں حج کرنے چلی گئیں جب آپ ۱۹۳۲ء میں فوت ہو گئے تو آپ کی زوجہ جانشین (محمد افضل شاہ) دوسری اور چوتھی بیٹی اور ہمشیرہ زادہ حافظ مختار النبی نیز برادرم انور علی شاہ ملک پوری کو آپ ہی کے متروکہ روپیہ سے ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۹۳۵ء میں دولتِ حج نصیب ہوئی۔ فی شخص ایک ہزار روپیہ کا اندازۂ خرچ سمجھنا چاہیے۔

تعمیر مساجد و چاہات

آپ نے قریباً تیس ہزار روپیہ کے صرف سے اپنے مملوکہ مواضع قلعہ مستیا رتہ پیراں اور رتیاں میں تین مساجد اور چار چاہ تعمیر کرائے۔ مسجد و چاہ مستیا شاہ ۱۳۴۱ھ مطابق ۱۹۲۲ء میں بنا۔ رتہ پیراں کی جامع اشرف کا حال ذرا وضاحت سے درج ذیل کرتا ہوں:

ا۔ مبارک سلطانہ ۱۹۶۶ء میں فوت ہوئیں۔

Marfat.com

جامعِ اشرف

یہ مسجد پیر محمد اشرف عالم شاہ صاحب جاگیردار رتہ پیراں نے ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۹۲۴ء میں ۱۷ استرہ ہزار سوا دوسو روپیہ کی لاگت سے تعمیر فرمائی۔ یہ شمالاً جنوباً ۴۲ ۱/۳ اور شرقاً غرباً ۶۲ ۱/۲ فٹ ہے یعنی قریباً ۲۶۴۶ مربع فٹ۔ اس سے ملحقہ حجرے جن کے اوپر رہائشی مکان بھی ہے ۶۲ ۱/۳ × ۲۳ ۱/۲ = ۱۴۶۹ مربع فٹ ہے۔ مسجد کی چھت قریباً سولہ فٹ پر پڑی ہے۔ میناروں کی چوٹی صحنِ مسجد سے ۳۴ فٹ بلند ہے۔ درونِ مسجد دو حصوں میں تقسیم ہے۔ مغربی حصہ میں نمازیوں کی تین صفیں قریباً پانچ پانچ فٹ کے فاصلہ پر آگے پیچھے کھڑی ہوسکتی ہیں۔ ایک صف میں ۲۸ آدمیوں کی گنجائش ہوتی ہے۔ مسجد کے چار دروں میں بیس آدمی اور سما سکتے ہیں یعنی ۲۸ × ۵ + ۲۰ = ۱۶۰ آدمی۔ صحنِ مسجد میں بھی اسی طرح پانچ صفیں کھڑی ہوسکتی ہیں مگر چونکہ اس میں شمال اور جنوب کی طرف نعلین رکھنے کی جگہ چھوڑ دی گئی ہے اس لیے اس میں ایک سوتیں آدمیوں کی گنجائش ہے۔ گویا کل مسجد میں ۲۹۰ آدمی بخوبی نماز باجماعت ادا کرسکتے ہیں۔ گاؤں کی کل مسلم آبادی ساڑھے سات سو سے کم ہوگی۔ لڑکوں سمیت مرد قریباً ۳۵۰ ہوں گے پس اگر بیک وقت تمام آبادی جس پر نماز فرض ہے شریکِ جماعت ہونے کے لیے آجائے تو مسجد میں کافی گنجائش ہے اگر مضافاتی دیہات سے نمازی آجائیں تو ملحقہ دو جنوبی حجروں۔ ان کے دالان اور بیرونی صحن میں ڈیڑھ سو آدمی اور صف بستہ توختہ (کھڑے) ہوسکتے ہیں۔ میں نے اندازہ لگایا ہے چار فٹ میں تین نمازیوں کی قطار کھڑی ہوسکتی ہے۔ سجدہ کے لیے شرقاً غرباً ۳ ۱/۴ فٹ عریض جگہ چاہیے۔ دو صفوں کے درمیان ایک فٹ جگہ چھوڑ دینی کافی ہے۔ جامع اشرف اندر سے ۳۸ فٹ طویل ہے۔ لہٰذا اس میں ایک عمدہ صف میں ۲۸ نمازیوں کی بنتی ہے۔ ایک آدمی کو بافراغت نماز ادا کرنے کے لیے ۳ ۱/۴ × ۱ ۱/۲ فٹ مصلیٰ چاہیے۔ مسجد کے اندر اور باہر دہلی کے مشہور خطاط مولوی محمد الدین صاحب کے ہاتھ کی (بفرمائش برادرم حافظ مختار النبی صاحب) لکھی ہوئی قرآنی آیات واحادیث زینتِ مسجد کو دوبالا کررہی ہیں۔ مولوی صاحب موصوف ۱۹۴۳ء دہلی میں فوت ہوچکے ہیں۔ دو بیٹیاں اور تین بیٹے نام لیوار ہے جو دہلی اور کراچی میں کاروبار وغیرہ میں خوش گزران ہیں۔ لاہور میں ان کے پوتے ولد منشی عبدالقدیر دہلوی اردو مرکز بیرون لاہوری دروازہ قائم کیے ہوئے ہیں۔ ان صاحبان کا اصلی وطن موضع جنڈیالہ ڈھاب والا تحصیل وزیرآباد ہے۔ سقفِ مسجد پر نقش ونگار برخوردار محمد افضل شاہ کی صناعی کا نمونہ ہیں اور تاریخی پتھر جو نصب ہے حسبِ ذیل ہے۔

Marfat.com

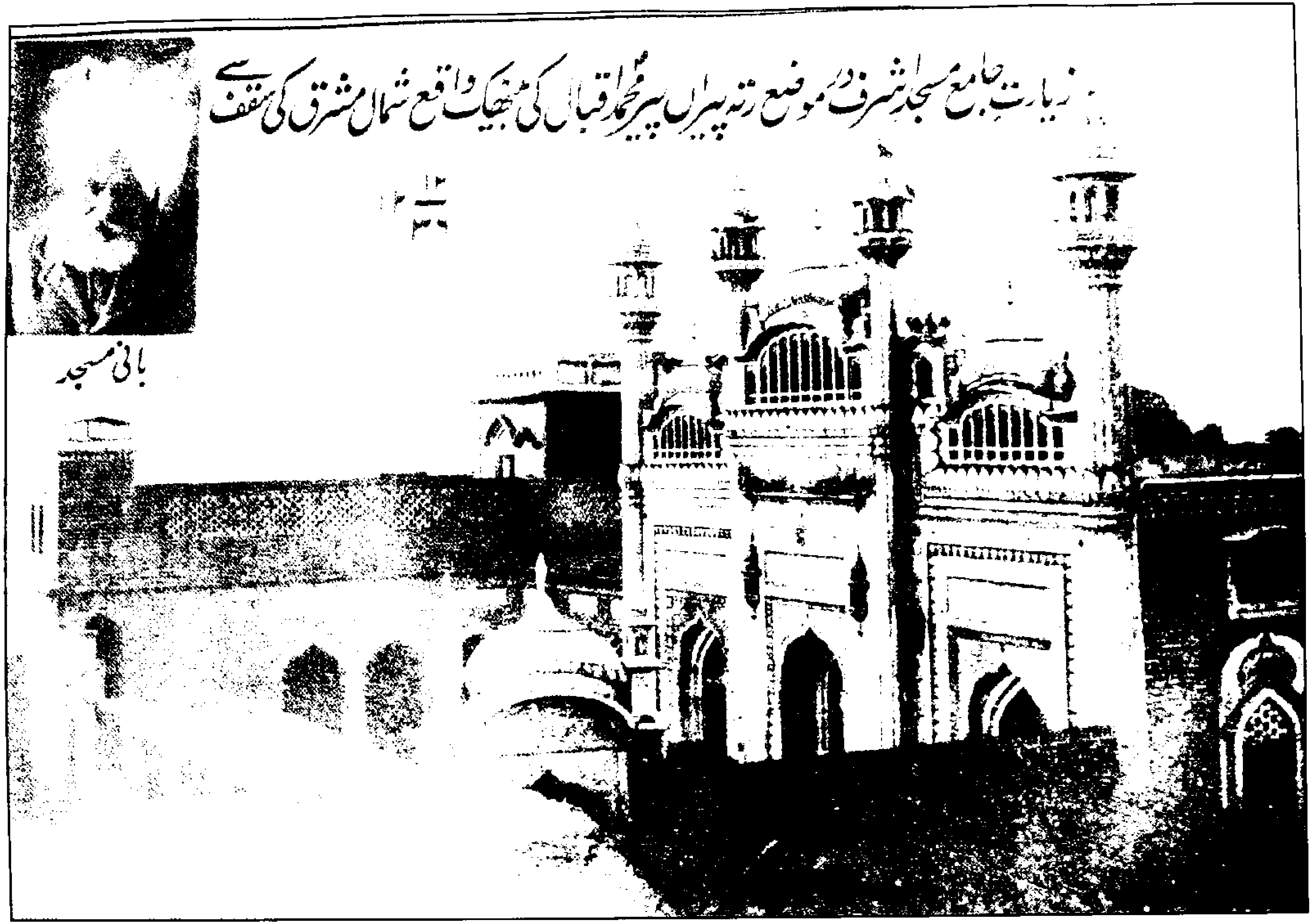
زیارت جامع مسجد اشرف در موضع رتہ پیراں پیر محمد اقبال کی بیٹھک واقع شمال مشرق کی سقف سے
بانی مسجد

Marfat.com

Marfat.com

اشرف عالم رئیس رتہ چوں	از سرِ نو پختہ تر ایں نقش بست
نامیا بے جہد تاریخش نویس	بانیِ مسجد بعالم اشرف است ۱۳۴۳ھ

تاریخ مکمل

مسجد اشرف نے خوب بنوائی	ہاں جزاک اللہ مرحبا کہیے
فکرِ تاریخ ہو اگر حامی	بن گیا خانۂ خدا کہیے ۱۳۴۴ھ

مسجد پختہ مسقّف سبیل اور غسل خانہ سے بھی آراستہ ہے۔ لوگ دور دراز سے اس عظیم الشان مسجد کو دیکھنے کے لیے آتے اور کہتے ہیں کہ سوائے علی پور سیداں کے اور کسی دیہاتی علاقہ میں ایسی خوبصورت اور وسیع مسجد نہیں۔

عروس المساجد موضع رتیاں

یہ موضع رتہ سے ایک کوس جنوب مغرب کی طرف آباد ہے اس کی مسجد فراخی میں رتہ سے دوسرے درجہ پر اور خوبصورتی میں یکتا ہے۔ یہ حضرت قبلہ ماموں صاحب نے اپنی اہلیہ کی طرف سے تعمیر کرائی تھی۔ تاریخی قطعہ حسب ذیل ہے:

مہیں دختِ حیدر شہِ نامور	خدا نے بنایا ہے جس کو امیر
کیا اس نے اس مسجدِ پاک پر	خداداد ہمت سے صرفِ کثیر
سرِ ۶ وصف سے سال تعمیر کا	لکھ انور کہ مسجد بنی بے نظیر
	۶+ = ۱۳۴۷

اس کتبہ کے چاروں کونوں پر حضرت رسولِ کریم ﷺ کی چاروں صاحبزادیوں کے نام حسبِ ذیل ہیں (زینبؓ، رقیہؓ، ام کلثومؓ اور فاطمہؓ) اور نیز لکھا ہے: (۱۳۴۷ھ مطابق ۱۹۲۹ء میں باہتمام محمد افضل شاہ بن غلام دستگیر نامی نواسۂ اکبر بانیِ مسجد ہٰذا)۔ اس مسجد کی منقش چھت بھی برخوردار افضل کی صنعت کاری کا نمونہ ہے۔ چاہ، غسل خانہ، سبیل اور حجرۂ امام۔ الغرض سب ضروریات موجود ہیں۔ درمیانی دروازہ پر کلمۂ توحید جلی حروف میں لمبے چوڑے سنگ مرمر پر کندہ ہے اور درہائے یمین و یسار پر ''چراغ و مسجد و

Marfat.com

محراب و منبر۔ ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و حیدر نقش ہے۔ افسوس ماموں صاحب ان مساجد کے قیام کے لیے کوئی جائداد وقف نہیں کر سکے لہٰذا ان کی غور و پرداخت میراث خواروں کے ذمے ہے جن کو سو سے زیادہ مربعے زمین ملی ہے۔ میں دوسری جگہ علمائے کرام کے فتوے متعلق اوقاف درج کر چکا ہوں۔

تعمیرِ مکانات

مساجد کے بعد آپ نے اپنی اولاد کی رہائش کے لیے اپنے والدِ مرحوم کے مکانات موضع رتہ پیراں کو وسعت دی۔ اس کا تاریخی کتبہ جو میں نے اس وقت بنوایا تا وہ مشرقی مکان کی دیوار میں نصب ہے۔

شاہِ اشرفؔ نے مہر پدری سے	کیسی اچھی جگہ یہ بنوادی
سر پہ ان کا سدا رہے سایہ	ہے یہ اولاد کی دعائے دلی
سالِ تعمیر نامیِ حامدؔ	کہو طوبیٰ عمارت اشرف کی ۱۳۴۹ھ

مغربی مکان تعمیر کرا رہے تھے کہ ۲۷ جولائی ۱۹۳۲ء مطابق ۲۲ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ میں پیکِ اجل آ پہنچا اور یہ مکان اہلِ بیتِ اشرف نے مکمل کرایا۔ اب اس میں مرحوم کی نواسی (دختر حافظ مختار النبی) آباد ہے۔

قبولیتِ عامہ

اشرفِ خاندان کو خلق و مروت سے قبولیتِ عام کا شرف حاصل تھا۔ ہندو، سکھ، عیسائی سب آپ کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ کمشنر سے لے کر پٹواریوں تک آپ کے مداح تھے۔ آپ کی ہر دلعزیزی کا اندازہ ان خطوط کے مطالعہ سے ہو سکتا ہے جو یادگارِ اشرفؔ میں درج ہیں ان کو فوت ہوئے پچپن ماہ ہو گئے ہیں مگر ان کی نہ مٹنے والی یاد ابھی دلوں میں تازہ ہے۔

یادِ اشرف

اے سخی ابن سخی ابنِ ولی ابنِ شہید	اے محمد اشرفِ عالم نکو نامِ فرید
تیری فیاضی کے قائل ہیں مکیں دارین کے	ہوتے ہیں پیاسے کئی سیراب تیرے عین سے
خانقاہیں۔ مسجدیں۔ چاہات اور عالی مکاں	تیری فیاضی کے شاہد ہیں بلاشبہ و گماں
ایک عالم مدح خواں ہے تیرے نیک اوصاف کا	تجھ سے ہی پایندہ و روشن ہے نام اسلاف کا

Marfat.com

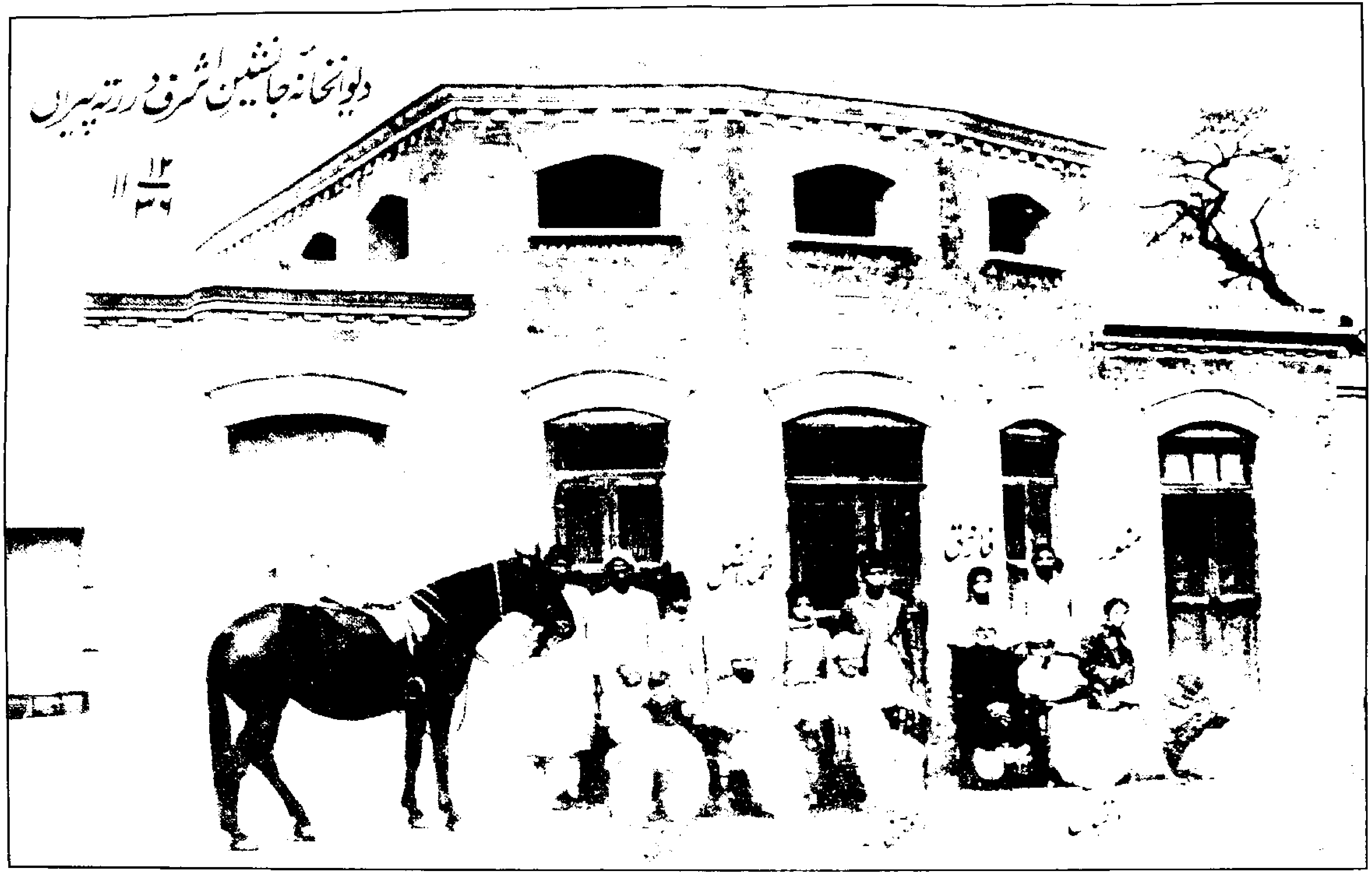

Marfat.com

Marfat.com

ہے مکین و صادر و وارد پہ تیرا فیض عام گو نہیں موجود تو لیکن ہے باقی تیرا نام
ہے دعا اللہ تجھے دے نیک کاموں کی جزا پائے جنت میں تُو قُربِ خواجۂ ہر دو سراﷺ
سلسلہ خیرات کا تیری صدا قائم رہے نامِ نامی زندہ و تابندہ تر دائم رہے
(نامیؔ)

جانشینیِ اشرف

پہلے پیر خدا بخشؒ سجادہ نشین تھے ان کے بعد سجادہ نشینی پیر کرم شاہؒ کو ملی جب سے انہی کی اولاد میں چلی آئی۔ قبلہ ماموں صاحب اشرفِ خاندان اس دودمان کے آخری سجادہ نشین تھے۔ چونکہ ان کی کوئی نرینہ اولاد نہ تھی اس لیے تمام برادری اور مریدوں نے بروز چہلم مرحوم کے نواسۂ اکبر محمد افضل شاہ کو دیوانخانۂ اشرف میں ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ مطابق ۲۸/اگست ۱۹۳۲ء دستارِ جانشینی بندھوائی جو عزیزی ظفر حسین نے پیش کی۔ برادرم انورؔ علی نے اس تقریب پر نظم موزوں کی جس کے دو شعر حسب ذیل ہیں۔

عطا کی حق نے دستارِ فضیلت میری جاں تجھ کو بنایا جانشینِ اشرفِ جنت مکاں تجھ کو
شرف پایا ہے تو نے اپنے نانا کی فضیلت کا سمجھنا چاہیے چشم و چراغِ خانداں تجھ کو

پٹواری دیہہ مولوی عبدالحق مرحوم نے جو گزشتہ بقرعید کے دن چند منٹ میں ناگہانی طور پر فوت ہو گئے نے بھی اس تقریب پر مضمون لکھا ۳۱/اگست ۱۹۳۲ء کے اخبار انقلابؔ میں بھی نوٹ شائع ہوا۔ گاؤں کے پنجابی شاعر اللہ رکھا نے پنجابی نظم لکھی جس کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

پھر چالیہا۔ ختم تیار ہویا۔ اکٹھا آدم بے شمار ہویا ماہ ثانی ہفتہ وار ہو یا۔ اگوں دن اتوار دا آیا جے
پیر اشرفؔ والی بھائی جی۔ پگ ظفر حسین اٹھائی جی سر افضل پیر بنھائی جی۔ انھوں کرسی تے بھلایا جے
رب مہر تے خُلق عطا کرے۔ پیر افضل نوں شہنشاہ کرے چنگا رعیت نال نباہ کرے۔ جویں نانے راج کمایا جے

خطیب صاحب امام جامع مسجد اشرف نے بھی دعا مانگی کہ خدا پیر محمد افضل شاہ صاحب کو شاہ صاحب مرحوم کا سچا جانشین ثابت کرے اور ان کی روایات اخلاق اور تعلقات کو محفوظ و مستحکم رکھنے کی توفیق

Marfat.com

عطا فرمائے۔ ان دعاؤں کا اثر سمجھو یا حضرت عبدالجلیلؒ کے مرشد کی دعا برکت کہ ''سجادہ نشینِ دودمانِ جلیلہ ہمیشہ محبوب خلائق اور عزیز رہے گا۔'' برخوردار عزیز نے نانا والی عزت حاصل کرلی۔ سرکاری کرسی نشین اور رتہ اور قلعہ ستیا شاہ کا نمبردار مقرر اور رتہ بیکنگ کواپریٹو یونین کا پریذیڈنٹ منتخب ہوا۔ **اللھم زد فزد۔** اللہ والدین کی اس کے حق میں اس دعا کو قبول فرمائے۔

رتبہ افضل کا تو بڑھا اللہ۔ شرِ حساد سے بچا اللہ
گلِ اقبال بھی شگفتہ رہے اس سے دولت نہ ہو جدا اللہ
عزت و آبرو جودی تو نے وہ رہے قائم و بجا اللہ
جانشین ہے وہ نیک اشرف کا۔ تھا جو سردارِ اخیا اللہ
یہ بھی رکھتا ہے جوہر اشرف رزق دے تو اسے سوا اللہ
تو اسے دے وہ دے غریبوں کو رہے جاری یہ سلسلہ اللہ

گورنمنٹ کی طرف سے سجادہ نشین صاحب کو اعزازِ مجسٹریٹی

حضرت عبدالجلیلؒ کے بھائی جمال الدین ابوبکر تذکرہ قطبیہ میں لکھتے ہیں کہ بندگی قطب العالمؒ کے مرشد برہان السالکین غوث العالمین شیخ احمد نور بخش کی وفات کے بعد قحط کی وجہ سے ان کے ایک صاحبزادے مع والدہ خود قطب العالمؒ کے پاس آئے۔ آپ نے بڑی عزت وتکریم سے انھیں اپنے پاس رکھا اور وقتِ رخصت جو کچھ پاس تھا نذر کردیا۔ مرشد علیہ الرحمہ نے اسی رات خواب میں فرمایا کہ ''تم نے میرے بیٹے کی عزت کی میں نے حق تعالیٰ سے دعا کر کے تمھارے جانشین کے لیے قیامت تک شوق وذوق اور محبت دلا دی اور تمام ملک میں اس کو عزیز کردیا۔'' حضرت قبلہ محمد اشرف عالم شاہ صاحب حضرت قطب العالمؒ کے سجادہ نشین تھے علاقہ میں جتنی ان کی عزت تھی اور کسی کو کیا ہوگی۔ ان کے بعد ۱۹۳۲ء میں شرفِ جانشینی ان کے نواسۂ اکبر محمد افضل شاہ کو حاصل ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ نے چشم راعی و رعایا میں جو انھیں عز ووقار بخشا اظہر من الشمس ہے۔ دو گاؤں کی نمبرداری تو خیر بحقِ وراثت ملی مگر دیگر سرکاری و نیم سرکاری محکموں (مثلاً امداد باہمی۔ پنچایت وغیرہ) میں (صدارت اور ڈپٹی لیڈری وغیرہ کے) اعزازی عہدے ملک میں عزیز ہونے کے نشان ہیں۔ خلق وشرافت اور خلوص نیت کی وجہ سے آپ ہر دلعزیزی اور قابلیت کا شہرہ جب راجہ حسن اختر صاحب پی سی ایس اور پیر احسن الدین صاحب آئی سی ایس[1] ڈپٹی کمشنر کی مہربانی اور

[1] آپ امرتسر کے مشہور فاضل بزرگ مولانا محمد عالم آسی متوفی ۱۳۶۳ھ کے خاص شاگردوں میں سے ہیں۔

Marfat.com

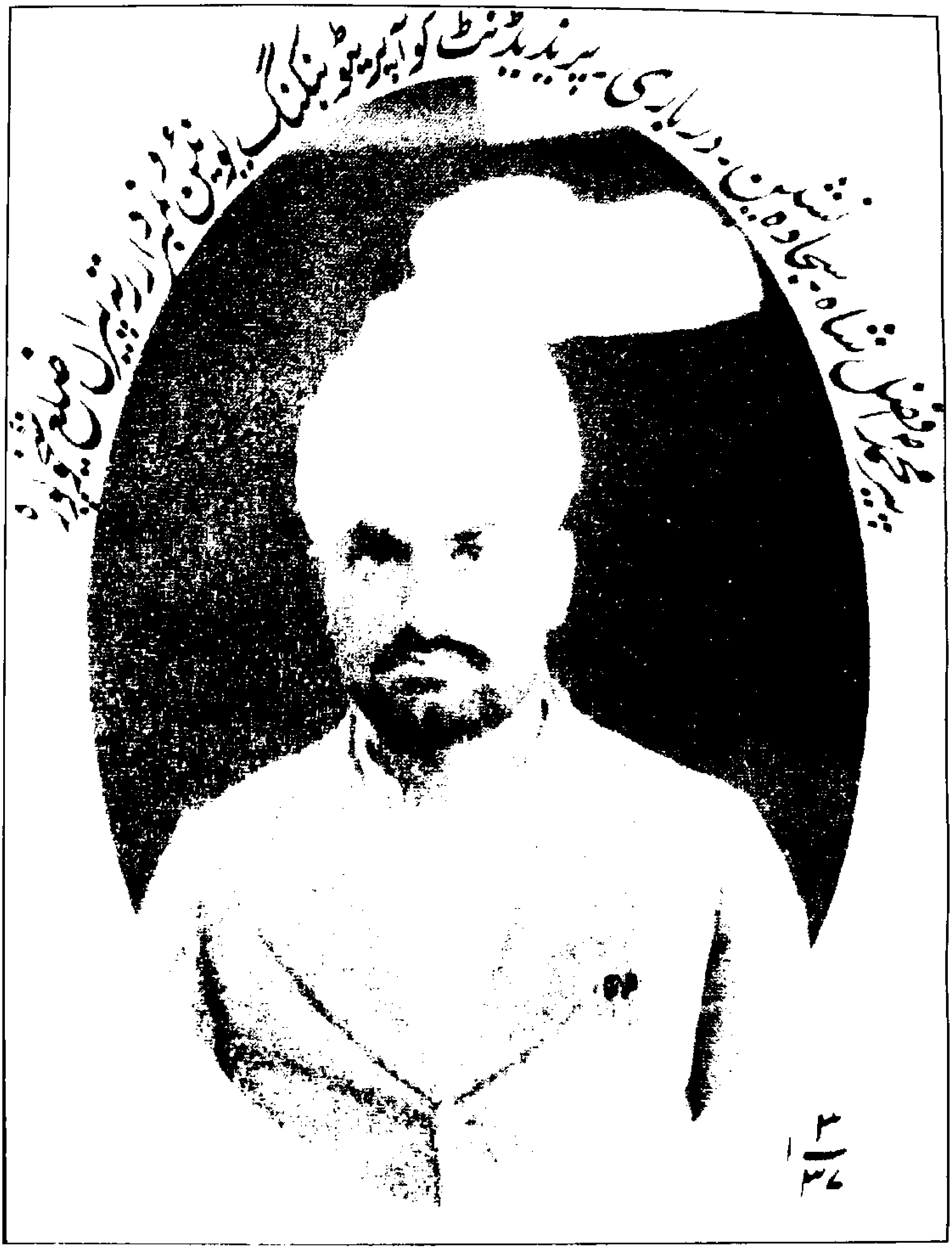

Marfat.com

Marfat.com

مسٹر سی کنگ صاحب کمشنر کی وساطت سے ملک خضر حیاتؔ خاں صاحب ٹوانہؔ وزیر اعظم صاحب پنجاب تک پہنچا تو گورنر صاحب پنجاب کے حکم ۱۶۶۱ ج۴۴/ ۳۴۹۴۴ مورخہ ۲۹ر اپریل ۱۹۴۴ سے آپ کو تحصیل شاہدرہ کے علاقہ میں مجسٹریٹ درجہ دوم کے اختیارات نواب سعد اللہ خاں صاحب کمشنر لاہور اور دیوان سکھ آنند صاحب ڈپٹی کمشنر کے عہد میں تفویض ہوئے چونکہ اس اعزاز کی بنیاد خاں بہادر شیخ نور محمدؐ صاحب جوان دنوں ہمارے بہاول پوری علاقہ رحیم یار خاں میں ڈپٹی کمشنر ہیں رکھی۔ اس لیے پیر صاحب موصوف کے ساتھ ہی ان کی عنایت کے بھی ہم معترف ہیں اور ان تمام احباب کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں جن کی کوششیں اور دعائیں شاملِ حال رہیں اور ان مالکانِ رسائل و اخبارات (مثلاً القریش امرتسر۔ رہنمائے تعلیم۔ اخبار تعلیم۔ روزنامہ زمیندارؔ، احسانؔ، انقلابؔ، شہبازؔ لاہور) کے بھی ممنون احسان ہیں اور سرکاری اخبار پنچایتؔ کے بھی۔ جنھوں نے از راہِ شفقت مضامینِ تہنیت لکھے اور مژدہ اعزاز کا اعلان کیا جسے سن کر دوستوں اور عزیزوں نے پیغام مبارک باد بھیجے جن کی ہمیں بڑی قدر ہے۔

ایک بات کا جواب

بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ پیروں کو حکام کے قرب سے اجتناب لازم ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ **الدنیا بالوسائل لا بالفضائل**۔ پیروں کو نہ سہی ان کے معتقدوں کو ہی کئی مشکلات درپیش ہو جاتی ہیں جن کا حل حکام کے اختیار میں ہوتا ہے۔ بابا فرید شکر گنج اور شیخ بو علی قلندرؒ جیسے زاہد اور خدا رسیدہ بزرگوں کے پاس حاجت مند اشخاص آ کر حکام کو سفارشیں کراتے تھے اور ان کے کام بن جاتے تھے۔ ایسے ہی پیر محمد نصیر الدینؔ صاحب ناظم دربار موہڑہ شریف کا معمول ہے کہ وہ گورنروں، وزرا اور کمشنروں اور ڈپٹی کمشنروں وغیرہ کو بے جھجک جا ملتے ہیں اور صحیح حالات گوش گزار کر کے مخلوقِ خدا کی حاجت روائی میں ساعی ہوتے ہیں۔ سجادہ نشین حضرت قطب العالمؒ نے ہمیشہ اخلاص سے کام لیا ہے اور ان کی شخصیت ہمیشہ غریبوں معاون رہی ہے اور انشا اللہ تعالیٰ رہے گی۔ اللھم زد فزد۔

Marfat.com

۹۔ حضرت پیر شاہؒ

حضرت پیر شاہ اوران کے فرزند احمد بخش اور عظیم شاہ۔ پیر شاہ حضرت خدا بخش کے تیسرے بھائی ہیں۔ آپ کا مزار حضرت شیخ عبدالنبیؒ (جو حضرت قطب العالمؒ کے برادر ابوبکرؒ کی اولاد سے ہیں) کے مرقد واقع گڑھی میاں بھائی خاں بلوچ کی چار دیواری کے پہلو میں ہے آپ کے ہر دو فرزند فوت ہو کر حضرت شاہ غلام علیؒ کے مزار کے جوار میں کوٹلی دفن ہوئے۔ پیر مراد شاہ نامہ مراد میں ان سے متعلق لکھتے ہیں ۔

پھر احمد بخش صاحب جو چچا ہیں — ہمارے فی الحقیقت وہ پھوپھا ہیں
خدا نے ایسی صورت ان کو دی ہے — کہ ظاہر جس سے نورِ احمدی ﷺ ہے
برادر اور ہیں جو ان سے چھوٹے — انھیں شاہِ عظیمؒ اب سب ہیں کہتے
عظیم ان کا نہ رتبہ ہووے کیونکر — کہ ایسے بھائی کے ہیں وہ برادر

۱۰۔ پیر احمد شاہؒ

ان کی ایک بیٹی (امیر سلطان) کے پوتے گنجی میں حسو شاہ ولد شاہرے شاہ تھے جو لاولد فوت ہو گئے۔ دوسری بیٹی (بصیر سلطان) پیر رکن شاہ ولد پیر کام بخش سے بیاہی گئی اور صاحب اولاد ہوئی۔ تیسری بیٹی (وزیر سلطان) کی شادی پیر رنگ شاہ ولد عزت شاہ مالک موضع شاہ پور تحصیل ننکانہ سے ہوئی۔ اس کی اولاد مالکانِ پتی بیری والی رتہ پیراں اور پیر شریعت عالم حصہ دار موضع بھٹے وڈ ہیں۔

۱۱۔ پیر عظیم شاہ

ان کی ایک ہی بیٹی تھی (جیون سلطان) جو پیر فرح بخش کے حبالۂ نکاح میں آ کر ایک بیٹے (پیر حیدر شاہ) اور ایک بیٹی (نور سلطان والدۂ پیر حامد شاہ ولد غلام محمد) کی ماں بنی۔ آپ کی پوتی (جدۂ مادری برخوردار محمد افضل شاہ) نے مجھے بتایا کہ آپ کی قبر پیر قلندر شاہ اور پیر فرح بخش کے مزارات کے درمیان ہے مگر اس وقت نشانِ قبر ظاہر نہیں۔ آپ کی اولاد موضع رتہ پیراں کے ۱۲/۵ حصہ کی مالک ہے۔

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

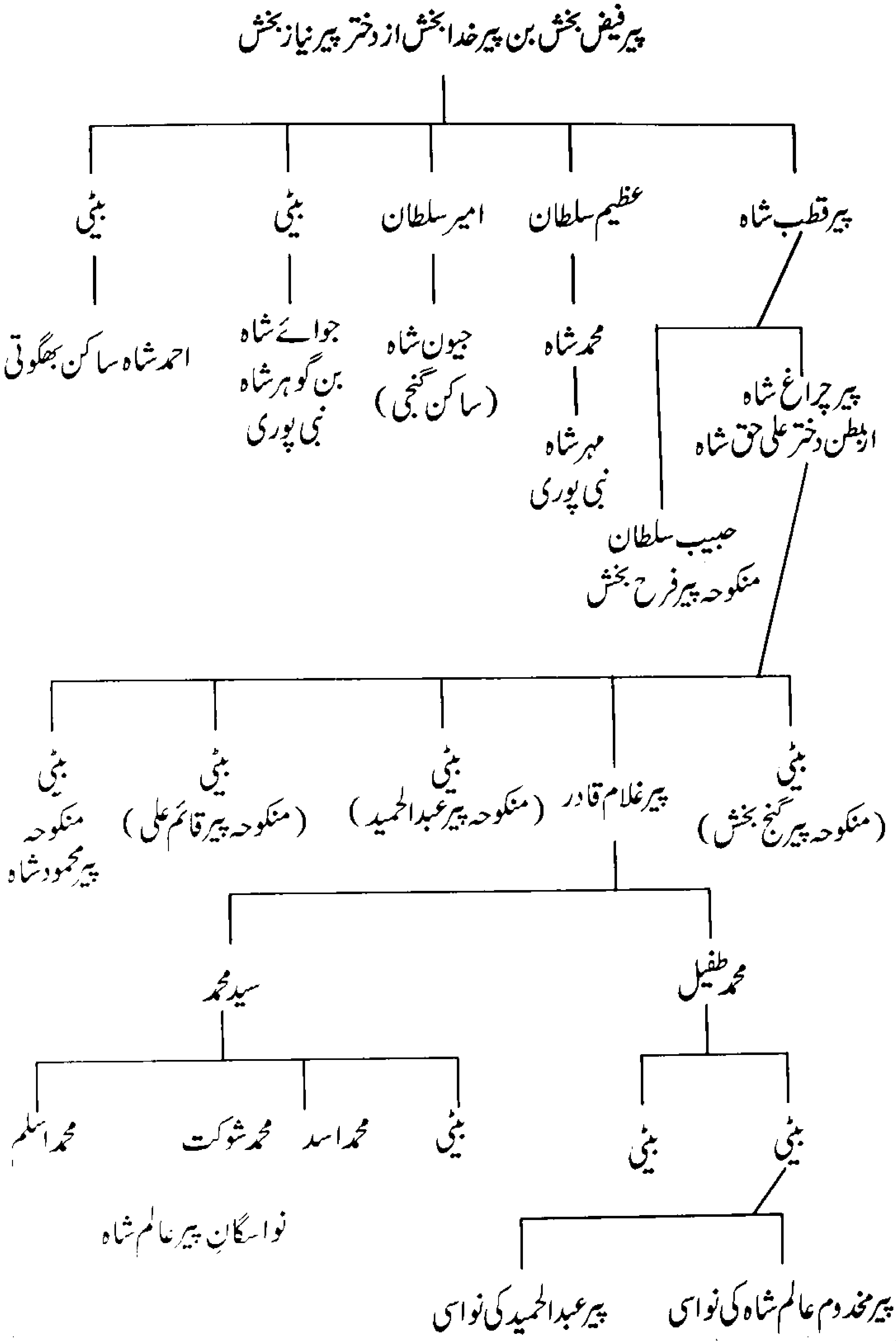

پیر فیض بخش

پیر فیض بخش کے حالات کہیں درج نہیں ہاں ان کی تاریخ رحلت کے متعلق لکھا ہے کہ منگل کی رات ایک گھڑی رہے۔ ۱۱ ربیع الاول ۱۲۳۸ھ مطابق ۲۶ نومبر ۱۸۲۲ء رہگرائے عالم جاودانی ہو گئے۔ ایک تاریخ بخشش اللہ اور دوسری "رضوان اللہ علیہ" لکھی ہے اور تیسری پیر نبی بخش نے یوں تحریر فرمائی ہے:

Marfat.com

عزیز چو آں فیضِ بخشِ جہاں — کہ بُد فخر اہلِ زمین و زماں
سفر کرد زیں و بر نا پائیدار — علم زو بفضلِ خدا درجناں
پرسید از عقل تاریخ او — بمن ہاتفِ غیب گفت آں زماں
کہ او در جہاں چشمۂ فیض بود — بگو چشمۂ فیض تاریخ آں

پیر فیض بخش کی بہن شرف سلطان کی شادی پیر بہار شاہ بن رحمت شاہ نبی پوری سے ہوئی تھی اس لیے اس بی بی کی چاروں بھتیجیاں بھی باہر ہی کی برادری میں بیاہی گئیں جیسا کہ شجرہ میں دیا ہے۔ ان کے بیٹے پیر قطب شاہ بھی جو دل سے زبان پر لاتے پورا ہو کر رہتا چنانچہ ان کی پوتی (والدۂ محمد خلیل) نے مجھے ان کی دو تین باتیں سنائی تھیں جو محوِ خاطر ہوگئیں۔ ان کی ایک ہی بیٹی تھی جو پیر حیدر شاہ کی رتہ میں منکوحہ بنی مگر کوئی اولاد باقی نہ رہی ہاں ان کے بیٹے پیر چراغ شاہ کی اولاد و آل باقی ہے۔

۱۔ پیر نیاز بخشؒ بن پیر خدا بخشؒ

۲۔ پیر نبی بخش

۳۔ پیر غلام محمد شاہ — ۴۔ پیر محمد شاہ — ۵۔ پیر اکبر شاہ — ۶۔ بیٹی (منکوحہ محمد شاہ بن وزیر شاہ)

۱۔ پیر نیاز بخش

انکے حالات بھی معرضِ تحریر میں نہیں آئے۔ ان کے فرزند نے تاریخ وفات در عہد رنجیت سنگھ) جو تحریر کی تھی درج ذیل ہے ۔

چوں حضرت قبلہ گاہِ من! — عازم سوئے حضرت صمد شاہ
تاریخِ وفات او بگفتم — مرحوم برحمت ابد شد
دریغا کہ آنحضرت نیاز بخش — ایضاً بنو شید جرعہ من الکاسِ موت
ز سالِ وفاتش جو جستم خبر — بگوشم چنیں ہاتفے داد صوت
معظم مقدس چوں آں پیر بود — معظم مقدس بداں سال فوت

۱۲۵۴ھ مطابق ۱۸۳۸ء

۲۔ حضرت پیر نبی بخش

ان کے متعلق پیر فرح بخش لکھتے ہیں: ''سلالۂ دودمانِ کبریٰ، زبدۂ خاندان، اہل صفا برادر نیکو روش میاں نبی بخش طال اللہ عمرہٗ وزادشوقہٗ حضرت جیوؔ (پیر قلندر شاہ) کے عمزاد ہیں۔ آپ مرید ہیں اپنے عم بزرگوار کے۔ آپ نے خرقۂ فقر آبائی ایں جناب سے پایا اور ارادت قلبی اور رسوخ باطنی سے بیعت اس حق پرست کے ہاتھ پر کر کے اور طریقِ طریقت پر قدم رکھ کر طلبِ خدا میں کمر ہمت چست باندھ لی۔ حضرت جیو کو اس مسترشد ارشد پر توجہ کثیر دو وجہ سے تھی۔ ایک حقوقِ اخوت سے اور دوم محبتِ ارادت سے جو سب محبتوں سے افضل ہے۔ حضرت جیوؔ نے آپ کو بعض ذکر و شغل سے ممتاز فرما کر ارشاد کیا کہ ہر کام کی رونق کثرتِ کار پر موقوف ہے۔ اگر نجار چاہے کہ روزِ اول ہی میں نقاشی کرنے لگے تو نہیں کر سکتا۔ اگر کلاؔل چاہے کہ پہلے ہاتھ ہی کوزۂ گلی کو نہایت ستھرا بنا لے تو ممکن نہیں ہوسکتا لہٰذا طالب کو چاہیے کہ ذکرِ قلب میں کوششِ بلیغ عمل میں لائے۔

ہر طالبے کر در طلبِ حق نہد قدم — جز ذکرِ ہُو ز سینہ بر آرد نہ ہیچ دم
اے طالبِ خدا بخدا باش ہر نفس — ہاں غیرِ حق مگیر محبت ہیچ کس!

فی الحقیقت طالبِ ارجمند یعنی برادرم بنی بخش کوئی سانس بے حساب نہیں گنواتے اور کسی وقت بے یادِ خدا نہیں رہتے۔

بندہ از بندگی رسد برشاد — ورنہ کمتر نہ دانش ز جماد
بندہ کہ حکمِ خواجۂ سر پیچید — شرمسارئ جادواں بکشید
بندہ دربندِ خویش گر ماند — بالیقین داں ز آخرش درماند
بندہ آں بہ کہ در خلا و ملا — ترس مارد ز سطوت مولا!
دائم اندر حضور خود داند — ہر زماں خائف و حزیں ماند

صانعِ مطلق نے اپنی صنعتِ کاملہ سے بشر کو آب و گل کی کسوت دے کر اس کا نام بندہ رکھا ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ دائرۂ عبدیت سے قدم باہر نہ رکھے اور عبادت جو لازمۂ عبدیت ہے کبھی نہ چھوڑے تا کہ تشریف عبودیت کے لائق ہو آں سعادت منش یعنی اخوی اعزی نبی بخش زاد اللہ شوقہٗ وذوقہٗ اس میدان سعادت اقتران میں خنگ آہنگ ہمت کو رات دن خوب چلاتے ہیں اور درسِ عشق سے زادشوقی کا سبق

Marfat.com

پڑھتے ہیں ہر لحظہ وصل الحبیب کی استدعا میں رہتے ہیں ۔

آتشِ عشق کہ از سینہ زند شعلہ بروں   اول از جملۂ بسوزد ہمگی چون و چگوں
درزماں ہستیِ عالم ہمہ برباد کشد   یاد ہر غیر خدا راز فرا یاد برد

ہر چند کثرتِ عیال واطفال کے سبب جس سے طالب کو گرفتگیِ خاطر اور شفتگیِ دل لاحق رہتی ہے۔ضرورت اس بات کے تدارک کے لیے جو عیالداری میں لازمی ہیں وہ ناچار ہیں مگر رجوعِ دل اور حضورِ باطن ہمگی مشغولِ حق ہے جناب حضرت جیوؔ فرمایا کرتے تھے کہ برادرم نبی بخش کہ بخش محبت سے اسے بخش حاصل ہے۔صالح ہمت اور نیک بخت جواں ہے اور عقیدت ارادت میں بڑا محکم ثابت قدم ۔

طالب حق را عقیدت در جناب پیرخویش   می فروزد نورِ باطن شمع ساں از پیش بیش
سینہ روشن می شود مانند فانوس از چراغ   ساقیِ بزمِ حقیقت می و ہد پُر پُرایاغ
لذتے بے کیف گردد حاصل کام و دہانش   مستیِ گردد نمایاں در دل و جاں در دانش

اللہ تعالیٰ آں برادر ارجمند طال اللہ عمرہٗ کو ذوق وشوق اور اپنی محبت میں سلامت باکرامت رکھے بمنہ و کرمہ۔ درمحشر راحت جاں میاں غلام محمد اور اس کے دونوں بھائی یعنی فرزنداں اخوی واعزی معارف منشی میاں نبی بخش جناب حضرت جیو (پیر قلندر شاہ) میں بیعت رکھتے ہیں۔حضرت پیر نبی بخش ۱۲۲۰ھ مطابق ۱۸۰۵ء میں رنجیت سنگھ کے عہدِ حکومت میں ابراہیم وال المشہور ربرہم والی کے علاقہ دوابہ کے ایک قریشی الاسدی ملتانی کی دختر کے شکم سے پیدا ہوئے۔ان کے ننھیال تاحال وہاں موجود ہیں (ان کے ایک رشتہ دار پیر مبارک علی امرتسر بیج ناتھ سکول میں مدرس ہیں اور ہمارے ساتھ بڑی محبت رکھتے ہیں) جوان ہو کر آپ پیر کام بخش بن شاہجیؒ کی بیٹی کرم سلطان سے بیاہے گئے۔اسی بی بی کے بطن سے آپ کے ہاں تین بیٹے اور ایک بیٹی پیدا ہوئی۔سب کی نسل بفضلہٖ باقی ہے۔آپ بڑے صاحبِ بزرگ تھے آپ نے بڑی ریاضتیں اور مجاہدے کیے ہیں خبیث روحیں آپ کے سایہ سے بھاگتی تھیں علاقہ ڈوگر میں آپ کی کرامتیں مشہور ہیں۔آپ کو مبدءِ فیاض سے ذہن کامل، فہم رسا اور قوتِ جسمی وروحی بدرجۂ کمال ودیعت ہوئی تھی۔ آپ اتنے عالم تو نہیں تھے جتنے آپ کے سمدھی فرح بخش مگر ذہنِ رسا کے طفیل آپ بہت اچھے شعر کہہ لیتے تھے۔

Marfat.com

تالیفات

آپ کا منظوم نسب نامہ بڑی قابل قدر تالیف ہے اس میں آپ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اپنے عہد تک تمام خاندان کا حال درج کیا ہے۔ شروع میں فرماتے ہیں ؂

بافضالِ آں قادرِ ذوالجلال — کہ ارحم بعبد است فی کلِ حال
پس از نعتِ آں سید المرسلین — امام الھدیٰ شافع المذنبین
نسب نامۂ راہیاں می کنم — رموزاتِ مخفی عیاں می کنم
بدنیاز آدم علیہ السلام — بماندہ خلف شیث اے نیک نام

نسب نامہ میں آپ نے حضرت عبدالجلیلؒ اور ان کے بھائیوں کی تمام اولاد کا مفصل ذکر کیا ہے ان کے بعد میں نے ان کے منجھلے فرزند مولوی محمد شاہ صاحب مرحوم اور پوتے عموی عالم شاہ صاحب سے معلومات حاصل کر کے اس کتاب کو فارسی نظم میں ۱۳۲۷ھ مطابق ۱۹۰۹ء تک مکمل کیا۔ پھر اس کی مدد سے شجروں کا رجسٹر مرتب کیا گیا جس نے مطبوعہ نسب نامہ کی تالیف میں بڑی مدد دی۔ ''اسرارِ عشق'' آپ کی ہندی زبان میں تصنیف ہے اس میں سسی پنوں کا قصہ مذکور ہے جو ۱۲۸۱ھ مطابق ۱۸۶۴ء کی تصنیف ہے۔ میں ایسٹر کی تعطیلات میں ۱۶/اپریل ۱۹۲۷ء کو جب رتہ سے کوٹلی پیراں گیا تو عموی قائم علی شاہ صاحب مرحوم کے گھر ایک بورے میں دیگر کتب قلمی و پریشان اوراق میں اس کتاب کو بھی پایا اس کی مجھے مدت سے تلاش تھی۔ الحمدللہ کہ فائز المرام ہوا۔ یہ قصہ آپ نے کوٹلی پیراں میں لکھا چونکہ آپ نے عمر دیہات میں بسر کی اس لیے اس کی اردو ایسی صاف نہیں جیسی کہ پیر مراد شاہ کی ہے جو آپ کی ولادت سے پانچ برس پہلے فوت ہوئے تھے۔ انھیں خود بھی اپنی کج بیانی کا اقرار ہے۔ فرماتے ہیں ؂

جہاں اس شعر میں وہ عیب پاویں — خطا پوشی کریں اس کو چھپاویں
نہ چُپ ہوویں کہ چپ میں ہے قباحت — نہ بیٹھیں چپ کبھی اہل فصاحت
سکوتِ عاقل و تحسینِ ناداں — کرے ہے شعر کو بے قدر بے جاں
مرکب فارسی میں ہے یہ اردو — معافی اس کی رکھیو اے نکو خُو!
کہیں عربی کسی جا فارسی ہے — کہیں بھاکھا مثال آرسی ہے
یہاں گر لفظ پنجابی کام آوے — عطوفت سے اسے منصف چھپاوے

پھر فرماتے ہیں ؂

Marfat.com

بلاؤ جلد مولاداد[1] آوے دوات اور خامہ اپنے ساتھ لاوے
کرے صحت سے اس قصہ کو لکھ راس اسے پھر بھیج تھے شاہ[2] کے پاس

۱۲۸۱

بسالِ نیک اختر یہ کہانی فصاحت سے ہوئی نیکو بیانی
نہ تھا کچھ شعر کا دل میں ارادہ تمنا کچھ نہ تھوڑی نے زیادہ
ولے آئی نظر میں ایک تصنیف بڑے ایک مجتہد کی ہے وہ تالیف
کہ وہ یکتا جہاں میں مولوی[3] ہیں سخن پرواز عربی پہلوی ہیں
وہ رہتے ہیں میہاں سنگھ کے قلعہ میں خصوصاً[4] گوجرانوالے ضلع میں
کیا سسی کا قصہ اُن نے منظوم ہے پنجابی زباں میں کیتا مرقوم
خیال آیا مجھے وہ دیکھ قصہ کہ لیویں ہم بھی اس قصہ سے حصہ

عشق کے متعلق فرماتے ہیں ۔

میاں آساں نہ جانو عشق کرنا یہ ہے اک آگ تم اس میں نہ پڑنا
حقیقی عشق جس کے جی سمایا بقا اللہ کا درجہ اس نے پایا
عزیز و عشق چاہیے فسق سے دور نہیں اہلِ صفا میں فسق منظور

یہ کتاب ۶۸ صفحے میں تمام ہوئی ہے اندازاً اس میں ایک ہزار شعر ہوں گے۔

تاریخیں

آپ کو تاریخ کہنے میں کمال حاصل تھا۔ آپ نے پیر غلام محی الدین شاہ صاحب کی بہت اچھی تاریخیں کہی ہیں اور دیگر بزرگوں کی بھی۔

---

[1] مولانا داد بن سلطان علی برادر تھے شاہ عم مولانا عبید اللہ بن مولوی غلام محمد

[2] نام امام مسجد رتہ پیراں جن سے حضرت اشرف نے فارسی کی کتابیں پڑھی تھیں موضع مذکور میں اب تک امامت انہی کی اولاد کے متعلق ہے۔ مولوی ظہور اللہ اور عطاء اللہ ان کے پوتے موجود ہیں جن کے بیٹے گرداوری، پٹواری اور مدرسی کا کام کرتے ہیں۔ مولوی عبید اللہ پروفیسر گورنمنٹ کالج شاہ پور بھی اسی خاندان کے درخشندہ گوہر ہیں ان کے بھائی کوٹلی پیراں میں امام مسجد ہیں۔

[3] اشارہ ہے مولوی غلام رسول صاحب کی طرف جن کا ذکر درج کتاب ہٰذا ہو چکا ہے۔

[4] صحیح تلفظ بسکون لام ہے۔

Marfat.com

وفات

آپ ۲۵؍جمادی الاول ۱۲۹۸ھ مطابق ۲۵؍اپریل ۱۸۸۱ء کو بروز دوشنبہ کوٹلی پیراں میں فوت ہو گئے۔ وقتِ وفات نہ صرف آپ کی اپنی اولاد بلکہ اولاد کی اولاد بھی موجود تھی یعنی پوتوں اور نواسوں کی بھی اولاد تھی۔ بڑے بابرکت بزرگ تھے۔ اخوی حامی صاحب آپ کے پوتے کے بیٹے فضیلت سلطان آپ کی پوتی (چراغ سلطان) کی بیٹی۔ ملک شاہ آپ کے نواسے کا بیٹا کئی سال پہلے ہو چکے تھے بلکہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر خدا زندگی دے تو کیا عجب ہے کہ میں پڑوتے (وزیر علی شاہ) کی اولاد بھی دیکھ لوں۔ میرے خالِ محترم نے آپ کی مندرجہ ذیل تاریخ کہی ۔

پیر کامل زبدۂ دوراں ہم عالی تبار — واقفِ جملہ علوم ر ذاکر و نصفت شعار
بذلہ سنج و نغمہ گو حضرت نبی بخش آں کہ بود — کرد رحلت حسرتا گشتند جملہ اشکبار
در کدامی روز دمہ بگذشت ایں فانی جہاں — ہاں بگو خورشید عالم تا بماند یادگار
روز دوئم شنبہ بست و پنج از اول جماد — از ظہور صبحِ صادق اولیں قدرے شمار
۱۲۶۸
سالِ رحلت تو اگر جوئی منور بخت گو — ہم دگر فرما ز ابدی رحمت پروردگار

(نامی)

عیسوی سن کے لیے ''سردار ذی اقتدار اور فخر بوستانِ کائنات'' تاریخ ہے۔

آپ کا مزار کوٹلی پیراں میں پیر خدا بخش کے پاؤں کی طرف جنوبی دیوار کے پاس ہے۔

Marfat.com

اولادِ پیر ابوالفتحؒ بن عبدالجلیلؒ

پیر غلام محمد ولد پیر نبی بخش

- از دخترِ پیر فرح بخش
  - پیر حامد شاہ
  - چراغ سلطان
    - زوجۂ پیر خورشید عالم
      - حیات سلطان
- از بطن دختر پیر قطب شاہ مالک قریشیانوالہ
  - پیر عالم شاہ
  - بیٹی
  - احمد شاہ
  - بیٹی
- از دختر پیر مہر شاہ رئیس نبی پور
  - بیٹی زوجہ سید محمد
  - مظفر علی شاہ از دختر احمد شاہ
    - امجد علی
    - بیٹی
      - زوجۂ محمد افضل شاہ
        - محمد زبیر (در طفلی مُرد)
    - بیٹی
  - بیٹی زوجۂ عزیز عالم
  - بیٹی زوجۂ محمد خلیل

جدنا پیر غلام محمد شاہ

فرزندِ اکبر حضرت پیر نبی بخش ونواسۂ پیر کام بخش ۱۲۴۵ھ مطابق ۱۸۲۹ء میں پیدا ہوئے۔ ملازمت کی تو تھانہ داری۔ پھر زمینداری اور پیر مریدی پر گزارہ رہا۔ پہلے پیر فرح بخش کے ہاں شادی ہوئی

Marfat.com

جس سے والد بزرگوارم پیر حامد شاہ اوران کی ہمشیرہ چراغ سلطان صاحبہ پیدا ہوئیں۔ جدۂ ام کی رحلت کے بعد آپ نے مالکِ قریشیانوالہ پیر قطب شاہ ولد محبوب شاہ (ہمشیرزادۂ جدنا پیر قلندر شاہ) کی بیٹی سے نکاح کیا اس سے دو بیٹے (پیر عالم شاہ صاحب اور احمد شاہ مرحوم) اور دو بیٹیاں عالمِ وجود میں آئیں۔ ایک بیٹی کی اپنے ابن عمہ ابراہیم شاہ سے مناکحت ہوئی اور لاولد چل دی۔ دوسری برادرم ملک شاہ بن اسمٰعیل کے حبالۂ نکاح میں آئی جس سے ایک لڑکا محمد ادریس مرحوم پیدا ہوئے جسے عموی عالم شاہ ہی نے پرورش کیا۔ اب اس کا ایک طفل ازبطن دخترِ ابراہیم شاہ مرحوم موجود ہے۔ جدنا مرحوم کی زندگی میں ہی والدِ مرحوم جاں بحق تسلیم ہوگئے اوران سے چند ماہ بعد وہ بھی بعمر ۶۶ سال ۱۴ رجب المرجب ۱۳۱۲ھ مطابق ۱۱ جنوری ۱۸۹۵ء اللہ میاں کے ہاں جا پہنچے۔ قبر کوٹلی پیراں میں ہے۔ آپ کا حافظہ غضب کا تھا۔ موضع کوٹلی پیراں اور جلال پور میں جدی زمین کے مالک تھے۔

پیر عالم شاہؒ

۱۲۸۳ھ مطابق ۱۸۶۶ء میں تولد ہوئے۔ شرقپور میں تعلیم پا کر مڈل پاس کیا پٹواری ہوگئے تحصیل شرقپور۔ قصور لاہور میں اہلکاری کر کے کچہری ضلع میں ریڈر رہوئے۔ آپ گورنمنٹ پنشنر تھے۔ آپ سخی مرد اور مہمان نواز تھے۔ اپنی کمائی خاطر وتواضع اور عزیزوں کی مدد میں صرف کردیتے رہے۔ اللہ کے فضل سے عمر باعزت و آبرو بسر ہوگی۔ آپ کی ایک شادی اپنی پھوپھی کی بیٹی سے ہوئی جو لاولد فوت ہوگئی۔ دوسری پیر مہر شاہ صاحب مرحوم رئیس نبی پور کی بیٹی سے آپ کی ساری اولاد اسی سے ہے۔ آپ کے دو رسالے غصب حقوق وصراط مستقیم خلاف رواج طبع شدہ موجود ہیں۔ آپ نے پنجابی نظم میں فتوح الغیب کی تفسیر لکھی ہے جو منشی عزیز الدین کتب فروش لاہور کو برائے طباعت دی ہوئی ہے۔

Marfat.com

پیر احمد شاہؒ

میرے دوسرے ہونہار چچا تھے۔ مڈل پاس کیا۔ شیر عالم کے ساتھ کوٹلی سے رات کو قریشیانوالہ کی طرف جارہے تھے کہ اندھیرے میں زبردستی اتر پڑے۔ وہیں شاہدرہ کے پاس سانپ نے کاٹ کھایا اور اسی دم پھر سوار ہوگئے اور چند دن کے بعد اپنے نانا کے گاؤں قریشیانوالہ میں بعمر ۲۴ سال جاں بحق تسلیم ہوکر مدفون ہوئے۔ یہ ۱۳۱۵ھ مطابق ۱۸۹۷ء کا واقعہ ہے۔ صرف ایک بیٹی یادگار رہی جو میری خالہ لطیف سلطاں مرحومہ کی نواسی تھی اور اپنے تایازاد (مظفر علی شاہ) سے بیاہی گئی اور ایک لڑکے امجد علی اور دو لڑکیوں کی والدہ بنی اور رخصت ہوگئی اور ایک لڑکی کا فرزندم محمد افضل شاہ سے بیاہ ہوا۔ دو بچے ہوئے۔ نہ اب ماں موجود ہے نہ بچے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

پیر مظفر علی شاہؒ

۱۵-۱۰-۱۵ ہجری مطابق ۹۸-۳-۹ کو پیدا ہوئے۔ مڈل پاس کرکے آر۔ایم۔ایس میں گورنمنٹی ملازم ہوگئے۔ اب سو سے زیادہ ماہوار تنخواہ پاتے ہیں۔ یکم رجب ۱۳۳۱ھ (۱۹۱۳-۶-۷) کو بنتِ عم سے شادی ہوئی۔ ۱۳۳۲ھ میں فرزند امجد علی پیدا ہوا (باپ بیٹے میں صرف ۱۶ سال کا فرق) بیوی ۱۳ رمضان المبارک ۱۳۴۶ھ میں تین بچے چھوڑ کر رخصت ہوگئی۔ آپ بڑے زیرک نوجوان ہیں اولاد بھی اللہ تعالیٰ نے دے رکھی ہے اور رزق بھی۔ ماں باپ کا سایہ بھی بفضلہٖ سر پر موجود ہے۔ زوجۂ حمیدہ کے بعد انتظام خانہ داری ابھی درست نہیں ہوا۔ خدا اپنا فضل شامل کرے۔ آپ کے ننھال بڑی اعلیٰ زمینوں کے مالک ہیں۔ آپ کے ایک ماموں حاجی پیر عبداللہ شاہ نے قریشیانوالہ سے دو مربعے زمین آپ کے والد صاحب کے نام لکھوادی ہے۔ امید ہے یہ مثال دوسروں کے لیے دلیلِ راہ بنے گی اور انھیں شرعی حق مل جائے گا۔

Marfat.com

پیر حامد شاہ بن پیر غلام محمد

ازبطن دختر پیر غلام محی الدین شاہ

پیروز یر علی شاہ حامی | محمد یعقوب در طفلی فوت شد | فضل قادر بچپن میں فوت ہو گیا | خاکسار غلام دستگیر نامی | حاجی حافظ مختار النبی | کبریٰ | پیر افتخار احمد

(حاجی حافظ مختار النبی) ازبطن دختر اشرف خاندان

محمد اکمل در طفلی فوت شد | الطاف | وحیدہ | محمودہ

(خاکسار غلام دستگیر نامی) ازبطن دختر اشرف خاندان

حاجی محمد افضل شاہ | محمد اجمل ازبطن دختر بابو شریف عالم | عارف | محمد احسن در طفلی فوت شد | رؤف | محمد ابوبکر صدیق

(محمد اجمل) عابدہ

(محمد ابوبکر صدیق) راحیلہ کوکب | روبینہ شاہین | حمیرا ابوبکر | خالد ابوبکر | سمعیہ ابوبکر | اسامہ جرار

(پیر افتخار احمد) محمد فاخر در طفلی مرد | حکیم منور احمد ناوست | آفتاب احمد

(آفتاب احمد) اعظم شاہ | شعیب ہاشمی | تنزیہ آفتاب

(حاجی محمد افضل شاہ) ازبطن دختر بابو شریف عالم

محمد عمر | محمد زبیر در طفلی فوت شد | شمیم افضل | زاہدہ ہاشمی

(پیروز یر علی شاہ حامی) ازبطن دختر پیر احمد علی شاہ ولد غلام غوث

عبدالجلیل | محمد اقبال | محمد اختر | محمد اسحاق | محمد منیر | محمد فاروق

(محمد اقبال) فرخندہ | راشدہ | محمد جاوید اقبال | محمد عثمان اقبال | محمد عفان اقبال | خشندہ | غزالہ

(حاجی محمد افضل شاہ) ازبطن سراب خاتون موہڑہ شریف

محمد قسیم افضل شاہ (موجودہ سجادہ نشین) | محمد عادل ہاشمی | محمد عاقل شاہ | شاہدہ افضل | نائلہ افضل

Marfat.com

پیر حامد شاہ مرحوم

نواسہ پیر فرح بخش ۱۲۶۴ھ مطابق ۱۸۴۸ء میں جب کہ سکھ حکومت کا خاتمہ اور انگریزوں کا پنجاب پر قبضہ ہوا۔ پیدا ہوئے۔ چھوٹی عمر میں والد کا سایہ سر سے جاتا رہا۔ ایسی حالت میں جوں توں کر کے مکتبی تعلیم حاصل کی۔ یتیم مادری کا یتیم پدری (سیدہ شریفہ بنت پیر غلام محی الدین شاہ) سے ۱۲۹۱ھ مطابق ۱۸۷۴ء میں نکاح ہوا۔ ۳/ذوالحجہ ۱۲۹۲ھ مطابق یکم جنوری ۱۸۷۶ء کو اخوی وزیر علی شاہ پیدا ہوئے۔ ۱۲۹۵ھ میں محمد یعقوب اور ۱۲۹۶ھ میں فضل قادر۔ اول الذکر ڈیڑھ ماہ کے اور موخر الذکر ۳ سال کے سن میں والدین کو داغ مفارقت دے گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ اسی اثنا میں مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری قریشیؒ جو والدہ ام کی دادی کی علاتی بہن کے پوتے تھے رتہ پیراں تشریف لے گئے یہ نام والدِ بزرگوار کی ماموں زاد بہن (نامی صاحبہ) کو بہت پسند آیا۔ منت مانی کہ اگر میرے بھائی اور نند کو خدا بیٹا عطا کرے تو اسی نام مبارک سے موسوم کریں گے چنانچہ میں ۲۳/جمادی الاخریٰ ۱۳۰۰ھ مطابق یکم مئی ۱۸۸۳ء کو بروز سہ شنبہ رتہ پیراں میں اپنے نانا کے تعمیر کردہ مشرقی دالان میں جواب تک قائم ہے وجود میں آیا۔

زادم و گشتم غلامِ دستگیر من شدم نامی بنامِ دستگیر

یعقوبؑ اور فضلؑ کے نعم البدل نے مجروح غم قلوب پر مرہم کا کام دیا اور میں ناز نعمت اور دعاؤں کا مورد بن کر پرورش پانے لگا۔ میری ولادت سے اڑھائی سال بعد ۲۸ محرم ۱۳۰۳ھ مطابق ۶/نومبر ۱۸۸۰ء کو برادرم حافظ مختار النبی شرقپور میں جہاں والدم تحصیل میں اہلکار تھے پیدا ہوئے۔ والدین کے صبر کے اجر میں بیٹوں کی تعداد پوری ہوگئی۔ تین سال کی اقامت کے بعد والد صاحب مرحوم کی تبدیلی لاہور تحصیل میں ہوگئی اور وہ والدۂ ام کوان کے پدری مکان میں جواب خاکسار کا مسکن ہے ۹/اکتوبر ۱۸۸۶ء کو ہمراہ لے آئے۔ ہماری عزیز اور عقیلہ جوانا مرگ بہن جس کی یاد ہمیں آج تک تڑپا رہی ہے اسی مکان میں پیدا ہوئی۔ دنیا میں والدہ کے بعد بہن ہی بھائیوں کی سب سے زیادہ ہمدرد ہوتی ہے۔ کاش وہ اس وقت زندہ ہوتی اور ہم اس کی قدرتی ہمدردی سے محروم نہ ہوتے (میں لکھ رہا ہوں خدا جانے کیوں آنکھ سے آنسو خود بخود جاری ہیں) والدین نے ہماری کبریٰ بہن کو بڑی محبت سے پالا۔ اس کے صلہ میں خدا نے اسی جگہ ۲۸/رجب ۱۳۰۹ھ مطابق ۲۸/فروری ۱۸۹۲ء میں افتخار احمد کی ولادت سے مسرت بخشی والد بزرگوار نے پہلے اسکا نام امیر علی ۱۳۰۹ درج رجسٹر کیا۔ عمومی عالم شاہ صاحب نے اس کا تاریخی نام نظیر الحسن نکالا تھا۔ (۱۵/مارچ ۱۹۵۸ء

Marfat.com

مطابق ۱۳۷۷ھ کورتہ پیراں میں فوت اور دفن ہوا۔تاریخ جلیلہ طبع اول کی کتابت کی تھی دوسال کے بعد آپ کی تبدیلی قصور ہوگئی (اس وقت برادرم یوسف علی وہیں ملازم تھے) جہاں وہ اپریل سے دہم اکتوبر ۱۸۹۴ء تک رہ کر چند گھنٹوں کی بیماری سے ۱۱/ اکتوبر مطابق ۱۲ جمادی الاولی ۱۳۱۲ھ مطابق ۱۸۹۴ء ۱۳ اکا تک سنہ ۱۹۱۵ کو رہگرائے عالم جاودانی ہوگئے۔اس وقت ہم سب کی عمریں بحساب قمری حسب ذیل تھیں۔والدہ صاحبہ ۴۲ سال، اخوی حامی صاحب ۲۰ سال، خاکسار نامی ۱۲ سال، حافظ صاحب ساڑھے نو سال، کبریٰ ساڑھے پانچ سال، افتخار احمد اڑھائی سال۔قصور میں اس وقت ہماری حالت ان جہاز والوں کی سی ہوگئی جن کا جہاز طوفانِ سراپا موج میں پڑا ہو۔اور جہاز ران لقمۂ اجل ہو چکا ہو۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔والد صاحب مرحوم بڑے خلیق اور مہمان نواز تھے انھوں نے ہمیں بڑی محبت اور ناز سے پرورش کیا۔درگاہِ جلیلہ کی آبادی کا شوق میں نے انہی سے ورثہ میں پایا ہے۔ان کی رحلت سے جو صدمہ عزیزوں کو پہنچا۔وہ خورشید ماموں کے مندرجہ ذیل شعر سے ہوسکتا ہے ؎

دریغا بچشم سیاہ ایں جہاں شد کہ شہ حامد از دارفانی نہاں شد
چو اندر جمل جست غمگین آثم زغم رنج و آہ سالِ رحلت عیاں شد

میں نے جب علم حاصل کیا تو تاریخیں کہیں جن کا ایک ایک شعر درج ذیل ہے:

۱۳۱۲ = ۴۸ + ۱۲۶۴

زاد او بیدار مغز و ماند زندہ بے بدل رفت بے غش از جہاں سُوئے خدائے عزوجل

۲۰+۴ ۱۳۱۲=۱۲۸۸+۲۴

گوزروئے درد دگریہ نامیا شاہ حامد کرد رحلت از جہاں

۱۳۱۲

کلکِ نامی بصد قلق بنوشت بُشر نیک خلق سالِ وفات

میں ایک دفعہ شرقپور گیا تو چچا عالم شاہ صاحب سے کہا کہ مجھے وہ گھر دکھائیں جہاں میں اپنے والد بزرگوار کے پاس قریباً اڑھائی سال کی عمر تک رہا تھا۔اس جگہ پہنچ کر مجھے رقت پیدا ہوئی اس طرح میں جب کبھی زیارتِ مزارِ والدِ مرحوم کے لیے قصور جاتا ہوں تو ان کے عارضی سکونتی مکان کو بھی دیکھ آتا ہوں جو موری دروازہ کے پاس ڈاک خانہ کے مغرب کی طرف غلام حسین خاں صاحب کے مکان کے عقب میں ہے۔آپ کا پختہ مزار جو مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری کے توسط سے قبلہ ماموں صاحب مرحوم نے بنوا دیا تھا اب تک خاں صاحب موصوف کے قبرستان میں شہر کے مشرق کی طرف عیدگاہ سے پرے اور تحصیل سے

Marfat.com

سے ورے واقع ہے۔ الحمدللہ۔ ہمیں لاہور میں اسی مکان میں رہنے کا شرف حاصل ہے جہاں ہمارے والدین نے زندگی کا بڑا حصہ بسر کیا ہے میں اکثر والدین کے حق میں یہی قرآنی دعا مانگا کرتا ہوں کہ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا۔

پیروز یر علی شاہ حامیؔ

والدِ بزرگوار کی وفات کے وقت انٹرنس میں تعلیم پاتے تھے جو حصولِ ملازمت کے لیے ترک کر دی۔ امرتسر میں بکنگ کلرک مقرر ہوئے مگر بیوی (بنت خورشید خاندان) کے صدمۂ موت پر مستعفی ہو کر چلے آئے۔ طبیعت میں تلوّن تھا اس لیے کہیں مستقل طور پر سوائے کمپونڈری کے نہیں جمے تاہم گھر بنائے رکھا اور غیر کی محتاجی سے مامون رہے اکتوبر ۱۹۰۵ء میں میرے ساتھ ہی ان کی بھی دوسری شادی ہوئی۔ پہلی بیوی حمل ہی میں چل دی تھی۔ یہ بعد ولادتِ دختر راہیِ ملکِ عدم ہوگئی۔ تیسری شادی اس کی چھوٹی بہن دختر ماموں احمد علی صاحب (جواز بطنِ بنتِ پیر حیدر شاہ صاحب مرحوم تھی) سے ہوئی۔ ۱۳۳۰ھ مطابق ۱۹۱۲ء میں محمد اقبال۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۴ھ مطابق ۱۹۱۶ء میں محمد اختر ۱۳۳۷ھ مطابق ۱۹۱۹ء میں محمد منیر اور شوال ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۹۲۱ء میں محمد فاروق پیدا ہوا۔ عبدالجلیل اور محمد عثمان اور ایک لڑکی طفلی میں ہی فوت ہوگئے۔ بڑا لڑکا میری بڑی بیٹی سے شدی شدہ اور چار لڑکیوں اور تین بیٹوں کا باپ ہے جے اے وی پاس اور ڈسٹرکٹ بورڈ شیخوپورہ کی سروس میں سیکنڈ ماسٹر آف ہائی سکول نارنگ ہے۔ اخوی صاحب موصوف شاگرد داغ دہلویؔ اچھے نغز گو صاحبِ دیوان شاعر تھے۔ ان کا نعتیہ کلام طبع شدہ موجودہ ہے انھوں نے اکثر بزرگوں کی تاریخیں اور کئی عزیزوں کے سہرے کہے ہیں افسوس آپ ۲۰ صفر ۱۳۴۹ھ (وسط ۱۹۳۰) کو ۵۴ سال ۶ ماہ کی عمر میں بمرضِ فالج فوت ہو کر رتہ پیراں میں دفن ہوئے۔ قبر اندرونی پختہ چار دیواری کے جنوبی کونے سے اندازاً ۲۵ فٹ پر ہے (چھوٹے وَن کے مغرب کی طرف کوئی گز فاصلہ پر) اس سے مغرب کی جانب عارفؔ مرحومہ دخترِ برادرم مظفر علی شاہ کا مزار ہے۔ شمال کی طرف نوجوان فریدؔ مدفون ہے۔

غلام دستگیر نامیؔ

غلام دستگیر نامیؔ ۱ ولد سیدہ شریف سلطان ۲ بنت پیر غلام محی الدین شاہ ۳ (مشتریِ موضع رتیاں) منکوحۂ پیر حامد شاہ ۲ بن نور سلطان ۳ بنت پیر فرح بخش ۴ زوجۂ پیر غلام محمد شاہ ۳ بن کرم

Marfat.com

سلطان ۴ بنت پیر کام بخش ۵ زوجہ پیر نبی بخش بن نیاز بخش بن حضرت خدا بخش ۶ بن پیر ابوالحسن ۷ ثانی بن پیر فخر اللہ ۸ بن پیر ابوالفتح ثالث ۹ بن پیر برخوردار ۱۰ (بانیِ موضع کوٹلی پیراں) بن شیخ عبدالجلیل ۱۱ ابن حضرت ابوالفتح ثانی ۱۲ ابن حضرت عبدالجلیل ۱۳ چوہڑ بندگی بن شیخ ابوالفتح ۱۴ ابن شیخ عبدالعزیز ۱۵ ابن شیخ شہاب الدین ۱۶ بن شیخ نورالدین ۱۷ ابن حضرت سلطان التارکین شیخ حمیدالدین ۱۸ حاکمؒ بادشاہ کیچ مکران۔ میری نانی کا نام خانم جان ۳ بنت سلطان ۴ بی بی زوجۂ مرزا پیر بخش۔ میرے والد صاحب کی نانی کا نام جیون سلطان ۴ بنت عظیم شاہ ۵ بن پیر شاہ ۵ بن ابوالحسن ۷۔ والدۂ افضل ۱ کی نانی کا نام کریم سلطان ۲ زوجۂ حیدر شاہ ۳ بنت کرم سلطان ۴ (بنت منظور شاہ زوجہ پیر شادے شاہ ۴ اور پڑدادی ۴ (میرے نانا کی ماں) کا عظیم سلطان ۵ زوجۂ پیر قلندر شاہ (مشتریِ موضع رتہ پیراں) بن کرم شاہ (مشتریِ موضع قلعہ مستیا) بن زینب بی بی زوجۂ ابوالفتح رابع المشہور شاہ جی بن پیر ابوالحسن ۷۔

نوٹ: ناموں پر نمبر پشت شماری کے لیے دیے ہیں جن کے نمبر ملیں انھیں ہم پشت سمجھنا چاہیے میں حضرت قطب العالمؒ (۱۳) کی وفات سے (بحساب قمری) ۳۹۰ برس بعد پیدا ہوا۔ اس عرصہ میں تیرہ (۱۳) پشتیں ہوگئیں۔ تیس (۳۰) سال فی پشت اوسط ہوئی۔ میری عمر اس وقت ۵۴ سال کے قریب ہے۔ دو پشت اوپر (دادا تک) اور دو پشت نیچے (پوتے تک) دیکھ چکا ہوں جس طرح میں یہاں وسط میں ہوں اسی طرح والدین کے گھر بھی تھا کیونکہ تین بھائی مجھ سے پہلے پیدا ہو چکے تھے اور تین بھائی بہن میرے پیچھے ہوئے۔ میں اس وقت اپنی پشت میں (از اولاد ابوالفتح بن حضرت قطب العالمؒ) سب سے بڑا ہوں اسی طرح فرزندم محمد افضل بھی سب سے بڑا ہے اور اس کا بیٹا محمد عمر بھی۔

میں ۱۱ بجے دن کے وقت رتہ پیراں میں بروز سہ شنبہ ۲۳ جمادی الاخریٰ ۱۳۰۰ مطابق یکم مئی ۱۸۸۳ء ۹ بیساکھ سنہ ۱۹۴۰ = ۱۲۹۰ فصلی اور آغاز سال میلاد (محمدی ﷺ) ۱۳۱۲ کے سوا ماہ بعد پیدا ہوا۔ بلحاظ فصول مسلمانوں کا سال محمدی ﷺ بحساب شمسی ہے۔ اس سے جملہ فصلوں کا پتہ آسانی ملتا ہے سال محمدی ﷺ

Marfat.com

کا آغاز ۲۰ مارچ ۱۵۲۱ء جمعہ کو بعد ختم یوم معتدل اللیل والنہار ربیعی ۱۹ مارچ ۱۵۷۱ء پنجشنبہ کے ہوا۔ کیونکہ اس سال محمد رسول اللہ ﷺ کا روز ولادت ۲۰ /اپریل دوشنبہ بتاریخ دو ثور ہے۔ سال محمدی ﷺ کے مہینے منطقۃ البروج کے ناموں سے موسوم ہیں۔ ۱۔ حمل ۲۔ ثور ۳۔ جوزا ۴۔ سرطان ۵۔ اسد ۶۔ سنبلہ ۷۔ میزان ۸۔ عقرب ۹۔ قوس ۱۰۔ جدی ۱۱۔ دلو ۱۲۔ حوت۔ معمولی سال ۳۶۵ روز کا ہوتا ہے۔ اور سال کبیسہ ۳۶۶ دن کا۔ یکم حمل اور یکم میزان کو لیل ونہار مساوی ہوتے ہیں۔ یکم سرطان کو آغاز سہ ماہی دوم میں سب سے بڑا دن ہوتا ہے۔ یکم دلو کو آغاز سہ ماہی چہارم میں سب سے بڑی رات ہوتی ہے۔ قمری مشہور مہینے: ۱۔ محرم ۲۔ صفر ۳۔ ربیع الاول ۴۔ ربیع الثانی ۵۔ جمادی الاول ۶۔ جمادی الثانی ۷۔ رجب ۸۔ شعبان ۹۔ رمضان ۱۰۔ شوال ۱۱۔ ذیقعد ۱۲۔ ذی الحجہ۔ بغرضِ عبادت اور دیگر مقاصد کے لیے مستعمل ہیں تاکہ مسلمان ہر فصل میں عبادت و معاملات کے عادی رہیں اور ضروری امور کا حساب کر سکیں۔ ۳۳ سال میں رمضان المبارک ہر فصل میں گشت کر جاتا ہے اور ہر ملک کے لوگ ہر فصل میں صیام سے اپنی خواہشاتِ نفسیانی پر قادر ہونے کے عادی ہو جاتے ہیں۔ حج اور عیدیں قمری حساب سے ہوتی ہیں۔ عورتوں کے ایام قمری تاریخوں پر ہوتے ہیں۔ سمندر میں جزر و مد بھی قمری شہور پر مبنی ہوتے ہیں۔ نوبتی تپ کا حساب بھی بعض اوقات قمری تاریخوں پر محمول ہوتا ہے۔ کجا بود کب کجا تا ختم۔

میں امیر عبدالرحمٰن خاں بادشاہ کابل بن افضل بن دوست محمد بن پائندہ خاں وزیر درانیہ کے چہارم سن جلوس میں پیدا ہوا۔ روم میں ترکوں کے چونتیسویں سلطان عبدالحمید ثانی کی حکومت کا ساتواں سال تھا۔ اسی میں انگریزوں کو مصر میں مداخلت کا موقع ملا۔ ایران میں شاہ قاچار مظفرالدین بن ناصرالدین بن محمد بن عباس بن فتح علی بن آقا محمد بن محمد حسین کی حکومت تھی اور ہندوستان میں ملکہ وکٹوریہ کا راج تھا۔ ملا مجید کی مسجد واقع محلہ چلہ بی بیاں میں نومبر ۱۸۹۰ء میں مَیں نے سیپارہ پڑھنا شروع کیا اسی ماہ میں ایک سال بعد میری آمین کرائی گئی۔ استادِ مرحوم مولوی محمد بخش صاحب بلبلِ کو والد صاحب نے ۵ھ اور دو جوڑے کپڑوں کے دیے۔ ہم مکتبوں کو چاے پلائی اور پیسے تقسیم کیے۔ پھر اسلامیہ سکول کی برانچ حویلی کابلی مل کی دوسری جماعت میں داخل کیا گیا۔ قرآن آموز استاد صاحب ۱۸۹۲ء میں فوت ہو گئے اور والدِ

Marfat.com

بزرگوار نے ان کے چہلم کے دن (۶ / اکتوبر) ان کے بھائی غلام دستگیر صاحب کو دو روپیہ دیے۔ ۱۸۹۴ء کا درمیانی ربع قصور گورنمنٹ اسکول کی جماعت چہارم میں بسر ہوا۔ پھر یتیم ہو کر ایک سال رتہ پیراں میں رہا۔ اس کے بعد غالباً ۱۸۹۶ء میں پھر اسلامیہ ہائی سکول دروازہ شیرانوالہ کی جماعت پنجم میں داخل ہوا۔ اور یہیں سے ۱۹۰۳ء میں فسٹ ڈویژن میں انٹر پاس کیا۔ مولوی زین العابدین صاحب برادرزادۂ مولوی غلام رسولؒ صاحب قلعہ والاعربی کے۔ حافظ احمد الدینؒ صاحب (خسر برادرم محمد اعظم صاحب بی۔اے) جنرل نالج کے۔ مرزا رحمت علی صاحب فارسی کے۔ میر عبدالواحد صاحب انگریزی کے اور راجہ فاضل محمد صاحب حساب کے استاد تھے۔ چند ماہ ریل کے دفتر میں ملازمت کی۔ پھر ڈاک خانہ میں بھرتی ہو کر تار سیکھنے لگا کہ ڈپٹی کمشنر صاحب لاہور نے انٹر پاس مسلمان طلب کیے۔ ضلع میں چھ مہینے بے تنخواہ امیدواری کی۔ چھ مہینے محرر تلف رہا۔ یکم مئی ۱۹۰۵ء میں تحصیل لاہور میں مستقل ملازمت نائب محرر جاگیر ملی۔ پانچ ماہ بعد بیاہ ہوا۔ ضلع میں اہلمدی کی۔ عارضی طور پر اکسائز کمشنر پنجاب اور ڈائریکٹر لینڈ ریکارڈز کے دفتر میں کام کرنے گیا اور اصل شخص کے رخصت سے واپس آجانے پر پھر تحصیل میں واپس آگیا۔ محکمہ رشوت ستانی سے نکلنے کی کوشش جاری رکھی اور محمد افضل کی ولادت کے سال ۱۹۰۶ء میں انسپکٹر مدارس سرکل لاہور کے دفتر میں ٹائپسٹ مقرر ہو گیا۔ سات سال کے بعد دفتر ڈائریکٹر سررشتۂ تعلیم میں اسی کام پر مامور ہوا۔ اور وہاں سے ترقی پا کر میو سکول آف آرٹس لاہور میں پہنچا۔ یہاں سات سال کام کرنے کے بعد پرنسپل صاحب کی مرضی کے خلاف سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور میں بطور سیکنڈ کلارک تبدیل کر دیا گیا اور اب تک یہیں بخیر و بخوبی خزینہ داری وغیرہ کے فرائض انجام دے اور سوا سو روپیہ ماہوار تنخواہ لے رہا ہوں۔ الحمدللہ۔ میں سکول سے اٹھ کر بھی برابر حصولِ علم میں منہمک ہوں۔ کوئی اور امتحان پاس نہیں کیا مگر جتنی کتابیں اور رسالے میں نے جس عرق ریزی سے لکھے ہیں کوئی امتحان پاس کرنے والا کم ہی لکھے گا (چنانچہ حال ہی میں ۱۹۶۰ء میں نے بوقت اشاعت ثانی تاریخِ جلیلہ صحابہ کرامؓ اور ہر چہار سلسلہ کے مشہور مشائخ کے سوانح حیات لکھے ہوئے ہیں جو اشاعت کے منتظر ہیں جن کی تفصیل باعثِ طوالت ہوگی)۔ علم الفرائض کا میں نے بڑے شوق سے مطالعہ کیا ہے۔ اس کی شاہد میری کتاب انیس الوارثین بیٹے کا حصہ۔ کلیدِ تقسیم وراثت اور قانونِ وراثت ہے۔ یہ علم میں نے اپنی محنت سے حاصل کیا ہے کسی استاد سے نہیں پڑھا۔ ذیل کا نقشہ میرے ریسرچ ورک کا نتیجہ ہے۔

Marfat.com

صاحبِ اولاد میت کے وارثوں کے حصے ترکہ سے

۱۔ ہر لڑکے لڑکی کے حصص مندرجہ ذیل دیگر وارثوں کی موجودگی میں

	بیوی	خاوند	ماں یا باپ	ماں باپ	بیوی اور ماں یا باپ	بیوی اور ماں باپ	خاوند اور ماں یا باپ	خاوند اور ماں باپ
ہر لڑکے کا حصہ	۱۴	۶	۱۰	۸	۳۴	۲۶	۱۴	۱۰
ہر لڑکی کا حصہ	۷	۳	۵	۴	۱۷	۱۳	۷	۵

۲۔ مندرجہ بالا وارثوں کے حصے معلوم کرنے کے لیے نقشہ ذیل تیار کیا گیا ہے اس میں ہر وارث (بیوی وغیرہ) کا حصہ لڑکوں کی دوگنی تعداد اور لڑکیوں کی تعداد کے مجموعے سے جتنا گنا ہوگا وہ ان کے خانے کے نیچے درج کر دیا گیا ہے۔

مجموعے سے کتنے گنا زیادہ	بیوی	خاوند	ماں یا باپ	ماں اور باپ	بیوی اور ماں یا باپ	بیوی اور ماں اور باپ	خاوند اور ماں یا باپ	خاوند اور ماں اور باپ
	برابر	برابر	برابر، برابر	برابر، برابر	۳ گنا، ۴ گنا	۳ گنا، ۴ گنا، ۴ گنا	۳ گنا، ۲ گنا	۳ گنا، ۳ گنا، ۲ گنا

خلاصۂ قاعدہ

۱۔ جب میت کے بیٹے بیٹوں کے ساتھ بیوی یا خاوند یا ماں یا باپ یا ماں باپ دونوں موجود ہوں تو ان میں سے ہر ایک کا حصہ لڑکوں کی دوگنی تعداد اور لڑکیوں کی تعداد کے مجموعہ کے برابر ہوگا مثلاً دو لڑکیاں اور دو لڑکے ہوں تو مجموعہ ۶ ہوا۔ پس اس صورت میں بیوی کا یا خاوند کا یا ماں یا باپ یا ماں باپ دونوں میں سے ہر ایک کا حصہ ۲×۲+۲=۶ ہوگا۔

۲۔ اگر زوج یا زوجۂ میت کے ساتھ میت کی ماں یا باپ یا ماں باپ دونوں (یعنی والدین) ہوں تو زوجہ یا خاوند کا حصہ مجموعے کا تین گنا ہوگا یعنی ۶×۳=۱۸ ہوگا

۳۔ زوجۂ میت کے ساتھ ماں باپ میں سے ہر ایک کا حصہ مجموعہ کا چار گنا یعنی ۴×۶=۲۴ ہے اور

Marfat.com

شوہر میت کے ساتھ دوگنا یعنی ۶×۲=۱۲ ہے۔ مندرجہ ذیل مثال جو مندرجہ بالا نقشہ سے حل کی گئی:

بیوی	ماں	باپ	۳لڑکے	۴لڑکیاں	
۱۰×۳=۳۰	۱۰×۴=۴۰	۱۰×۴=۴۰	۲۶×۳=۷۸	۱۳×۴=۵۲	= ۲۴۰ حصے

دیکھ لو کہ بیوی کو جو ۳۰/۲۴۰ ملے ہیں وہ ۱/۸ کے برابر ہیں اور ماں باپ میں سے ہر ایک کو جو ۴۰/۲۴۰ ملے ہیں وہ ۱/۶ کے برابر ہیں۔۔

۱۹۰۶ء میں احسن الخالقین نے ہمارے گھر کو (بتاریخ ۲۰ شوال) محمد افضل کی ولادت سے بارونق بنایا۔ تاریخ ہوئی۔ محمد افضل پیدا شد ۱۳۲۴ھ۔ محمد اجمل ۲۶ شعبان ۱۳۲۷ھ مطابق ۱۹۰۹ء کو۔ عارف ۲۹ شعبان ۱۳۲۹ھ مطابق ۱۹۱۱ء کو۔ رؤف ۸ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ مطابق ۱۹۱۷ء کو اور محمد ابوبکر ۷ ربیع الاول ۱۳۴۱ھ مطابق ۱۹۲۲ء ۲۹/ اکتوبر کو پیدا ہوا۔ (برخوردار موصوف خاندانِ جلیلہ کا پہلا گریجوایٹ ہے اور گورنمنٹ کے محکمہ زراعت میں کاٹن انسپکٹر ہے اور علمی شغف رکھنے والا نوجوان ہے۔ (اضافہ طبع ثانی)

میں صفر ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۹۲۴ء ستمبر میں محمد عمر کی ولادت سے دادا بنا اور ۱۰/ محرم ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۹۳۵ء ۱۵/ اپریل کو فرخندہ اقبال نے مجھے نانا بنایا (اور اس وقت تک میں پڑدادا اور پڑنانا بن چکا ہوں۔ اضافہ طبع ثانی ۱۳۸۰ھ) اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہمیشہ میرے اور میری اولاد کے شاملِ حال رہا ہے جو کام میں نے نیک نیتی سے شروع کیا ہے اس میں خدا نے مجھے کامیابی عطا کی ہے۔ مقاماتِ مقدسہ، بزرگانِ دین اور خاندان کی تاریخ لکھنا بھی اسی کی توفیق سے ہے۔ بزرگوں کے مزارات کی مرمت کی توفیق بھی اسی کی مہربانی سے ملی ہے۔ دختروں کے مقابلہ میں یکجدیوں کی ناکامی بھی اسی کی عنایت کا نتیجہ ہے۔ عید میلاد النبی ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے دن منانے کا رواج بھی اسی کی عطا کردہ سعی کا ثمر ہے اپنے جدی شہر لاہور میں آرام و اطمینان اور عزت سے قیام بھی اسی کے فضل سے ہے۔ نیک بخت اہلیہ اور تابع فرمان اولاد کا ملنا بھی اسی کے لطف و کرم سے ہے۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔ اسی خدا ہی نے مجھے جلیل القدر نانا کا نواسہ، نیک والدین کا بیٹا، اچھے بھائیوں کا بھائی، نیک چچا کا بھتیجا، اشرف خاندان ماموں کا بھانجا اور داماد بنایا اور اولاد کی طرف سے دل میں اطمینان پیدا کر دیا۔ میں اس کی کس کس نعمت کا شکر ادا کروں۔ زبان ایک اور نعمتیں بے شمار[1]

۱۔ والدِ محترم ۱۹۶۲ء لاہور میں فوت ہوئے اور رتہ پیراں کے آبائی قبرستان میں دفنائے گئے (ابوبکر ہاشمی)

Marfat.com

برادرم حاجی حافظ مختار النبی

ان کو والد بزرگوار نے حفظِ قرآن میں لگایا تھا۔ قبلہ ماموں صاحب نے ان کی خواہش کی تکمیل کی۔ بعد ازاں آپ اورینٹل کالج میں داخل ہوگئے۔ منشی اور منشی عالم کا امتحان پاس کیا مگر منشی فاضل میں دو سال پڑھنے کے بعد کالج چھوڑ دیا۔ دخترِ دوم حضرتِ اشرف سے ان کے ہاں کئی اولادیں ہوئیں مگر اب صرف ایک دختر موجود ہے جو قانوناً مگر خلافِ شریعت اپنی والدہ کے اکیس مربعوں کی مالکہ قرار دی گئی ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ تو اور تیرا سب مال والد کا ہے اگر وہ والد کو خوش رکھے گی تو آرام پائے گی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ برادرم کو خوش وخرم رکھے اور اسے کسی چیز کا محتاج نہ کرے[1]۔

برادرم افتخار احمد

یہ بھی دامادِ اشرف ہیں۔ چوتھی جماعت میں پڑھتے تھے کہ تپ محرقہ چڑھا اور پردۂ سماعت میں ثقل پیدا ہوگیا اس لیے ہم نے تعلیم چھوڑا کر انھیں خوشنویسی میں ڈالا۔ زمیندار، انقلاب وغیرہ مشہور اسلامی اخباروں میں سالہا سال کام کیا ہے۔ زود نویسی اور صحیح لکھنے میں اہلِ فن میں ممتاز ہیں۔ ان کا بیٹا منور احمد رجب ۱۳۳۵ھ مطابق ۱۹۱۷ء میں اور آفتاب احمد ذوالحجہ ۱۳۳۷ھ مطابق ۱۹۱۹ء میں تولد ہوا چونکہ یہ والدہ کے ساتھ زیادہ تورتہ ہی میں رہے اس لیے قبلہ ماموں صاحب کو ان سے بڑی الفت تھی دونوں میٹرک تک باقاعدہ پڑھے ہیں۔ اب اول الذکر حکیم حاذق کلاس میں پڑھتا اور موخر الذکر اپنے افضل بھائی کے ساتھ زمینداری کے کام کی نگرانی اور مرغیوں کی تجارت بھی کرتا ہے۔ دعا ہے کہ خدا ان چچازاد اور خالہ زاد بھائیوں میں اتفاق رکھے اور رخنہ اندازوں کے اڈے نہ چڑھیں۔ آمین

یا خدا رکھ دُور ان سب بھائی بہنوں سے نفاق   عزت اشرفؔ کے گھرانے کی رکھیں بالاتفاق

ہماری والدۂ شریفہ

ہماری والدۂ شرافت و دیانت داری و عبادت میں بے نظیر تھیں انھوں نے کبھی نماز قضا نہ کی، وفات سے چند ساعت پہلے عالمِ بے ہوشی میں نماز کے لیے ہاتھ باندھے ہوئے تھیں۔ کثیر التعداد لڑکیوں کو فی سبیل اللہ قرآن پڑھایا۔ شاگردیں ان سے بہت مانوس تھیں کیونکہ وہ انھیں کھلاتی پلاتی رہتی تھیں۔ گھر کا انتظام انھوں نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہوا تھا۔ ان کی بہوئیں جوان کی بھتیجیاں اور شاگردیں بھی تھیں ان کا

۱۔ میرے حقیقی چچا صاحب مختار النبی مذکور کی ایک بیٹی وحیدہ سلطانہ از بطنِ حقیقی خالہ جیو سلطانہ جو ۱۹۱۷ء میں پیدا ہوئی ۱۹۷۱ء میں مرید کے میں وفات پائی (ابوبکر ہاشمی)

Marfat.com

ابوالوحید حاجی حافظ مختار النبی صاحب حاکمی منشی فاضل ہمشیرہ زادہ

Marfat.com

Marfat.com

بڑا لحاظ کرتی تھیں۔ دیکھنے والے کہتے تھے کہ یہ ساس بہوئیں نہیں بلکہ ماں بیٹیاں ہیں میری بیوی نے ان سے بہت دعائیں لیں اس لیے اس پر سب سے زیادہ خدا کا فضل ہے۔ یہ والدہ ہی کی تربیت کا اثر ہے کہ ہم سب بھائیوں کی زبان گالی گلوچ اور بدگوئی سے کبھی آلودہ نہیں ہوئی اور نہ ہمیں کبھی بُری سوسائٹی میں بیٹھنے کی جرأت ہوئی ہے۔ آہ ہماری ہمدرد اور خیر خواہ والدۂ شریفہ بحساب شمسی ۷۱، اور بحساب قمری ۷۳ برس کی عمر میں ۲۳؍ دسمبر ۱۹۲۴ء کو فوت ہو کر اپنے جدِ اعلیٰ حضرت قطب العالم کی درگاہ میں اپنی جوان بنت کبریٰ کے دائیں پہلو میں جا لیٹیں۔ میں نے ان کا مزار پختہ بنوا کر اس پر کتبہ نصب کرایا ہوا ہے:

آں شریفہ عابدہ قرآن آموزِ نساء	چوں عناں برتافت زما جانبِ رب العباد
از پئے تاریخ نامیؔ سر بجیبِ فکر بُرد	گفت ہاتف "کرد رحلت مادرِ قدسی نژاد"
	۱۳۴۳ھ

وقتِ وفات آپ کے چار بیٹے، چار بہوئیں، ۹ پوتے، ۵ پوتیاں اور ایک پڑوتا (محمد عمر بعمر ۳ ماہ) موجود تھا یعنی آپ ۲۳ آدمیوں پر مشتمل کنبہ کی بزرگ تھیں۔

اللہ ان کو بخشے۔ اور ان کی روحانی مدد ہمارے شاملِ حال رکھے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

پیر محمد شاہؒ بن پیر نبی بخشؒ
- پیر گنج بخش
  - اشرف علی — لاولد
  - انور علی
    - عبدالغفور
    - اصغری
    - نعیم اظہر
  - عظمت علی — لاولد
- پیر محمود شاہ
  - حکیم محمد خلیل
    - لڑکی
  - عبدالحمید
  - بیٹی
- بنت الرسول

پیر محمد شاہ صاحبؒ

پیر محمد شاہ صاحبؒ ۱۲۵۱ھ مطابق ۱۸۲۵ء میں پیدا ہوئے۔ ہمارے نانا صاحب کے ماتحت محرر

Marfat.com

جوڈیشل رہے۔ پیر علی حق شاہ صاحب ملک پوری کی دوسری بیٹی (فاطمہ) سے بیاہے گئے۔ آپ بڑے خوشنویس اور قوی حافظہ تھے۔ میں جو ولادت و وفات کی تاریخیں قلم بند کر رہا ہوں آپ ہی کی بتائی ہوئی ہیں۔ ان کو بکرمی تاریخیں یاد تھیں۔ میں نے ۵/جون ۱۹۰۴ء کو جبکہ میں کچہری میں امیدوار تھا جنتری صد سالہ ۱۲۱۵ھ مطابق ۱۸۰۱ء لغایت ۱۳۱۸ھ مطابق ۱۹۰۰ء خرید کر ان تاریخوں کو ان سے لکھ کر سن ہجری میں ڈھالا۔ آپ کی آنکھیں بند ہوگئی تھیں۔ پھر خود بخود کھل گئیں۔ آپ ۲۵/ذوالقعدہ ۱۳۳۲ھ مطابق ۱۹۱۴ء کو ۸۱ برس کی عمر میں فوت اور کوٹلی میں دفن ہوئے ان کے دائیں ہاتھ ان کے فرزند گنج بخش آسودہ ہیں اور بائیں طرف ان کی رفیقۂ حیات۔ احاطۂ قبرستان کے دروازہ افتادہ کے سامنے جو جنوبی دیوار ہے آرام فرما ہیں۔ عموی گنج بخش کے مغرب کی طرف عموی قائم علی شاہ کی قبر ہے اس طرف دوسری قبر والدہ عموی عالم شاہ صاحب کی۔ اس سے آگے بابا غلام غوث کی اور اس کے ساتھ حضرت نبی بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قبر ہے۔

پیر گنج بخشؒ

پیر گنج بخشؒ محرم ۱۲۸۱ھ مطابق ۱۸۶۴ء میں پیدا ہوئے اور پڑھ کر پٹواری بن گئے۔ آپ کے نانا پیر علی حق شاہ ملک پوری کی کوئی نرینہ اولاد نہ تھی اس لیے آپ اپنے اس نواسۂ اکبر کو ملکپور لے گئے تاکہ ان کے بعد بھی گھر آباد رہے۔ آپ ہی نے ان کو اپنی دوسری بیٹی (نصیب سلطان) کی دختر کلاں (حیات سلطان) سے بیاہا تھا۔ بڑی بیٹی (صاحب سلطان منکوحہ پیر خورشید عالم شاہ) بھی آپ ہی کے پاس تھی۔ یہیں ان کے ہاں اشرف علی جو بڑا ذہین اور لائق لڑکا تھا ۱۳۱۱ھ مطابق ۱۸۹۳ء میں پیدا ہوا۔ اور ۱۳۳۲ھ مطابق ۱۹۱۳ء میں جاں بحق تسلیم ہوا۔ یہیں سے دوسرے پوتے تین سالہ بیٹے عظمت علی نے ۱۳۲۱ھ میں وفات پائی۔ ۱۹۱۰ء میں اشرف و انور کے ختنوں پر سینکڑوں روپے خرچ ہوئے۔ یہیں ان لڑکوں کی والدہ فوت ہوئی۔

عموی گنج بخشؒ

عموی گنج بخشؒ موضع پسیانوالہ میں پٹواری رہے۔ میں نے ہاشمی ایسوسی ایشن انہی کی تائید سے بنائی تھی۔ آپ غمی شادی کے خرچ میں بڑے فراخ دل تھے۔ جب ان تقریبات پر منتظم بنائے جاتے خیر

Marfat.com

سگالی سے کام کرتے۔افسوس عمر نے وفا نہ کی اور ۵۴ سال کی عمر میں طاعون سے ۸/ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۹۱۵ء ۲۸ مارچ کو شہید ہو کر کوٹلی پیراں میں دفن ہو گئے۔ میں نے تاریخ کہی تھی ۲۸۹۔ عاقل دنیا محمد گنج بخش نیز گنج بخش بافرہنگ۔

برادرم اشرف علی مرحوم

برادرم اشرف علی مرحوم بڑا ذہین اور شائقِ علم نوجوان تھا۔ مڈل پاس کر کے کچھ دن مدرسہ نعمانیہ لاہور میں بھی تعلیم دینی حاصل کرتا رہا۔ زیادہ محنت سے اس کا دماغ صحیح نہیں رہا تھا۔ آخر داعیِ اجل کو لبیک کہہ گیا۔

برادرم انور علی ملک پوری

۱۳۱۳ھ میں منصہ ظہور میں آئے۔ پڑھے۔ ہیڈ ماسٹر ہوئے اور رتہ پیراں میں بیاہے گئے جب شعر کہتے ہیں بہت زوردار کہتے ہیں[1]۔ عبدالغفور ۸/ شعبان ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۹۲۴ء میں رتہ پیراں میں پیدا ہوا۔ پھر اصغری اور پھر نعیم۔ اللھم زد فزد۔

پیر محمود شاہ

آپ ذوالحجہ ۱۲۹۵ھ مطابق ۱۸۷۸ء میں تولد ہوئے۔ میرے ساتھ اسلامیہ ہائی سکول لاہور میں یونیورسٹی کا امتحان اینگلو مڈل ۱۹۰۰ء میں پاس کیا۔ پٹواری ہو گئے اور ضلع شاہ پور میں آج کل منشی ضلع داری ہیں۔ بڑے بااصول آدمی ہیں۔ کھدر پہنتے اور شکر کھاتے ہیں۔ بدیسی اشیا سے پرہیز ہے۔ تمام عمر گھر سے دور بسر کر دی برس چھ مہینے کے بعد آتے ہیں۔ پچھلے دنوں میں کوٹلی پیراں میں بتائید عموی عالم شاہ صاحب خام مسجد کو پختہ بنانے میں مصروف رہے اور ان دونوں کی کوشش سے یہ کام کارِ خیر انجام کو پہنچ گیا۔ جزاھما اللہ تعالیٰ۔

حکیم محمد خلیل صاحب

آپ زبدۃ الحکما نے ذہن رسا وراثت میں پایا ہے۔ ۱۳۲۷ھ میں ظہور پذیر ہوئے مڈل میں وظیفہ لیا۔ جے وی ٹرینڈ ہو کر لاہور میں معلم بن گئے۔ حاذق اور زبدۃ الحکما کا امتحان نہایت قابلیت سے

---

[1] ۱۹۵۰ء میں آپ کی تالیف ''عبدہ'' زیورِ طبع سے آراستہ ہو چکی ہے جو دلدادگانِ تصوف کے لیے نہایت اعلیٰ وعمدہ تحفہ ہے۔ ان کا علمی شغف قابلِ تحسین ہے اور مارگزیدہ کی شفا میں ان کا دم تریاق اکبر ہے۔

Marfat.com

پاس کیا۔ کئی انعامی کتب حاصل کیں۔ موضع گڑھی شاہو[ا] میں رہتے ہیں۔ ان کے بھائی عبدالحمید نے منیاری کی دکان کھول رکھی ہے۔ یہ بھائی صاحب ۱۳۳۰ھ میں عالمِ وجود میں آئے اور اولادِ شیخ ابوالفتح میں سب سے زیادہ انگریزی کے تعلیم یافتہ ہیں۔ انٹرنس میں بھی وظیفہ لیتے رہے ہیں۔ اب ایم۔ اے پاس کر کے سٹی مسلم لیگ ہائی سکول مدرس ہیں قریش کا اصلی مشغلہ (تجارت) اختیار کر رکھا تھا۔ منیاری اور عطاری کی دکان چمک رہی تھی۔ **اللّٰھم زد فزد**۔ حدیث میں وارد ہے **علیکم بالتجارۃ فان فیھا تسعۃ اعشار الرزق**۔ یعنی اے مسلمانو! تجارت اختیار کرو۔ کیونکہ اس میں دس حصوں میں سے نو حصے رزق ہے۔

حکیم صاحب ایک لڑکی کے باپ ہیں جو عموی عالم شاہ صاحب کی نواسی ہے۔ عبدالحمید ابھی نا کتخدا ہیں۔

پیر اکبر شاہ بن پیر نبی بخش

- پیر عبدالمجید
- بیٹی منکوحہ پیر غلام قادر بن چراغ شاہ
- بیٹی اہلیہ محمد علی
- قائم علی شاہ مرحوم
  - محمد حنیف — دو لڑکیاں
  - محمد یعقوب — امین الرحمٰن
- زین العابدین مرحوم — لاولد

پیر اکبر شاہ

بابا پٹواری کے نام سے مشہور ہوئے۔ خوش رُو، سفید ریش بزرگ تھے۔ پیر علی حق شاہ کی چوتھی بیٹی سے نکاح ہوا تھا۔ ۱۲۵۸ھ مطابق ۱۸۴۲ء میں پیدا ہوئے اور ۱۳۱۳ھ مطابق ۱۹۰۵ء میں ۶۵ سال عمر پا کر کوٹلی میں راہیِ ملکِ عدم ہو گئے۔ تین بیٹے اور بیٹیاں ان کی یادگار تھیں۔ میں نے از روئے دریغ ''شاہ اکبر فوت شد'' تاریخ کہی اور حامیؔ صاحب نے ''از جہاں رفت جرم اکبر شاہ''۔

[ا] گڑھی شاہو کا اصلی نام اس کے بانی ابوالخیر المتوفی ۱۱۳۲ھ مطابق ۱۷۲۰ء کے نام پر خیر گڑھ تھا۔ یہاں آپ نے عربی کا بڑا کالج بنوایا تھا اور ایک مسجد بھی جو موضع کے جنوب کی طرف ہے۔ سکھوں کے عہد میں یہ موضع برباد ہو گیا اور اس پر ایک ڈاکو شاہو نے قبضہ کر لیا جبھی سے اس کا نام مشہور ہو گیا۔

Marfat.com

پیر عبدالحمید

آپ ۱۱۸۸ھ مطابق ۱۸۷۱ء میں پیدا ہوئے۔شادی پیر چراغ شاہ کی دختر (خالہ زاد خود) سے ہوئی۔اس سے دو بیٹیاں ہیں۔یکے زوجۂ برادرم محمد طفیل دوم اہلیہ برادرم محمد یعقوب۔دوسرا نکاح پیر مخدوم عالم شاہ نمبردار کی بیٹی سے ہوا۔اس کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ایک زوجۂ برادرم محمد حنیف۔دوم بیوۂ فرید عالم مرحوم بن بابو شریف عالم شاہ صاحب بھٹے وڈی۔محمد مکرم مڈل اور پٹوار پاس ہے اور اب گڑھی شاہو میں منیاری کی دکان میں برادرم عبدالحمید کا سہیم ہے۔محمد جمیل بھی مڈل پاس اور جلد سازی میں ماہر ہے مگر اپنی والدہ کے ماموں زاد بھائی کا منتظم ہے۔

پیر قائم علی شاہ

آپ ۱۲۹۴ھ مطابق ۱۸۷۷ء میں تولد اور ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۹۱۴ء میں بعمر ۳۷ سال فوت ہوگئے۔محکمہ پولیس میں چھوٹے تھانے دار تھے۔لمبے بخار سے جانبر نہ ہو سکے۔محمد حنیف ۱۳۱۹ھ مطابق ۱۹۰۱ء کی پیدائش ہیں۔مڈل پاس کرنے کے بعد آج کل توکل پر گزارہ ہے۔حضرت عمرؓ کے پاس چند لوگ آئے۔آپ نے دریافت کیا تمھارا ذریعۂ معاش کیا ہے جواب ملا توکل۔آپ نے فرمایا یوں کیوں نہیں کہتے کہ نکمے مفت خورے ہو دوسروں کی کمائی پر نظر ہے ایسے ہی لوگوں کو آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ جاؤ کام کرو اور پھر توکل کرو۔آسمان سے خدا تھیلیوں میں روپیہ ڈال کر نہیں بھیجے گا کوشش کرو گے تو پھل ملے گا (ان کی بیوی اور بیٹیاں موجود ہیں)۔

محمد یعقوب

آپ ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۹۱۰ء میں عالمِ وجود میں آئے۔مڈل پاس کرنے کے بعد جے وی کلاس میں ٹریننگ حاصل کی۔آج کل شریف پور تحصیل شاہدرہ میں مدرس اور امین الحق اور شیر خوار بچے کے والد ہیں[1]

زین العابدین

۱۲۹۹ھ میں پیدا ہوئے۔اپنی خالہ زاد (بنت مولوی محمد شاہ مرحوم) سے شادی ہوئی۔مگر جلد ہی ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۹۰۷ء میں بعمر ۲۶ سال جاں بحق تسلیم ہوگئے۔کوئی اولاد نہ چھوڑی۔بیوہ اپنے بھائی

[1] اس وقت ان کا ایک بیٹا باعزت ملازمت پر مامور ہے اور دوسرا کالج میں زیرِ تعلیم ہے۔

Marfat.com

محمود شاہ صاحب کے ہاں کوٹلی پیراں میں رہتی ہے۔ آپ نے اس کے نام ترکہٗ والد سے شرعی حصہٗ زمین منتقل کر دیا ہوا ہے۔

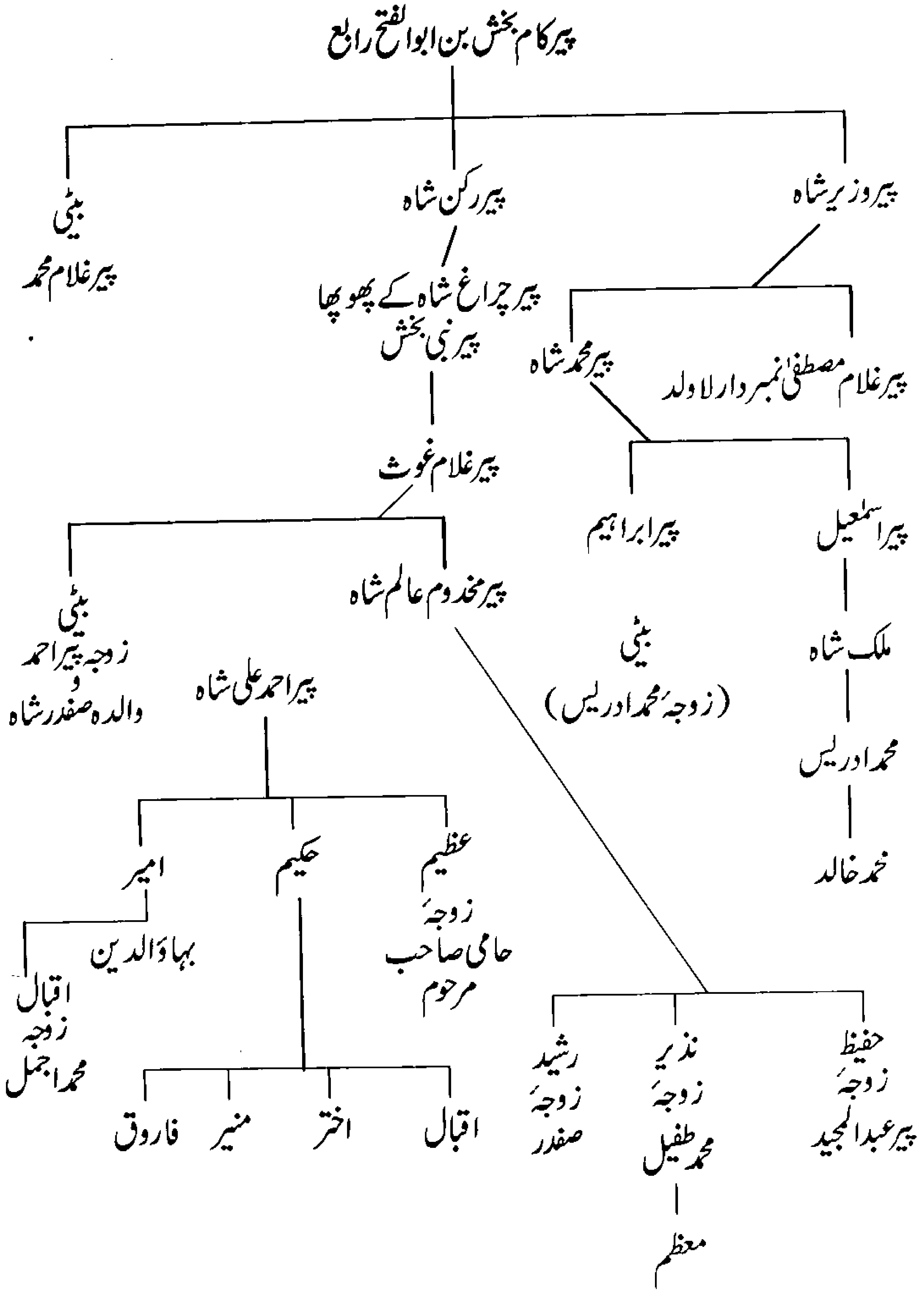

پیر غلام مصطفیٰ

کوٹلی کے نمبردار تھے۔ ان کی قبر کوٹلی میں پختہ بنی ہوئی ہے۔ ان کی بیوی میرے والدِ مرحوم کی علاتی خالہ (دختر پیر فرح بخش صاحب) بڑی بزرگ تھیں۔ قدرت نے آخر عمر میں بصارت کے عوض انھیں

Marfat.com

فراواں بصیرت عطا کردی تھی۔ دم سے جن بھوت نکال دیا کرتی تھیں۔ ان کی نماز جنازہ میں شمولیت کا مجھے بھی کوٹلی میں شرف حاصل ہوا تھا۔ اس چھوٹے سے گاؤں میں جنازہ پڑھنے والوں کی تعداد کثیر جمع ہوگئی تھی۔

پیر محمد شاہ

ان کے حالات بھی معلوم نہیں۔ ۱۲۹۴ھ مطابق ۱۸۷۷ء میں ۴۸ سال کی عمر میں فوت ہوئے ان کی اہلیہ میرے والدِ مرحوم کی سگی پھوپھی تھیں۔ انھوں نے حضرت پیر قلندر شاہؒ کی ایک پنجابی منقبت بنائی ہوئی ہے۔ جو اس طرح ہے ۔

ہادی میرا شہ قلندر ہر دم وسّے میرے اندر
شافع اوس رسول پیمبر رکھو میری پشت پناہ
یا حضرت پیر قلندر شاہ

گھر کوٹلی میں خوب آباد تھا۔ مال مویشی کی بھی کمی نہ تھی مگر ہمارے دیکھتے دیکھتے سب کچھ جاتا رہا۔ اس وقت ان میں سے صرف ایک بچہ خالد موجود ہے۔

اسمٰعیل

آپ ۱۹۰۴ء میں بعمر ۴۶ سال اور ابراہیم ۱۹۱۶ء میں ۵۱ برس عمر پاکر فوت ہوئے۔

پیر ملک شاہ

میرے خالہ زاد بھائی ۱۲۹۶ھ مطابق ۱۸۷۹ء میں پیدا ہوئے اور سیج پال میں بمرض ہیضہ ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۹۳۲ء میں بعمر ۵۴ سال فوت ہوگئے۔ سیلانی طبیعت کے سائیں لوگ آدمی تھے۔ نہ ان کو باپ کی پرواتھی نہ باپ کو ان کی یہی حال ان کے بیٹے کا تھا۔ دونوں کو ننھال نے پالا۔

محمد ادریس

۱۳۴۶ھ مطابق ۱۹۲۷ء میں بعمر ۳۴ سال جاں بحق تسلیم ہوا۔ دو توام بیٹیاں شاد و اختری اور ایک بیٹا (خالد) اس کی یادگار ہے۔

پیر رکن شاہ

آپ کی تاریخ ولادت وانتقال معلوم نہیں اور نہ ہی اور حالات معلوم ہیں ان کی اولاد میں سے

Marfat.com

صرف ایک شخص برادرم پیر احمد علی شاہ صاحب کو لکھنے کا شوق ہے انھوں نے بھی اپنی کسی تحریر میں ان کے متعلق کچھ ذکر نہیں کیا۔

پیر غلام غوث

۱۲۴۷ھ مطابق ۱۸۳۱ء میں پیدا اور ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۹۰۸ء میں بعمر ۷۹ برس فوت ہوئے۔ ہم مشاعرہ میں ان کو شریک کیا کرتے تھے۔ آپ کا ایک شعر یاد ہے ؎

ہر چہ خوری با یارانِ خور ڈینگرہ ڈینگرہ گُرہ گُرہ گُرہ

نظر کمزور تھی اچھے بامذاق بزرگ تھے۔ شادی موضع خلجیاں میں ہوئی تھی۔ کوٹلی پیراں میں ان کا ایک بارونق دیوان خانہ تھا۔ اب کھنڈر ہے۔ حامی صاحب نے تاریخ —— ''داخلِ خلد ہوگیا وہ آج'' —— کہی۔
۱۳۲۶ھ

پیر مخدوم عالم شاہ

آپ ۱۲۷۸ھ مطابق ۱۸۶۱ء کی پیدائش ہیں۔ باپ دادا کی طرح سکھ سرداروں کے پاس آسودہ حال رہے چند سال سے خانہ نشین ہیں۔ چار بیٹے ازبطن عم زادہ خود پیدا ہوئے اور مر گئے۔ دو بیٹیاں اور تیسری کی اولاد اب موجود ہے۔

پیر احمد علی شاہ صاحب

۱۲۸۵ھ مطابق ۱۸۶۸ء میں جلوہ افروز ہوئے۔ ہم ماموں صاحب کہتے ہیں کیونکہ آپ کی شادی ہمارے والد بزرگوار کے ماموں کی اور والدۂ ماجدہ کے چچا کی بیٹی حاجیہ نواب سلطان سے ہوئی تھی۔ آپ کی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے اخوی حامی صاحب کے نکاح میں آئیں۔ میرے چار بھتیجے آپ کے نواسے ہیں۔ بیوی کی وفات کے بعد ان کی مملوکہ زمین ان کی اولاد کے نام منتقل ہوگئی اور اب تک سب انتظام آپ کے سپرد ہے۔ جو اولاد موجود ہے ان کی ایک نواسی اقبال سلطان بنت اخوی شریف عالم شاہ صاحب بھٹے وڈی میرے فرزند ثانی محمد اجمل شاہ کی اہلیہ ہے وہ بھی بمعہ شوہر ان کی تابع فرمان ہے۔ ان کو اپنے نواسے بہاؤ الدین مادری یتیم سے بہت ہی محبت ہے اس کے والد کو اس کے متعلق ہر طرح بے فکری ہے۔

Marfat.com

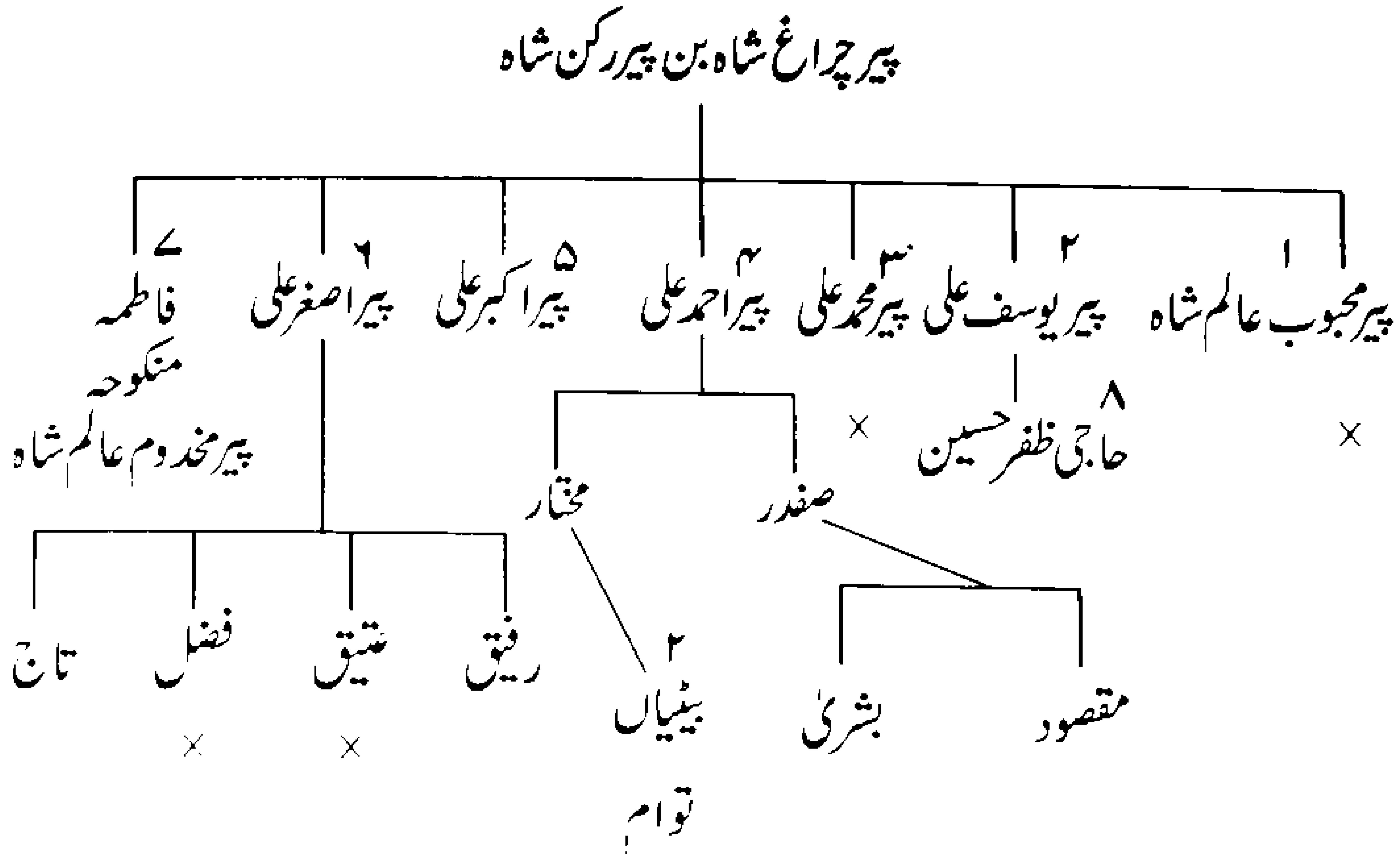

پیر چراغ شاہ صاحب

میرے خالو کچہری لاہور میں اہلکار اور بڑے عیالدار تھے۔ تنخواہ تیس روپیہ۔ آپ بہت سی زمین موضع باغ دھنیسرا[1] اور بھٹے وڈ میں خریدنے میں کامیاب ہوگئے۔ آپ نے اولاد کا صدمہ نہیں دیکھا۔ مگر بچوں کی ماں کو بڑے صدمے اٹھانے پڑے۔ ۱۸۹۲ء میں محمد علی ۲۲ سال کی عمر میں محبوب عالم شاہ ۱۹۰۴ء میں۔ یوسف علی شاہ ۱۹۰۰ء اور اصغر علی شاہ ۱۹۰۲ء میں داغ مفارقت دے گئے۔ ان کے والد صاحب ۱۸۷۸ء میں ۴۲ سال کی عمر میں فوت ہوگئے تھے۔ تاریخ ہوئی ـــ ''گل ہوگیا چراغ'' ـــ سوائے ایک کے سب جوان اور لاولد گئے۔

اخوی محبوب عالم شاہ صاحب

بڑے خندہ رُو شخص تھے۔ ۱۹۰۴ء میں ۴۶ برس کی عمر میں فوت ہوئے۔ میں نے تاریخ کہی

از یں دہر محبوب شاہ رفت ـــ میرے خالہ زاد بھائی تھے اور میری ماموں زاد بہن آپ کے حبالۂ نکاح میں آئیں۔ کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ ان کو لاہور کی ملازمت ترک کرنی پڑی۔

اخوی یوسف علی شاہ

آپ ۱۲۷۹ھ مطابق ۱۸۶۲ء میں پیدا ہوئے۔ مڈل پاس کرکے ڈاک خانہ میں ملازم ہوگئے۔

---

[1] یہ زمین آپ کے ایک دور اندیش حاجی پوتے نے بکوادی ہے۔

Marfat.com

بڑے بھائی کے ہم زلف بنے اپنے بھائیوں کی قلیل آمدنی میں مدد کرتے رہے۔ آخر ۱۳۱۸ھ مطابق ۱۹۰۰ء میں بعمر ۳۹ سال فوت ہوگئے۔ خورشید خاندان نے فرمایا۔

یوسف مرا نبرد کسے گرگ وائے حسرت — کو باز واپس آید از بہر رخ نمائی
آتم ز سوزِ فرقت گردید سینہ بریاں! — رحلت رقم بودم از رنج و غم جدائی
۱۳۱۸ھ

دوسری تاریخ بھی آہ ساتھ ملا کر بخشش حق رقم فرمائی تھی۔ یہ تاریخیں صحیح نہیں مگر غمِ دل کا پتہ دیتی ہیں۔

پیر احمد علی شاہ

۱۲۹۲ھ مطابق ۱۸۷۵ء میں پیدا ہوئے۔ ظفر حسین کے سگے چچا اور دستگیر ہیں مڈل تک تعلیم حاصل کی ہے نوکری جو ملی اس پر جم نہ سکے لہٰذا آبائی زمین پر بسر اوقات کرتے رہے۔ حضرتِ خورشید کے سگے بھانجے تھے مگر انھوں نے ان پر دوسرے بھائیوں کی طرح مہربانی نہیں کی۔ آپ اپنے تاؤ کے ہاں بیاہے گئے۔ کئی لڑکے ہوئے مگر اب صرف ایک باقی ہے اور ایک بیٹی زوجۂ مظفر علی شاہ ہر ایک کی دو دو اولادیں ہیں۔

پیر اکبر علی و اصغر علی

۱۲۹۵ھ مطابق ۱۸۷۸ء میں توام پیدا ہوئے۔ موخر الذکر بڑا لائق تھا۔ ایف۔ اے تک تعلیم پائی۔ ڈاکخانہ میں سب پوسٹ ماسٹر تھا کہ ناگہانی طور پر آگ لگ گئی اور چل بسا۔ یہ ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۹۰۲ء کا واقعہ ہے۔ کل ۲۶ برس کی عمر پائی۔ میری عمہ زادہ حیات سلطان سے اس کی شادی ہوئی تھی مگر اسے آرام نصیب نہ ہوا۔ بڑا غیور جوان تھا۔ وہ اپنی کمائی پر بسر کرنے والا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ یہ دوں ہمتی ہے کہ آبائی زمین کے لیے لڑیں جھگڑیں۔ ہم مرد ہیں خود کما کر کھائیں گے میں نے اس کی وفات پر بہت سے شعر لکھے تھے جو درج بیاض ہیں۔ پیر اکبر علی کی پہلی شادی دختر پیر اسمٰعیل شاہ سے ہوئی تھی مگر وہ فوت ہوگئی۔ پھر اخوی شریف عالم شاہ صاحب کی بیٹی صابرہ سے نکاح ہوا جس سے محمد رفیق ۱۳۳۲ھ مطابق ۱۹۱۴ء میں۔ عتیق ۱۳۲۷ھ مطابق ۱۹۱۹ء میں۔ فضل محمود ۱۳۴۰ھ مطابق ۱۹۲۲ء میں اور تاج ۱۳۴۴ھ مطابق ۱۹۲۴ء میں پیدا ہوا۔ عتیق ۱۳۴۹ھ مطابق ۱۹۳۰ء میں دریچہ سے گر کر مر گیا اور فضل بخار سے ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۹۳۶ء میں مر گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

Marfat.com

حاجی ظفر حسین

پیر احمد علی کے سگے بھتیجے ہیں تمام برادری میں بھاری بھرکم مگر ایک بات میں سب سے کم ہیں۔ ۱۳۰۸ھ مطابق ۱۸۹۱ء میں پیدا ہوئے۔ چوتھی جماعت سے اٹھ بیٹھے۔ پہلی شادی پیر احمد علی شاہ صاحب کی بیٹی سے ہوئی۔ اس کے فوت ہونے کے بعد جب کہیں صورتِ رشتہ نہ بنی تو جناب قبلہ ماموں صاحب نے جنھوں نے خاص فیاضی سے کام لے کر اس عزیز کو معزز و ممتاز بارسوخ اور دولت مند بنا دیا تھا۔ ہمیں اس کی امداد کا ارشاد فرمایا۔ ہم نے برادرم حافظ صاحب سے التماس کیا انھوں نے قبول کر کے اپنی دختر سے نکاح کی اجازت دے دی۔ اس رشتہ نے حاجی صاحب کے وقار کو المضاعف کر دیا۔ یہ لڑکی اب اپنے میکوں کے ۲۱ مربعوں کی مالکہ[۱] ہے۔ قبلہ ماموں صاحب کی مہربانی سے اس کی پہلی بیوی سے اکلوتا بیٹا بہاؤالدین جو محرم ۱۳۴۰ھ مطابق ۱۹۲۱ء کی پیدائش ہے۔ سو بیگہ سے زیادہ زمین کا مالک ہے اسے ننھال نے پرورش کیا ہے۔ قبلہ ماموں صاحب اور ان کی اولاد کی مہربانیاں حاجی صاحب کو چار طرف سے محیط ہیں۔ ان کے جانشین (محمد افضل شاہ) نے حال ہی میں آپ کورتیاں کی نمبرداری ایثار کی ہے۔ آپ کا وراثتِ اشرفِ مرحوم میں قانوناً کوئی حق نہیں۔ اولادِ اشرف کی رواداری سے وہ اپنے تمام دینی اعمام پر فائق ہیں۔ آپ کے چچا پیر احمد علی شاہ صاحب میری طرح بہت بڑے نانا کے نواسے ہیں مگر ان کو کچھ نہیں ملا۔ کیونکہ وہ بقول خود پالیسی و چاپلوسی نہیں جانتے اگر ہماری برادری میں کوئی بیوپاری اور سیٹھ ہے تو وہ حاجی صاحب ہیں۔ اعلیٰ درجہ کے جزوری، زیورات اور دولت ان پر عاشق ہیں۔ حاجی ظفر حسین ۱۹۶۵ء میں بعارضہ قلب فوت ہو کر مرید کے میں دفن ہوئے۔

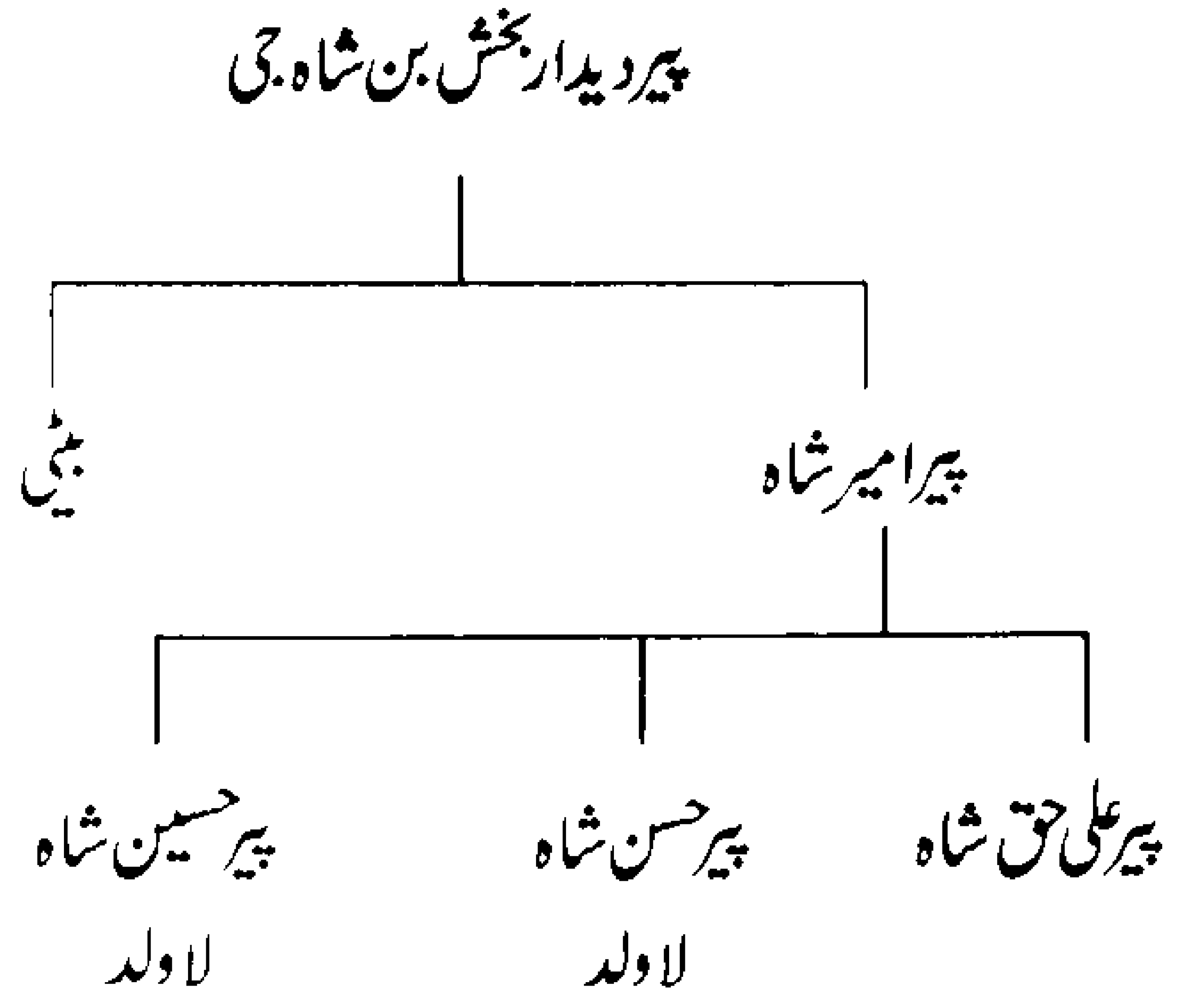

[۱] شوہر دوراندیش نے مختارِ عام بن کر اس کی زمین میں بہت رد و بدل کر کے اپنے بیٹے کو نفع پہنچایا ہے۔

Marfat.com

پیر امیر شاہ صاحب

آپ نے ۱۲۶۷ھ مطابق ۱۸۵۱ء میں موضع ملک پور میں کچھ زمین خرید کر سکونت اختیار کر لی۔ ان کے فرزند علی حق شاہ کی شادی پیر قلندر شاہ کی دختر بی بی فضل سلطان سے ہوئی جس سے چار بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ بڑی کو بابا نے اپنے خورشید بھتیجے کے ساتھ بیاہا۔ مگر بنا بنی میں نہ نبھ سکی۔ اور وہ والدین ہی کے گھر کہولت میں فوت ہوئی۔ دوسری اور تیسری کو پیر نبی بخش کی بہو بننے کا افتخار حاصل ہوا۔ چنانچہ ایک کی اولاد سے پیر محمود شاہ وغیرہ ہیں اور دوسری کی پیر عبدالمجید وغیرہ سکان کوٹلی پیراں۔ چوتھی کا بیٹا پیر غلام قادر ولد چراغ شاہ مرحوم ہے۔ پیر علی حق شاہ صاحب نے اپنی تمام حقیت اپنے بڑے نواسے پیر گنج بخش کو گھر رکھ کر ہبہ کر دی تا کہ ان کے بعد ان کے گھر کا نام باقی رہے۔ پیر کام بخش کی اولاد نے اعتراض کیا۔ آخر تصفیہ یہ ہوا کہ کوٹلی کی جدی جائیداد جدیوں کو اور پیر امیر شاہ صاحب سے حاصل شدہ نواسے کو۔ پیر حسین شاہ کی لاولد بیوہ (عمہ بابو شریف عالم) کی وفات پر جو پیر علی حق شاہ کے بعد واقع ہوئی ترکہ پر پیر کام بخش کی اولاد نے قبضہ کر لیا۔ پیر دیدار بخش کی بیٹی (امیر سلطاں) وزیر شاہ بن کام بخش کے نکاح میں آکر صاحبِ اولاد ہوئی۔

پیر حسن شاہ

۱۲۶۳ھ مطابق ۱۸۴۷ء میں بعمر ۲۲ سال مجرد رخصت ہوئے۔ پیر وزیر علی شاہ بن کام بخش کی بیٹی سے منسوب تھے مگر نکاح نہیں ہوا۔

پیر حسین شاہ

۱۲۵۱ھ مطابق ۱۸۳۵ء میں پیدا ہوئے اور جوان ہو کر پیر رنگ شاہ ولد عزت شاہ مالک موضع شاہ پور و دیانت پور (جو اس وقت ضلع لاہور میں واقع تھے) کی دختر رحیم سلطاں سے بیاہے گئے مگر کوئی اولاد نہ ہوئی اور ۱۲۹۳ھ مطابق ۱۸۷۶ء میں فوت ہو گئے۔ جائداد پر بیوہ حین حیات قابض رہیں اور پیر علی حق شاہ صاحب کی وفات سے چار برس بعد ۱۹۰۰ء میں وفات پا گئیں۔ سب کے مزار ملکپور میں ہیں۔ ترکہ پر اولاد

Marfat.com

پیر کام بخش نے قبضہ کر لیا۔

پیر علی حق شاہ مرحوم

آپ نے اپنے ایک نواسے گنج بخش صاحب کو متبنیٰ بنا کر جائداد ہبہ کی۔ افسوس اس (نواسہ) کے دو بیٹے فوت ہو گئے۔ صرف ایک انور علی شاہ باقی ہے اور صاحبِ اولاد اور علم و ادب میں ممتاز۔

پیر امیر شاہ

ان کے متعلق اذکارِ قلندری میں مرقوم ہے کہ شرافت پناہ میاں امیر شاہ سلمہٗ ربہٗ وابقاہٗ حضرت قلندر شاہ کے عم زاد حقیقی اور ابنائے خویش سے ارادتمندان اولین میں سے ہیں۔ ایام طفولیت سے محبت دل اور رسوخ قلبی جناب حضرت جیو میں رکھتے تھے جب بدرجۂ بلوغت پہنچے اور متمیز سیاہ و سپید ہوئے توجۂ انقیاد اور جبینِ نیاز اس سر حلقۂ اہلِ راز کے پائے مبارک پر رکھ کر آپ کے ہاتھ پر توبہ کی۔ ایک دن آپ نے فرمایا اے محبّ بے ریا اور عمزادِ ایں بے سروپا علم ایک جوہر لطیف بلک الطف ہے تمھیں اس کے تعلم میں تساہل کو نہ کام میں لانا اور نہ جائز سمجھنا چاہیے۔ شاہبازِ فقر کا جناحِ پرواز علم ہی ہے جیسا کہ ارشاد ہے کہ اطلبو العلم ولو کان بالصین۔

کسے کو زاہدے بے علم گردد شود دیوانہ یا کافر بمیرد

چنانچہ حضرت ﷺ نے فرمایا ہے من تزاهد بغیر علم جن فی آخر عمره او مات کافر۔ علم ایک شمع روشن ہے جو خانۂ باطن کو منور کر دیتی ہے اور سیاہ و سپید میں امتیاز بخشتی ہے۔ علم کے بغیر فقیر کی مثال اس اندھے کی سی ہے جس کے ہاتھ میں لعل آ جائے یا چیونٹی کو خزانۂ سلیمان میسر ہو جائے۔ یہ خزانہ اٹھانے میں عاجز اور وہ لعل کی ماہیت کی شناخت میں قاصر۔ ہر دو اس وقت دولت کبریٰ سے بے بہرہ۔ نہ اُس کا اس سے کچھ سُود۔ نہ اِس کو اُس سے کچھ بہبود پس فقیر کو زیادہ نہ سہی تو اتنا علم ہونا تو لابد لازم ہے کہ کفر و اسلام میں تمیز ہو جائے اور شیخ جامع العلوم اشارات کو فہم میں لے آئے ورنہ مجہول مطلق کو فقر حاصل

Marfat.com

نہیں ہوتا۔ پوشیدہ نہ رہے کہ جو رموزاتِ شیخ کو نہ سمجھے وہ اس کے کلام کی لذت کو نہیں پاتا۔ مرید کا سرمایہ ''عقیدت'' ہے۔ جب اس میں قصور واقع ہو فسادِ عقیدہ سے کسادِ ارادت ظاہر ہو جاتی ہے۔ پس ازیں سوراندہ وازاں سوماندہ کا مقصداق بن جاتا ہے۔ نعوذ باللہ منہا۔

اس بلند ہمت (یعنی امیر شاہ) نے حضرت قلندر شاہ کے ارشاد کے مطابق مدتِ مدید مدرسۂ لاہور میں کمالِ علم حاصل کیا۔ حضرت جیو فرمایا کرتے تھے کہ میاں امیر شاہ وثوقِ ارادت اور رسوخِ عقیدت میں سدِّ رزیں ہے۔ فی الحقیقت کمال یقین یہ ہے کہ اگر نفس ہزار دلیل باطل یقین کے ابطال میں پیش کرے وہ تمام کو ردّ کر دے اور صاحبِ یقین کو کچھ نقصان نہ پہنچے

یقیں مہر سپہرِ طالبان است بصارت بخشِ نورِ چشم جان است
یقیں سدّے پئے یا جوج خنّاس برائے حفظ فی مابین الناس
یقیں وان رہبر کامل دریں راہ ازیں بیت الحزن تادر گہِ شاہ
یقیں درّد حجاب از دیدۂ دل نماند درمیاں یک پردۂ حائل
بماند محو با ذاتِ الٰہی کند آگاہ از راز کماہی
یقیں سرمایۂ دین است و ایماں یقیں بر تو کشاید بابِ احسان

(فرحتؔ)

جنابِ فیض مآبؒ ہمیشہ امیر شاہ صاحب کے دینی اور دنیوی امور کی طرف متوجہ رہتے تھے اور یہ ظاہر ہے کہ پیر و مرشد کی خوشنودی مریدِ جید کی ابدی سعادت ہوتی ہے برآرندہ حاجات اس اخوت پناہ کو ہمیشہ اپنے ظلِ عاطفت میں بفضلہٖ سلامت رکھے۔''

پیر امیر شاہ بڑے عالم اور علم دوست تھے انھوں نے مولوی محمد اعظم صاحب میر دوالی کے والد بزرگوار سے جو بڑے خوشنویس تھے کئی کتابیں لکھوا کر اپنے کتب خانہ میں محفوظ رکھی ہوئی تھیں۔ جو

Marfat.com

برادرم انور علی کے قبضہ میں ہیں امید ہے وہ انھیں محفوظ رکھیں گے۔

آل پیرامیر شاہ مرحوم

پیرامیر شاہ صاحب مرحوم نے کوٹلی پیراں کی سکونت چھوڑ کر ملک پور میں مکان بنا کر اور زمین خرید کر رہائش اختیار کر لی۔ ان کے بعد دو بیٹے رخصت ہوگئے۔ ایک پیر علی حق شاہ صاحب کے ہاں اولادِ دختری ہوئی۔ میں ان کی آل کا شجرہ درج کرتا ہوں تا کہ آئندہ نسلوں کو ان کے تعلق کا علم رہے اور وہ مرحومین کے دنیوی اور اخروی مکانات پر جا کر ان کی یاد میں دو آنسو بہا آیا کریں۔

پیرامیر شاہ

پیر علی حق شاہ

بیٹی | بیٹی | بیٹی

پیر گنج بخش مرحوم | پیر غلام قادر | قائم علی شاہ مرحوم

انور علی | محمد طفیل | سید محمد | محمد حنیف | محمد یعقوب

عبدالغفور | نعیم اطہر | پیر محمود شاہ | عبدالمجید | امین الرحمٰن

محمد خلیل | عبدالحمید | محمد مکرم | محمد جمیل

آل پیرامیر شاہ مرحوم میں سے ہر ایک کو ان کا نام زندہ رکھنے کی کوشش کرنی چاہیے اور اس خیال میں نہ رہنا چاہیے۔ جو اشخاص ان کے ترکہ سے متمتع ہو رہے ہیں وہی یہ کام کریں۔ میرا پیر فرح بخش سے وہی تعلق ہے جو محمد خلیل وغیرہ کا پیر علی حق شاہ مرحوم سے۔ مجھے مرحوم کے ترکہ خاص سے کوئی حصہ نہیں ملا مگر میں نے ان کے نیک نام کو زندہ رکھنے کی جس قدر کوشش کی وہ اسی کتاب سے ظاہر ہے۔

نامِ نیک رفتگاں ضائع مکن تا بماند نام نیکت برقرار

Marfat.com

شیخ بہاؤالدینؒ بن حضرت عبدالجلیل قطب عالمؒ

- شیخ محمد
  - پیر عبدالسلام
    - پیر فتح اللہ
      - اچھے شاہ
        - کمال پاشا
          - یوسف شاہ
            - ×
      - بوہڈن شاہ
        - عیسیٰ شاہ
          - کریم شاہ
            - نتھو شاہ
              - مراد شاہ
                - محبوب شاہ
                  - قطب شاہ
                    - غلام غوث
                      - سردار بیگم
                    - نصیب سلطان
                      - پیر عالم شاہ ولد پیر غلام محمد شاہ
                  - بیٹی زوجہ اوّل پیر حیدر شاہ ولد فرح بخش
                - منظور شاہ
                  - رحم سلطان
                    - غلام غوث بن قطب شاہ
                  - مہر سلطان
                    - بہادر شاہ
                      - عنایت شاہ خالِ عزیز عالم ولد پیر شریف عالم شاہ
                  - کرم سلطان
                    - کریم سلطان زوجۂ ثانی پیر حیدر شاہ
                      - مہتاب سلطان جدۂ مادری محمد افضل شاہ وغیرہ
                      - نواب سلطان جدۂ مادری محمد اقبال وغیرہ
- شیخ محمودؒ
  - ۱۔ شیخ سید علیؒ
    - شیخ صدرالدینؒ
      - قائم شاہ
        - نبی شاہ لاولد بانیٔ موضع نبی پور پیراں تحصیل ننکانہ
        - سیدن شاہ
          - خیر شاہ
            - امتہ الرسول
  - ۲۔ شیخ سیف اللہؒ
  - ۳۔ شیخ بہاؤالدینؒ ثانی

Marfat.com

پیر بہاؤالدین

جب حضرت ابوالفتح قدس سرہٗ کی والدۂ ماجدہ یعنی سلطان بہلول لودھی کی دخترِ بلند اختر قضائے الٰہی سے راہیِ ملکِ عدم ہوگئیں تو ملک بجلی خاں کھوکھر نے جو شاہ موصوف کے مقرب امرا میں سے تھا حاضر خدمت ہو کر حضرت قطب العالمؒ کی خدمت میں اپنی لڑکی سے مناکحت کی درخواست کی جو بارگاہِ شیخ المشائخ میں منظور ہوگئی۔ جب آپ کتخدائی کے لیے روانہ ہوئے تو علاقہ کے تمام بزرگ پیشوائی کے لیے آئے ہندوؤں کی رسم کے مطابق وہاں سے مطربوں کے طائفے بھی جمع ہوگئے تھے۔ ایک مطرب کے دل میں گزرا کہ اس فقیر سے ہمیں کیا مل سکتا ہے۔ آپ نے تبسم فرمایا کہ یہ مطرب جتنے مٹی کے ڈھیلے چاہیں باندھ کر لے آئیں جب وہ اٹھالائے تو آپ نے فرمایا انھیں کھول دو۔ جب دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ تمام حق تعالیٰ کی قدرت سے سونے کے ہوگئے تھے۔ بعدازاں آپ اونٹ سے اتر کر مجلس میں تشریف لائے۔ عورتوں نے ہنسی کے طور پر روغنِ تلخ ہاتھ اور منہ پر ملنے کو بھیجا آپ نے بسم اللہ پڑھ کر اسے مل لیا اور وہ تمام اعلیٰ درجے کا پھلیل بن گیا مگر تمسخر کرنے والوں سے جس کسی نے اس کا استعمال کیا اسے ورم ہوگئی اور جب آماس حد سے زیادہ بڑھنے لگی تو آپ کے پاس آکر طلبِ معافی ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ فقیروں سے تمسخر نہ چاہیے۔ جاؤ سوجی ہوئی جگہوں پر میرے شتر کا بول مل لو شفا ہو جائے گی چنانچہ شافیِ مطلق سے سب کو شفا ہوگئی۔ بعد از نکاح جب گھر تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ بی بی کے پاؤں میں خم ہے آپ نے ہاتھ پکڑ کر فرمایا قُمْ بِاِذْنِ اللہ چنانچہ جب اٹھیں تو اللہ پاک کی قدرت سے تمام لنج دور ہو گیا تھا۔ اس بی بی کے بطن سے آپ کے ہاں خالقِ برحق نے ایک فرزند ارجمند عطا فرمایا جن کا اسم گرامی بہاؤالدین رکھا گیا انھوں نے بارہ برس کی عمر میں ایک دیوار پر نظر ڈالی تو وہ اچھلنے اور دوڑنے لگی۔

پیر فرخ بخش صاحب رقم طراز ہیں کہ ان صاحبِ بلند ہمت نے طریق وسلوک کی ہمت کے قدم سے اس طرح پیمائش کی کہ اس زمانے میں کسی کو ان کی ہمسری کی مجال نہ تھی۔ اس زبدۂ اولیا کے خوارق سے ایک یہ ہے کہ ایک برہمن مہڈ نام عرف دت ایک مطرب کے ساتھ پیروہاؤں میں جو ننکانہ صاحب کے قریب ہے ایک طرف بحالِ غربت آکر سو رہا۔ تقدیر الٰہی سے برہمن مذکور کو ایک زہریلے سانپ نے کاٹ کھایا جس کے اثر سے وہ وہیں مرگیا۔ جب مطرب جاگا تو وہ اس ناگہانی مصیبت سے سخت پریشان ہوا۔ اور اس جستجو میں ٹیلے کے اوپر چڑھا کہ کوئی آدمی مل جائے تو اس برہمن مردہ کو ہندوؤں کی رسم کے مطابق

Marfat.com

اصل منزل تک پہنچادے۔ وہاں اس نے حضرت شیخ بہاؤالدینؒ کو جو حضرت بندگی قطب العالمؒ کے حسب الارشاد اس موضع میں متمکن تھے مصلائے فقر پر بیٹھے ہوئے دیکھا پس نہایت الحاح وزاری سے اپنا حالِ مصیبت بیان کر کے استمداد کی آپ کو اس کی حالتِ زار پر رحم آ گیا اور برہمن مردہ کے سینہ پر دست مبارک رکھ کر تین بار زبانِ فیض ترجمان سے اللہ تبارک وتعالیٰ کے اسمِ ذات کی تکرار فرمائی۔ جان بخشِ حقیقی نے اس مارگزیدہ کو از سرِ نو زندگی بخش دی۔ جب آنکھیں کھلیں تو آپ کو دست بسینہ اور مضطرب کو سراسیمہ دیکھ کر وجہ دریافت کی اور حقیقتِ حال معلوم ہونے پر آپ کے پاؤں پر سر رکھ دیا اور اقرار کیا کہ میں آج سے مع اپنی اولاد کے حضور کے غلاموں کے زمرہ میں شامل ہوں۔ حضرت پیر بہاؤالدین علیہ الرحمتہ نے سلطان ابراہیم سے کہہ کر ان دونوں کو معقول روزگار دلایا۔ مہڈ مذکور نے رخصت کے وقت عرض کیا کہ یہ خاکسار ہندو قوم سے ہے اگر جناب کوئی رسم مقرر فرمائیں تو بطور یادگار میری اولاد میں جاری رہے تو میں اس پر کاربند ہونا اپنے لیے وجہِ فخر ومباہات تصور کروں گا۔ آپ نے فرمایا رسمِ عقیقہ اختیار کر لو بالوں میں سے ایک کاکل میری ہوگی جو عقیقے کے وقت میری اولاد سے منڈائی جایا کرے گی۔ اس نے کہا بسر وچشم۔ چنانچہ وہ رسم بدستور جاری رہی مگر چند سالوں سے اولادِ شیخ نے اس آبائی رواج کو چھوڑ دیا ہے۔ قصبہ کنجروڑ اور نئیوالی جو دریائے راوی کے کنارے پر ہیں۔ برہمن مذکور کی اولاد آباد ہے۔''

شیخ المشائخ پیر بہاؤالدین کی شادی

رائے بھویا بھٹی کی ایک لڑکی تھی۔ عصمت وعفت کے لباس سے آراستہ اور عشق وادراک کے زیور سے پیراستہ۔ حضور بندگی قطب العالمؒ عظمہ اللہ نے رائے مذکور کو اس سے اپنے فرزند ثانی کا نکاح کا پیغام بھیجا مگر اس نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ ایسا کرنا ہمارے لیے مناسب نہیں چہ نسبتِ خاک را بہ عالم پاک؟ آپ یہ سن کر چپ رہے رات کو خواب میں دیکھا کہ حضور سرور کونین ﷺ کی سواری جارہی ہے۔ بڑھ کر زیارت کرنی چاہی حکم ہوا۔ اس کو تاوقتیکہ فرزندم عبدالجلیلؒ کی رضا جوئی نہ کرے آگے نہ آنے دو۔ پس اس نے باقی رات بڑی بے قراری اور دشواری سے بسر کی اور صبح ہوتے ہی حضورؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے بندہ زادی کو حضرت شیخ بہاؤالدین کی کنیزکوں میں داخل کر دیا۔ براہِ خدا میری تقصیرات پر قلمِ عفو کھینچ دیں۔ آپ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور بساعتِ مبارک دونوں کا نکاح کر دیا۔ رائے بھویا بھٹی کی قبر موضع ٹھٹھا عیسیٰ کی حد بست میں تلونڈی کے ٹبے پر غیر آباد پڑی ہے۔

Marfat.com

شیخ بہاؤالدینؒ بن حضرت عبدالجلیلؒ کی اولاد

رائے بھوؔیا بھٹی کی دختر نیک اختر کے شکم سے شیخ بہاؤالدین کے گھر دو بیٹے پیدا ہوئے۔

۱۔ شیخ محمد ۲۔ شیخ محمود

شیخ محمد کی اولاد کا شجرہ اوپر درج ہو چکا ہے مگر حالات کہیں قلمبند نہیں۔ ان کی آٹھویں پشت میں ایک پیر محبوب شاہ ولد مراد شاہ ہوئے ہیں جو حضرت پیر فرح بخش کے بہنوئی تھے (پیر مستیا شاہ کی صاحبزادی مبارک سلطان ان کی بیوی تھیں) ان کا نام مراد العاشقین میں اشارۃً مذکور ہے۔

گاہ بے گاہ آہ ہم محبوبؔ می کند حالتِ محباں یاد

اذکارِ قلندری میں لکھا ہے کہ حقائق آگاہ معارف دستگاہ برادرِ عزیز میاں محبوب شاہ، حضرت شیخ محمد فرزندِ بزرگ شیخ المشائخ حضرت شیخ بہاؤالدین فرزند ثانی جناب قطب الاقطاب حضرت بندگی چوہڑ شاہ کی اولادِ امجاز سے ہیں۔ آپ مردِ ستودہ صفات خوش اوقات اور عابد وزاہد ہیں اور سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں جو اباؤ جداً اس خاندان کی شمع شبستان کے لیے روشنی بخش ہے۔ حضرت کلانی علیہ الرحمتہ کے مرید ہیں (حضرت کلانی) سے مراد حضرت مراد شاہ یا خدا بخش ہوں گے - نامیؔ) آپ نے تعلیم اذکار واشغال اور آدابِ عبادت وریاضت جناب ارشاد مآب حضرت جیو (قلندر شاہ) سے پائی اور خرقۂ فقر پہنا در نیک روش صافی دردنوں کی طرح یادِ خدا میں مشغول رہے۔

ہر کہ عبارت کند از سرِ صدق و صفا — دل ز تکبر تہی بے غل وغش ریا
سینہ کند پاک و صاف انچہ نیا بدازاں — روشنی نو دہد شمع دلش اندراں
از رخِ بیگانہ کاں چشم بدوزد اگر — شاہد مقصود او زود تر آردِ بر
ہر کہ بریں راہ رفت و آنکہ بمنزل رسید — وانکہ ازیں راہ ماند دستِ تاسف گزید
چشم سر خود بہ بیں دیدۂ دل باز کن — جلوۂ اسرارِ حق باز بہ بیں بے سخن

وہ ستودہ صفات یعنی برادرم میاں محبوب شاہ اس باب میں حاصل تمام اور ارادت آداب میں بہرہ وافی رکھتے تھے چنانچہ اپنے پیرومرشد کی جناب میں حاضر رہ کر ان کی فرمانبرداری سے کبھی سر نہ پھیرتے اور جو اشارہ ہوتا اس کے مطابق عمل کرنا اپنی سعادت سمجھتے۔ جناب حضرت جیوؔ فرماتے تھے کہ برادرم میاں محبوب شاہ بامراد مرید ہے اور شرطِ فرمانبرداری کو ایسے طریق سے ادا کرتے ہیں کہ دوسرے کے لیے ممکن نہیں۔

Marfat.com

زہے سعادتِ دارین آں مرید بود | کہ پیر و مرشد از وخوش بماند اندر کار
چنیں مرید ولیکن دریں زمانہ کم است | ہر آنکہ ہست بداں طالعش نکوائے یار

اس زمانہ میں وہ مجموعہ مکارم اخلاق عدیم المثال ہے کہتے ہیں کہ جو مرید ایسے شخص کی استرضا حاصل کرے جسے خدا اور رسول ﷺ کی رضامندی محصول ہو چکی ہوفی الحقیقت مرتبۂ فقر اسی کو حاصل ہوتا ہے الحمدللہ کہ وہ نیکو روش محبوب شاہ راہِ فقر سے بہرۂ تام رکھتے ہیں ۔

بفقر و فنا یکہ روز گار | بحلم و حیا ہمچو کوہ بُردبار
ستودہ صفات و ستودۂ میر | بہ تشریف و آداب بُد مصحر
بمردانگی تا کجا می ستود | کہ بد ہر چہ مقبول دارین بود

خدا تعالیٰ وتقدس عاقبت بخیر کرے۔''

پیر قطب شاہ بن محبوب شاہ

از کار قلندری میں مسطور ہے کہ گلدستۂ امانی و آمال فرخندہ اختر نیکو خصال حقائق و معارف آگاہ میاں قطب شاہ ابن اخوت پناہ میاں محبوب شاہ مرحوم ہمشیرہ زادہ اور مرید حضرت جیو کے ہیں۔ آپ نے ایامِ رضاعت سے جناب اشرف اعلیٰ کے ظلِ دامنِ عاطفت میں پرورش پائی۔ حضرت قلندر شاہؒ اس خجستہ خصال کے احوال کی طرف متوجہ رہتے تھے۔ جب حدِّ بلوغت کو پہنچے تو آپ کے دل پر حالتِ عجیب مکشوف ہوئی۔ اگر تکبیر میں اللہ اکبر بلند کہتے تو یہ بے ہوش ہو جاتے اور دیر تک تو وجد میں رہتے تھے ۔

تو جہے کہ بزرگاں بسوئے خاک کنند | اگر عبیر نبا شد عبیر ناک کنند
کند بحوصلۂ ہر کدام فیض اثر | وگرنہ جنس یکے ہست شاخ و برگ و ثمر
رسد بہر گل و گلزار تابشِ خورشید | بہ بیں کہ خار نیا ورد گہ گل جاوید
ہر آنکہ قابلِ کار است کارزاں خیزد | ز سفلہ ہیچ نیاید اگرچہ خوں ریزد
کند بہمتِ عالی ہمیشہ شیر شکار | نہ آنکہ روبہ مثل است لائق ایں کار

(فرحت)

اے عزیز جان لے کہ اس بام بلند کی نردبان اور مطالب ارجمند کا وسیلہ ہی ہمتِ عالی ہے مگر ہمت بھی دستیاریِ محبوب کے سوا حاصل نہیں ہوتی۔ پس سمجھنا چاہیے کہ تغیر وتبدل احوالِ بشر اللہ کی قدرت میں ہے

Marfat.com

جس رنگ میں چاہتا ہے بدل دیتا ہے چونکہ مشیّتِ ایزدی میں تبدیل احوال اس برخوردار کا مرقومِ ناصیہ تھا لہٰذا بعد مرورِ ایام اموراتِ دنیا میں وابستگی اور عالمِ شباب کے ورود کے سبب یکا یک احوالِ سابق اور اوقاتِ ماضی میں تغیر رونما ہوا۔ یعنی دائرہ شریعت سے قدم باہر رکھ کر طریقِ رندی اختیار اور مرشد کے طور وطریقہ سے انحراف اختیار کرلیا۔ روشن ضمیر پیر (حضرت) قلندر شاہ نے اصلاحاً خاطرِ عاطر میں کدورت کو راہ نہ دی اور کبھی اس پر ابواب نصائح مفتوح نہ فرمائے کیونکہ ؎

خموشی معنی وارد کہ در گفتن نمی آید

آپ ہر چند ظاہر احوال سکوت فرماتے تھے مگر توجہ باطنی ہموارہ اس شوریدہ سر کی طرف رکھ کر دست بہ دعا تھے کہ اے برآرندۂ حاجات اس جوان کے حال پر رحم کر اور راہِ ضلالت سے نکال کر شریعت کے جادۂ مستقیم پر رہنمائی فرما ؎

تا ہدایت نکند ہادیِ مطلق بکسے کوشش است دریں راہ یقیناً ہوسے
از ہوسے ہیچ کسے گہ نرسیدہ بمراد دیدہ باشی بجہاں زیں نمط اے آہ بسے

چونکہ اولیاء اللہ کا تصرف حیات و ممات میں مساوی ہوتا ہے اس لیے آنجناب (حضرت قلندر شاہ) کے سرائے سرور کی جانب ارتحال و انتقال کے چھ برس بعد (یعنی ۱۲۵۴ھ میں) آپ کا شجرہ خاموشی بہار لایا ؎

تا در نرسد وعدۂ ہر کاو کہ ہست سودے نکند یاریِ ہر یار کہ ہست

جان لے کہ اللہ تعالیٰ از راہِ بندہ نوازی اپنے بندوں پر اس قدر رحیم و مہربان ہے کہ ہمیشہ درِ توبہ کو مفتوح رکھا کرتا ہے ؎

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ گر کافر و گبرو بُت پرستی باز آ
ایں در گہِ ما جائے نومیدی نیست صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

جب اس کی توبہ کا وقت آیا تو مہدیِ مطلق کے ابرِ مکرمت سے قطرہ افشانی ہدایت رونما ہوئی اور وہ نو بادۂ گلشن یعنی میاں قطب شاہ نے خود بخود اموراتِ مناہی کے ارتکاب سے جو سرمایۂ گمراہی تھے سر پھیر کر غل وغش قلبی کو آبِ توبہ کی شست وشو سے پاک کیا۔ راہِ راست کی جانب رجوع اور طریقۂ آبائی کو اختیار کر کے پیر و مرشد کے راستہ پر گامزن ہو گیا اب یادِ خدا سے خالی نہیں رہتے ع

ز گندم جو ز جو گندم نیا ید

Marfat.com

خواہر قلندر شاہؒ

ایسا کیوں نہ ہوتا جب کہ وہ ایسی عارفۂ زمانہ (بی بی مبارک سلطان بنت پیر کرم شاہ) کا فرزند ہے جس کی مانند مادرِ دہر نے عالمِ نساء سے کوئی عورت موجودہ وقت میں پیدا نہیں کی ؎

آں رابعۂ زماں مریمِ دھر پیدا شد اندریں زمانہ
با یادِ خدا مدام خورم ماند بطریقِ عارفانہ
از نہی دلش ہمیشہ بیزار مسرور بامر جاودانہ

آپ ہمشیرۂ حقیقی وہم پیرۂ طریقۂ حضرت جیو ہیں۔ علاوہ ازیں آپ نے فیض آپ (قلندر شاہؒ) کی جناب سے بھی حاصل کیا ہے اگر اس رابعۂ زماں کے احوال تحریر کرنے لگوں تو ایک دفتر دراز بکار ہے۔ لہٰذا اختصار سے کام لیا گیا ہے۔

پیر قطب شاہ

آپ کی ایک بیٹی تھی جو اپنی والدہ (مبارک سلطاں) کے بھائی (پیر فرح بخش کے فرزند پیر حیدر شاہ) کے حبالۂ نکاح میں آئی مگر اس سے کوئی اولاد پیدا نہ ہوئی۔ پیر قطب شاہ کے خسر اور چچا منظور شاہ بن مراد شاہ کی تین بیٹیاں تھیں۔ ۱۔ رحم سلطاں منکوحہ پیر صاحب موصوف ۲۔ مہر سلطاں زوجۂ دارے شاہ والدِ بہادر شاہ والدِ عنایت شاہ و چراغ سلطاں زوجۂ بابو شریف عالم بن اکبر شاہ بھٹے وڈی۔ بہادر شاہ مرحوم کا نام صابرہ (نواسی) اور عزیز عالم (نواسہ) کے وجود سے قائم ہے۔ ۳۔ کرم سلطاں زوجہ پیر محمد شاہ المشہور رشادے شاہ خسر پیر حیدر شاہ مرحوم۔ برخوردار محمد افضل و محمد اقبال وغیرہ اس بی بی کی نواسیوں کے نواسے یعنی ذوالارحام ہیں اور عزیز عالم اس بی بی کی بہن کی پوتی کا بیٹا ہے۔

پیر غلام غوث کی اراضی اور اولاد

پیر صاحب موصوف کو موضع قریشیا نوالہ کے چالیس مربعوں کی ملکیت اپنے والدِ بزرگوار سے حاصل ہوئی تھی اور (باردوم) پیر قلندر شاہ کی مہربانی سے ملی تھی پیر صاحب موصوف کی شادی پیر مہر شاہ نبی پوری کی بہن بیگم سلطاں سے ہوئی تھی۔ اس کے بطن سے آپ کے ایک بیٹی سردار پیدا ہوئی جس کی شادی والدہ نے اپنے بھتیجے پیر بہادر شاہ سے کی۔ پیر غلام غوث نے اپنی نصف حقیت اپنے داماد اور نصف اپنی بیٹی کے نام ہبہ کردی۔ اس بیٹی کی صرف ایک بیٹی تھی۔ فاطمہ جو پیر بہادر شاہ کے بھائی پیر سید شاہ کے بیٹے

Marfat.com

فیروز شاہ سے بیاہی گئی۔ اور عبدالواحد اور حمید سلطاں کی والدہ بنی اور مر گئی۔ عبدالواحد سٹوڈنٹ بی۔ اے کلاس نے بالغ ہو کر دعویٰ کیا کہ موضع قریشیا نوالہ کی وراثت کا بذریعہ جدہ خود (بنتِ پیر غلام غوث) وارث ہوں۔ نانا سے صلح کے بعد وہ لاولد فوت ہو گیا۔ اس کی بہن حمید سلطاں موضع گنجی میں شادی شدہ اور صاحبِ اولاد ہے۔ وہ پیر بہادر شاہ کی بہن حاکم بی بی زوجہ عموی عالم شاہ صاحب کی رضاعی بیٹی ہے۔ عموی صاحب موصوف کو موضع قریشیا نوالہ سے ان کے نانا کی اراضی سے فی الحال دو مربعے زمین پیر عبداللہ شاہ برادر پیر بہادر شاہ کی حق شناسی سے ملی ہے۔ اللّٰھم زد فزد۔ ایک شخص شیر عالم[1] نے دعویٰ کیا کہ میں پیر غلام غوث کا بیٹا ہوں لہٰذا مستحقِ وراثت ہوں مگر عدالتِ عالیہ تک اس کا دعویٰ مسموع نہ ہوا اور دنیا سے بے اولادِ نرینہ چل دیا۔

پیر نبی شاہ ولد قائم شاہ

پیر نبی شاہ ولد قائم شاہ ولد صدر الدین ولد سید علی کے متعلق پیر نبی بخش فرماتے ہیں ع
نبی شد بنائے نبی پور کرد (یعنی موضع نبی پور کے بانی پیر نبی شاہ ہیں)۔

پھر فرماتے ہیں ؎

شدہ خیر شہ صاحب عز و شاں	ولیکن نہ بہم پورش اے دوستاں
مگر ماند یک دختر از وے بجا	کہ چوں رابعہؑ بود پس پارسا
بداں نام نامیش امتہ الرسول	دہد حق مقامش بقرب بتولؑ
چوں آں بار حجلہؑ ہم از خلق راند	پسر خواندہ او بجانش بملعذ
کہ شاہِ مزمل بود نامِ او	چونام نکوشد سر انجام او
معزز مکرم شد اندر انام	شدہ ورثہ گاہش نبی پور مقام

حاصل ان اشعار کا یہ ہے کہ پیر قائم علی شاہ کی اولاد میں سے آخر ایک دختر وارث رہی جس کا نام امتہ الرسول تھا وہ بڑی بزرگ تھیں انھوں نے مزمل شاہ کو متبنیٰ بنالیا اور وہی نبی پور کا مالک بنا۔

شیخ بہاؤ الدین ثانی بن شیخ سید علیؒ کی اولاد میں سے مجھے صرف دو بزرگوں کا حال معلوم ہے:

شیخ سید علیؒ

انکا مزار اور اولاد اسی موضع پنڈی پیراں میں ہے۔ آپ نے پنڈی کے حق میں ارشاد کیا تھا کہ ''

---

[1] شیر عالم مذکور کی دو بیٹیاں نبی پور پیراں کی برادی سے بیاہی گئی اور صاحب اولاد ہوئیں۔

Marfat.com

سو کیوں نیویں ڈو بیوں اُچّی''۔اسی دعا کا اثر ہے کہ اس گاؤں کی اراضی کو تھوڑا سا پانی شاداب کر دیتا ہے اور زیادہ نقصان نہیں پہنچاتا۔دراں حالیکہ گرد کے دیگر مواضعات کی بلند تر زمینیں طغیانی سے غرقاب ہو جاتی ہیں۔اذ کارِ قلندری میں شیخ بہاؤالدین ثانی بن شیخ سید علی کی اولاد سے پیر مکھن شاہ کے متعلق لکھا ہے کہ آپ ولی بن ولی سید علی کی اولاد سے ہیں۔مبادیِ احوال میں جب کہ نورِ شباب آپ کے رخسارۂ مراد کا غازہ بخش ہوا تو قائد حقیقی نے آپ کے دل کو فقر کی جانب میلانِ کلی دے دیا اور ذوق وشوقِ خدا اور محبت الی اللہ آپ کے روئے خاطر پر مفتوح ہوگئی۔مرشدِ کامل اور رہبر مکمل کی طلب نے دل میں جگہ بنالی۔آپ کا دور بین قیاس جہاں کہیں گزرا تسلی نہ ہوئی۔مگر ذاتِ حضرت جیو (قلندر شاہ) پر

گشت رواں ساختہ از سر قدم — جانب آں مظہرِ جود و کرم
کوکب بخشش چو ز برج سعید — طالع شد و زود بمطلب رسید
یعنی شرف یابِ جنابِ کرام — شد پئے اجرائے تمامی مرام
بر قدمش شد زادب جبہ سا — گفت کہ اے مظہرِ نورِ خدا
عزمِ ارادت بتو کہ آوردہ ام — سجدۂ امید بتو بردہ ام
لیک نہ آں سجدہ کہ کفر آورد — رونقِ اسلام ز جانش برد
سجدۂ آداب برسمِ مرید — کرد ادا از سرِ صدق آں سعید
گشتہ لبم تشنۂ لبم تشنہ لب — تشنگی ام را بخدا شو بسر
آب صفا زود بجامم بریز — در گزر از جام بکامم بریز
آنچہ بادۂ مستی طراز — ہوش بروجملۂ ہستی گداز
تا کہ ازاں مستِ حقیقت شوم — دست زدہ جیبِ تامل درم

Marfat.com

یہ ظاہر ہے کہ کہ ذرۂ بے مقدار محبت کے زور بازو سے اپنے آفتاب کو اوجِ اعلیٰ پر پہنچا دیتا ہے اسی طرح پیر مہر نظیر کی محبت خورشیدِ انوری کی طرح فیض رسانِ عالم و عالمیاں ہوتی ہے جو کوئی اختیار کرے وہ بے شک مقصدِ اعلیٰ پر فائز ہو جاتا ہے چونکہ جناب حضرت جیوؒ اس مست بادۂ محبت کو محب خاص اور شائق با اختصاص جانتے تھے اس لیے توجۂ خاطر سے اس کے احوال کی طرف مشغول ہوئے۔ اربابِ طلب پر پوشیدہ نہیں کہ شیخِ کامل اور مرشدِ مکمل کی مہربانی راہِ حق اور محب محبوبِ مطلق کی طلب کے لیے ابر نیساں کہہ سکتے بس کیونکہ نکاتِ اسرارِ حقیقت کا بدرِ غرر اس کے سینے کو پُر کر دیتا ہے اور بوارقِ تجلیات کے لمعات سے طالب کے دل کو نور بخشتا ہے ۔

شمعِ محبت چو فروزاں شود نوردہ سینہ سوزاں شد

وہ محبِ قلبی یعنی مکھن شاہ کو جو ارشاد فیض رشاد بعض وظائف کے ادا کرنے کا ہوتا وہ اسے بالراس والعین بجا لانے میں قصور نہ کرتے اور طریق طریقت کے جو بعض ذکر تعلیم فرماتے ان کی ادائیگی میں وہ کبھی تجاوز نہ کرتے بے علمی کے باوجود ان کا کام اس درجہ تک پہنچ گیا کہ اس دیار کے لوگوں کی جائے عقیدت و ارادت بن گئے اور اس نواح کے حاجتمندوں کے عقدے ان کے ہاتھ سے کھلنے لگے جب تک وہ زندہ رہے۔ مرشد کی فرمانبرداری سے انحراف نہ کیا۔ حضرت جیوؒ ہمیشہ آپ کے رسوخِ عقیدت کے ثنا خواں ہو کر فرمایا کرتے کہ شیخ بہاؤ الدین کی اولاد میں جو قریشی ہیں ان میں مکھن شاہ صدقِ ارادت میں عدیم المثال ہے۔ وہ مرید کیسا ہی بامراد ہے جس سے کہ پیر راضی ہو۔''

افسوس کہ مکھن شاہ کا سلسلۂ اولاد نہیں چلا۔

بہاؤ الدین ثانی کی اولاد سے چوہڑ شاہ بن رسوندھی شاہ کی اولاد بھی موضع پنڈی پیراں میں آباد ہے۔

Marfat.com

۲۔ شیخ سیف اللہ ابن نبیرۂ شیخ چوہڑ شاہ بندگیؒ

۴۔ حبیب اللہ

حیات شاہ
×

فوجدار شاہ
اولاد مکین در موضع
کوٹ پیر قادر بخش

۵۔ عنایت شاہ

محمد علی
اولاد مکین
در موضع
گنجی پیراں

سلیمان شاہ
آمنہ شاہ

غلام علی
اعظم شاہ
عزت شاہ

۶۔ سلطان شاہ

۷۔ برہان شاہ

سکندر شاہ

رنگ شاہ
پیر شریف عالم شاہ
کے دادا

نبی بخش
حیدر شاہ
×

کندے شاہ

رجے شاہ
×

دارے شاہ
(از بطن دختر پیر منظور شاہ
قریشیا نوالوی)

نور شاہ
×

رنگ شاہ
لڑکیاں
جن میں سے ایک
زوجۂ لکھے شاہ ولد لال شاہ
ساکن کوٹ پیر ہے

رحم سلطان

بیٹی
محمد شاہ
ابن خورشید شاہ
ساکن گنجی

بیٹی
زوجۂ مبارک شاہ
ولد
فضل شاہ
ساکن بھگوتی

پیر شاہ

امیر شاہ
ولد قطب شاہ
کی بھی دختری اولاد ہے

بہادر شاہ (از دختر پیر شادے شاہ)

عنایت شاہ

چراغ سلطان

صابر سلطاں
محمد رفیق وغیرہ بھٹے وڈی

عزیز عالم ابن شریف عالم
بھٹے وڈی

Marfat.com

شجرۂ پیر شریف عالم شاہ بھٹے وڈی

۱۔ حضرت عبدالجلیل

۲۔ ابوالفتح

۲۔ بہاؤالدین

۳۔ شیخ محمد

۳۔ شیخ محمود

۱۱۔ منظور شاہ

۴۔ شیخ سیف اللہ

مہر سلطاں

۵۔ حبیب شاہ

بہادر شاہ

۶۔ عنایت شاہ

عنایت شاہ

چراغ بی بی

۷۔ غلام علی

۹۔ احمد بخش ولد پیر شاہ

صابرہ
والدہ
محمد رفیق وغیرہ

عزیز عالم
ولد
پیر شریف عالم شاہ

۸۔ اعظم شاہ

۱۰۔ وزیر سلطاں

۹۔ عزت شاہ

۱۰۔ رنگ شاہ

محمد شاہ عرف شادے شاہ

رحیم سلطانہ
زوجہ
پیر حسین شاہ ملکپوری
لاولد

۱۱۔ اکبر شاہ

کریم سلطانہ
زوجہ پیر حیدر شاہ
بن فرح بخش

مراد سلطاں
زوجہ بہادر شاہ
ولد دارے شاہ

مہتاب سلطان

۱۲۔ شریف عالم شاہ

صابرہ

۱۳۔ عزیز عالم

غلام فاطمہ

فرید عالم

اقبال ساطانہ

محمد رفیق وغیرہ
پسران سید اکبر علی

محمد عمر
پسر محمد افضل شاہ

۱۴۔ فرید اصغر

عابدہ سلطانہ

Marfat.com

پیر شریف عالم بھٹے وڈی

ان کا مفصل شجرہ نسب اوپر دیا گیا ہے۔ آپ سیلف میڈ آدمی ہیں۔ آپ کے والد پیر اکبر شاہ کے والد پیر رنگ شاہ دو گاؤں (شاہ پور اور دیانت پور تحصیل ننکانہ ضلع شیخوپورہ سابق ضلع لاہور) کے مالک تھے۔ ان دیہات کا معاملہ گردوارہ ننکانہ صاحب کی جاگیر دار تھا۔ ان دنوں ادائیگی معاملہ آج کل سے بھی زیادہ مشکل تھی۔ پیر رنگ شاہ کوٹلی پیراں سسرال کے ہاں آئے اور واپس نہ گئے۔ ۱۸۶۰ء کے کاغذاتِ مال میں یہ نوٹ ہے کہ مالک مفقود الخبر ہے انتقال اراضی جاگیردار کے نام منظور کیا جائے۔ پیر شریف عالم شاہ صاحب کی ولادت کے بعد ان کے تایا صاحب نے گاؤں کی بازیابی کے لیے دعویٰ کیا جو منظور ہو گیا۔ دوسری عدالت میں مہنتوں کے حق میں فیصلہ ہوا۔ چیف کورٹ میں پیر صاحب نے اپیل کی۔ پکی پیشی پڑ گئی مگر بوجہ عسرت پیروی نہ کر سکے اور مثل داخل دفتر ہو گئی پیر اکبر شاہ صاحب اڑھائی برس کا شریف بچہ چھوڑ کر موضع ملکپور میں اپنی بہن بیوۂ پیر حسین شاہ کے گھر میں اچانک فوت ہو گئے۔ مزار وہیں ہے۔ پھوپھی نے ماں بیٹے کو اپنی کفالت میں لے لیا۔

شریف بھائی باعزت پنشن لے کر موضع بھٹے وڈ میں آ رہے جہاں آپ کی ذاتی پیدا کردہ کافی زمین ہے اور اپنی بیٹی اور اس کی اولاد کی بوجہ احسن غور و پرداخت کی ان کا قرض اتار دیا۔ مکان اور ڈیرہ بنوایا اور محمد رفیق نواسہ کو محنتی اور باسلیقہ بنا دیا۔ آپ جیسا لڑکوں کا خیال رکھتے ہیں لڑکیوں کا خیال بھی آپ کو اسی طرح ہے اولاد والدین کے مرنے کے بعد وارث ہوتی ہے مگر آپ نقد روپیہ زندگی ہی میں حسب حصص مقرر کردہ شرع للذکر مثل حظ الانثیین دیتے رہے ہیں۔ یعنی بیٹے کو بیٹی سے دگنا۔ جیسی تکلیفیں ان کے تایا صاحب نے دختری اولاد کے لیے اٹھائی تھیں ویسی ہی آپ نے بھی برداشت کی ہیں خدا آپ کو جزائے خیر دے۔ آپ جب پیدا ہوئے بالکل بے کس تھے خدا نے آپ پر بڑا فضل و کرم کیا سینکڑوں روپیہ تنخواہ دلا دی، اولاد بخشی، زمین کا مالک بنایا اور وقار بڑھایا۔ آپ دوسروں کے لیے واجب التقلید ہیں۔ برادری مں آپ جتنا رزقِ حلال کسی نے نہیں کمایا۔ آپ جہاں خرچ کرتے ہیں دل کھول کر کرتے ہیں آپ کا بیٹا عزیز عالم عموی عالم شاہ کے ہاں شادی شدہ ہے مگر تاحال کوئی اولاد نہ ہوئی۔ یہ بھائی رتہ پیراں کواپریٹو یونین میں بطور ہیڈ سیکرٹری کام کرتے ہیں صدر برخوردار محمد افضل شاہ ہے۔ چھوٹا بیٹا فرید عالم ۱۹۲۵ء میں ایک بیٹا فرید اصغر چھوڑ کر فوت ہو گیا۔ (اب یہ بیٹا فرید اصغر) جوان اور صاحبِ اولاد ہے۔ شریف بھائی

Marfat.com

حضرت عزیز عالم بمعہ فرید اصغر، پیر شریف عالم شاہ - محمد عمر

Marfat.com

Marfat.com

شروع سال ۱۹۵۹ء میں بعمر ۸۳ برس فوت ہوئے۔

سلطان شاہ ابن عنایت شاہ کی اولاد موضع بھگوتی میں آباد ہے۔

برہان شاہ بن عنایت شاہ کی اولاد موضع نبی پور اور چک چیچہ وطنی میں مکین ہے۔

پیر محمد شاہ ولد مزمل شاہ از اولاد برہان شاہ

ان کے متعلق پیر فرح بخش اذکار قلندری میں لکھتے ہیں کہ وہ سلالۂ دودمان کبریٰ مشیخت پناہ محمد شاہ رئیس نبی پور فرزند خواہر عمزادۂ حضرت قلندر شاہ کے ہیں از اولاد امجاد حضرت شیخ محمود فرزند ثانیِ حضرت بہاؤالدین جیؒو اپنے والد بزرگوار کی وفات کے بعد مسندِ ریاست پر بیٹھے جو شیخ محمود کی تمام اولاد کے سجادہ نشین کا مکان ہے اپنے عم کلاں کے مرید ہیں اور فقر آبائی کے طریق پر جناب حضرت جیوؒ (پیر قلندر شاہ) کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اور سرِ ارادت وعقیدت اس ذاتِ ستودہ صفات کے پاؤں پر رکھ کر دولتِ جاودانی حاصل کی۔

سرمایۂ سعادت ابدی ارادت است   وارد ارادت آنکہ زاہل سعادت است

برآرندۂ حاجات مصؤن رکھے۔"

پیر احمد شاہ

ان کے متعلق اذکار قلندری میں مسطور ہے کہ شرافت پناہ میاں احمد شاہ بن حقائق آگاہ پیر بہادر شاہ عموی کلاں میاں محمد شاہ جب خُرد سال تھے آپ کے پدر شریف نے آپ کو باعقیدت تمام جناب حضرت جیوؒ کی خدمت میں لاکر بیعت کرایا اور داخل طریقۂ جدیہ سہروردیہ کیا۔ جس روز سے آپ بالغ ہوئے ہیں نیک بخت عقیدت منشوں کی طرح پوری ارادت سے اپنے پیر ومرشد کے آستانہ پر سرِ نیاز و رجوعِ دل رکھتے اور اس کو فخر ومباہات تصور کرتے ہیں۔

آستانِ پیر ومرشد حاصلِ ہر دو جہان است   ہر کہ سر دارد برآں دراز بلا اندر امان است

قاضی الحاجات ان کا ہمیشہ حافظ رہے۔"

پیر مزمل شاہ کے ترکہ سے جو سینکڑوں گھماؤں اراضی پر مشتمل ہے چراغ شاہ کی اولاد محروم ہے کہتے ہیں اس نے دست برداری دے دے تھی کیونکہ اس زمانہ میں زمینوں کی کچھ قدر وقیمت نہ تھی۔

Marfat.com

واللہ اعلم بالصواب۔

مہر شاہ بن محمد شاہ کی اولاد موضع بنپور پیراں و قریشیا نوالہ میں رہتی ہے۔

موضع نبی پور

غالباً ۱۸۹۶ء کے شروع میں جبکہ میری عمر ۱۳ برس کی تھی میں اپنے چچا پیر عالم شاہ صاحب کی برات کے ہمراہ بنی پور گیا تھا۔ پھر ان کے خسر پیر مہر شاہ کی وفات پر ہمراہ عموی صاحب غالباً ۱۹۱۴ء میں جانے کا اتفاق ہوا۔ ۱۹۲۲ء کے قریب اولادِ پیر صاحب مرحوم نے اپنے ماموں محمود شاہ مرحوم کے ساتھ بنی پور سے دو میل ورے جانب ننکانہ ایک موضع آباد کیا جو دو طرفوں پر منقسم ہے۔ شمال کی طرف کو محمد عاشق مرحوم ولد پیر محمود شاہ مرحوم کے نام پر کوٹ محمد عاشق کہتے ہیں اور یہی کاغذات میں درج ہے۔ جنوبی طرف کو کوٹ مہر شاہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ میں نے یہ جدید آبادی ۲۷ رنومبر ۱۹۲۶ء مطابق ۱۹ رجمادی الاولیٰ ۱۳۴۵ھ کو دیکھی۔ پیر سید شاہ صاحب نے ایک پست قامت سبک خرام گھوڑا اسٹیشن ننکانہ صاحب پر بھیجا ہوا تھا جس نے ایک گھنٹے میں منزل مقصود پر پہنچایا تھا دور سے اونچے اونچے منقش مکانات نے بتا دیا کہ جا اینجا است۔ موضع بنی پور کا رقبہ ۵۰۹۳ گھماؤں ہے اس آبادی سے ایک مربعے کے فاصلہ پر چند گلی مکانات ہیں یہ بستی پرانا نبی پور کے نام سے موسوم ہے حالانکہ یہ موضع نیا ہے اور پرانا بنی پور آگے ہے (امیروں کا پرانا بھی نیا اور غریبوں کا نیا بھی پرانا)۔ اس میں پیر مہر شاہ مرحوم کے چچا چراغ شاہ ولد مزمل شاہ کی اولاد بستی ہے جو اپنے دادا کے ترکے سے بالکل محروم ہے۔ انھیں گھوڑی پالنے پر چک نمبر ۱۵ شریف پور تحصیل منٹگمری میں۔ چیچہ وطنی سے تین کوس کے فاصلہ پر سرکار سے ۷ مربعے ملے ہوئے ہیں۔ اسی طرح (نبی پور) کے قریب اوروں سے انھوں نے پونے دو مربعے خرید کیے۔ دو مربعے لال کوٹلی سے حاصل کیے نصف مربعہ بذریعہ ہبہ (جو شہابل شاہ ساکن گنجی نے اپنی بیٹی زوجہ مبارک شاہ ولد چراغ شاہ کو دیا) گویا وہ ۱/۴ ۱۱ مربعوں کے مالک ہیں۔ ۱۹۲۶ء میں مَیں نے لڑکیوں اور عورتوں کو خارج کر کے ان کے ذکور افراد کی تعداد تیس شمار کی تھی۔ بہار شاہ ولد عالم شاہ سے ملاقی ہوا۔ ان میں سے ایک شخص سرور شاہ ولد فتح شاہ موضع مرادے کلاں متصل شیخوپورہ میں پٹواری مال تھا اس کے دو چھوٹے بھائی منور شاہ اور حسین شاہ پانچویں اور چھٹی جماعت میں (شیخوپورہ) پڑھتے تھے۔ شیر عالم (جو عدالت میں پیر غلام غوث کا بیٹا ثابت نہ ہو سکا تھا) کی دو بیٹیاں اسی

Marfat.com

چراغ شاہ کی اولاد میں شادی شدہ ہیں۔ احمد شاہ اور ولی محمد ابنانِ عالم شاہ ولد اکبر شاہ ولد چراغ شاہ ان کے شوہر ہیں۔

لطیفہ: کوٹ پیر مہر شاہ کے اونچے اونچے منقش مکان والوں کی تعمیر کردہ سادہ مسجد میں مَیں نے صبح کی نماز پڑھی۔ امام مسجد نے بطریق غیر مقلدین کہنا شروع کیا کہ مسلمان بڑے مشرک ہو گئے ہیں مَیں خاموشی گناہ تصور کر کے بولا۔ مولوی صاحب! حضور نبی کریم ﷺ نے تو وقتِ رحلت امت سے خطاب کر کے فرمایا تھا کہ مجھے یہ خطرہ نہیں رہا کہ تم مشرک ہو جاؤ گے بلکہ خطرہ یہ ہے کہ تم مال کی محبت میں پڑ کر خراب نہ ہو۔ پھر حضور ﷺ ہی کا ارشاد ہے کہ لاتجتمع امتی علی الضلالۃ کہ میری امت گمراہی پر اکٹھی نہ ہوگی اور نیز یہ بھی ارشاد فرمایا کہ سوادِ اعظم کی پیروی کرو۔ اس سے ثابت ہوا کہ اہل سنت حق پر قائم ہیں اور دیگر نو پیدا شدہ فرقے باطل پر ہیں کیونکہ یہ سب مل کر بھی دو فی صدی سے زیادہ نہیں باقی تمام حنفی ہیں۔ امام صاحب کچھ جواب نہ دے سکے مگر ایک اور مولوی صاحب بیچ میں کود پڑے کہ قرآن میں آیا ہے کہ ''عبادِ شکور قلیل ہوں گے'' لہٰذا چھوٹی جماعت حق پر ہے۔ میں نے کہا کہ خوب استدلال ہے۔ پھر تو آپ کو کوشش کرنی چاہیے کہ آپ کا فرقہ اور کم ہو حتیٰ کہ ایک باقی رہ جائے کیونکہ قلت علامتِ حقانیت ہے۔ یہ سن کر مولوی صاحب تشریف لے گئے۔ میں نے اپنے عزیزوں سے کہا کہ اپنے اشاعتِ دین کرنے والے آباؤاجداد کے طریق پر واپس آجاؤ۔ جواب ملا ''ہم قرآن وحدیث پر عامل ہیں'' میں نے پوچھا کہ کیا تم خود قرآن وحدیث کے معانی و مطالب سمجھ سکتے ہو درحالیکہ تم ناخواندہ ہو۔ بولے ہمارے مولوی صاحب ہمیں بتاتے ہیں میں نے کہا پھر تم مقلد ہوئے اپنے علماء کے جو خود تنگ دائرہ میں محدود ہیں اور ان کی ذکاوتِ علم و ورع ہمارے ماموں کے مقابلہ میں ہیچ ہے۔ پس جب دوسروں کا کہا ہی ماننا ہے تو کیوں نہ اس امام اعظم کی تقلید کریں جو امام الائمہ ہیں اور جنھوں نے قرآن واحادیث سے مسائل استنباط کر کے ہمیں کاوش و محنت سے مستغنی کر دیا ہے۔ اس کا جواب وہ کیا دے سکتے تھے۔ میں نے اس وقت اپنے عزیزوں سے کہا تھا کہ تم نے اپنے بزرگوں کی قبور کو ویرانہ بنا رکھا ہے اور اپنے لیے پُر از نقش و نگار مکانات رفیعہ بنا ڈالے ہیں۔ اگر قرون اولیٰ ہی کی پیروی کرنی تھی تو خود بھی جھونپڑیوں میں رہتے اور وراثت حسب حکم قرآن تقسیم کرتے

Marfat.com

یہ کیا بات ہوئی کہ خود تو نصوصِ صریحہ کی خلاف ورزی کرو۔ اور بزرگان دین کی تعظیم کرنے والوں کو مشرک بناؤ۔

بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

یہ نقل ہے میرے نوٹ مورخہ یکم دسمبر ۱۹۲۶ء کی۔ اب میں سوا دس سال کے بعد بھائیوں کے بلانے پر محنت سفر برداشت کر کے پھر موضع مذکور میں فوٹو گرافر کو لے کر پہنچا۔ اب بھی پیر سید شاہ ہی نے رفاقت کی۔ مگر قبرستان پیر وپاؤں دیکھ کر مجھے بڑا صدمہ ہوا۔ یہ اونچے اونچے مکانوں والے پیر جو اہل حدیث ہونے کے مدعی ہیں مزاراتِ بزرگان کے بارے میں بڑے لاپرواہیں۔ مسئلہ تو یہ ہے کہ قبرستان میں جوتی پہن کر نہ چلو قبر سے تکیہ نہ لگاؤ مگران صاحبان نے پیر دپاؤں جا کر کبھی فاتحہ نہیں پڑھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تمام قبروں کے نشانات مٹ گئے ہیں۔ پیر بہاؤالدین کی قبر بھی اس لیے باقی ہے کہ بھٹی اسے رائے بلاد کی قبر مشہور کر کے اس کی نگہداشت کرتے ہیں۔ میں نے جب اس سے پیشتر زیارت کی تھی تو قبریں محفوظ تھیں اب بالکل نابود ہیں۔ اولاد نے اپنے مکانات تو سر بفلک تعمیر کر لیے مگر بزرگوں کے آخری ٹھکانے کو مٹا دیا۔ ابن سعودؔ نے قبے گرائے ہیں قبریں نہیں نابود کیں۔ کیا ان کی وہابیت حد سے بڑھ گئی ہے یا لاپروائی؟ خواہ کچھ ہی ہو افسوس ناک ہے۔

موضع بنی پور میں سجادہ نشینی کا سلسلہ غیر مقلدی اور جہالت کی نذر ہو گیا۔ دعا ہے کہ خدا میرے بھائیوں کو دولتِ علم سے بہرہ یاب کرے۔ مہمان نوازی۔ راست گفتاری۔ ایفائے عہد کے وصف سے جو قریش کا طرۂ امتیاز ہے متصف فرمائے اور دولت کو بطریقِ احسن خرچ کر کے عزت حاصل کرنے کا ڈھنگ بتائے۔

بنی آدم از علم یابد کمال نہ از حشمت و جاہ و مال و منال
چو شمع از پئے علم باید گداخت کہ بے علم نتواں خدا را شناخت

پیر بہادر شاہ ابن مہر شاہ ساکن قریشیانوالہ کی اولاد کا ذکر تتمہ میں کیا گیا ہے۔

موضع قریشیانولہ (۲۷-۲-۲۱ کے نوٹ سے اقتباس)

قریشیانوالہ ہماری برادری کا بہت پرانا موضع ملکیت ہے پشت ہا پشت تک اس پر شیخ محمد بن شیخ بہاؤالدین بن قطب العالم کی اولاد قابض رہی آخر پیر غلام غوث بن قطب شاہ نے اسے اپنی بیٹی

Marfat.com

سردار سلطاں اور داماد بہادر شاہ موجود مالک کے) نام ہبہ کر دیا جس پر اب وہ مع چار برادراں جو بذریعہ ہبہ ساڑھے سات سات مربعے کے مالک بنائے گئے ہیں قابض ہے۔ اس کے پاس دس مربعے ہیں تیس سال پہلے (یعنی اب سے چالیس برس پیشتر) میں یہاں چچا صاحب کی برات کے ساتھ بنی پور جاتے ہوئے ایک دن ٹھہرا تھا۔ دوسری دفعہ ۱۹۰۴ء میں جب کہ میں کچہری لاہور میں امیدوار تھا عموی صاحب موصوف کے ساتھ جو تحصیل شرقپور میں سیاہہ نویس تھے) اس موضع میں ایک رات کے لیے گیا تھا۔ اب (۲۹ فروری ۱۹۲۶ء کو) برخوردار محمد افضل، ابوبکر اور برادرم افتخار احمد کے ہمراہ پھر قریشیانوالہ کو روانہ ہوا۔ لاہور سے شرقپور لاری پر ایک روپیہ ایک آنہ فی کس دے کر اور وہاں سے ٹمٹم پر مرزا پور پہنچے تھے۔ پر نصف گھنٹہ میں قریشیانوالہ۔ بائیس برس کے بعد میں نے موضع کا نقشہ بدلا ہوا دیکھا تھا۔ پرانے مالکوں کے پرانے مکانات منہدم اور ان کی جگہ نئے عالی شان تعمیر ہوئے۔ درمیان کشادہ پختہ صحن۔ گرد ساتوں بیٹوں کے لیے سات صاف اور ہوادار مکانات۔ جنوب کی طرف کچا ڈیرا ہے اس کے شمال کی طرف قدیم مالکوں اور ان کے رشتہ داروں کا قبرستان ہے۔ یہیں پر قطب شاہ اور غلام غوث نہاں ہیں ان کے بزرگ پیر محبوب شاہ پیر دپاؤں میں اور ان کی بیوی مبارک سلطاں بنت پیر کرم شاہ پرانے قریشیانوالہ میں آسودہ ہیں جو موجودہ موضع سے ایک میل شمال کی طرف ہے جہاں سات آٹھ گھروں کی آبادی ہے۔ پیر دپاؤں میں تو سوائے ایک قبر کے اور کوئی باقی نہیں۔ خدا جانے اس بی بی کا مزار بھی محفوظ ہے کہ نہیں۔ میں نے قریشیانوالہ میں دیکھا تھا کہ گو قبریں چھوٹی چھوٹی بنادی گئی ہیں مگر نشانات محفوظ ہیں امید ہے پیر بہادر شاہ نے پرانے وضع کی قبور بھی اسی طرح محفوظ رکھی ہوں گی۔ یہیں برخوردار امجد علی کے نانا عموی احمد شاہ کی قبر ہے اسی جگہ عزیز عالم کے نانا نانی لیٹے ہیں۔ پیر بہادر شاہ ذیلدار اور بارسوخ آدمی ہیں۔ بھٹی راجپوتوں کی بنی کے بطن سے مثل پیر سید شاہ ان کے ہاں بڑی اولاد ہوئی ہے۔ دو تین بیٹے میٹرک تک تعلیم یافتہ اور غالباً بیکار ہیں۔ اب نوکری کی امید ترک کر کے ہمیں بچوں کو کسی اور کام پر لگانا چاہیے۔ پیر مہر شاہ مرحوم کی اولاد نے لاکھوں روپیہ گاؤں میں عمارات کی نذر کر دیا ہے۔ اب انھیں سمجھ آئی ہے کہ شہر میں یہ روپیہ لگاتے تو نفع دیتا۔ حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے کہ وہ شخص بڑا بدنصیب ہے جس کا روپیہ اینٹ اور گارے پر برباد ہو جائے۔ بہادر بھائی کی حویلی سے شمالی جانب پختہ مسجد ہے جو ۱۵×۱۵ فٹ کے دو کمروں میں تقسیم ہے اس کا صحن ۲۰×۱۵ فٹ ہے۔ مکانِ بہادر کے مشرق کی طرف انھیں کی تعمیر کردہ کوٹھی ہے چار کمروں والی۔ اس کی شمال

Marfat.com

سمت مدرسہ ہے جس میں چار جماعتیں اور چالیس طالب علم پڑھتے تھے۔ قریشیانوالہ کے اردگرد مندرجہ ذیل دیہات ہیں:

مشرق، محمود والا ۳میل — جنوب مشرق، فتووالی ۲میل — شمال مشرق، عیسیٰ امیل، شرقپور ۵میل — شمال، جھنڈے والا ۲میل، موضع سرال — مغرب، احمد والا، امیل — جنوب مرزاپور ۲میل —

اولادِ ولایت شاہ بن پیر مہر شاہ بنی پور میں ہے۔

عبداللہ شاہ ولد مہر شاہ کی اولاد بنی پور میں ہے۔

شیخ محمد علی نبیرۂ شیخ سیف اللہ[2] کی اولاد موضع گنجی پیراں میں ہے۔

اولادِ پیر فوجدار شاہ بن شیخ سیف اللہ[4] کوٹ پیر قادر بخش میں ہے۔

مواقع مواضعاتِ برادری بار

کوٹ محمد عاشق سے قریشیانوالہ ۷امیل جانب مشرق۔ اس سے پیر کوٹ جانبِ شمال ۵میل۔ اسی جانب بھگوتی ۲میل۔ اسی طرف ۳میل پرے موضع شاہ پور ہے۔ کوٹ محمد عاشق سے ایک مربعہ کے فاصلہ پر چراغ شاہ کی اولاد آباد ہے اس سے آگے ۲میل نیا بنی پور ہے جو دراصل پرانا ہے جسے پیر بنی شاہ نے آباد کیا تھا اور جس کی اولاد نہیں رہی۔ کوٹ محمد عاشق سے گنجی ۳میل ہے اور پنڈی بھی اس (گنجی) سے نیچے جنوب کی طرف ایک میل (یہ معلومات بھی میں نے یکم دسمبر ۱۹۲۶ء کے نوٹ سے نقل کی ہیں)۔

فہرستِ دیہات مملوکۂ اولادِ حضرت عبدالجلیلؒ

نام موضع	محل وقوع	رقبہ (ایکڑ زمیں)	نام نمبردار	کیفیت
۱۔ رتہ پیراں	نارنگ سٹیشن سے ۲میل جانب جنوب مشرق	۱۳۱۰	محمد افضل شاہ سجادہ نشین نواسۂ پیر محمد اشرف عالم شاہ صاحب مرحوم پیر محمد افضل شاہ مذکور	۱/۴ کے مالک گوجر ہیں ۱/۲ پیر قلندر شاہ و فرح بخش نے خریدا اور ۱/۴ پیر غلام محی الدین شاہ صاحب نے۔
۲۔ قلعہ مستا شاہ	مریدکے اسٹیشن سے جانب مغرب نصف میل	۱۴۳۲	پیر محمد افضل شاہ مذکور	یہ موضع پیر مستا شاہ صاحب مرحوم نے سکھوں کے عہد میں حاصل کیا تھا۔

Marfat.com

رتیاں خورشید پور	رتہ سے ایک میل جانب جنوب مغرب	۵۵۹	ظفر حسین بایثار محمد افضل شاہ	خرید کردۂ پیر غلام محی الدین شاہ
۴۔کوٹلی پیراں	رتہ سے ۲ میل جانب جنوب مشرق	اندازاً ۲۰۰	پیر مخدوم عالم شاہ بجائے محمد ادریس مرحوم	یہ اولاد پیر ابوالحسن ثانی کا مشترک جدی گاؤں ہے۔
۵۔بھٹے وڈ	رتہ سے شمال مغرب	۱۰۷۴	سنت سنگھ وسندر سنگھ	ہماری ملکیت تقریباً ۹ /۴ ہے۔ اس میں سے ۲۰۰ گھماؤں خاکسار نامی کی تولیت میں ہیں۔
۶۔ملک پور	بدوملی سے جنوب کی طرف ۲ میل	۵۰ گھماؤں مملوکہ پیراں	علی مراد نبی بخش راجپوت	پیرا میر شاہ صاحب نے ۱۲۶۷ھ مطابق ۱۸۵۰ء میں عظیم خاں ولد بختاور خاں سے خریدی۔
۷۔ جلال پور تحصیل شکر گڑھ	مٹھیالہ سے ۲ کوس جانب شمال	مملوکہ پیراں ۱۰۰ گھماؤں	سابق نمبر دار پیر محمد اشرف عالم صاحب مرحوم۔ اب سلہریہ راجپوت	یہ موضع پیر غلام محی الدین شاہ اور پیر نبی بخش نے خریدا۔اب بہت سے حصہ پر موروثی قابض ہیں۔
۸۔باغ دھنیر		۶۳۲	سابق نمبردار پیر احمد علی شاہ حال ایک جاٹ	اس موضع سے قریباً ۴۲۲ گھماؤں زمین پیر چراغ شاہ صاحب اہل کار کچہری لاہور نے خریدی۔
۹۔قریشیانوالہ	شرقپور سے آگے مرزاپور ، مرزاپور لاری اڈے سے ایک میل پر	۹۸۴	پیر بہادر شاہ ذیلدار	یہ موضع صدیوں سے پیروں کی ملکیت میں ہے۔
۱۰۔پیرکوٹ	مرزاپور سے آگے دھوکہ منڈی سے ۴ کوس شمال مغرب کی طرف ہے۔	۱۷۱۶	کرم شاہ ولد امام شاہ	یہاں پر فوجدار شاہ بن شیخ سیف اللہ کی اولاد مالک ہے۔

Marfat.com

۱۱۔ بھگوتی	پیر کوٹ سے مغرب کی طرف ۲ میل شمال کی طرف ہے	۶۵۴	عنایت شاہ ولد محمود شاہ	
۱۲۔ گنجی پیراں	دھوکہ منڈی سے آگے کھیوے کی ڈھاری سے ۲ میل شمال کی طرف ہے۔	۳۹۶	حیات شاہ ولد ملک شاہ۔	
۱۳۔ پنڈی پیراں	گنجی سے مشرق کی طرف ۱/۲ ۱ میل پر	۷۷۲	سلطان شاہ ولد عالم شاہ	
۱۴۔ بنی پور پیراں	ننکانہ سے جنوب کی طرف ۳ میل پر	۵۰۹۳	پیر سید شاہ ولد مہر شاہ	یہ موضع چار آبادیوں پر مشتمل ہے۔ پرانا بنی پور۔ نیا بنی پور۔ کوٹ محمد عاشق۔ کوٹ پیر مہر شاہ۔
۱۵۔ سورڈ	موضع بھگوتی سے شمال مغربی گوشے میں بالکل قریب ہے	۹۶۴	پیر عنایت شاہ ولد محمود شاہ۔	
۱۶۔ اڈمل	یہ موضع سورڈ کے بالکل ساتھ ہے۔	۳۴۴	پیر عنایت شاہ ولد محمود شاہ	
۱۷۔ شاہ پور	موضع پیر کوٹ سے شمال مغرب کی طرف ۱ میل کے فاصلہ پر	۱۶۲		
۱۸۔ دیانت پور		۱۸۹		نمبر ۱۷، نمبر ۱۸ یہ دونوں گاؤں پیر شریف عالم بن پیر اکبر شاہ کی جدی ملکیت ہیں۔ عرصہ سے ننکانہ کے مہنتوں نے قبضہ کر رکھا ہے۔
۱۹۔ قلعہ گوجر سنگھ	لاہور میں جنوب مشرق کی طرف	۱/۲ ۲۳ کنال	غلام دستگیر نامی متولی	خانقاہ حضرت عبدالجلیل چوہڑ شاہ بندی اور اس کے متعلق وقف اراضی۔

Marfat.com

اولادِ شیخ جلال الدین بن شیخ نورالدین بن سلطان حاکمؒ موضع ڈھگ میں ہے۔

۲۴/اپریل ۱۹۲۷ء کو چراغ شاہ بن سلطان شاہ کی اولاد سے احمد شاہ اور مہر شاہ مجھے مکان واقع محلہ چلہ بی بیاں میں آکر ملے اور شجرہ لکھوایا۔ ان سے معلوم ہوا کہ ایک گھر کی سکونت پنڈی شیخ موسیٰ میں چراغ شاہ بن سلطان شاہ کے وقت سے ہوئی ہے کیوں کہ وہاں محمد شاہ بن رستم شاہ نے اپنی ایک مربعہ زمین دی ہوئی ہے جب سے ان کے رشتے اولادِ شیخ موسیٰ سے ہورہے ہیں۔ نورشاہ ولد احمد شاہ وہیں جماعت ششم میں پڑھتا ہے۔ عالم شاہ ولد خیر شاہ دوسری میں تعلیم پاتا ہے۔ علی شاہ ولد سردار شاہ ساکن ڈھگ چار مربعوں کا مالک ہے جن کو چار چاہ آبیاری کرتے ہیں۔ مہر شاہ ولد وزیر شاہ بمعہ فرزندانِ جھلا روزیر شاہ رکھ ادلکھ تحصیل چونیاں میں چار مربعوں کے مالک ہیں۔ اسٹیشن راجہ جنگ سے ۵ کوس جانب جنوب۔ وہاں دس بارہ گھروں کی آبادی ہے۔ نیز انھوں نے بتایا کہ گوگیرہ ضلع منٹگمری دائم شاہ ولد مراد شاہ وغیرہ (جوائے شاہ) کی اولاد اپنے آپ کو شیخ نور کی اولاد سے بتاتے ہیں مگر یہ دعویٰ صحیح نہیں ڈھگ میں سلطان شاہ ولد رجب شاہ کی اولاد کے سوا اور جو لوگ شیخ نور کی اولاد کہتے ہیں وہ بھی جھوٹے ہیں۔ موضع ڈھگ میں احمد شاہ و محمد شاہ کے نام ایک مربعہ ہے جس کو علی شاہ کاشت کرتا ہے۔ اس طرح پنڈی والا مربعہ احمد شاہ وغیرہ کے زیر تصرف ہے۔

مریدانِ اولادِ جلال

۱۔ شیخ ڈھوپچی در موضع جٹانوالی تحصیل فیروز پور ۲۔ سیال وجندراں در موضع شیخ چھاؤنی فیروز پور ۳۔ سپرا در موضع خیروی پور تحصیل شاہدرہ ۴۔ ریان در موضع گلانوالہ تحصیل چونیاں ۵۔ بھٹی در موضع ہنڈال تحصیل قصور ضلع لاہور ۶۔ چٹن کھوکھر متصل ہانسی حصار ۷۔ مغل در فرید کوٹ ان کے مریدوں کے ڈیڑھ سو گھر چناب کی طرف ہیں۔ ماجھا میں دو سو۔ فرید کوٹ میں ڈیڑھ سو۔ ہانسی حصار کی طرف تین مواضع کھوکھروں کے مرید ہیں۔ اگر ایک دفعہ سیر کو نکلیں اور ایک جگہ ایک رات رہیں تو سات ماہ میں دورہ پورا ہوتا ہے۔

موضع ڈھگ کے جن صاحبوں کا شجرہ میں نے دیا ہے وہ ضرور حاکمی ہوں گے ورنہ اولادِ شیخ موسیٰ ان سے رشتۂ مناکحت قائم نہ کرتی۔ کیونکہ اولادِ حاکمؒ میں سے کوئی فرد اپنی بیٹیاں بیرون برادری نہیں بیاہتا۔

واللہ اعلم بالصواب

Marfat.com

اولادِ سلطان حاکمؒ در تحصیل جھنگ

سلطان حمید الدین حاکمؒ

|

شیخ نور الدین

|

شیخ جلال الدین (مزار در مومبارک نواسۂ شیخ وجیہہ الدین)

|

شیخ احمد الدین

|

شیخ بہاؤ الدین معروف پیر میاں وڈہ مزار در دہلی

- شیخ سلطان حبیب اللہ
- شیخ رحمت اللہ — اولاد در کوٹلہ پٹھان متصل دہلی
- شیخ نعمت اللہ — اولاد در موضع حویلی شیخ راجو دشہر چاکر
- شیخ عزیز اللہ
  - بہاؤ الدین المعروف میاں وڈہ ثانی — لاولد
  - مقبل پیر
    - مخدوم پیر ستار بخش سیاہ کمبل پوش — لاولد

عزیزانِ علاقہ جھنگ خدا کے فضل سے صاحبِ علم وفضل ہیں ان میں سے ایک نوجوان ریاض حسین ولد پیر عبداللہ شاہ ساکن میاں وڈہ ڈاکخانہ ماچھی وال ضلع جھنگ نے ۸/شعبان ۱۳۴۴ھ کو ایک خط میں اپنی برادری کا مختصر سا حال لکھا تھا جو درج ذیل ہے:

ہمارے بزرگان میں سے شیخ بہاؤ الدین معروف حضرت میاں وڈہ بن شیخ احمد الدین سلاطین مغلیہ کے عہد اول میں دہلی آ کر جاگزیں ہوئے جو غالباً ہمایوں کا زمانہ تھا اور علاقہ جھنگ کا اس وقت چنداں معروف نہ تھا خاندانِ مغلیہ ونواب صاحب لاہور کی طرف سے اقوام نول اس وقت قلعہ شورکوٹ جو ایک قدیم جگہ ہے پر مقیم ہو کر اس علاقہ کی نواب صاحب لاہور کے آگے باجگذار تھی اور ان کا رعب ودبدبہ

Marfat.com

سارے علاقہ پر چھایا ہوا تھا۔ ان ایام میں میاں گولا خاں کھوکھر رئیس تانڈہ قوم کھوکھراں کا تھا ان کے ہاں ایک دختر جس کی حسن وسلیقہ کی از حد شہرت تھی۔ اقوام نول نے میاں گولا خاں سے خواستگاریِ نکاح کی۔ میاں گولا خاں نے بہت زور دینے پر اس امر کو منظور کیا مگر دل میں سخت غصہ رہا۔ القصہ اقوام مغل بصورت برات تاریخ مقررہ پر حسب رسم ملک تلواڑہ آئے۔ شب برات کو موکہ کھوکھراں نے اقوام نول کے جملہ جوانوں کے سر کاٹ ڈالے جن میں سے اکثر اس قوم کا خاتمہ ہوا۔ باقی ضعیف آدمی بچ گئے جنھوں نے نواب صاحب لاہور کے ذریعہ سلطانِ دہلی کے ہاں کھوکھروں کے خلاف غضب انگیختہ کیا۔ اس وقت ہمارے بزرگان میں سے شیخ بہاؤالدین کو جو سپہ سالار فوج تھے۔ معاملہ کی تحقیقات کا حکم ہوا۔ چنانچہ شیخ موصوف حسب الحکم تلواڑہ تشریف لائے۔ اصل معاملہ معلوم کر کے بادشاہِ وقت کا غصہ کھوکھروں سے فرو کرایا۔ اس صورت سے وہی میاں گولا خاں کی لڑکی آپ کے حبالۂ نکاح میں آئی۔ اور موکہ کھوکھراں کا آپ کے ساتھ از حد اتحاد واعتقاد بڑھ گیا۔ اس واسطے بصورت دیگر ننھال شیخ بہاؤالدین کے بڑے فرزند سلطان حبیب اللہ نواسہ میاں گولا خاں جو مادرزاد ولی تھے تلواڑہ اپنے نانا صاحب اور ماموں صاحب میں سلطان وپہلوان کے ہاں تشریف لائے اس جگہ شیخ مذکور سے بڑے خرق عادات اور کرامات ظہور میں آئے اور بہت لوگ ان کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے ان کا سالِ وفات بقول حضرت والد ماجد بزرگوار مغفور ۹۶۸ھ المقدس ہے۔ جو ''شیخِ پنجاب'' سے برآمد ہوتا ہے۔ میں نے اذکار قلندری میں جو اخویم واصل شاہ نمبردار موضع واصل شاہ کے پاس موجود ہے اس کے آخری صفحہ پر دیکھا تھا اور یہی روایت میاں حافظ مستقیم تلواڑوی جو ہمارے بزرگوں کے مصدق ومعتبر مورخ ہیں اور ان کے پاس ہمارے بزرگوں کے شجرۂ نسب اور کچھ تحریرات بھی ہیں جو مجھے مولانا میاں محمد اسمٰعیل ہیڈ قاضی تحصیل جھنگ کی زبانی معلوم ہوئے اور میں نے خود جا کر حافظ مستقیم سے دریافت کیے۔ یہی روایت تصدیق ہوئی کہ سلطان حبیب اللہ صاحب شیخ چوہڑ بندگی لاہور کے بھی فیض یافتہ وہم عہد تھے۔ اور ان کا آپس میں از حد رابطہ واتحاد تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

مولوی محمد سعید صاحب کی تصریحات

پیر عبداللہ شاہ صاحب مرحوم حاکمی ساکن میاں وڈہ کے استاد مولوی فتح محمد صاحب کے فرزند مولوی محمد سعید صاحب ساکن سلہانہ ڈاکخانہ چیلہ ضلع جھنگ نے ماہ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۲ھ مطابق

Marfat.com

اگست ۱۹۰۴ء میں ایک خط قبلہ ماموں اشرفِ خاندان کی طرف تحریر فرمایا تھا۔ جس میں علاقۂ جھنگ کی برادری کے حالات پر کافی روشنی ڈالی تھی میں نے وہ خط اپنے رجسٹر میں نقل کیا ہے۔ اس کو درج ذیل کرتا ہوں:

طال شوقی علیٰ منازلکم ایھا الغائبون عن نظر

بخدمت باعظمت مشیخت وشرافت مرتبت شاہ صاحب محمد اشرف عالم شاہ صاحب دام عنایتکم

از فقیر حقیر پُرتقصیر ومعاصی راجیِ غفرانِ ربّ مجید نیاز مزید محمد سعید عفی عنہ۔ بعد ابلاغ اہدائے تحفۂ تحیات وتسلیمات مسنونہ سید البرکات علیہم افضل التحیات وآرزوئے شوقِ ملاقاتِ مسرت آیات آں یگانۂ آفاق معروض رائے حاشیہ نشیناں انبساط فیض مناظر میگرداند۔ حالات بیمن توجہات ذاتِ بابرکات قرین حمد صحت وسلامتی آں ملکی صفات مدام مطلوب عند المقصود۔ کتب مرسلہ مامریداں معہ رقیمۂ عنبر شمیمہ بخانہ فقیر عزّ ورود فرمود موجب افتخار گردید۔ عزیز درایام ورودِ رقیمہ فریق برائے معالجہ بیمارے درگرد ونواح جھنگ بود۔ بعد ایام کثیرہ بخانہ رسید۔ الّا بہ بیماری رمد چشم لاچار رقیمۂ آنحضرت از برادر حقیقی محمد سعد اللہ شنیدہ۔ دل راذوقے ودیدہ رانورے حاصل گشتہ موجب صفائی دل وشفائے دیدہ گردید۔ ہرگاہ بعد شفا مشرف بمطالعۂ کتب شدہ۔ از مذاق مئے توحید چنداں بہرہ حاصل شدہ کہ از حدِ تقریر وتحریر بیرون است۔ واحدِ مطلق مصنف صاحب رادائما فیض رسانِ مابے نصیباں گرداناد بحرمتہ النبی وآلہ الامجاد۔ فقیر محض یک رسالہ طلب نمودہ۔ آں صاحب ہشت عدد ارسال فرمودہ اند۔ درنسخہائے فائضہ آنچہ ارشاد شود بعمل آوردہ شود کہ بکدام کساں تقسیم کردہ شود (اس کے بعد میں اردو میں ترجمہ درج کرتا ہوں - نامی)

آنجناب کی یک جدی برادری جو اس جگہ مقیم ہے ان کی تقسیم حسب ذیل ہے:

۱۔ موضع تلواڑہ میں

شیخ سلطان سکندر صاحب، حاجی غلام حسن صاحب مقیم ہیں۔ موضع میں اکثر باشندے جو قوم کھوکھر سے ہیں ان کے مرید ہیں شہر کے قریب سلطان حبیب اللہ کا مقبرہ ہے ایک چاہ معافی ہے۔ جنگل میں پیر بہلول صاحب کا مقبرہ واقع ہے۔ یہاں چیتر میں تمام ماہ اتوار کے دن اجتماع ہوتا ہے۔

۲۔ موضع واصل شاہ میں

شیخ واصل محمد نمبردار صالح مرد مقیم ہیں۔ شہر کے متصل ان کے بزرگ میاں آدم علیہ الرحمتہ کا مقبرہ

Marfat.com

موجود ہے۔ اکثر لوگ بزرگ کے یُمن کی وجہ سے اپنے مردے اس جگہ دفن کرتے ہیں میرے برادرِ حقیقی مولوی محمد اسماعیل صاحب اسی موضع میں رہتے ہیں۔ یہ موضع میرے غریب خانہ سلہانہ سے ۱/۲ میل پر واقع ہے اور تلواڑہ ایک میل کے فاصلہ پر۔

۳۔ موضع بوہڑی غلام جہانیاں

واصل شاہ سے ۱/۲ میل پر واقع ہے اس جگہ شیخ قادر داد نمبر دار نیک مرد اور ان کے بیٹے محمد زاہد جوان عمر اور صاحب علم ہیں۔ شیخ غلام قاسم صاحب مردِ سلیم الطبع نیک خصال لائق زیارت اہلِ حکمت ظاہری و باطنی چاہ ٹھلیو والہ داخل موضع بوہڑی غلام جہانیاں علیہ الرحمتہ مقیم ہیں۔ اس موضع میں دو مقبرے ہیں۔ ایک شیخ طلحہؒ اور شیخ حبیب اللہ کا۔ یہ دونوں بزرگ صاحبِ کرامت تھے۔

۴۔ موضع حویلی شیخ راجو

بوہڑی غلام جہانیاں سے ۲ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اس موضع میں آپ کے بہت سے اہل برادری ہیں۔ میاں صاحب شیخ محمد زاہد صاحب ملک کے مشہور طبیب اسی جگہ مقیم تھے واصل بحق ہو گئے ہیں۔ ان کے بیٹے شیخ علی محمد مردِ لائق اور صاحبِ جاہ و کنت ہیں علی محمد کے صاحبزادہ شیخ شیر محمد صاحب طالب علم ایک عالم سے اپنے شہر میں تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ شیخ صاحب لعل سہارا صاحب بھی اسی موضع میں تھے فوت ہو گئے ہیں۔ ان کے برادرِ حقیقی شیخ محمد یوسف اور والدِ بزرگوار جو بیٹے کے غم میں بے قرار ہیں جن کا نام شیخ شمس الدین ہے وہ بھی یہاں مقیم ہیں اور شیخ صاحب شیخ چراغ شاہ صاحب کے بیٹے دونوں عمدہ طبابت کرتے ہیں۔ شیخ شمس الدین و چراغ بخش سفید ریش لائق زیارت اور صاحبِ خلق نبوی ﷺ ہیں اور شیخ قطب الدین ولد شیخ مرید حسین اور شیخ محمد بخش و قادر بخش پسرانِ شیخ خدا بخش صاحب مرحوم بھی اس قریہ میں ہیں۔

۵۔ موضع شیخ چاکر

قریب حویلی شیخ راجو واقع ہے اس موضع میں شیخ پیر بخش صاحب نمبر دار اور ان کے بھائی امیر بخش مع فرزندان کثیرہ نوجوانانِ صاحبِ علم مقیم ہیں۔ مقبرہ شیخ چاکر متصل شہر واقع ہے۔ ۷ پھاگن کو عام خلائق گرد و نواح زیارت کے لیے جمع ہوتی ہے۔ یہ دونوں مقام سلہانہ سے ۴ میل پر واقع ہیں۔

Marfat.com

۶۔ موضع پیر کوٹ سدہانہ

میں شیخ ستار بخش ولد شیخ ودھو صاحب مقیم ہیں۔ یہ ودھو شاہ صاحب علاقہ کے مشہور شاعر شاہ عظیم کی اولاد سے ہیں۔ اس موضع کے قریب ایک چاہ واقع ہے جس میں غلام محمد شاہ و احمد شاہ و غلام حیدر شاہ مقیم ہیں۔

۷۔ موضع چیلہ

میں شیخ ابونادر پسر روشن علی مرحوم اور شیخ رکن دین عم زاد ابونادر مقیم ہیں۔ یہ تمام صاحبان قریشی ہاشمی اس دیار میں مابین دریائے جہلم و چناب۔ جھنگ مگھیانہ سے مغرب کی طرف آباد ہیں۔ ریل لاہور سے گوجرہ اور وہاں سے ٹمٹم کی سواری دستیاب ہوتی ہے۔ چند ماہ کے بعد ریلوے سٹیشن بمقام چند بھروانہ جو حویلی شیخ راجو سے تین میل کے فاصلہ پر ہے کھل جائے گا۔

۸۔ موضع میاں وڈہ صاحب

جو دریائے جہلم کے مغربی کنارے پر علاقہ کچھی نزد ماچھی وال واقع ہے یہاں مولوی محمد عبداللہ شاہ صاحب اور شیخ علی محمد صاحب اور رحیم بخش صاحب ہر دو برادر حقیقی عم زادۂ مولوی صاحب مقیم ہیں۔ مقبرہ شیخ میاں وڈہ صاحب متصل موضع واقعی لائق زیارت ہے الحمدللہ یہ تمام صاحبان بمعہ مستورات صاحبِ علم وحلم وحیا۔ تہجد خواں۔ خدایاد اور صحیح المذہب ہیں۔ مخلوق خدا کو فیض پہنچاتے ہیں۔ خداوند حقیقی واصل المتفر قین ہے کبھی زیارت سے محظوظ فرمائیے۔ میرے والد صاحب مرحوم و مغفور مردِ موحد غریقِ بحرِ عرفانِ وحدت صافی ضمیر استاد الکل اور ان تمام ہاشمیوں کے استاد تھے ۱۴ر صفر ۱۳۰۲ھ میں جہانِ فانی سے جاودانی کی طرف کوچ کر کے واصل بحق ہو گئے ہیں۔

برادرانِ تحصیل جھنگ سے سلسلۂ نصف ملاقات

جن خطوط کا میں اوپر ذکر کر چکا ہوں وہ میں نے سترہ برس کے سن میں خود لکھے یا نقل کیے تھے۔ برادرانِ علاقۂ جھنگ کا جو پہلا خطِ منظوم میرے رجسٹر اولین میں درج ہے۔ وہ مولوی عبداللہ شاہ صاحب بنام پیر خورشید عالم شاہ صاحب مرحوم مورخہ ۱۵ محرم ۱۳۱۸ھ ہے ماموں صاحب ۲۵ محرم الحرام کو اس کا جواب لکھتے ہیں ۲۷ صفر کو برادر جھنگی جواب الجواب رقم فرماتے ہیں۔ یکم ربیع الاول کو اس کا جواب پاتے

Marfat.com

ہیں عبداللہ شاہ صاحب پھر لکھتے ہیں اس کا جواب یا تو حضرت خورشید نے لکھا ہی نہیں یا مجھے نقل دستیاب نہیں ہوئی کیونکہ میرے رجسٹر میں درج نہیں۔ پھر ایک منشور خط عمدہ فارسی میں شیخ غلام قاسم شاہ صاحب جانبِ خورشید مورخہ صفر ۱۳۱۸ھ منقول بیاض نامی ہے ربیع الاول ۱۳۰۹ھ سے میری اور عبداللہ صاحب کی خط وکتابت شروع ہوئی اور ۱۳۲۲ھ تک نظم میں جاری رہی۔ اسی اثنا میں مجھے مخدوم احمد شاہ صاحب سجادہ نشین موبارک کا پتہ ملا۔ ان کی طرف بھی خط لکھا۔ مولوی محمد سعید صاحب کے فارسی نثر میں خط کا جواب میں ویسے ہی بلیغ فارسی میں خلیفہ نجم الدین صاحب لاہور کی مدد سے اگست ۱۹۰۴ء میں تحریر کیا جس میں اپنی برادری کا حال اور اہل برادری کے نام اور کام تحریر کیے پھر دو ماہ بعد فارسی نظم میں بھی نامہ ارسال کیا۔ پھر فارسی نظم ونثر میں حکیم شیر محمد صاحب ساکن حویلی شیخ راجو سے سلسلہ مکتوب جاری رہا۔ ان کی طرف آخری منظوم خط محرم ۱۳۲۳ھ کا تحریر کردہ درج رجسٹر ہے اسی میں مولوی عبداللہ شاہ صاحب کی طرف بھی خط ۲۱ ر اکتوبر ۱۹۰۵ء کا محررہ ہے جو میں نے اپنی شادی سے چند روز پہلے لکھا تھا اس کے بعد ان کے فرزند ریاض حسین مرحوم سے بھی خط وکتابت کا سلسلہ جاری رہا۔ بعض عزیز مثلاً حکیم شیر محمد صاحب لاہور آکر ملاقی ہوئے ان سے میں نے شجرے پوچھ کر نقل کیے تھے۔

اولادِ فرزندِ ثانی سلطان حاکمؒ

سلطان حاکمؒ

شیخ تاج الدینؒ

شیخ امیراںؒ

شیخ عماد الدین حمادؒ — شیخ صدر الدینؒ

شیخ صدر الدینؒ ← شیخ محمد شاہ ← شیخ موسیٰ

خانقاہ واولاد در پنڈی شیخ موسیٰؒ

شیخ عماد الدین حمادؒ کی اولاد:

۱۔ شیخ روح اللہ

۲۔ حاجی شیخ جلال

۳۔ شیخ کبیر الدین

۴۔ شیخ صدر الدین

۵۔ شیخ ابوحنیفہ

۶۔ شیخ مغل شاہ

Marfat.com

شیخ عمادالدین حماد کے متعلق شیخ شہراللہ تذکرۂ حمیدیہ میں لکھتے ہیں ک آپ غوث عصر تھے۔ سلطان حسین لانگاہ ایک دن آپ کی خدمت میں اس نیت سے حاضر ہوئے کہ آنجناب حلِ مشکلات، قبض وبسط اور فتح ابواب کے لیے کوئی وظیفہ ارشاد فرمائیں۔ آپ کا وقتِ خوش تھا بہ تبسم فرمایا کہ جس کام میں تم عاجز رہ جاؤ اور اس کا علاج نہ کرسکو۔ اس کے لیے یہ کلمات سات دفعہ پڑھو (یہ کلمات تذکرہ حمیدیہ مطبوعہ کے صفحہ ۴۰ میں منقول ہیں۔ نامیؔ) ابھی یہ کلمات پورے بھی نہ کرو گے کہ مراد حاصل ہوجائے گی پس جو کارِ صعب مجھے (سلطان حسین کو) پیش آتا ہے۔ میں یہی کلمات پڑھتا ہوں اور اسی دن خداوند عزوجل مجھے کامیاب کردیتا ہے۔ شیخ شہراللہ لکھتے ہیں کہ اس فقیر نے بھی ان ناموں کو بہت مؤثر پایا ہے نیز لکھتے ہیں کہ ایک دن عالمِ خوشی میں آپ نے فرمایا کہ جو شخص اس وقت فلاں لکڑی پر سے (جو ایک ہندو گھر اور مسجد شریف پر پڑی تھی) گزر جائے گا وہ سمجھ لے کہ میں نے پل صراط کو عبور کرلیا۔ ایک مولوی صاحب نے اس سے برا منایا۔ رات کو وہ خواب میں دیکھتے ہیں کہ قیامت قائم ہے اور جو لوگ اس لکڑی پر سے گزرے تھے وہ پل صراط عبور کر گئے ہیں مگر جب مولوی صاحب گزرنے لگے تو رہ گئے اسی اضطراب میں ان کی آنکھ کھل گئی۔ صبح ہوتے ہی شیخ حمادؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا حضرت! مجھے اجازت دیں کہ اس لکڑی پر سے گزر جاؤں۔ آپ نے فرمایا! آں قدح بشکست وآں ساقی نماند۔ تاہم مولوی صاحب آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوگئے۔ شیخ حماد کا مزار قلعہ مومبارک پر ایک الگ چاردیواری میں ہے جو حضرت سلطان التارکین مخدوم شیخ حمیدالدین حاکمؒ کے احاطۂ مرقد اقدس کے شمال مغرب کی طرف واقع ہے شمال طرف کے چبوترہ میں سب سے بڑی قبر انہی کی ہے جو قبر یہاں جنوبی طرف ہے وہ غالباً حضرت شیخ میراں پاکباز کی ہے ہمارے ریاستی بھائیوں کے پاس جو کتاب مشتمل بر حالات بزرگان ہے وہ حضرت شیخ حماد ہی کے ایک معتقد کی تالیف کردہ ہے۔

۱۔ شیخ روح اللہ کی اولاد کے حقوق واعزاز

الف۔ حضرت مخدوم شیخ عمادالدین حمادؒ کے سب سے بڑے بیٹے حضرت مخدوم شیخ روح اللہ تھے اس لیے وہی والدِ بزرگوار کے وصال کے بعد سجادہ نشین ہوئے بہمہ صفت موصوف یگانۂ روزگار اور وحید العصر تھے ان کی اولاد نسلاً بعد نسلاً روح اللہ پوترے کے لقب سے ملقب اور میانوالی قریشیاں میں مقیم ہے اور اس وقت بسلسلہ مسلسل سجادگیِ حاکمؒ پر مخدوم محمد کرم شاہ صاحب خلف الرشید

Marfat.com

حضرت مخدوم احمد شاہ صاحب ممتاز ہیں۔

ب۔ زمانہ قدیم سے ضلع ڈیرہ غازی خان وریاست بہاولپور کے ضلع رحیم یار خاں میں غلہ کی بٹائی کے وقت ہر فصل پر ایک خرمن میں سے ایک لوٹا وزنی تخمیناً دس بارہ سیر وصول ہوتا ہے۔ یہ غلہ جسکو اہل اسلام علاقۂ متذکرہ بخلوص ادا کرتے ہیں۔ حضور سجادہ نشین صاحب مومبارک کی طرف سے حضرت مخدوم شیخ حمید الدین حاکمؒ اور حضرت شیخ روح اللہؒ کے مجاوروں پر وقف ہے جس سے ان کا گزارا باعزت ہورہا ہے اور یہ خیرات حضرت شیخ روح اللہ صاحب سے موسوم ہے۔ حضرت شیخ حمید الدین حاکمؒ وحضرت شیخ روح اللہ صاحب کے مجاوروں کی موقوفی اور بحالی حضور مخدوم محمد کرم شاہ صاحب سجادہ نشین مومبارک کے اختیار میں ہے۔

ج۔ منجانب سرکار ابد قرار یعنی والیِ ریاست بہاول پور دام اقبالہٗ وملکہٗ مخدوم محمد کرم شاہ صاحب سجادہ نشین مومبارک کے نام مراعاتِ تخفیف انعام کسور معافی وغیرہ نسلاً بعد نسلاً مقرر اور تا حال برقرار اور جاری ہیں۔

د۔ دستار بندی حضرت سجادہ نشین صاحب مومبارک منجانب حضور سرکار ابد قرار دام اقبالہٗ وملکہٗ ہوا کرتی ہے جسکا ریکارڈ کاغذاتِ سرکاری میں موجود ہے۔

ہ۔ بموقع سالگرہ مبارک حضور سرکار عالی والیِ ریاست بہاول پور دام اقبالہٗ وملکہٗ، مخدوم محمد کرم شاہ صاحب سجادہ نشین مومبارک کی طرف سے ایک خلیفہ صحیفہ کلام اللہ شریف تبرکاً اور مبلغ ۱۵ روپے بطور سردارنہ بمعہ مراسلہ پیش کرتا ہے خلیفہ مذکور کو دربار خاص میں نشست کی اجازت ہوتی ہے۔ ریاست بہاول پور کے دیگر سجادہ نشینان (اوچ شریف بخاری وگیلانی وچاچڑاں شریف) کی طرف سے بھی خلیفے پیش ہوا کرتے ہیں۔ منجانب حضور سرکار عالی دام اقبالہٗ وملکہٗ سب سجادہ نشین صاحبان کو بمعہ حضور مخدوم محمد کرم شاہ صاحب سجادہ نشین مومبارک خلعتِ فاخرہ اور خلیفہ کو انعام عطا ہوتا ہے۔

و۔ جب کبھی حضور سرکار عالی دام اقبالہٗ والیِ ریاست بہاول پور کا دورہ تحصیل رحیم یار خاں میں ہوتا ہے تو منجانب حضور سجادہ نشین صاحب مومبارک ایک راس اسپ پیش ہوتا ہے اور بروقت اجلاس پہلی نشست حضور مخدوم محمد اختر حسین صاحب کی ہوا کرتی ہے۔ بروقتِ سلام حضور سجادہ

Marfat.com

نشین مبلغ ۲۱ روپے نثار فرماتے ہیں اور مخدوم محمد روشن چراغ صاحب و مخدوم محمد اختر حسین صاحب ۱۵-۱۵ روپے تصدق کرتے ہیں۔ بعد اجلاس عام جب حضور سرکار والا تبار خواص کے لیے انجمن آرا ہوتے ہیں تو ان ہر سہ صاحبان سے نمبردار ملاقات باز دید فرماتے ہیں۔

ز۔ حضور مخدوم محمد کرم شاہ صاحب سجادہ نشین سات موضعوں کے نمبردار ہیں اور آنریری منصف درجۂ اول میانوالی قریشیاں ہیں۔ اور حدود ریاست بہاول پور میں چار قبضہ تلوار۔ ایک ضرب برجلوڈنگ گن ایک ضرب پستول کے لائسنس سے مستثنیٰ ہیں۔ رئیس اعظم و درباری کرسی نشین ہیں۔

ح۔ مخدوم محمد روشن چراغ صاحب ایک موضع کے نمبردار اٹھائیس مواضعات مشمولہ مومبارک کے ذیلدار اور آنریری مجسٹریٹ و منصف درجہ اول کوٹ سمابہ ہیں۔ اختیارات دیوانی و فوجداری سالم ڈسٹرکٹ رحیم یار خاں ریاست بہاول پور میں استعمال فرماتے ہیں۔ کوٹ سمابہ کمیٹی کے پریذیڈنٹ ہیں۔ رئیس اعظم اور درباری کرسی نشین ہیں۔ قومی معاملات میں بڑی فراخدلی سے حصہ لیتے ہیں۔ برادری میں ان جیسا عالی حوصلہ شاید ہی کوئی ہو[1]۔

ط۔ مخدوم محمد اختر حسین صاحب خلف الرشید مخدوم حاجی نور محمد صاحب پانچ مواضعات کے نمبردار اور نو کے ذیلدار ہیں۔ آنریری مجسٹریٹ و منصف درجہ دوم میانوالی قریشیاں اور رئیس اعظم و درباری کرسی نشین ہیں۔

ی۔ ان ہر سہ صاحبان مرقومۃ الصدر روح اللہ پوتروں کی ملکیت قریباً ساٹھ ستر ہزار بیگھہ مواضعاتِ ذیل:
۱۔ میانوالی قریشیاں ۲۔ محمود آباد ۳۔ سلطان آباد ۴۔ مصطفیٰ آباد ۵۔ احمد آباد ۶۔ مانکوالی ۷۔ جنیدوالی ۸۔ سونک ۹۔ بھگویلہ ۱۰۔ تاج گڑھ ۱۱۔ کوٹ سمابہ ۱۲۔ ٹبی گل محمد ۱۳۔ مُڈا کبرشاہ ۱۴۔ مومبارک ۱۵۔ سریلی ۱۶۔ مہراں ۱۷۔ قبہ لعل پیر ۱۸۔ کوٹ قطب ۱۹۔ کرم شاہ ۲۰۔ مُڈگا نمن ۲۱۔ چک نمبر ۸۴ ۲۲۔ چک نمبر ۸۵ ۲۳۔ چک نمبر ۱۰۰ ۲۴۔ کوٹ قندھارا سنگھ ۲۵۔ ترنڈہ سوایہ خان ۲۶۔ چک عباس ۲۷۔ امین گڑھ ۲۸۔ تاج پور ۲۹۔ بھودی پور قریشیاں ۳۰۔ حسن آباد ۳۱۔ دینان پور گانگا ۳۲۔ سکندر آباد ۳۳۔ پلوشاہ ۳۴۔ ڈیرہ شمس خاں

---

[1] کتاب کی اشاعتِ ثانیہ کے وقت افسوس ہے کہ یہ دونوں فرزندانِ مخدوم احمد شاہ مرحوم فوت ہو چکے ہیں اور ان کے جانشینوں نے حالاتِ حاضرہ سے مطلع نہیں فرمایا کہ شامل تاریخ کیے جاتے۔

Marfat.com

حضرت مخدوم محمد کرم شاہ صاحب کی سجادہ نشین ہو مبارک

Marfat.com

Marfat.com

۳۵۔ نبی پور ۳۶۔ محمد پور گانگا ۳۷۔ ٹھل گانگا ۳۸۔ محمد پور قریشیاں ۳۹۔ فتح پور قریشیاں تحصیل رحیم یار خاں ریاست بہاول پور ۴۰۔ چک نمبر ۲۰ تحصیل خیر پور ریاست بہاول پور ۴۱۔ مکھن بیلہ ضلع مظفر گڑھ میں موجود ہے۔ ضلع رحیم یار خاں ریاست بہاول پور میں روح اللہ پوتروں کے برابر اس خاندان میں کسی کی زمینداری و وجاہت اور اعزاز نہیں ہیں۔ یہ خاندان اپنے بزرگانِ دین کے نقشِ قدم پر گامزن ہونے کی وجہ سے ممتاز و یرو محبوبِ خلائق ہے۔ خداوند تبارک وتعالیٰ کا فضل وکرم ان کے شاملِ حال ہے۔ مومبارک کے قلعہ پر اور خانقاہ شریف حضرت حاکمؒ کے اردگرد ان کے وسیع مکانات ہیں مومبارک میں ان کی طرف سے مختار کار مقرر ہیں جو ہر ایک کام انجام دیتے اور خدمتگذاری خانقاہ شریف بھی کرتے ہیں۔ جمیع قریش از اولاد سلطان حاکمؒ بموقع موتراشیِ عزیزانِ خود سجادہ نشین صاحب کے حضور نذر پیش کرتے ہیں۔

ذکر دیگر فرزندانِ سلطان العارفین زندہ پیر حضرت شیخ عماد الدین علیہ الرحمتہ

۲۔ حاجی شیخ جلال

ان کی اولاد میں سے زمانۂ قریب میں ایک سیف الدین ہوئے ہیں جن کے نواسے مخدوم روشن چراغ تھے۔

۳۔ شیخ کبیر الدین

ان کے پوتے عاقل شاہ کے چار بیٹے تھے۔ ۱۔ فتح شاہ ۲۔ قبول شاہ ۳۔ امام الدین ۴۔ خان محمد — امام الدین کی اولاد شیخواہن میں آباد ہے۔ شیخواہن مومبارک سے جانب شمال چھ میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور موجودہ اولاد میاں امام الدین صاحب۔ میاں سردار شاہ۔ غلام محمد شاہ۔ قادر بخش شاہ۔ مولن شاہ ولد قبول شاہ۔ خادم حسین شاہ ولد میاں اللہ دیوایا شاہ سولہ سو بیگھہ کے مالک زمیندار ہیں۔ پیری مریدی کا سلسلہ بھی ہے۔ خان محمد کے تین بیٹے تھے۔ پہلوان شاہ جس کے پڑوتے نواب شاہ کی دختری اولاد فتح پور قریشیاں میں ہے۔ شہر فتح پور قریشیاں مومبارک سے شمال کی طرف ۶ میل پر واقع ہے اس میں فرید بخش۔ پلیہ شاہ۔ سلیمان شاہ۔ بدھو شاہ۔ غلام محمد شاہ۔۔ عثمان شاہ۔ ملوک شاہ مرحوم۔ بکھو شاہ اور

Marfat.com

پاروشاہ کے گھر آباد ہیں زیادہ زمینداری قریباً ۳ ہزار بیگھہ میاں سلیمان شاہ کی ہے اور نمبرداری پلیہ شاہ کی ہے جو صرف تین چاہات کا مالک ہے۔ عبدالعزیز جس کے پڑوتے میاں سیف الدین ولد سلطان شاہ کی وراثت میانوالی قریشیانوالوں کو ملی۔ دوست محمد جس کے پڑوتے فتوحل شاہ بن قطب شاہ بن اجمل شاہ مو مبارک میں گیارہ سو بیگہ کے مالک ہیں۔ ان میں سے میاں امام بخش بمعہ فرزند خود امیر شاہ و برادرِ خود دین محمد ولد امیر شاہ و عمِ خود میاں فضل شاہ کی تصویریں بلاک میں نظر آئیں گی۔

۴۔ شیخ صدرالدین

ان کی نویں پشت میں ایک میاں دادن شاہ ہوئے ہیں جن کے تین بیٹے تھے۔ سلطان شاہ جن کا بیٹا سعید محمد ولد راؤ علی لاولد فوت ہوگیا۔ بندہ شاہ جن کے پوتے میاں مٹھو شاہ ولد امیر شاہ لاولد فوت ہوگئے اور ان کا ترکہ ان کے نواسوں میاں امیر شاہ و مٹھو شاہ کو پہنچا۔ یعنی مخدوم امام بخش کی طرف والوں کو۔ یار محمد جن کا پڑوتا فضل شاہ ولد سلیمشاہ لاولد رہا۔

۵۔ شیخ ابوحنیفہ

ان کی اولاد کوٹ شہباز میں ہے۔ کوٹ شہباز میں میاں نور محمد شاہ[۱] و شریف محمد شاہ[۲]۔ دین محمد شاہ[۳] و میاں اللہ دیوایا شاہ[۴] و محمد نواز شاہ[۵] و حاجی عظیم بخش شاہ[۶] یکجدی اولاد شیخ سے ہیں۔ کوٹ شہباز مو مبارک سے پانچ میل جانبِ شمال و غرب بستا ہے۔ رقبہ قریباً دو ہزار بیگہ ہے۔ اس میں نور محمد شاہ وغیرہ زمیندار ہیں۔ نمبرداری مخدوم محمد روشن چراغ صاحب کی ہے مگر یہاں زیادہ زمین نور محمد شاہ و میاں شریف محمد شاہ کی ہے۔ ٹھل گلاب شاہ مومبارک سے جانب شمال بفاصلہ ۶ میل واقع ہے اور اکیس سو بیگہ زمین ہے۔ میاں حاجی بخشیہ شاہ و جمن شاہ و میاں غوث بخش شاہ اور اقوام ملک و بلوچ زمیندار ہیں۔ سب سے زیادہ اس موضع میں میاں غوث بخش شاہ کی زمین ہے۔

۶۔ شیخ مغل شاہ

مخدوم حاجی غوث بخش ولد حیات محمد شاہ سکنہ مومبارک کے مورث اعلیٰ ہیں مخدوم صاحب اس وقت ۱۱۸ برس کے اور ۴۶۰۰ بیگہ کے مالک ہیں۔ پیری مریدی کا سلسلہ بھی ہے ان کے ایک ہوشیار اور ملنسار بیٹے کا نام مخدوم محمد بخش ہے جو آنریری مجسٹریٹ و منصف درجہ اول مومبارک ہیں ان کی شادی مولوی

Marfat.com

جناب مخدوم روشن چراغ صاحب حاکمی آنریری مجسٹریٹ کوٹ سمابہ

Marfat.com

Marfat.com

فضل حسین صاحب چیف جج بہاول پور کے ہاں ہوئی ہے جس سے چار بیٹے اور ایک بیٹی موجود ہے جو اپنے عمزاد غلام سرور بن محمود بخش مرحوم کی منکوحہ ہے۔ تیسرے بیٹے دوست محمد تین فرزندوں کے باپ ہیں۔ چوتھے حبیب شاہ کے بھی تین بیٹے ہیں۔ پانچویں کامل شاہ کے دو بیٹے ہیں اور چھٹے خورشید علی کی صرف ایک بیٹی ہے۔ ان کا مکان روضۂ سلطان حاکمؒ کے جنوب کی طرف کئی منزل بلند ہے۔ اس کے ساتھ ہی مغرب کی طرف مخدوم امام بخش صاحب کا بلند مکان ہے اسی بلندی پر ایک مکان مخدوم جیونؔ شاہ صاحب مرحوم کا ہے جن کا پوتا منور شاہ ولد سلطان شاہ۔ مولوی محمد اکبر صاحب (قادیانیوں کے اسلام کے خلاف مشہور فیصلہ کرنے والے) ڈسٹرکٹ جج بہاول پور کی بھتیجی سے بیاہا ہوا ہے۔ لعل شاہ اس کا چچا ہے اور نصیر شاہ بھائی یہ لوگ موؔمبارک میں صرف ایک مربع زمین کے مالک ہیں۔ موؔمبارک میں مجھے ایک اور بھائی محمود شاہ ولد محمد شاہ بن حامد شاہ ملے ان کا مکان بھی روضۂ حاکمی کے جنوب کی طرف ہے۔ ارضی ملکیت نہیں۔ پیری مریدی پر گزارہ ہے۔

مریدانِ اولادِ سلطان حاکم

مذکورہ بالا اولاد سلطان حاکم کے مریدوں کا سلسلہ ریاست بہاول پور۔ ریاست خیر پور۔ ضلع نواب شاہ۔ علاقہ سندھ۔ ضلع لاڑکانہ۔ ضلع جیکب آباد۔ ضلع سکھر۔ علاقہ مہر سیونؔ۔ ضلع ملتان اور ضلع مظفر گڑھ تک پھیلا ہوا ہے اور اس میں اضافہ بھی ہو رہا ہے۔ اللّٰھم زد فزد۔

نوٹ:۱۔ شجرہ جس سے مندرجہ بالا بیان قلمبند ہوا ہے مجھے ۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۰ء کو مخدوم امام بخش صاحب سے حاصل ہوا تھا کچھ حالات اب معلوم ہوئے ہیں۔ کچھ میرے علم میں پہلے سے تھے۔

۲۔ حسب دستور ریاست بہاول پور "حضرت" و "مخدوم" کے القاب سجادہ نشین صاحب کے لیے خاص ہیں۔ میں نے جو اس کا استعمال عام کر دیا ہے وہ محض برادرانہ محبت کی وجہ سے ہے۔

۳۔ گزشتہ پنج صفحات میں جو کچھ تحریر ہوا ہے وہ محقق ہے اگر اور جگہ کچھ اور مرقوم ہو تو اسے صحیح نہ سمجھیں۔ نامؔی

Marfat.com

مخدوم احمد شاہ صاحب سابق سجادہ نشین موُمبارک و رئیس اعظم میانوالی قریشیاں

۱۲۸۲ھ مطابق ۱۸۶۵ء میں رونق افروز خانۂ مخدوم روشن چراغ بن مخدوم کرم شاہ صاحب ہوئے۔ میرا ان سے تعارف بذریعہ نصف الملاقات باطلاع مولوی محمد عبداللہ صاحب حاکمی ساکن موضع میاں وڈہ ہوا۔ آپ اکثر میرے خطوط کا جواب دیتے رہے۔ ۲۲ جنوری ۱۹۱۲ء کو موضع میانوالی قریشیاں میں حاضر ہو کر زیارت سے مشرف ہوا۔ آپ بڑی محبت سے بغل گیر ہوئے اس وقت آپ نے تین بیگہ زمین میں عالی شان مکانات تعمیر کرنے شروع کیے تھے اور مسجد بھی۔ آپ گھر سے بہت کم نکلتے تھے اور حکام سے بھی ملنے نہیں جاتے تھے۔ مگر آپ خاص مہربانی سے مجھے ۲۳ تاریخ کو موُمبارک لے گئے اور اور حضرت حاکمؒ اور دیگر بزرگوں کے مزارات کی زیارت سے بہرہ ور فرمایا۔ ۲۴ جنوری ۱۹۱۲ء کو مجھے گاڑی پر سوار کرنے کے لیے ترنڈہ اسٹیشن پر آئے اور اپنے ہر دو صاحبزادگان کو بذریعہ تار رحیم یار خاں سے بلا کر ملاقی کرایا اور وقتِ رخصت باوجود انکار تمام نقد روپیہ بھی دیا جو کرایہ آمد و رفت سے دوگنا تھا۔ خیر میں اسے اپنے مصرف میں نہ لایا اور جدِ مشترک کے مزار کی فرش بندی پر خرچ کر دیا۔ آپ نے مجھے تاکید کی کہ اپنے بھائی کرم شاہ کی شادی پر ضرور آنا۔ میں حاضر نہ ہو سکا مگر ۱۳ مئی ۱۹۱۳ء کو ایک نظم میں اپنی مجبوری کا بایں الفاظ اظہار کر بھیجا ؎

کرم شاہ کی کتخدائی ہوئی ۔۔۔ یہ ہے ربِّ ذوالمنن کی رحمت کا دن
ملاقاتِ احباب کا وقت ہے ۔۔۔ یہ ہے ازدیادِ محبت کا دن
وہ آزاد ہیں جو ملازم نہیں ۔۔۔ کہاں نوکری میں فراغت کا دن
میرا دل تڑپتا ہے لاہور میں ۔۔۔ کٹے گا بمشکل یہ فرقت کا دن
مبارک ہو مخدوم صاحب کو آج ۔۔۔ مسرت کا۔ فرحت کا۔ بہجت کا دن

بہاول پور گزیٹیئر میں آپ کے متعلق مسطور ہے کہ موجود سجادہ نشین شیخ احمد شاہ ہیں ریاست کی طرف سے حضرتِ حاکمؒ کے مزار کے تیل چراغ کے اخراجات کے لیے مخدوم صاحب ذاتی جائداد پر سرکاری مالگذاری کا ہشتم حصہ (۲ آنے فی روپیہ) معاف ہے۔ علاوہ ازیں خانقاہ کے لیے چھ سو بیگہ زمین ترنڈہ، موُمبارک اور بہاوڈی پور میں انعام ہے۔

Marfat.com

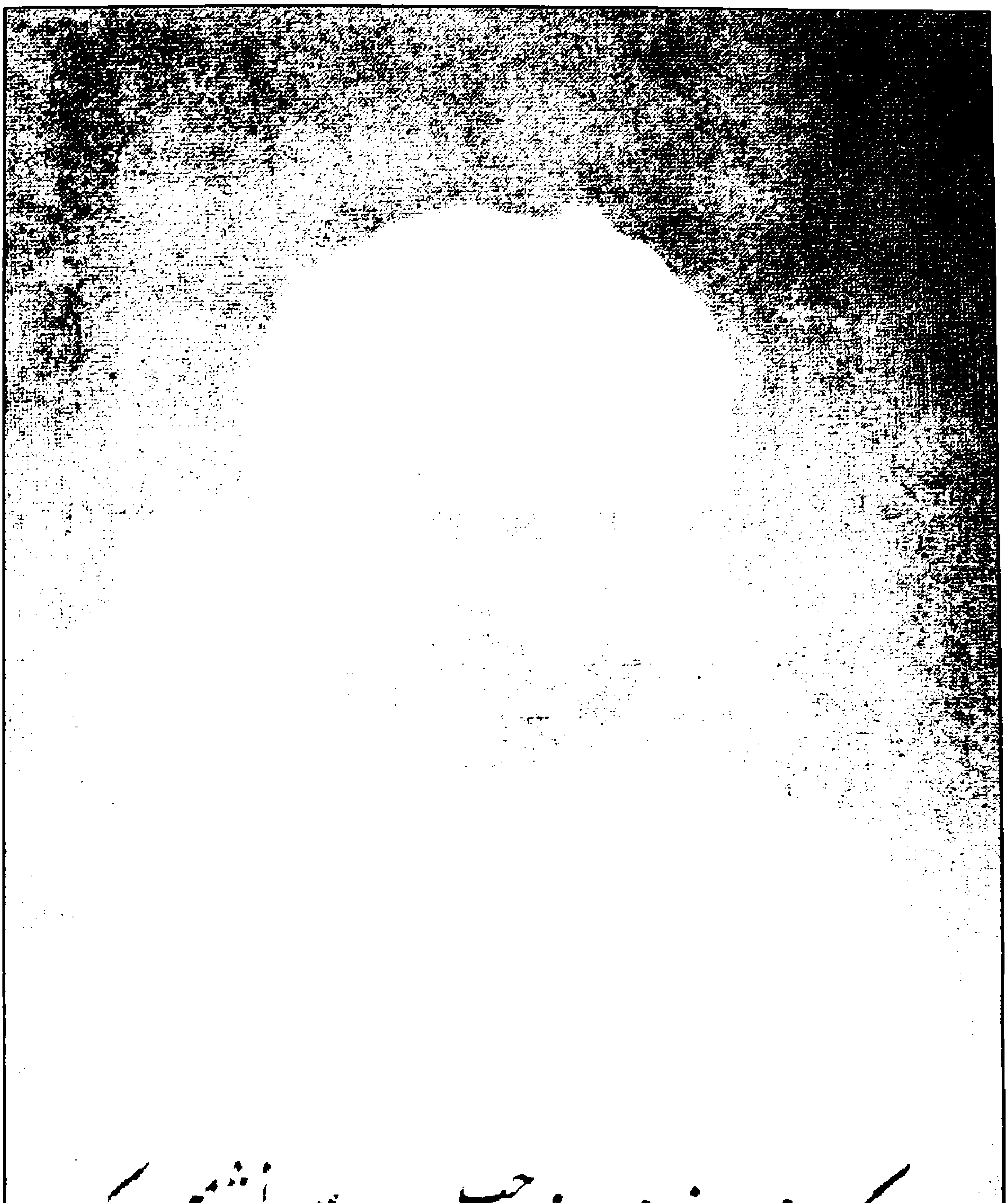

ابوالکرم حضرت مخدوم احمد شاہ صاحب مرحوم سابق سجادہ نشین تونسہ مبارک

Marfat.com

Marfat.com

افسوس مخدوم صاحب موصوف ۱۰/اپریل ۱۹۲۰ء مطابق ۱۳۳۸ھ کو پچپن سال کی عمر میں میانوالی میں فوت اور حضرت حاکمؒ کے جوار میں مدفون ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ع

رب مغفرت کرے تھے نہایت خلیق شخص

سید شیخ موسیٰ

سلطان حمید الدین حاکمؒ سے اتنے ہی واسطوں سے ملتے ہیں جتنے واسطوں سے حضرت عبد الجلیلؒ قطب العالم گویا یہ آپ کے ہم پشت بھی ہیں اور ہمعصر بھی۔ ان کا مقبرہ اور کثیر اولاد اس موضع میں ہے جو آپ ہی کے نام پر موسوم ہے یعنی پنڈی شیخ موسیٰ (ضلع فیصل آباد) جو تاندلیانوالہ اسٹیشن سے (۹۶ میل از لاہور) بفاصلہ پنج کوس جانب جنوب واقع ہے۔ میں مزار کی زیارت اور عزیزوں سے ملاقات کے لیے ۲/جولائی ۱۹۱۶ء کو لاہور سے دس بجے صبح کی گاڑی روانہ ہو کر سوا دو بجے تاندلیانوالہ اور وہاں سے تین بجے پیادہ چل کر راستہ میں آرام لیتا ہوا ۔ بجے قبل شام پنڈی پہنچ گیا۔ پیر دائم شاہ ولد ساندر شاہ کے دیوان خانہ میں میرا ڈیرا ہوا۔ ان کے فرزند نوجوان حیدر علی شاہ اور پیر محمد شاہ ولد سید محمد شاہ کے بیٹے پہلوان شاہ اور عابدین ولد لعل شاہ میری خاطر و مدارت میں رہے۔

مقبرہ شیخ موسیٰ

۲۳/جولائی کی صبح کو مزار پر فاتحہ خوانی کے لیے حاضر ہوا۔ روضہ پختہ بنا ہے اور اس کو ایک نوتعمیر شدہ گنبد ڈھانپے ہے اس وقت اس پر پلستر نہیں ہوا تھا۔ مزارِ شیخ کے دائیں بائیں آپ کا ایک بیٹا اور ایک پوتا آسودہ ہے۔ گنبد کے باہر باقی پانچ فرزندوں کے کچے مزار جانبِ مشرق میں۔ گنبد کا دروازہ جنوب کی طرف ہے جس کے سامنے ایک الگ کوٹھڑی میں جناب شیخ کی زوجہ محترمہ مائی فاطمہ کا مزار ہے جو ملک خیر الدین کھچی کی صاحبزادی تھیں۔ گنبد کے گرد جانب مشرق و مغرب و جنوب حضرت کی اولاد کے مزارات ہیں۔

Marfat.com

سیدنا شیخ موسیٰ بن شیخ محمد شاہ بن شیخ صدر الدین بن شیخ میراں بخش بن شیخ تاج الدین بن سلطان حاکم

- شیخ بدر الدین
  - شیخ اجمل
    - شیخ فتح اللہ
- شیخ مونگر
  - شیخ رکن الدین
  - شیخ بہاؤ الدین
  - شیخ صدر الدین
    - شیخ وڈا
      - شیخ دائم
        - شیخ محمد اعظم
          - شیخ محمد شاہ
            - نور شاہ
              - ابن شاہ
                - لعل شاہ
                  - عابدین شاہ
                  - نور شاہ
                  - بہادر شاہ
            - شیخ مغل شاہ
              - گنج بخش
                - مہر شاہ
                  - وڈے شاہ
                  - سوار شاہ
                    - غوث محمد
                - ایانے شاہ
                  - عبداللہ شاہ
                    - بہادر شاہ
                  - احمد شاہ
                - بہاول شاہ
                  - نادر شاہ
              - دیدار بخش
                - فتح شاہ
                  - دائم شاہ
                    - دیدار شاہ
                    - بہار شاہ
        - الہ یار شاہ
          - فیض شاہ
            - محمد شاہ
              - شاہ دین
                - حیدر شاہ
                  - مراد شاہ
                    - احمد شاہ
                      - لال شاہ
                        - شاہ دین
                      - حیدر شاہ
                - ساندر شاہ
                  - کبیر شاہ
                    - قطب شاہ
                  - فیض شاہ
                    - نور شاہ
                    - پیر شاہ
                    - امیر شاہ
                  - دائم شاہ
                    - حیدر علی شاہ
                  - ڈولے شاہ
                - پیر شاہ
      - سلطان شاہ
        - لعل شاہ
      - خان شاہ
- شیخ نظام الدین
  - دائم شاہ
    - دیندار شاہ
      - سلطان محمود
        - عظمت شاہ
          - زبیر شاہ
            - سردار شاہ
              - نادر شاہ
                - سید محمد شاہ
                  - محمد شاہ
                    - پہلوان شاہ
                    - فضل حسین شاہ
                    - سلطان محمود
                  - زبیر شاہ
                    - سردار شاہ
                    - نادر شاہ
                    - پیر شاہ
                  - مہاون شاہ
                  - بہادر شاہ
                    - نور شاہ
                  - فاضل شاہ
                    - پہلوان شاہ
- شیخ حماد

Marfat.com

اشجارِ کہنہ

مغرب کی طرف زمانہ شیخ کے دو تین وَن کے درخت ہیں ان کے تنے بالکل کھوکھلے ہو چکے ہیں اوران میں اتنی طاقت نہیں رہی کہ شاخوں کے بار کو اٹھا سکیں لہٰذا لیٹ گئے ہیں مگر اپنی مضبوط جڑوں سے خوراک حاصل کر کے ساڑھے چار سو سال سے پتوں کو سبز رکھے ہوئے ہیں۔

مسجد

روضہ سے شمال کی طرف پختہ دالان دار مسجد ہے لمبی خاص ہے مگر بلند کم۔ سردی سے بچنے کے لیے صرف ایک دروازہ تھا جس سے ہوا کافی مقدار میں اندر نہیں جا سکتی تھی۔

رقبۂ موضع

موضع پنڈی کا رقبہ ۱۲ ہزار ایکڑ ہے جس میں سے ۱۴ ہزار بیگہ آباد ہے۔ نہر دو فصلہ ہے مگر پانی کافی نہیں ملتا اس لیے کنویں بھی چلتے ہیں۔ ہمارے بھائی قریباً ۲۵ ہزار روپیہ سالانہ معاملۂ نہری و مال سرکاری کی نذر کرتے ہیں جسے وہ ٹھیکہ کہتے ہیں۔

مکانات

موضع میں دو سو سے زیادہ گھر آباد ہیں پختہ اور دو منزلے مکان ہندوؤں کی قسمت ہیں جو مالکِ اراضی نہیں مگر ساہوکارہ اور تجارت سے زندگی خوشحالی میں بسر کرتے ہیں۔

تعدادِ اولاد

شیخ موسیٰ کی ذکور اولاد کی تعداد اس وقت ہزار سے زیادہ بیان کی گئی تھی۔ موضع کی وسعت اس کی سکونت اور زراعت کی نگہداشت کے لیے کافی نہ تھی اس لیے ان کو رقبہ کی بیرونی حدوں پر آبادیاں قائم کرنی پڑیں۔

آبادیاں

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ پنڈی سے ایک کوس کے فاصلہ پر جانب شمال مشرق ٹھٹھہ فضل شاہ اور چک نمبر ۶۰۷ آباد ہیں۔ اور پتی پدر کی ملکیت ۱۶ مربعے رقبہ پر مشتمل ہے شمال کی طرف چاہ روڈا کی آبادی جس کا رقبہ ۱/۲ ۶ مربعے ملکیت مونگر پتی ہے۔ شمال مغرب کی طرف حویلی شاہ دین شاہ ہے اس کے ۱۲ مربعے بھی

Marfat.com

موںگر پتی والوں ہی کے ہیں جنوب مغرب کی طرف ۱/۴ ۱ کوس پر ٹھٹھہ دھد یانوآلہ موںگر اور حماد پتی کی ملکیت ہے۔اس سے (۳/۴) پونا میل آگے ٹھٹھہ صلابت شاہ ملکیت حماد پتی ہے۔اسی طرف ۱۲ کوس کے فاصلہ پر موضع جرما آباد ہے جس کے رقبہ میں سے ۴۱ مربعے بیرونی حد بست موضع پنڈی ملکیتِ اولادِ شیخ بدرالدین ہے اس کے مالک پنڈی سے بالکل الگ بستے ہیں جنوب مغرب کی طرف ۳ میل پر ٹھٹھہ سید محمد عرف بھوہر جرا ہے۔جس کے ۲۶ مربعے ملکیت پتی نظام ہیں۔جنوب کی طرف دو میل پر ٹبہ ڈھک صلاح وٹوٹا پور وناکی واقع ہیں یہاں ڈیڑھ سو مربعے موںگر پتی والوں کی ملکیت ہیں جنوب مشرق کی طرف دو کوس آبادی جرما کے بیس مربعے ملکیت پتی نظام ہیں۔ چار کوس کے فاصلہ پر چک نمبر ۴۰۲ کے ۲۶ مربعے چار پتیوں (بدر، موںگر، نظام اور حماد) کی ملکیت ہیں یعنی پنڈی کے باہر مضافات میں تیرہ جگہ اولاد حضرت شیخ موسیٰ آباد ہے۔تناسب آبادی کے لحاظ سے فی کس مرد گیارہ ایکڑ زمین حصہ میں آتی ہے۔

چار پتیاں

جیسا کہ اوپر مذکور ہوا موضع پنڈی کی ملکیت چار غیر مساوی پتیوں پر منقسم ہے۔یہ پتیاں شیخ موصوف کے چار فرزندوں کے نام پر موسوم ہیں۔ ہر پتی کا اپنا نمبردار ہے۔ مجھے شیخ موںگر کے تیسرے فرزند شیخ صدرالدین کی اولاد کی مہمانی کا فخر حاصل رہا۔

اولادِ شیخ جلال الدین ولد نورالدین

جدنا پیر نبی بخش نے نسب نامہ میں لکھا ہے۔

عطا شد ز حق نور دیں سپر   کہ شیخ شہاب است آں نامور
ز شیخ شہاب اے مبارک خیال   عزیزاں بداں خرد شیخ جلال

مجھے شیخ جلال الدین کی اولاد کی تلاش تھی۔الحمدللہ کہ اس سفر میں اس کا پتہ مل گیا۔شیخ موصوف کی اولاد کچھ عرصہ سے موضع ڈھگ تحصیل چونیاں میں آباد ہے۔انہی میں سے بھاون شاہ ولد نور شاہ پنڈی میں رکن شاہ ولد چراغ شاہ کے ہاں بیاہے گئے اور یہیں لاولد فوت ہو کر مدفون ہوئے۔ان کے بھائی سلطان شاہ کے پوتے کے پوتے چراغ شاہ ولد سلطان شاہ کی شادی محمد شاہ ولد رستم شاہ کی دختر سے ہوئی۔باپ نے ایک مربعہ زمین داماد کو دی۔اس کا بیٹا نبی شاہ بھی پنڈی ہی میں ابن شاہ ولد نور شاہ کی بیٹی سے بیاہا گیا اور احمد شاہ کا باپ بنا۔احمد شاہ کی شادی بھی پنڈی ہی میں ایانے شاہ ولد گنج بخش کی بیٹی سے ہوئی ہے جس سے سلطان

Marfat.com

شاہ وغیرہ عُمر رسیدہ سال اولاد موجود ہے جو ۱۲۵ ایکڑ زمین کی مالک ہے۔

قومی روایات کی حفاظت

پنڈی میں علم کا چرچا کم رہا ہے اس لیے اولا د شیخ موسیٰ نے کتاب کی بجائے خزانہ دماغ میں قومی روایات اور اسمائے بزرگان کو محفوظ رکھا ہے۔ چنانچہ ہر شخص کو اپنا شجرۂ پشت ہا پشت تک یاد ہے۔ عزیزانِ پنڈی بھی اپنی لڑکیاں برادری سے باہر نہیں بیاہتے ہاں دوسری اقوام کی عورتوں سے شادی کر لینے میں ہم سے زیادہ آزاد ہیں۔ پردہ کا رواج قائم ہو چکا ہے۔

وجہ معاش

سب کا گزارہ زراعت پر ہے جو نوکر چاکر رکھ کر کراتے ہیں اب انھیں محسوس ہونے لگا ہے کہ بہت جلد تقسیم در تقسیم سے زمین گزارہ کے لیے مکتفی نہیں رہے گی لہٰذا ملازمت وغیرہ کے لیے بچوں کو تعلیم دینے کی ضرورت محسوس ہوئی ہے۔

انعام

مویشی اچھی حالت میں دیکھے گئے۔ پیر فیض شاہ صاحب کے پاس ایک خوبصورت نقرہ گھوڑا ہے جو قد، چال، اور نسل کشی کے لیے مشہور ہے۔ تین ہزار کی بیع فسخ کرا کر پھر اپنے گھر واپس لے آئے ہیں گھوڑیوں پر چھوڑنے سے ہر ماہ اسپ والا پانچ روپیہ دے جاتا ہے۔ چھ سو گھوڑیاں آ کر قیمت پوری کر دیں گی۔

مذہب

یہ اللہ کا شکر ہے کہ حضرت شیخ موسیٰ کی تمام اولاد صحیح العقیدہ اور مذہب اہل سنت والجماعت پر قائم ہے کسی بدعتی فرقے کا اثر نہیں پڑا۔ الحمدللہ علیٰ ذالک۔

حالاتِ غوثِ دَوراں حضرت شاہ موسیٰ علیہ الرحمتہ

(رقم کردہ پیر حیدر علی شاہ[1] از اولاد شیخ موصوف ساکن پنڈی شیخ موسیٰ)

''سید ابوالخیرؒ (مرید حضرت عبدالجلیلؒ) اور شاہ حبیبؒ موہل، نصیرالدین بودلہؒ اور حضرت شیخ موسیٰؒ کا ایک ہی زمانہ ہے اور مدتوں تک سیر و تفریح میں اکٹھے رہے اور ایک ہی پیر کے مرید ہوئے۔''

---

[1] برادرِ موصوف ایک محقق بزرگ ہیں مطالعہ وسیع ہے اور حالاتِ خاندان کی اشاعت میں قلمے درمے معاونت کرتے رہتے ہیں جزاہ اللہ احسن الجزا۔

Marfat.com

''ملک خیرالدین و ملک گھسن و ملک اجو کھچی عرف چدو ان مہاراجہ پرتھی راج کی اولاد سے ہیں۔ ان کے مورثِ اعلیٰ رائے گیندا ہیں جنھوں نے گڑھ نگور کو آباد کیا۔ ملک خیرالدین، ملک اجود، ملک گھسن ہندوستان سے آ کر اپنی پناہ دہی کے واسطے برلبِ دریائے راوی موضع جھالرہ میں آباد ہو گئے۔ یہی ملک خیرالدین ہیں جنھوں نے اپنی حور طلعت بیٹی بی بی خاتون بیگم حضرت شیخ موسیٰ سے بیاہ دی۔ جن کا ذکر میرے بزرگوں نے اس طرح بیان کیا اور یہی مشہور ہے کہ جب پہلی دفعہ حضورؒ جھامرہ میں تشریف لائے لوگوں میں رسوم قبیحہ (دختر کشی وغیرہ) دیکھ کر حیران رہ گئے۔ تب آپ نے پُر تاثیر وعظ کر کے کفر وظلمات و بدرسوم کا تدارک کیا۔ ملک خیرالدین سردارِ قوم تھے حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ عرض کی کہ میں ان ظالم گنہگاروں میں سے ہوں جس نے اپنی زندہ لڑکی کو زمین میں دفن کر دیا ہوا ہے۔ کیا میری بخشش بھی ہو سکتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں تم اپنی بدکرداری سے تائب ہو جاؤ۔ تب اس نے سرِ نیاز قدموں پر رکھ دیا۔ آپ نے اس کو توبہ کرائی اور مرید کیا اور ارشاد فرمایا کہ چلو ہم کو وہ جگہ دکھاؤ جہاں لڑکی کو زندہ دفنایا ہے۔ جب لڑکی کے مدفن پر تشریف لے گئے اس جگہ کو کندہ کرایا۔ خدائے حیّ وقیوّم کی قدرت سے ایک مٹکے میں لڑکی جوں کی توں زندہ نکلی۔ آپ نے اس کا نام بی بی خاتون رکھا اور والدین کے سپرد کیا اور فرمایا کہ یہ لڑکی بزرگ اور صالح ہو گی اس کی پرورش بدل کرتے رہنا پھر آپ یہاں سے رخصت ہو کر موضع تجّا کی طرف روانہ ہو گئے۔ ملک خیرالدین اپنی لڑکی میں بزرگانہ آثار وانوار دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور جنابِ باری تعالیٰ کا شکر بجا لائے یہاں تک کہ آپ جوان ہو گئیں ادھر حضرت شیخ موسیٰ سیر وسیاحت سے مراجعت کر کے اپنے گھر مومبارک تشریف لے جا رہے تھے جب حضور کا گزر پھر جھامرہ میں ہوا۔ تو ملک خیرالدین نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ میری وہ مدفونہ لڑکی جو اللہ بزرگ و برتر اور حضور کے قدم کی برکت سے زندہ نکلی۔ اب جوان ہے اس کو اپنی غلامی میں قبول فرمائیے۔ آپ نے اس کی درخواست منظور کر لی اور بی بی خاتون بیگم کو اپنے حبالۂ نکاح میں لے لیا۔ مروی ہے کہ آپ کی شادی کا انتظام رائے حبیو خاں رئیس نے سرانجام دیا۔ رائے حبیو خاں اور اس کے پسر پیر علی خاں و فیروز بخش و سہتے خاں آپ کی دعاءِ مکرم میں سے تھے اور ان لوگوں نے حضور کے فرزندوں کو کئی لڑکیاں حبالۂ نکاح میں دیں۔''

''بربنائے مندرجہ بالا وجوہات یہ معلوم ہوتا ہے ہے کہ حضرت عبدالجلیلؒ چوہڑ بندگی عظمہ اللہ تعالیٰ اور شیخ موسیٰ کا قرب قریب ایک ہی زمانہ ہے۔ پھر تعجب ہے کہ ان بزرگوں کا باہمی تعارف کا حال

Marfat.com

مذکور نہیں مریدوں کا تعارف مذکور ہے۔''

''حضرت شیخ موسیٰ علیہ الرحمتہ کی تاریخ پیدائش و وصال کا صحیح پتہ نہیں چلا کیونکہ آپ کے مکتوبات گم ہو گئے ہیں جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں فوج کے ایک افسر جس کا نام بیر کلی تھا کی غلط فہمی سے پنڈی شیخ موسیٰ تاراج ہو گیا اس کے مکانات جل گئے سکھوں کا شاہی قلعہ جو اس گاؤں میں مشہور تھا توپ سے اڑا دیا گیا۔ یہاں تک کہ حضور کی مسجد بھی نذرِ آتش ہو گئی اور بڑے بڑے پیرزادوں کے گھر عدم موجودگی میں جل گئے چونکہ یہاں کے باشندے فوج کی خبر پا کر پہلے ہی جانیں بچا کر بھاگ گئے تھے۔ بدیں وجہ قلمی کتب زیر و بالا ہو گئیں۔ بیر کلی مذکور اسی روز بمعہ اپنے کئی ساتھیوں کے مارا گیا۔ لوگوں کا یقین ہے کہ اس کا یہ انجام حضرت شیخ موسیٰ کے دیار کی بے ادبی کی وجہ سے ہوا۔ اس کی قبر منٹگمری میں ہے اس پر انگریزی حروف میں لکھا ہوا ہے کہ یہ نور شاہ سٹیٹ کے لوگوں سے لڑتا ہوا مارا گیا۔''

''مطبع دہلی کی ایک کتاب اخبار الاخیار فی ترجمہ اخبار الاخبار میں آپ کے مرشد سید بدیع الدین قطبِ مدار کی تاریخ وصال ۸۳۸ھ لکھی ہوئی ہے۔ علاوہ ازیں چند دیگر کتابوں میں بھی اسی طرح ہے۔ پس اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور کا ظہور نویں صدی ہجری میں ہوا جو آپ کے حالات میں لکھ دیا گیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

''باقی جو حالات لکھے گئے ہیں وہ مشہور ہیں اور صحیح ہیں۔ ایک پنجابی قصیدہ میں آپ کی عمر پانچ سو سال بتائی گئی ہے۔ مگر یہ قول صحیح نہیں۔''

نوٹ: واضح ہو کہ خیر الدین و ملک گھسن کی اولاد کے بفضلہ سیکڑوں گاؤں آباد ہیں جو کہ حلقہ بگوش غلام ہیں اور ان بزرگان کے حالات ہر فرد بڑی وضاحت سے بیان کیا کرتا ہے۔''

''حضرت شاہ موسیٰ کا شجرۂ نسب قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین سلطان الاولیا حضرت سلطان حمید الدین حاکمؒ والیٔ کیچ مکران تک حسب ذیل ہے:

''بدر الطریقت برہان الحقیقت عارفوں کے چاند صوفیوں کے سرتاج حضرت شیخ موسیٰ بن مخدوم غوث العارفین محمد شاہ غوثؒ بن مخدوم شہ صدر الدینؒ بن مخدوم عماد الدین حماد بن مخدوم شاہ میراں موج دریا بن مخدوم تاج الدین اولیا بن مخدوم ابوالغیث سلطان حمید الدین حاکمؒ شاہ کیچ مکران۔''

Marfat.com

ولادت

آپ کی ولادت مومبارک ریاست بہاول پور میں ہوئی۔ نویں صدی ہجری میں آپ کا ظہور ہوا آپ دس سال کے تھے کہ والدین نے انتقال فرمایا۔ علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد غلبۂ شوق و جذبۂ محبتِ الٰہی دامن گیر ہوا۔ کمالات و مقالاتِ عالیہ کے آثار زمانۂ طفولیت ہی سے پیشانی مبارک پر ظاہر تھے تیس سال تک پنجاب میں مختلف مقامات پر جنگل میں گزارے ماسوا یادِ الٰہی خواب و آرام سے کچھ کام نہ تھا۔ بڑے مجاہدات و ریاضیاتِ شاقہ سے تصفیہ باطن کا کیا حضور جس جگہ تشریف لے جاتے لوگ انوارِ الٰہی دیکھ کر پروانوں کی طرح جمع ہو جاتے چونکہ آپ کو تصفیہ باطن کرنا تھا۔ جب خلق کا رجوع عام دیکھتے وہاں سے اور جگہ چل دیتے چنانچہ بعض جگہ آپ کے مشہور تکیے پائے جاتے ہیں مثلاً ٹھنڈہ حاجی رتن صاحب موضع جبّا تحصیل چونیاں ضلع لاہور۔ دربار شاہ ہمدان واقع منٹگمری۔ ڈجکوٹ۔ کوہ مدار۔ جھامرہ اور چنیوٹ وغیرہ وغیرہ۔''

''بعدہٗ سلطان الاولیا غوث العارفین سید بدیع الدین قطب مدار مکن پوری کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کی اور خرقۂ خلافت سے مشرف ہوئے۔ اصل مزار پنڈی شیخ موسیٰ ضلع لائل پور میں مرجعِ خلائق ہے اور آپ کی اولاد بھی اسی موضع میں آباد ہے بوقتِ رخصت آپ کے پیر طریقت قطب مدار نے ایک بہشتی چادر زیب تن کرائی اور کلاہِ زرّیں جو بمنزلہ تاج کے تھا سر پر رکھا اور عصائے خاص و مصلیٰ و مسواک دے کر فرمایا کہ جا جس جگہ تجھے غلہ جوار کی روٹی شہد کے ساتھ اور اونٹنی کے شِیر کی لسی ایک وقت میں میسر آئے اور یہ مسواک سبز ہو جائے وہی تیرا مقام ہوگا۔ چنانچہ جب حضورؒ یہاں پہنچے جہاں آپ کا مزار ہے تو وہ مندرجہ بالا فرمانِ مرشدی پورا ہوا۔ پھر سفر سے کنارہ فرمایا۔''

''سابقہ نام اس شہر کا کچر بتایا جاتا ہے جس کی جامع مسجد عید گاہ کے کھنڈرات کے نشان موجودہ گاؤں کی شرقی جانب پائے جاتے ہیں ایک روایت میں پنڈی میر شہداد ہے۔ غالباً یہی قول صحیح ہے کیونکہ ایک قبرستان موسومہ بہ میر شہداد جانب گوشہ جنوب غرب ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر متصل کھائی نادر شاہ اب بھی مشہور ہے۔ دیگر تذکرۂ قطبیہ میں بھی اس گاؤں کا ذکر آیا ہے۔ ملک خیر الدین کھچی کا مزار اس قبرستان میں بتایا جاتا ہے جو پنڈی شیخ موسیٰ سے بسمت گوشہ جنوب مغربی تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اس کے اسی گوشہ کی طرف قدیم گاؤں جو اب بالکل بصورت ٹیلہ کے ہے آباد تھا اس کا نام خاص کر میر پور تھا۔ یہاں

Marfat.com

ایک مسمار شدہ قلعہ کے بھی نشان پائے جاتے ہیں اس شہر میں قوم بلوچ آباد تھی۔ یہ طائف الملو کی کا زمانہ تھا چنانچہ اس گردونواح میں اس قوم کی تین ریاستیں مشہور تھیں یعنی ستگھرہ خان کمالؔ اور پنڈی میر شہدادؔ۔ خاص کر پنڈی میر شہداد کے رہنے والے برائے نام مسلمان تھے۔ نہایت سخت گیر۔ بدمزاج۔ مے نوش اور منکرِ درویشاں تھے اس جگہ اس وقت جہالت کا آفتاب نصف النہار پر تھا۔ فسق و فجور، کفر ونفاق کے بادل آسمان بن کر زمین کو گھیرے ہوئے تھے کیا مرد کیا عورت کھلے بندوں رسومِ کفار کے مرتکب تھے الغرض شرک و بدعات کی وجہ سے دوزخ کی بھٹی کا نمونہ بنا ہوا تھا۔ احکامِ شریعت وراہِ کتاب وسنت کو کوئی بھول کر بھی یاد نہ کرتا تھا کہتے ہیں کہ شراب کشید کرنے کی سات سو بھٹیاں تھیں۔ آثارِ شریعت معدوم ہو چکے تھے۔

''جب حضورؒ موضع میر شہداد میں وارد ہوئے تو ایک چاہ پر چند ساعت کے لیے توقف فرمایا اس کوئیں پر ایک شیخ عبداللہ نامی کھوکھر کاشت کیا کرتا تھا جو درویشوں کا خدمت گزار اور بڑا متواضع تھا۔ آنحضورؒ میں انوار بزرگانہ دیکھ کر قدم بوس ہوا۔ اسی وقت اس کی عورت غلہ جوار کی روٹی۔ شہد اور اونٹنی کے دودھ کی لسی لے کر آئی۔ شخص مذکور نے کھانا کھانے کے لیے درخواست گزاری اور دہی روٹی لا کر بمعہ شہد ولسی آپ کے سامنے رکھی۔ جب حضور نے دیکھا فرمایا۔ مرحبا۔ لبیک اور مسکرائے۔ مسواک کو دیکھا تو سبز نظر آئی آپ نے بسم اللہ شریف پڑھ کر کچھ اس میں سے تناول فرمایا اور باقی آپ کے خادم سلیمان نے جو اپنے وقت کے شیخ تھے درویشوں میں تقسیم کر دیا۔ بعد تناول ماحضر کے شہر میں داخل ہو کر رؤسائے شہر کو جن کے نام حسب ذیل ہیں طلب کیا:

''لستر خاںؔ، رہدیوخاںؔ، علی فتح خاں، جلال خاںؔ، سمند خاں، علی داد خاں وغیرہ وغیرہ۔ چونکہ یہ لوگ حکومت اور مے مست کے نشہ میں مدہوش تھے آپ کے ارشاد کی کچھ تعمیل نہ کی تاہم پھر بھی آپ نے احکامِ شریعت وراہِ سنت سے آگاہ فرمایا اور ہر طرح نرمی و سختی سے ظاہر و پوشیدہ سمجھایا۔ مگر قوم بدنصیب کا ہدایت قبول کرنا تو کجا آپ کو عیوب سے یاد کرنے اور ایذا دینے میں کوئی کمی نہ کی حتیٰ کہ کفر و بدعات اور شرک ونفاق کی وجہ سے یہ قوم عتابِ الٰہی میں گرفتار ہوئی۔ آپ عصائے مبارک زمین میں گاڑ کر یادِ خدا میں مشغول ہوئے کئی روز کے بعد جب بہت سے لوگ طرح طرح کے عذابوں سے فی النار ہو گئے تو خود بخود آ کر سربسجود ہوئے اور منت وسماجت کر کے اپنی بدکرداری سے تائب ہو کر راہِ راست پر آئے اور اکثر حلقہ بگوش ہو کر دولتِ سرمدی سے مالا مال ہوئے اور یہ شہر آپ کے حوالہ کر کے اردگرد آباد ہو گئے اس سے پیشتر

Marfat.com

آپ نے فرمایا تھا کہ بلوچ، ڈنگ اور مچھر یہ تینوں یہاں رہنے نہ پائیں ورنہ عذابِ الٰہی میں مبتلا ہوں گے۔ اسی لیے اب تک یہ چیزیں یہاں نہیں رہ سکتیں اگر خدانخواستہ چند روز رہ بھی جائیں تو کسی نہ کسی بلا میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔''

''ان کے علاوہ مچھر اور ڈنگ جو ایک قسم کی زہریلی مکھی ہوتی ہے موسم برسات میں گائے، بھینس اور گھوڑوں کو بہت ستایا کرتی ہے۔ اس کے کاٹنے سے اکثر جانور مر جاتے ہیں۔ آپ کی دعائے مستجاب سے ان پردار موذیوں کا بھی پنڈی شیخ موسیٰ میں امن ہے۔ اب یہاں مچھر کسی کو نہیں کاٹتے۔ علاقہ ڈیک پر اس کا عارضہ اب بھی پایا جاتا ہے۔''

''بالآخر اس شہر نے اس قدر ترقی کی کہ آمد و رفت بود و باش صلحائے کرام سے پنڈی میر شہداد کی بجائے پنڈی شیخ موسیٰ مشہور ہو گیا۔ چونکہ آپ کی دلیل روشن اور براہین قوی تھے۔ فتوحات بکثرت ہونے لگیں فیض برکات اور فضل و کمال کے نور سے بدعت کی عالم گیر تاریکی کافور ہو گئی اور روحانی فیض کی روشنی آسمانِ شہرت پر آفتاب بن کر چمکنے لگی اور اطراف و جوانب سے آپ کے شرفِ ملازمت میں حاجتمند و اہلِ اخلاص حاضر ہونے لگے اس شہر اور گرد و نواح کے لوگ جو دھواں دھار کفر سے تیرہ و تار ہو رہے تھے۔ آپ کے قلبِ نورانی کی شعاعوں سے جگمگا اٹھے۔ فیضانِ ظاہری و باطنی سب عام ہو گیا۔ آثار شریعت تھے آپ کے قلبِ نورانی کی شعاعوں سے جگمگا اٹھے۔ فیضانِ ظاہری تاہنوز بدستور جاری ہے۔ اہلِ حاجت پر نہایت شفقت۔ ہر شخص اپنے مرتبہ کے موافق اپنی مراد کو پہنچتا ہے اہلِ اخلاص کے لیے دربار عام کھلا ہے۔ محرومی کا آپ کے ہاں نام نہیں۔ آپ کی شانِ عالیہ کا کوئی بیان نہیں ہو سکتا۔ دنیا میں آپ کی کرامات و اعجاز جس قدر مشہور ہیں۔ بندہ کو احاطۂ تحریر کی طاقت نہیں کہ خامہ فرسائی کر سکے۔''

''موجودہ حالت میں آپ کے حلقۂ ارادت رکھنے والے مریدوں کی تعداد سات لاکھ تیس ہزار ہے جو خدا کے فضل و کرم سے اب تک آپ کی اولاد کے تابع اور خدمت گزار چلے آ رہے ہیں اور خاص کر بڑی بڑی زبردست قومیں آپ کی مرید ہیں۔''

آپ کا دربار معلّٰی

آپ کا دربار معلّٰی عین درمیان گاؤں کے مرجعِ خلائق ہے جس پر ایک خوبصورت گنبد بنا ہوا ہے۔ اس کے تین دروازے ہیں ایک شرقی، ایک غربی اور ایک جنوبی۔ جنوبی دروازہ کھلا ہے باقی دونوں

Marfat.com

دروازے بند ہیں لیکن یہ دونوں دروازے بالکل بند نہیں بلکہ بصورت پنجرہ کے بند ہیں جن سے روشنی و ہوا کافی آسکتی ہے۔ شمالی طرف آپ کی مسجد واقع ہے جو اسی زمانہ میں آپ کے مرید نواب کبیر خاں زبیرہ نے بنوائی تھی۔ اس کے فرزند حسن خاں و فتح خاں اور نور محمد خاں و جہان خان شہید آپ کے مرید تھے۔ روضہ کے جنوبی طرف ایک چھوٹا سا مقبرہ ہے جس میں دو مزار ہیں۔ جو مزار جانبِ چپ ہے وہ آپ کے حرمِ محترم بی بی خاتون دختر ملک خیر الدینؒ کھچی کا ہے دوسرا مزار بی بی اصغری کا ہے۔ ۱۳۲۰ھ یا ۱۳۲۱ھ میں یہ صاحبزادی خان بہادر پیرزادہ مظفر احمد صدیقی ڈپٹی کلکٹر مرحوم ساکن قصبہ مہم ضلع رہتک کی تھیں۔ نیز ایک بہت چھوٹی سی چار دیواری جو بالکل بوسیدہ ہوگئی ہے اس میں والدۂ نور شاہ کھگہ آرام فرما ہیں۔ آپ بڑی صالحہ اور پاک دامن عابدہ تھیں۔ بوقتِ نزع لواحقین کو نصیحت کی کہ مجھے ملتان میں دفن نہ کرنا بلکہ میرے پیر شیخ موسیٰؒ کے دربار میں دفن کردو۔ نیز ایک مزار بیرونِ مسجد ملا حمزہ رحمتہ اللہ علیہ سیال کا واقع ہے۔ یہ اپنے وقت کے شیخ تھے اور جناب شیخ موسیٰ کے مرید تھے۔ آپ کا گاؤں ضلع منٹگمری (حال ساہیوال) میں آپ ہی کے نام نامی سے اب تک مشہور ہے۔"

"دربار مسجد کا رقبہ ۶ کنال کے قریب ہے اس میں بیس درخت ون کے۔ دو پیپل کے اور ایک پھرواں کا موجود ہے۔ اس کی ہری ہری نازک شاخیں بیدِ مجنوں کی طرح جھک جھک کر روضۂ اقدس کی آستانہ بوسی کر رہی ہیں۔ باقی ون کے درخت سب اسی کے بچے ہیں۔ سوائے گنبد کا اندرونی پلستر تا حال نہیں ہوا۔ اب مسجد آپ کی شہید ہونے والی ہے اس واسطے میں جملہ اولاد جناب غوث پاک کی توجہ اس طرف مبذول کراتا ہوں کہ مسجد از سرِ نو تعمیر کرائی جائے اور روضہ میں سنگ مرمر کا فرش لگا کر پلستر کرایا جائے تا کہ آپ کی شانِ والا میں فرق نہ آوے۔"

"نیز عرض ہے کہ ہر آئے سال چند ایک زائرین برائے چلہ کشی آپ کے دربار میں آتے رہتے ہیں جو اپنی مراد کے موافق دولتِ سرمدی سے سرشار ہو کر رخصت ہوتے ہیں۔"

نذر و نیاز کے علاوہ دربار کو کافی آمدنی ہے۔ جو مواضعات آپ کی اولاد کے زیرِ قبضہ ہیں ان میں اناج کی جس قدر پیداوار ہوتی ہے فی خرمن چاہے دس گھماؤں کا ہو چاہے ایک کا۔ دس سیر غلہ دربار کا نکالا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں ہر ایک مربعہ سے بوقتِ پختگی فصل ایک بھری پٹھے خوشہ دار مجاور دربار وصول کر لیتے ہیں۔ غلہ اور پختہ اناج کی ایک بھری کا اندراج جمعبندی میں بھی مقرر ہے۔ اس سے نصف مسجد کے

Marfat.com

لیے اور باقی نصف سے نصف مجاور اور نصف وقف رہتا ہے۔ جو عموماً دربار مسجد کے اخراجات میں صرف ہوتا رہتا ہے۔ خاص کر پیر عبداللہ شاہ صاحب ولد پیر ایانے شاہ صاحب جو بطور سجادہ نشین کے ہیں۔ وقف مال ان کے پاس جمع رہتا ہے۔"

"پچھلے زمانہ میں چھ صد روپیہ دربار کے نام جاگیر تھا۔ اس کے کاغذات راقم الحروف (حیدر علی) کے پاس موجود ہیں۔ مگر اب جاگیر کوئی نہیں۔ آپ کا عرس مبارک ہندی ماہ ساون کی ۵ تاریخ کو ہوا کرتا تھا مگر عرصہ تیس سال سے کبھی نہیں ہوا جس کی وجہ سے فتوحات بہت کم ہوگئی ہیں۔ اولادِ غوث کو چاہیے کہ آپ کا عرس مبارک زور شور سے کیا کرے۔"

آنحضورؒ کی اولاد

ملک خیرالدین کھچی کی دختر نیک اختر بی بی خاتون کے شکم سے حضور کے گھر چار بیٹے ہوئے جو اپنے وقت کے غوث تھے۔ فقر وفنا میں بے نظیر اور فضل وکمال میں ایک موجزن سمندر تھے۔ اسمائے گرامی حسبِ ذیل ہیں:

۱۔ مخدوم بدرالدین بدر ۲۔ مخدوم مؤالمعروف شیخ مونگڑ (مؤلف کتاب مظاہر موسوی گم شدہ) ۳۔ مخدوم نظام الدین ۴۔ مخدوم عمادالدین حماد ثانی۔ حضرت مخدوم بدرالدین کا مزار باپ کے جانب چپ روضہ کے اندر ہے۔ باقی فرزندان کے مزار بیرون روضہ مشرقی جانب واقع ہیں۔ تاریخ وصال وپیدائش کا صحیح کوئی علم نہیں۔ شیخ المشائخ مخدوم المعروف شیخ مونگڑ بن حضرت شیخ موسیٰ آپ مخدوم بدرالدین سے چھوٹے ہیں۔ حضرت شیخ موسیٰ نے اپنے آبائی وطن مومبارک کی یاد میں آپ کا نام شیخ مورکھا۔ آنحضورؒ بموجب روایتِ عام وخاص جامع تصنیف بھی تھے۔ آپ کی ایک کتاب مظاہر موسوی آپ کے خاندان سے گم ہوگئی ہے آپ کا دریائے فیض باطنی اور جود وسخا سے ظاہری بدستور تاہنوز جاری ہے۔ آپ کی اولاد میں شروع سے لیاقت وبزرگی خاص کر وراثتاً چلی آتی ہے۔ آپ کے ہاں تین فرزند ہوئے۔ ۱۔ مخدوم شاہ صدرالدین ثانی ۲۔ مخدوم رکن الدین مخدوم ۳۔ بہاؤالدین۔ مخدوم شاہ صدرالدین کے ایک ہی پسر تھے۔ مخدوم وڈے شاہ اور ان کے تین لڑکے ہوئے۔ مخدوم سلطان شاہ جد نا پیر عابدالدین شاہ (نور شاہ وبہادر شاہ وغیرہ اور ۲۔ مخدوم خان شاہ جد حضرات صالحون شاہ مرحوم وحسن شاہ اور سعداللہ شاہ مرحوم ۳۔ پیر دائم شاہ ان کے ہاں دو لڑکے ہوئے۔ یکے مخدوم محمد اعظم شاہ جدِّ حضرت نادر شاہ ولد بہاول شاہ،

Marfat.com

عبداللہ شاہ ولد ایانے شاہ، دائم شاہ ولد فتح شاہ، غوث محمد ولد اسوار دوڈے شاہ وغیرہ اور دوم مخدوم اللہ یار شاہ جو صاحبِ طریقت بزرگ گزرے ہیں۔

نمبرداراں

از اولادِ شیخ موسیٰ ۱۔ نور شاہ ولد فیض شاہ پتی مونگر ۲۔ حیدر شاہ ولد نتھو شاہ حماد پتی چک نمبر ۴۰۲ ذیلدار نمبردار موضع حویلی شاہ دین شاہ مملوکہ خود ۳۔ غلام علی شاہ نمبردار پنڈی (شہامت شاہ ولد فتح شاہ سربراہ) ۴۔ نادر شاہ ولد احمد شاہ مونگر پتی نمبردار ساکن پنڈی ۵۔ عبداللہ شاہ ولد محمد شاہ ذیلدار ساکن پنڈی شیخ موسیٰ نمبردار پتی بدر ۶۔ اکبر شاہ ولد حیات شاہ اعلیٰ نمبردار پتی بدر نظام ۷۔ احمد شاہ ولد حیات شاہ انعام خوار۔

ابتدائے عملداریِ سرکار میں موضع شیخ موسیٰ کے گرد شورش

منٹگمری گزیٹیئر میں لکھا ہے کہ ۱۸۴۹ء میں سکھوں اور انگریزوں کے درمیان لڑائی نے انگریزوں کے قدم جمادیے۔ لڑائی کے دوران میں دھارا سنگھ (گوگیرا نکاری) ولد ہرسنگھ نے کھرل سردار احمد ساکن جھمرا (جو پنڈی سے شمال مشرق کو دو میل ہے) کی انگیخت پر حکومت برطانیہ کے خلاف بمقام ستگھرا قبضہ کرنے کی کوشش کی۔ احمد نے دغا دی اور اس کے خلاف ایک فوج لایا اور بڑے بھاری نقصان سے شکست دی۔ بعدازاں دھارا سنگھ نے رام نگر اور گجرات پر لڑائیاں کیں۔ ۲۱ ستمبر ۱۸۵۷ء کو احمد کھرل اور انگریزوں کے درمیان گوگیرا (جو پنڈی سے ۷ میل مشرق کو ہے) سے ۶ میل پر بمقام گشلوری جنگ ہوئی۔ سرکاری رسالہ کو پسپا ہونا پڑا۔ مگر دوسری لڑائی میں احمد کھرل بمعہ سرنگ سردار کام آیا۔ مسٹر برکلے ای اے سی نے کوڑے شاہ کے قریب (جو پنڈی سے ۱۳ میل جانب جنوب ہے) سیالوں کو منتشر کیا مگر دوسرے روز محمد پور کو جاتے ہوئے کوڑے شاہ کے مضافات میں اس پر حملہ ہوا اور پچاس ہمراہیوں سمیت مارا گیا۔

کھرل، وٹو (جو راجہ سالباہن سیالکوٹی کی نسل سے ہیں اور اپنے کرم و مہمان نوازی پر نازاں ہیں) فتیانے، مروانے، بھینےوالے، بھگیلے، جوئیے شریکِ شورش تھے۔ اس میں سوا پانچ لاکھ روپیہ کا نقصان ہوا (تین لاکھ صرف کمالیہ میں) لیڈر ماخوذ ہوکر پھانسی۔ کالے پانی اور مختلف قیدوں کے سزایاب ہوئے۔ چار لاکھ روپیہ ضبطی جائداد سے حاصل کرلیا گیا اور سوا لاکھ کے قریب برآمد ہوکر مالکوں کو ملا۔ جب ماخوذین

Marfat.com

کی طرف سے رہائی کی درخواست ہوئی تو سرکار نے ضمانت مانگی اور کہا کہ پیر نادر شاہ ساکن پنڈی شیخ موسیٰ ضمانت دیں تو رہائی ہوسکتی ہے۔ چونکہ ان کو علاقہ کی پاسداری منظور تھی ضمانت دے دی مگر بعد ازاں شورش ہوئی۔ دشمنوں نے پیر صاحب کے خلاف شہادتیں دیں اور آپ کالے پانی بھیجے گئے اور وہیں فوت ہوگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

گزیٹیئر میں پنڈی کا کہیں ذکر نہیں۔ یہ زبانی بیانوں پر مبنی ہے اور صحیح ہے۔ اس سے اتنا ثابت ضرور ہوتا ہے کہ پیرانِ پنڈی کا علاقہ میں بڑا اثر ہے۔ یہ بات خان بہادر میرزادہ مظفر احمد صاحب نے لاٹ صاحب بہادر سے بھی کہی تھی اور مشورہ دیا تھا کہ ان کی دلجوئی سے ہاتھ میں لینا گورنمنٹ کے لیے مفید ہے (آج برادرم حیدر علی شاہ نے ایک طویل فہرست دیہات مریدانِ حضرت شاہ موسیٰ کی ارسال کی ہے اس میں مختلف اضلاع پنجاب میں چھ سو کے قریب دیہات کے نام دیے ہیں اور لکھا ہے کہ کئی پتیوں کے مرید ابھی نہیں لکھے۔ اس حساب سے اور سینکڑوں گاؤں مریدوں کے نکلیں گے۔ نامی ۴۷-۷-۱۶)

مفید نوٹ: ۱۸۴۹ء میں جب سرکار نے قبضہ کیا تو منٹگمری کا صدر مقام پاک پٹن قرار پایا۔ ۱۸۵۲ء میں گوگیرہ۔ ۱۸۶۵ء میں ساہیوال اور آخر ۱۸۲۸ء میں خاص منٹگمری۔

سلطان حاکمؒ کی اولاد کے دوسری برادریوں سے تعلقات رشتہ داری

۱۔ ریاست بہاول پور میں

مولوی غلام حسین صاحب سابق ہوم منسٹر ریاست بہاول پور کی دو صاحبزادیاں جو مولوی شمس الدین صاحب وزیر تعلیمات ریاست بہاول پور کی ہمشیرگان ہیں۔ برادرم روشن چراغ صاحب نمبردار مو مبارک وغیرہ و آنریری مجسٹریٹ و منصف درجہ اول کوٹ سمابہ و برادرم اللہ رکھا صاحب (اختر حسین) پسر حاجی نور محمد صاحب مرحوم آنریری مجسٹریٹ میانوالی سے بیاہی ہوئی ہیں۔

۲۔ برادرم محمد بخش صاحب

آپ آنریری مجسٹریٹ درجہ اول و منصف درجہ اول مومبارک کو مولوی فضل حسین صاحب چیف جسٹس بہاولپور کی فرزندی کا شرف حاصل ہے۔ مولوی صاحب موصوف کے بیٹے مسٹر انوار حسین صاحب (انگلینڈ ریٹرنڈ) رحیم یار خاں ڈویژن میں سب ڈویژنل آفیسر انہار ہیں۔

Marfat.com

۳۔ برادرم منور شاہ

برادرم منور شاہ ولد سلطان شاہ ساکن مومبارک جو صرف ایک مربعہ زمین کے مالک ہیں کی بیوی مولوی محمد اکبر صاحب ڈسٹرکٹ جج بہاول پور کی بھتیجی ہے۔ یہ وہی جج صاحب ہیں جنھوں نے بڑے غور و خوض کے بعد فیصلہ دیا تھا کہ کسی مسلمان کی بیٹی اس شخص کے نکاح میں نہیں آسکتی جو رسول اللہ ﷺ پر ختم نبوت کا منکر ہو۔

نوٹ: مجھے نہ مومبارک سے معلوم ہو سکا نہ برادرم روشن چراغ صاحب نے مطلع کیا۔ ورنہ میں ضرور ان مولوی صاحبان کے خاندانی حالات درج کتاب کرتا جنھوں نے میرے بھائی کو اپنی فرزندی سے سرفراز فرمایا ہے۔

لاہور میں رشتہ داریاں

لاہور میں اشرفِ خاندان اور میری والدۂ مرحومہ (ہمشیرۂ اشرف) کا قریبی تعلق رشتہ داری مولوی عبدالحمید ایم۔اے کے والدِ بزرگوار منشی غوث محمد مرحوم ساکن اندرون یکی دروازہ اور مرزا اکبر علی (برادر زادۂ مرزا ظفر علی مرحوم جج ہائی کورٹ) کی جدۂ ماجدہ (بی بی صاحب جان ہمشیرۂ منشی غوث محمد مرحوم) کے ساتھ تھا کیونکہ یہ دونوں بھائی بہن اشرفِ خاندان کی والدہ خانم جان مرحومہ کی ہمشیرہ عزیز بیگم (دختر ان مرزا پیر بخش) کے فرزند تھے چنانچہ جب میری والدۂ مکرمہ (شریف سلطان بنت پیر غلام محی الدین شاہ۔ مشہور تاریخی ہستی۔ ملاحظہ ہو تاریخ لاہور مصنفہ رائے بہادر کنہیا لال) جب ۲۳ دسمبر ۱۹۲۴ء مطابق ۱۳۴۳ھ کو رہگرائے عالم فانی ہو کر اپنے جداعلیٰ حضرت عبدالجلیل قطب العالمؒ کی خانقاہ میں دفن ہوئیں تو منشی غوث محمد مرحوم شریکِ جنازہ ہوئے اور مرزا ظفر علی جج فاتحہ خوانی کے لیے مسکن نامی محلہ چاہ بی بیاں میں تشریف لائے۔ قبلہ اشرف خاندان کی وفات کی اطلاع پا کر آپ نے جو خط ۵ ستمبر ۱۹۳۲ء کو لکھا اس میں تحریر کیا کہ جناب ماموں صاحب کی وفات کی خبر پڑھ کر رنج و ملال ہوا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ مرحوم کو غریقِ رحمت کرے۔ اگرچہ رشتہ تو قریبی تھا کیونکہ وہ میری والدہ کے خالہ زاد تھے مگر بوجہ دوری رہائش کے میل ملاپ بہت کم ہوا (پورا خط کتاب ''یادگارِ اشرف'' کے صفحہ ۸۰ میں منقول ہے اور ان کی نیک دل ہمشیرہ عارف بیگم مرحومہ کا بھی جو مجھ سے تعلق قرابت نباہ رہی تھیں اور جن کا ایک لائق فرزند عزیز اصغر

Marfat.com

سی۔ایس۔پی ہے خالہ صاحب جان مرحومہ کی اولاد سے اس تعلق کو مرزا اکبر علی موصوف ڈائریکٹر انشورنش کمپنی قائم رکھے ہوئے ہیں اور ماموں صاحب منشی غوث محمد کے بیٹوں سے صرف ایک مولوی عبدالحمید صاحب موصوف مع اولاد باقی ہیں جو بوجہ پیری بہت کم ملتے ہیں۔ ہاں ان کے بھتیجے عبدالغفور صاحب ریٹائرڈ کپتان پولیس اور عبدالصبور صاحب ایم۔اے پروفیسر دیال سنگھ کالج لاہور فرزندان ڈاکٹر عبدالمجید صاحب مرحوم علمِ تاریخ سے شغف رکھنے کے سبب جب ملیں محبت سے پیش آتے ہیں۔باقی اپنے حال میں مست اور بہت کم آمیز ہیں اور یہ ان کے خاص لاہوری ہونے کا اثر ہے۔میں نے تاریخ جلیلہ کے ذریعے جوان اس سلسلۂ تعلق قائم کیا تھا۔اس سے رابطہ بڑھنا چاہیے تھا۔نہ کہ گھٹنا۔افسوس انھوں نے قدر نہیں کی اوران میں سے آج تک کسی نے ازدیادِ محبت کے لیے ہمارے ہاں (لاہور اور رتہ میں) قدم نہیں رکھا۔اچھا خوش رہیں آباد رہیں۔

اُس خاندان کا آبائی مکان محلہ کندی گراں میں ہے لیکن ۱۹۱۳ء سے یہ خانوادہ یکی دروازے کے اندر نواب زکریا خاں کی حویلی میں آباد ہے جو منشی غوث محمد مرحوم نے بارہ ہزار روپے میں خریدی تھی۔اسی حویلی سے منشی ہرسکھ رائے نے لاہور کا پہلا اخبار ''کوہِ نور'' جاری کیا تھا۔

اولاد

خالہ صاحب جان مرحومہ کی اولاد میں جس کی محبت کی یاد ابھی تک دل میں تازہ ہے وہ نوجوان ڈاکٹر مرزا محمد فاضل ایم بی بی ایس مرحوم ابن مرزا محمد اعظم بی۔اے مرحوم متوفی ۱۹۳۶ء مدفونِ قبرستانِ خاندان بیرون احاطہ مزار بی بیاں پاک دامن ہے۔اسے ہم سے دلی ہمدردی تھی۔وہ رتہ پیراں بھی گیا تھا اور اپنے فنِ معالجہ سے ہماری بڑی خدمت کی تھی۔اس کی والدہ مرحومہ نے جو مجھ سے لکھوا کر تاریخی کتبہ مزار پر نصب کیا تھا زمانہ کا ہاتھ اسے بھی مٹا رہا ہے اور یہی حال سر ظفر علی مرحوم اور ان کی اہلیہ کی قبور کے کتبوں کا ہے۔بقابقائے خدا است و مُلک مُلکِ خدا۔

پروفیسر محمد شجاع الدین کا خاندان

تاریخ جلیلہ طبع اول کے صفحہ ۳۱۶ پر جس خاندن کا تحتِ عنوان ''خلیفہ صاحبان سکانِ دہلی دروازہ'' ذکر ہے۔وہ ایک نہایت شریف گھرانہ ہے۔ان کے مورثِ اعلیٰ مولوی محمد فاضل لاہور میں عبدالصمد خاں

Marfat.com

دلیر جنگ صوبہ دار کے وقت آئے تھے ان کے فرزند مولوی غلام محمد کے پوتے مولوی صادق ولد میاں محمد، گلاب سنگھ مہاراجہ جموں کے مشیر دربار اور مہاراجہ کے بیٹے رنبیر سنگھ کے اتالیق مقرر ہوئے اور یہی منصبِ اتالیقی برائے پرتاپ سنگھ ان کے فرزند محمد نظام الدین کو تفویض ہونے کے علاوہ لداخ کی حکومت بھی سونپی گئی۔ اسی منصبِ اتالیقی کے سبب آپ خلیفہ مشہور ہوئے۔ خلیفہ نظام الدین کی والدہ امام بی بی لاہور کے ایک معزز مغل خاندان کے چشم و چراغ مرزا عبدالعزیز صاحب مرحوم کی بیٹی تھیں جن کی دخترِ ثانی سلطان بی بی میرزا پیر بخش صاحب سے بیاہی جا کر خانم جان (حضرت اشرف سجادہ نشین رتہ پیراں ابن غلام محی الدین صاحب مرحوم کی والدہ) اور عزیز بیگم (والدۂ منشی غوث محمد مرحوم ابن منشی جان محمد مرحوم) کی والدہ بنیں۔

مرزا عبدالعزیز موصوف کی تیسری لڑکی حیات بی بی کی شادی میاں فتح محمد قریشی ساکن کناری بازار سے ہوئی جن کی لڑکی بیگم بی بی خلیفہ نظام الدین مرحوم کی بیوی تھی اور جن کی پوتی رحیم بی بی خلیفہ نجم الدین مرحوم کی زوجہ تھی۔ اس خاندان کی ذکور اولاد اب ختم ہو چکی ہے۔

خلیفہ صاحب موصوف کو خدا نے پانچ بیٹے (محمد فضل الدین، نجم الدین، فیروز الدین، معراج الدین اور جلال الدین سابق ایس۔ ڈی۔ او محکمہ تعمیرات کشمیر) عطا کیے۔ ان کی ایک بیٹی فضل النسا منشی غوث محمد مرحوم کے حبالۂ نکاح میں آئی۔ مولوی عبدالحمید صاحب ایم۔ اے اور ان کے دوسرے بھائی اسی بی بی کے شکم سے ہیں ان کی دوسری لڑکی خیر النسا سراج الدین مرحوم سے بیاہی گئی۔

محمد فضل الدین موصوف وکیلِ دربار جموں مقیم پونچھ (المتوفی ۱۸۹۲ء) سے ان کے پوتے پروفیسر محمد شجاع الدین محمد بن سعید الدین ہیں۔ جن کے دادا بھائی نجم الدین مرحوم ان کے نانا تھے۔ مولوی نجم الدین مرحوم کو کئی بار میں خود اپنے خالِ محترم حضرت اشرف کے ساتھ ملا ہوں اچھے فاضل اور بڑے مہمان نواز تھے۔ میں نے ان سے سکندر نامہ پڑھنا شروع کیا تھا اور علمی نکات حل کرایا کرتا تھا۔ اخیر عمر میں آنکھیں بند ہو گئی تھیں ۱۹۲۱ء میں وفات پائی۔ اللّٰھم اغفر لہٗ۔

ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات

پروفیسر صاحب موصوف ایامِ طالب علمی میں جب اپنی والدہ کے ساتھ ہمارے ہاں محلہ بی بیاں میں آتے تھے تو میرے کتب خانہ کی کتابوں کا مطالعہ شروع کر دیتے تھے۔ اسی شغف کا نتیجہ سامنے ہے کہ

Marfat.com

ریسرچ سکالر ہوئے۔اور آج آسمانِ تاریخ کے درخشاں ستارے ہیں۔انھوں نے ہی مجھے اپنے خاندانی بزرگوں کی کتب شائع کرنے کی تحریک کی۔اور اکثر کے دیباچے لکھے اس کا اثر یہ ہوا کہ علم دوست پبلک کو ہمارے خاندان سے آگاہی ہوگئی۔اس وقت وہ دیال سنگھ کالج لاہور میں تاریخ کے پروفیسر ہیں۔

تاریخ جلیلہ طبع اول کے صفحہ نمبر ۳۱۶ میں مولوی غلام دستگیر قصوری کے رشتہ کا ذکر کر چکا ہوں اور چند باران کے مزار پر فاتحہ بھی پڑھی ہے مگر ان کے خاندان سے پھر کسی سے ملاقات نہیں ہوئی۔میرا نام مولانا موصوف کے نام پر (غلام دستگیر) رکھا گیا تھا۔

قریشیانِ ڈھولن وال

تاریخِ جلیلہ کے صفحہ ۳۱۷ میں قریشیانِ ڈھولن وال کا تذکرہ ہے۔ان میں پیر برکت علی فوت ہو چکے ہیں۔محمد عارف ان کا اکلوتا بیٹا صاحبِ اولاد حویلی میاں سلطان طرفِ لنڈا بازار میں مقیم ہے اس کی والدہ اقبال بیگم کی والدہ امیر نشاں بنت کریم بی بی (زوجۂ میراں بخش) تھی اور یہ کریم بی بی اور اس کے بھائی چوہدری بوٹا (والد میراں بخش مذکور) اور چراغ دین۔گلاب بی بی زوجۂ محمد سلطان مشہور ٹھیکہ دار لاہور کے بھائی بہن تھے۔میراں بخش مذکور کے فرزند تاج الدین کے بیٹے میاں عبدالرشید خالد بی۔اے جو آج کل فلم اگزیمینر ہیں ان سے برخوردار محمد ابوبکر کو شرفِ دامادی حاصل ہے۔میاں صاحب موصوف کی والدہ (خیر النسا) ہے مگر ان کو پرورش سردار بیگم دختر چراغ دین موصوف نے کیا اور اپنی جائداد جو میاں سلطان کی زوجہ کی بھتیجی ہونے کی حیثیت سے اسے پہنچی تھی کا مالک بنایا ہے۔اسی تعلق سے ان کی پھوپھی فضل نشاں (بنت میراں بخش) کی بیٹی (منور بیگم) زوجۂ نذیر ضلع دار حویلی مذکور میں اپنی والدہ کے پاس گھر بنا کر مقیم ہے اور اس کی بہن اصغری پیر لال شاہ گنجی پیراں والے کے ساتھ بیاہی گئی۔خالد صاحب موصوف بھی پہلے اسی حویلی میں رہتے تھے۔مگر اب محمد نگر میں وسیع مکان بنا کر آباد ہیں۔اور والد دوسرے بیٹے (عبدالمجید) کے ساتھ حویلی مذکور ہی میں ہے۔

خالد صاحب کی دوسری بیٹی (خواہرِ عذرا) رفعت بیگم، ظہور الحق ابن میاں عبدالحق صاحب قریشی سے بیاہی گئی ہے اور اس رشتہ سے ہمارا ایک اور شریف شخصیت سے خوشگوار تعلق پیدا ہوا ہے ان کا نفیس مکان شاہ عالمی دروازہ کے شروع ہی میں پشت بہ باغ ہے او مٹھائی وغیرہ بنانے کی مشینوں کا کارخانہ لاہور تاج پورہ میں اور دوکان برانڈرتھ روڈ پر ہے۔مشہور محقق نگار محمد عبداللہ قریشی ان کے رشتہ دار ہیں۔

Marfat.com

کرنیل شیخ وساون لاہوری

ان سے جس طرح ہماری بنی پور والی برادری سے کٹڑہ ولی شاہ والے سید ملتے وہ تاریخ جلیلہ کے صفحہ ۳۱۸ میں مذکور ہو چکا ہے۔اب تازہ رشتہ یہ ہوا ہے کہ علی حسین ولد نوازش علی شیعہ کی بیٹی، صاحبِ اولاد احمد شاہ ولد ولایت شاہ ولد پیر مہر شاہ (اہل حدیث مذہب) سے علی الرغم فتویٰ مولانا حائری مرحوم بیاہی گئی ہے۔اس نکاح سے پیدا شدہ اولاد بموجب فتویٰ حائری صاحب کیا ہوئی؟ اسی طرح سید عبدالعزیز لاہور شیعہ مذہب نے ہماری برادری سے بے خبری میں اپنی بیٹی کی شادی میرے حنفی المذہب بھتیجے سے کردی ہے بموجب فتویٰ مذکور نہ یہ اولاد جائز نہ اس سے پیدا شدہ اولاد۔

باقی برادریوں سے جو رشتے تاریخ جلیلہ اور ضمیمہ میں بیان ہو چکے ہیں ان پر کوئی قابلِ ذکر اضافہ نہیں ہوا۔

ذکر خلفاً بندگی قطب العالم حضرت عبدالجلیلؒ

ا۔ شیخ جلال پسر ہانڈو گوجر

شیخ جلال ہندو قوم کے نوجوان تھے ایک دن اپنے گاؤں میں بیٹھے تھے کہ ایک جغرات فروش عورت نے آکر بیان کیا کہ ابھی میں نے ایک صاحبِ کرامات بزرگ کی زیارت کی ہے۔اس نے بتایا کہ میں دہی بیچنے سرِ راہ بیٹھی تھی کہ وہی بزرگ میرے قریب آکر ٹھہر گئے مجھ سے دہی بھرے برتن کی قیمت دریافت کی اور جو کچھ میں نے مانگا انھوں نے مجھے دے دیا۔بعد ازاں فرمایا کہ اس برتن کو توڑ دو۔میں نے اسے فوراً توڑ دیا۔یہ دیکھ کر میری حیرت کی کچھ انتہا نہ رہی کہ دہی میں مردہ سانپ پڑا تھا۔یہ واقعہ سن کر ہانڈو گوجر کے اس سپوت کے دل میں شوقِ زیارت پیدا ہوا۔یہ بزرگ حضرت بندگی قطب العالمؒ تھے۔یہ نوجوان جس کا سابق نام راموتھا بڑی عقیدت سے حاضر ہوا۔شیخ پر محویت طاری تھی۔آپ نے جونہی بادۂ توحید سے مست آنکھ اس کی طرف اٹھائی اللہ تعالیٰ نے تمام نقابِ ظلمت اس کے دل سے اٹھا کر اسے توحید پرست بنا دیا۔راموں نے فوراً کلمہ شہادت پڑھا اور حضرت شیخ کی سلکِ ارادت میں منسلک ہو گیا۔آپ نے اس کا اسلامی نام جلال رکھا۔

Marfat.com

امدادِ پیرؒ

شیخ جلال اکثر اپنے مرشد ہی کی خدمت میں رہتے تھے ایک دن اپنے والد کے آباد کردہ موضع ہانڈو کو گئے۔ اور دیکھا کہ آپ کی قوم کی ہندو عورتیں ایک مردے کا ماتم دف بجا بجا کر کر رہی ہیں۔ یہ فعل آپ کو ناگوار گزرا۔ اور ایک درویش کو حکم دیا کہ اس دف کو پھاڑ ڈالو۔ جب ان کے مردوں کو خبر ہوئی تو آپ پر پل پڑے۔ پیرِ کامل کی باطنی نظر ہمیشہ مرید کی نگرانِ حال رہتی ہے۔ حضرت بندگی قطب العالم نے احوال کا مشاہدہ کر کے جونہی ایذا رسانوں کی طرف دلی توجہ کی تو وہیں ان کے مال مویشی شل ہو کر رہ گئے۔ ہر چند علاج کیا کچھ فائدہ نہ ہوا۔ آخر انھوں نے معلوم کر لیا کہ یہ شیخ جلال کی بے ادبی کی سزا ہے جا کر معافی مانگی۔ آپ نے کہا میرے مرشد قطب العالمؒ سے معافی مانگو۔ سب گوجر آپ کو لے کر حاضر ہوئے۔ شیخ جلال نے ان کے لیے رحم کی درخواست کی۔ شیخ نے فرمایا۔ اچھا! اپنا جوتا انھیں دے دو جس مویشی کو لگائیں گے وہی مرض سے شفا پائے گا۔ چنانچہ اس حکم پر عمل کرنے سے سب جانور تندرست ہو گئے۔ دودھ دوہا تو خون تھا اسے لے کر حضورؒ کے پیش کیا تو خالص دودھ بن گیا۔

شیخ جلال کی قبر

آپ کی قبر اس گورستان میں ہے جو موضع ہانڈو گوجر اور تیج گڑھ (تحصیل وضلع لاہور) کے درمیان ہے۔ میں نے ۱۶ر جولائی 1912ء کو قبر کی زیارت کی تھی اور یہ دیکھ کر افسوس ہوا تھا کہ مرقد کا نشان بھی مٹا چاہتا ہے۔

موضع ہانڈو اور چھبیل

(باغبانپورہ سے ۵ میل امرتسر روڈ پر واقع ہے) کے گوجر مالک شیخ جلال کی اولاد سے ہیں اور زمانۂ قطب العالمؒ سے اب تک ان میں اور اولادِ آنحضرت میں بسلسلۂ پیری مریدی قائم چلا آتا ہے۔ ہانڈو کے چوہدری غلام حسن ولد الہ بخش، غلام نبی ولد نبی بخش، الٰہی بخش ولد خدا بخش وغیرہ سرکردہ مرید ہیں اور چھبیل میں الہ بخش وخدا بخش وغیرہ داخل حلقۂ ارادت ہیں۔

۲۔ شیخ برہان کاہنووانی (حال ضلع گورداسپور۔ بھارت)

آپ ہندوؤں کے بڑے صاحبِ استدراج گرو تھے۔ نام حسب بیان شیخ نبی بخش ہری ناتھ تھا اور

Marfat.com

حسب بیان پیر فرح بخش اچی پال خلقت سے الگ ہو کر پہاڑ کی غاروں میں مشغولِ ریاضت رہتے۔ ہندوؤں کا عقیدہ تھا کہ آپ دنیا میں باکمال گرو ہیں اور کوئی آپ کا ہمسر نہیں۔ جب سلطان بہلول لودھی کے عہد میں ہندوؤں نے کوہِ جموں پر سرکشی دکھائی اور سلطان نے ان کی سرکوبی کے لیے لشکر بھیجا۔ جس کے مقابلہ کی ان میں ہمت نہ تھی تو انھوں نے اپنے بچاؤ کی تدبیر سوچی۔ باغیوں کے سرغنے اسلامی سپہ سالار کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم نہ صرف آپ کے بلکہ اسلام کے حلقہ بگوش ہونے کو تیار ہیں بشرطیکہ کوئی اسلامی بزرگ ہمارے گورو کو حقانیتِ اسلام کا قائل کر لے۔ جب یہ شرط گوشِ سلطانی تک پہنچی تو اس نے اس پر اظہارِ رضامندی کر دیا۔ تلاش ہوئی کہ مسلمانوں میں کون سا ایسا بزرگ ہے جو گورو کا دل کشف وکرامات سے مسخر کر سکے۔ سب نے شیخ کاکو کا نام لیا۔ (وہی شیخ کاکو جن کی قبر لاہور ریلوے اسٹیشن کے پاس تھی۔ اور جسے حال ہی میں سکھوں نے ۷۴ سال بعد مسجد شہید گنج کے ساتھ منہدم کر دیا ہے)۔ جب وزیر شیخ کاکو کی خدمت میں حاضر ہوا تو شیخ موصوف نے فرمایا کہ میں اب بہت بوڑھا ہو گیا ہوں۔ مجھ میں طاقتِ تکلم نہیں رہی اب اس ملک کی ولایت حضرت عبدالجلیل چوہڑ بندگی سے متعلق ہے۔ ان سے جا کر عرض کریں۔ وہ قطب زماں اور فرقۂ عارفین سے ہیں وہی اس مشکل کو حل کریں گے۔ وہ تو اپنی جان بھی سرورِ کائنات کی راہ میں قربان کرنے کو تیار ہیں۔ وزیر وہاں سے درگاہِ قطب العالم میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ کل انشاء اللہ یہ مہم سر ہو جائے گی۔ راہب مسلکِ بیگانہ سے ہٹ کر ملک اسلامی میں شامل ہو جائے گا اور دینِ حقہ میں نمایاں ترقی ہوگی۔ وزیر آپ کی خدمت سے رخصت ہو کر بارگاہِ سلطانی میں حاضر ہوا اور گفت گو سے اطلاع دی۔ علی الصباح بادشاہ نے مجلس آراستہ کی۔ وہ راہب بھی حاضر ہوا۔ حضرت قطب العالمؒ نے ہر بات کو بہ دلائلِ قاطع بیان کیا۔ راہب عاجز وساکت ہو گیا اور کچھ جواب نہ دے سکا۔ آخر الامر کہنے لگا کہ آؤ ظاہر کو چھوڑ کر باطن کی طرف رجوع کریں۔ اگر آپ کو کچھ علم باطنی ہے تو اس جگہ ظاہر فرمائیں۔ الغرض ہر دو مراقبہ میں چلے گئے۔ ہری ناتھ نے روئے زمین کی سیر کرائی۔ شیخ نے فرمایا میں آسمانوں اور عالمِ لاہوت کا مشاہدہ کراتا ہوں۔ آپ اسے سیر کرانے جنت الماویٰ کے دروازے پر پہنچے۔ عالم لامکان اور تجلیاتِ خدائے ذوالجلال نے راہب کو دم بخود کر دیا۔ اور طاقتِ دم زدن نہ رہی۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر تو کلمہ شہادت پڑھ لے تو جنت کی سیر بھی کر سکتا ہے۔ چنانچہ اس نے نہایت فصاحت سے کلمہ پڑھا اور ملکِ اسلام میں منسلک ہو گیا۔ الحمدللہ علیٰ ذالک۔ مراقبہ سے سر اٹھا کر راہب نے اپنے چیلوں

Marfat.com

سے کہا کہ اے عزیزو! میں دولتِ اسلام سے مالا مال ہو گیا ہوں جو میرے ساتھ عقیدت رکھتا ہے وہ بھی کفر کے اندھیرے سے نکل کر اسلام کی روشنی میں آ جائے۔ کچھ لوگ اس کے کہنے پر ایمان لے آئے اور بہت سے الگ ہو گئے۔ حضرت بندگی قطب العالمؒ نے اس کا نام شیخ برہان رکھا اور ایک شغل میں مشغول کر دیا۔ اس واقعہ کے بعد منکرین راجہ سنن پال کے ساتھ ملاقی ہوئے اور حضرتؒ کی طرف بہ نگاہ حقارت دیکھ کہنے لگے کہ اسی فقیر نے ہمارے راہب کو فسوں سے مسلمان کر لیا ہے جونہی حضور کی نظر ان پر پڑی راجہ بمعہ گروہِ بیگانگاں کلمہ پڑھتا ہوا حاضرِ خدمت ہوا۔ اور یگانگت کی لڑی میں پرو دیا گیا۔ اس واقعہ کے بعد سلطان بہلول لودھی نے اپنی ایک بیٹی حضرت قطب العالمؒ بندگی کے نکاح میں دے دی جس کے بطن سے شیخ ابوالفتح ثانی پیدا ہوئے۔

روضۂ شیخ برہانؒ

تذکرۂ قطبیہ میں یہ مطالعہ کر کے کہ شیخ برہان کا منور اور مقدس قصبۂ کاہنووان میں ہے۔ مجھے شوقِ زیارت ہوا۔ جب کاہنووان کا محل وقوع دریافت کیا تو میرے انٹرنس تک کلاس فیلو خان صاحب حاجی شیخ احمد دین صاحب نے جو اپنی خداداد استعداد سے اچھے عروج پر فائز ہوئے ہیں بتایا کہ وہ گورداسپور سے بارہ میل شمال مشرق کی طرف ہے اور نہایت مہربانی سے اپنے فرزند ارجمند مسٹر بشیر الدین بی۔ اے کو ارشاد فرمایا کہ روضہ کے فوٹو کا انتظام کرا دو۔ چنانچہ وہ ۲۰ دسمبر ۱۹۳۶ء کو میرے ساتھ منزلِ مقصود کی طرف روانہ ہوئے۔ گورداسپور سے کچی سڑک پر ٹمٹم کا دُلکی چال راہوار دو گھنٹہ میں کاہنووان پہنچا۔ سڑک سے بازار اور بازار سے بائیں طرف چل کر مقبرہ پر آئے۔ روضہ سے جنوب کی طرف واقع دائرہ میں مجاور بیٹھے تھے وہ مزار کی طرف لے چلے۔ مزار گنبد میں ہے۔ راستہ مشرق کی طرف اوپر جانے کو سیڑھیاں ہیں۔ برآمدہ کے درمیان سامنے (جنوب) کی طرف) ایک دروازہ ہے پہلے ایک تنگ سی طویل جگہ ہے جہاں نقارے پڑے ہیں جو جمعرات کے دن بجائے جاتے ہیں۔ اس سے گزر کر بالکل سامنے مزار شیخ برہان زیر گنبد ہے۔ اس کے شمال اور جنوب کی طرف چار دیواری کے اندر ہی غیر مسقف جگہ ہے۔ شمال کی طرف خالی ہے اور جنوب کی طرف آپ کے مریدوں حامد شاہ، نگینہ شاہ اور خاکی شاہ کی قبریں ہیں۔ مغرب کی جانب بھی محراب کے نیچے نقارے پڑے ہیں۔ یہ تمام جگہ اندر سے قریباً دو مرلے ہے۔ خانقاہ کی چار دیواری کے ہر گوشے پر ایک مینار ہے۔ ڈیوڑھی پر بھی دو مینار شمالی اور جنوبی گوشوں پر ہیں۔ ایک مسجد روضہ سے ملحق شمال کی سمت ہے۔

Marfat.com

اس کے تین گنبد ہیں۔ شیرانی صاحب نے فوٹو دیکھ کر بتایا ہے کہ عہدِ مغلیہ کی ساخت ہے۔ روضہ کے ساتھ ایک مسافر خانہ بھی ہے۔ عرس ہاڑ کی ۱۵-۱۶ تاریخ کو ہوتا ہے۔ متولیوں کے چار گھر معلوم ہوئے جو بی بیاں پاک دامن کے متولیوں کی طرح بھٹی راجپوت ہیں۔ ایک محمد علی ولد حاجی شاہ کا ۲۔ عبداللہ ولد امیر شاہ کا ۳۔ جمعہ شاہ ولد نانک شاہ ۴۔ فضل شاہ وزیر شاہ ولد امام شاہ کا۔ کاہنوواں قصبہ ہے جس میں آٹھ نو سو گھروں کی آبادی ہے۔ تھانہ، مڈل سکول، ڈاک خانہ، شفاخانہ انس وحیوان سب موجود ہیں۔

شیخ برہان کے ہمسایوں کا سلوک

ہم جب داخلِ روضہ ہو کر نوٹ لینے لگے تو متولیوں کو خدشہ ہوا کہ یہ تحقیقات کیوں کی جارہی ہے میں نے بتایا کہ چونکہ یہ ہمارے بزرگوں کے مرید اور خلیفہ ہیں اس لیے ان کی تاریخ میں حالات درج کرنے کے لیے معلومات فراہم کررہا ہوں اور کوئی غرض نہیں۔ میں ۲۰۰ گھماؤں کا واحد متولی ہوں۔ علاوہ ازیں لاہور میں ڈیڑھ لاکھ روپیہ کی زمین بھی میرے زیرِ تولیت ہے مجھے کوئی ذاتی غرض نہیں اس پر ان کا اطمینان ہوگیا اور انھوں نے ہماری خاطر و مدارت کرنی شروع کی۔ چنانچہ روغنی روٹیاں اور چائے تیار کرکے ہمارے سامنے رکھی اور عرس پر آنے کی درخواست کی۔ دیگر زائرین نے بھی بڑے خلق کا اظہار کیا ان میں سے ایک نام فضل میراں تھا خدا سب کو جزائے خیر دے۔

حضور قطب العالمؒ کا سانگلہ میں ورود

شیخ ابوبکرؒ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ بندگی چوہڑ قطب العالمؒ سانگلہ پہاڑ پر ذکرِ الٰہی میں مشغول تھے۔ میں بھی حاضر خدمت تھا اور شیخ مولا نجار، شیخ موسیٰ آہنگرؒ۔ شیخ مٹھہ سیاہ پوش، شیخ جلال گوجر، شیخ یونس اور ملک مردانہ کھوکھر بھی۔ شام کے وقت کئی فقیر مہمان آگئے۔ ایسے ویرانے میں جہاں کوئی گاؤں قریب آباد نہ تھا۔ کھانے پینے کی اشیا کا مہیا ہونا ناممکنات سے تھا۔ ہم سب حیران تھے۔ حضور قطب العالمؒ نے ہماری پریشانی دیکھ کر تبسم فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ پہاڑ کے نیچے ایک ہرن کھڑا ہے اسے پکڑ کر ذبح کرلو اور دیگر لوازم مثلاً گھی وغیرہ فلاں پتھر کے نیچے سے اٹھالاؤ۔ اور فقیروں کا کھانا تیار کرو۔ ملک مردانہ کھوکھر نیچے گئے تو ایک ہرن جو وہاں کھڑا تھا خود بخود گردن ڈالے ان کے پاس آگیا اور دوسری چیزیں بھی حسب ارشاد مل گئیں۔ کھانا پکا اور مہمانوں نے سیر ہو کر کھایا۔ ایک شخص ککر نامی عرف بھدال کے دل میں گزرا کہ شاید قطب العالمؒ

Marfat.com

نے پتھر کے نیچے ذخیرہ جمع کر رکھا ہے چل کر دیکھوں تو۔ دیکھا تو اللہ کا نام تھا اور بس۔ بڑا شرمندہ ہوا۔ واپس آیا تو حضورؒ نے بہ تبسم فرمایا۔ اللہ کے دوستوں کو جہاں جائیں خزانہ مل جاتا ہے۔ وہ ذخیرہ نہیں رکھا کرتے۔ وہ اس حرکت پر بڑا نادم ہوا اور تمام خویش و اقارب کو لا کر آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گیا۔ ایک اور موقع پر آپ رسول کوٹ کے باہر جنگل میں زیر درخت بیٹھے تھے کہ سامنے سے ایک شیر نمودار ہوا اور قریب آ کر اس نے زمین پر اپنا منہ رگڑنا شروع کر دیا۔ اسی وقت ایک شخص نے آ کر ایک گائے آپ کی نذر کی۔ آپ نے فرمایا کہ اسے فلاں درخت کے نیچے باندھ آؤ۔ شیر گیا اور اسے کھانے لگ گیا۔ راقم الحروف (ابوبکرؒ) نے جرأت کر کے عرض کیا کہ یہ گائے اگر حضور کے لنگر خانہ میں پہنچتی تو درویش محظوظ ہوتے۔ آپ نے فرمایا کہ شیر نے نہایت عجز و زاری سے مجھ سے اپنی سہ روزہ فاقہ کشی اور ضعف و ناتوانی کی وجہ سے آپ حصولِ خوراک پر قادر نہ ہونے کا اظہار کیا اور رحم و دستگیری کی التجا کی۔ یہ مادہ گائے اس کی قسمت کو پہنچ گئی۔ یہ کہہ کر آپ گھر تشریف لائے اور حکم دیا کہ آئندہ ہر روز لنگر خانہ سے جس قسم کا گوشت میسر ہو اس درخت کے نیچے رکھ دیا کرو تا کہ یہ ناتواں شیر زندگی کے دن پورے کر لے۔

شیر بکری کا ایک جا پانی پینا

جب ہم ۱۸ جنوری ۱۹۳۷ء کو شاہ ابوالخیرؒ کے روضہ اور ملک سرور کے مزار کا فوٹو لے چکے تو چوہدری نواب دین صاحب پٹواری نے بتایا کہ اس مقام کی بھی زیارت کرنی چاہیے جہاں ان بزرگوں نے شیر بکری کو ایک جگہ پانی پلایا ہے۔ وہاں دونوں کے پاؤں کے نشان بھی موجود ہیں۔ چنانچہ ہمیں وہ اس پہاڑ پر لے چڑھے جس کے ایک طرف جانب مشرق روضۂ سید ابوالخیر ہے اور دوسری جانب جنوب مغرب مزار ملک سرور چوٹی پر ہمیں دکھایا گیا۔ کہ یہ ہیں بکری اور اس کے بچے کے ٹیکے ہوئے گھٹنوں کے نشان اور یہ ہیں (اس کے سامنے) شیر کے پنجہ کا اثر۔ اور یہ ہے درمیان میں پتھر کا وہ پیالہ جس میں دونوں نے پانی پیا ہے۔ ہم نے یہ تمام آثار پتھر میں گڑھے دیکھے اور بزرگوں کی کرامت کا سکہ اور بھی دل نشین ہو گیا۔ خدا جانے یہ کرامت حضرت عبدالجلیلؒ کی ہے یا ان کے خلیفہ ابوالخیرؒ کی وہاں مشہور موخر الذکر ہی کی ہے کیونکہ ان کے مرشد کے حالات کسی کو معلوم نہیں اور نہ ہی یہ خبر ہے کہ ابوالخیر کون تھے اور کس زمانہ میں ہوئے۔

Marfat.com

رسول کوٹ سانگلہ

ہمارے تمام قدیم و جدید خاندانی نوشتوں میں مرقوم ہے کہ سلطان حاکمؒ کے ترکِ سلطنت کیچ مکراں کے بعد ان کے چچازاد بھائی ابوالبقا و ملک سرور چنگیزی تاخت و تاراجِ مُلک پر جو ۶۲۴ھ مطابق ۱۲۳۶ء کے قریب واقع ہوئی ہجرت کر کے شمس الدین التمش بادشاہ کے پاس پناہ گزین ہوئے۔ سلطان موصوف نے بڑی تواضع اور تکریم سے انھیں اپنے ظلِ حمایت میں جگہ دی۔ دونوں بھائیوں نے لاہور میں سکونت اختیار کر لی۔ اور بود و باش کے لیے ایک مکان تعمیر کرایا۔ جو بقول پیر فرح بخش باسم تلبغہ مشہور ہے (خدا جانے یہ مکان لاہور میں کہاں تھا مجھے پتہ نہیں چلا۔ نامیؔ) سلطان ابوالبقا نے التمش کی طرف سے ویر جودہ بھٹیوں کی جنگ میں کارہائے نمایاں سرانجام دے کر شربتِ شہادت نوش کیا۔ پیر نبی بخش لکھتے ہیں ؎

محلہ کزاں شاہِ مقصود بود ہم از تلبغہ نام مشہور بود
ہما نجا مزارش شدہ بالیقین نوشتند تاریخ داناں چنیں

ملک سرور نے بار ساندر کھوکھر میں ایک شہر مسمیٰ بہ رسول کوٹ سانگلہ آباد کر کے وہیں سکونت اختیار کی اور اسی خاک میں مدفون ہوئے۔ پیر نبی بخش نسب نامہ میں اس کے متعلق یوں رقم طراز ہیں ؎

ملک سرور آں شاہِ فرخ سیر کہ بود از شہِ تلبغہ خرد تر
بنا کرد شہرے بہ بار اندروں بہ نزدیکِ کوہ آنست ویراں کنوں
بنا شد چوں آں شہر۔ اہلِ عقول ورا نام کردند کوٹِ رسول
دراں شہر یک باؤلی چار چاہ جمعہ مسجد و ہم یکے عید گاہ
بنا کرد و ہم حوض بہرِ ثواب ملک سرور آں شاہِ عالی جناب
عماراتِ آں سرورِ خوش لقا سہ صد سال آباد ماند اے فتا
چناں بود آباد کوٹِ رسول کہ بنیندہ ہرگز نہ گشتے ملول
چو آورد تشریف قطب جہاں بلاہور اے یار فرخ رواں
یکے روز بہلول ذوالاقتدار شد عارض کہ اے شیخِ عالی تبار
دکنم عرض۔ شیخ ار نماید قبول ز جدِ شما است کوٹِ رسول

Marfat.com

بنا طرفہ تراست در ملکِ بار | ز سرور ملک است آں یادگار
پذیراند از ما کنوں آں مکاں | کہ کردیم نذرِ شما بے گماں
کہ ہست آں مکاں ورثہ گاہِ شما | خوشا گر بود در پناہِ شما''
بفرمود پس قطبِ عالمؒ چناں | دراں دم بہ بہلول شاہِ جہاں
''پذیرفتہ ام از تو ویرانہ | کہ آباد بنود در آں خانہ
بگفت آں زماں شاہ اے شیخ دیں | چہ فرمودہ دید آں مکاں را چنیں
مکانیست آباد تر آں چناں | کہ باشند ہزاراں مکان اندراں'
بفرد پس قطب عالمؒ بشاہ | کہ کن گوش اے شاہِ گیتی پناہ
''کنوں گرچہ آباد ہست آں مکاں | خرابی پذیرد باندک زماں
مراالہم غیب گفت ایں چنیں | کہ ویراں شود جملہ ساندر زمیں''
بہ نہجے کہ قطبِ زماں گفتہ بود | خرابی پزیرفت آں قصبہ بود
عطا کرد پس شیخ آں قصبہ را | بہ شاہِ ابوالخیر فرخ لقا
مکیں شد دوراں قصبۂ ذوالوقار | مزارش در انجاست اے دوستدار

رسول کوٹ میں حوض اور باولی کی تعمیر

تذکرۂ قطبیہ میں حضور قطب عالمؒ کے بھائی تحریر فرماتے ہیں ہ ایک دن حضورؒ کی خدمت میں رسول کوٹ میں شیخ یونس، شیخ جلال، شیخ مولا نجار، شیخ مٹھہ سیاہ پوش، شیخ موسیٰ آہنگرؒ، شیخ زین الدین غازی اور ملاں قرآن نجار المعروف چند حاضر تھے کہ راقم الحروف (ابوبکر) کو بھی دولتِ پابوسی حاصل ہوئی۔ واصلانِ حق میں سے ایک شخص حقائق آگاہ۔ شیخ راجو ولد شیخ الاولیا شیخ لدھا کمبوہ کتاب مشکوٰۃ شریف کا سبق لے رہے تھے۔ حضور قطب العالم مراقبہ میں گئے اور سر اٹھا کر فرمایا کہ نصیب، حبیب اور نصیر نامی سوداگروں کا جہاز غرق ہو رہا تھا انھوں نے قریب ہلاکت پہنچ کر اس مصیبت میں میرا واسطہ دے کر رہائی کی دعا مانگی۔ چنانچہ خداتعالی نے انھیں نجات دے دی ہے اور انھوں نے چند ہزار سرخ دینار مجھے نذر کرنے کے لیے الگ کر لیے ہیں مگر وہ میرے چہلم کے دن یہاں آئیں گے اور اس مقام پر ایک بڑا تالاب اور ایک چاہ باولی تعمیر ہوگا۔ یہ فرما کر شیخ المشائخ مولا اور ملاں قرن کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ تم اس کام کو سرانجام

Marfat.com

دو گے۔ پس جیسا آپ نے فرمایا تھا وہ سوداگر بروز چہلم آئے اور ان کے نیاز کی رقم سے رسول کوٹ میں ایک تالاب اور باولی تعمیر ہوئی۔ پیر نبی بخش نے جس باولی اور حوض کو ملک سرور کی طرف منسوب کیا ہے ممکن ہے وہ اس سے الگ ہو جوان سوداگروں نے یہاں بنوایا تھا۔ مگر افسوس اب نہ یہ ہے نہ وہ۔ ملک سرور کے مرمت طلب مزار کے قریب جانب مشرق جابجا اینٹ روڑے دور تک بکھرے پڑے ہیں جو تقدیر الٰہی سے ویران شدہ قصبہ رسول کوٹ کا پتہ دیتے ہیں۔

شاہ ابوالخیر مدفون شاہ کوٹ

تذکرہ قطبیہ میں حضرت عبدالجلیلؒ کے بھائی ابوبکر لکھتے ہیں کہ شاہ ابوالخیر بن سید عمر حسینیؒ سلطان التارکین شیخ مدار[1] علیہ الرحمتہ کے مریدوں میں سے تھے۔ آپ اپنے وقت کے شاہ باز تھے مگر اکثر عالمِ سُکر میں رہا کرتے۔ ایک مرید نے شیخ مٹھہ مدار سے عرض کیا کہ حضرت! شاہ ابوالخیر پر ہمیشہ عالمِ بے خودی طاری رہتا ہے اگر ان جیسا مردِ خدا عالمِ صحو میں ہوتا تو کیا ہی اچھا تھا۔ ان سے بہت لوگوں کو فیض پہنچتا۔

شیخ مدار نے فرمایا اے فرزندم بندگی قطب العالم عظمہ اللہ تعالیٰ کے پاس لے جاؤ۔ ان کی صحبت سے یہ ہوش میں آجائے گا اور اپنا باقی نصیب بھی حاصل کر لے گا۔ مریدانِ شیخ موصوف شاہ ابوالخیر کو قطب العالمؒ کی خدمت میں لے آئے۔ آپ نے جونہی دستِ مبارک سے ان کا کان پکڑا آپ ہوش میں آگئے اور جو فیض حاصل کرنا تھا کر لیا۔ مدت العمر آپ کی یہی حالت رہی کہ کبھی عالمِ صحو میں آجاتے اور کبھی عالمِ سُکر میں۔

رسول کوٹ کی بخشش

شیخ ابوبکر لکھتے ہیں کہ جب سلطان بہلول لودھی انار اللہ برہانہٗ نے اپنی بیٹی حضرت عبدالجلیلؒ کے حبالۂ نکاح میں دی تو اس کے جہیز میں بہت دیہات و امصار دیے۔ مگر آپ نے قبول نہ کیے۔ آخر الامر سلطان نے عرض کیا کہ یا شیخ! رسول کوٹ آباد کردہ ملک سرور برادر سلطان ابوالبقا (المشہور میر تلبغہ) آپ کی جدی وراثت ہے آپ اسی کو قبول کر لیں۔ آپ نے منظور فرما لیا اور وہیں جا رہے۔ اس وقت وہ موضع

---

[1] شیخ مٹھہ مدار کے حالات مجھے معلوم نہیں ہو سکے مفتی غلام سرور اس نام کے ایک بزرگ کی نسبت لکھتے ہیں کہ درویش کامل و اکمل اور شیخ معین الدین چشتی سنجری کے روحانی فیض سے فیضیاب تھے۔ آپ بیس سال مزار پر چلہ کشی کر کے واصل باللہ ہوئے۔ مزار کا کروں میں ہے۔ وفات کا سال ۱۰۰۳ھ لکھا ہے۔

Marfat.com

ایسا آباد تھا کہ اس کی نظیر شہر لاہور کے گرد کہیں نہیں مل سکتی تھی۔آپ نے ایک دن فرمایا ''میں ویرانہ شاہ ابوالخیر کے سپرد کرتا ہوں'' حاضرین حیران رہ گئے۔ایک نے عرض کی یا حضرت! ایسے آباد موضع کو آپ نے ویرانہ کس طرح فرمایا۔فرمایا مجھے معلوم ہوتا ہے کہ رسول کوٹ ایسا ویران ہوگا کہ اس میں کوئی شخص چوروں کے خطرہ سے محفوظ نہیں رہے گا۔

زیارتِ روضہ شاہ ابوالخیر نولکھ ہزاری و مزارِ ملک سرورؒ

جب میں نے تاریخ جلیلہ لکھنے کا ارادہ کیا تو سب سے پہلے ملک سرور اور شاہ ابوالخیر کے مزارات کے فوٹو شاملِ کتاب کرنے کا خیال پیدا ہوا۔مزارِ ملک سرور پر نصب کرنے کے لیے ۲۵ر شوال ۱۳۵۵ھ کو کتبہ تیار کیا گیا مگر شیخ برہان کاہنووانی اور سلطان حاکمؒ کے مزارات کی زیارت پہلے قسمت میں تھی اس لیے یہ سعادت ۱۸ر جنوری ۱۹۳۷ء تک ملتوی رہی۔صبح ۲/۱ ۹ بجے گاڑی پر سوار ہوکر ۶۴ میل کا فاصلہ طے کر کے ریل گاڑی سوا بارہ بجے دوپہر سانگلہ ہل اسٹیشن پر پہنچی جو لائل پور کی لائن پر واقع ہے وہاں سے ہم ۲/۱ ۱ گھنٹہ میں ٹانگہ پر ۱۲ میل سفر کر کے دو بجے شاہ کوٹ پہنچے جو جانبِ جنوب واقع ہے۔پٹواری موضع چوہدری نواب الدین صاحب نے شیر گرم پلا کر راستہ کی سردی رفع کی اور ساتھ ہوکر روضۂ شاہ ابوالخیر کا فوٹو کھنچوایا۔فوٹو سے روضہ کی شان معلوم ہوسکتی ہے۔پٹواری صاحب سے معلوم ہوا ہے کہ یہ پختہ روضہ نیک صاحب کمشنر بندوبست نے سرکاری لاگت سے ۱۹۰۰ء میں بنوایا تھا۔وہ اس میں بڑی دل چسپی لیتے تھے اور مجاوروں کو (جن کے گھر روضہ کے گرد گھیرا ڈالے اس کے دل فریب منظر کے حاجب ہیں) کہتے رہے کہ یہاں سے آبادی اٹھالو ہم اس جگہ ایک پارک بنوادیں گے اور تمھیں مکانوں کے لیے پاس ہی زمین دے دیتے ہیں مگر مجاور ایسے خوش مذاق نہ تھے چنانچہ روضہ بدستور مکانوں میں گھرا رہا۔گورنمنٹ کی طرف سے روضہ کے لیے چار سو روپیہ سالانہ معافی ہے۔مجاور سینکڑوں کی تعداد میں چڑھاوے پر پلتے ہیں۔لوگوں کا شاہ ابوالخیرؒ پر بڑا اعتقاد ہے میں بھی جب داخلِ روضہ ہوکر فاتحہ پڑھنے لگا تو بڑی رقت طاری ہوئی۔

گرچہ خردیم نسبتے است بزرگ ذرۂ آفتابِ تابانیم

روضہ کی دیواروں پر بزرگ کا نام عبدالخیر لکھا ہے اور بھی غلط عبارتیں تحریر ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ کام کم علموں اور ناواقفوں کے ذریعہ ہوا ہے۔مزار سنگ مرمر کا اور خوب آراستہ پیراستہ ہے۔فرش سفید اور

Marfat.com

سیاہ ٹائلوں کا ہے ساتھ ہی مختصر مسجد بھی خوبصورت ہے اس کے نیچے لنگر خانہ ہے نوچندی جمعرات کو خوب رونق ہوتی ہے اور ۹ چیت کو میلہ بڑی دھوم دھام سے ہوتا ہے۔ میں جلدی میں نوگز طویل قبر نہیں دیکھ سکا جس کا ذکر عموی عالم شاہ صاحب نے ۱۹۱۲ء میں کیا تھا کہ وہ روضہ کی مغرب کی طرف واقع ہے جس موضع میں یہ روضہ واقع ہے اسے آبادی مجاوراں بھی کہتے ہیں اور یہی اس کے مالک ہیں۔ گھر خوب صاف ستھرے ہیں ایک گھر کی چھت پر چڑھ کر ہم نے مشرق کی طرف سے روضہ اور مسجد کا فوٹو لیا۔ پیچھے پہاڑی بھی دلچسپ منظر پیش کرتی ہے۔ یہ دیکھ کر افسوس ہوا کہ اس علاقہ میں کسی کو شاہ ابوالخیر کا صحیح نام بھی معلوم نہیں اور نہ یہ پتا ہے کہ وہ کس زمانہ میں ہوئے۔

ضلع گوجرانوالہ کے گزیٹیئر میں

شاہ کوٹ کے متعلق لکھا ہے کہ یہ پہلے ضلع جھنگ میں تھا۔ ۱۸۹۲ء میں ضلع ہٰذا میں شامل ہوا۔ بار کے افتتاح سے قبل اس علاقہ میں مستقل آبادیاں تھیں اور شاہ کوٹ کا شمار بھی ان میں سے تھا۔ خانقاہ ڈوگراں اور میاں علی کی طرح یہاں کی آبادی کی زینت بھی ایک خانقاہ ہی تھی اور یہاں کے باشندے اس خانقاہ کے مجاور تھے۔ ان کو اراضی میں حقوق مالکانہ حاصل نہ تھے۔ ہاں ان کے پاس مویشیوں کے بڑے بڑے گلے تھے جنھیں اردگرد کی ویران سرکاری زمینوں میں چرانے کا حق حاصل تھا۔ پرانا گاؤں شاہ کوٹ کی پہاڑی کے دامن میں واقع تھا (غالباً اس سے مراد رسول کوٹ) شاہ کوٹ کو ۱۸۹۲ء میں جب کہ نو آبادیوں کا کام شروع ہوا۔ اہمیت حاصل ہوئی۔ اور یہ افسر نو آبادیات کا صدر مقام بنا اور بسرعت ترقی کرنے لگا۔ افسر نو آبادیات لفٹیننٹ پوپھم ینگ کے نام پر اس کا نام پوپھم آباد مقرر ہوا۔ پرانے گاؤں کے مشرق کی طرف نصف میل کے فاصلہ پر اس کی بنیاد رکھی گئی۔ باقاعدہ بازار بنائے گئے۔ ہر مقصد کے لیے جگہ الگ کی گئی۔ تاجر اور دکاندار کھچے چلے آئے مکانات تعمیر ہوئے اور اس کے تجارتی مرکز بننے کے امکانات پختہ ہو گئے۔ شاہ کوٹ میں تھانہ، آرام دہ بنگلہ، سرائے اور ڈسٹرکٹ بورڈ کا ہسپتال ہے۔ موضع سے دس میل مغرب کی طرف ریلوے بھی بننے والی ہے۔

مزار ملک سرور

دو پہاڑیوں پر واقع ہے ایک اس کے مغرب کی طرف ہے اور دوسری شمال مشرق کی سمت۔ بقول

Marfat.com

عموی عالم شاہ صاحب اول الذکر پہاڑی میں وہ قلعہ تھا جسے رسول کوٹ کہتے تھے اور اب رسول سانگلہ کے نام سے مشہور ہے اور موخر الذکر کی دوسری جانب جامع سروری کے کھنڈرات ہیں اسی پہاڑی کی چوٹی پر وہ مقام ہے جہاں شیر اور بکری نے یکجا پانی پیا ہے جو بہت بڑا حوض آپ نے بنوایا تھا اسے اب نٹر کے نام سے پکارتے ہیں اور اس کی حیثیت ایک جوہڑ سے زیادہ نہیں کیونکہ اس کی اینٹیں اکھیڑ کر مجاوروں نے گھر تعمیر کرلیے ہوئے ہیں۔ مرقدِ سروری کے گرد جو چاردیواری عموی عالم شاہ صاحب موصوف نے ۱۹۱۲ء میں ملاحظہ کی تھی اب وہ بھی گری پڑی ہے۔ اور ۸×۴/ ۳۴طویل وعریض اور ۳ فٹ بلند قبر بھی خستہ حالت میں ہے۔ جب چارپایوں میں وبا پڑتی ہے تو مالک انھیں لاکر مزار کے قریب بٹھا دیتے ہیں۔ ایک ان میں سے مرجاتا ہے اور باقی صحت یاب ہو کر بے تحاشا بھاگ اٹھتے ہیں۔ مزار پر اور اس کے گرد چھوٹے چھوٹے مٹی کے ٹھیکرے پڑے ہیں جن میں مریض جانوروں کے مالک دودھ ڈال دیتے ہیں جسے جانور (کتے وغیرہ) چاٹ لیتے ہیں۔ کتوں کا اس طرح مزار کے پاس بے روک آنے کا حال سن کر مجھے سخت صدمہ ہوا۔ مزار کا احاطہ قریباً ڈیڑھ مرلہ میں ہوگا۔ اس کے گرد چار پانچ فٹ بلند چاردیواری اور ایک دروازہ کی تعمیر کے علاوہ سرہانے کے چراغ دان کا مرمت ہونا بھی بڑا ضروری ہے۔ ملک سرور کا آباد کردہ رسول کوٹ تو ویران ہو گیا۔ آباد کار کی قبر تو نہیں مٹنی چاہیے تاکہ ایسے تاریخی مقام کی یادگار قائم رہے جس کی لوگوں کو خبر نہیں۔ ملک سرور کے پاؤں کی طرف ایک چھوٹا ساون کا درخت موجود ہے یہاں یہ مقام سوک سرور کے نام سے مشہور ہے شاید اصل سوق سرور ہو (سوق کے معنی ہیں بازار)۔

عموی صاحب وہاں سے صاحبِ مزار کی ایک تازہ کرامت کا حال سن آئے تھے جس کی تصدیق کا مجھے وقت نہیں ملا کہ ایک لوہار تنگدستی رفع کرنے کے لیے مزار پر دیے جلانے لگا۔ ایک روز اسے خواب میں ارشاد ہوا کہ میرے سرہانے کی طرف کھود کر زمین سے جو کچھ ملے وہ لے لو چنانچہ اسے ایک پُر زر برتن مل گیا جس سے وہ آسودہ حال ہو گیا۔ اب وہ چاند کی پہلی جمعرات کو حاضر مزار ہو کر چراغ جلاتا ہے۔ اگر یہ واقعہ ٹھیک ہے تو اسے اتنی سمجھ نہ آئی کہ اس روپیہ میں سے خرچ کر کے مزار ہی کو مرمت کرادے یا شاہ ابوالخیر کے مجاور ہی مرمت کرادیں جو چڑھاوے وصول کرتے ہیں۔

Marfat.com

مزار کا فوٹو

۱۸ر جنوری ۱۹۳۷ء کو عصر کے وقت مشرق کی طرف سے لیا گیا۔ جانب شمال نواب الدین صاحب پٹواری کھڑے ہیں اور میرے دائیں بائیں دو مجاور استادہ ہیں۔ لڑکے بھی انہیں کے ہیں۔ مزار سے مغرب کی طرف پہاڑی ہے۔ یہ مقام دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ پیش کرتا ہے کہ صاحبِ مزار اپنے بھائی (سلطان ابوالبقا تلبغہ) سے سلطنت چھن جانے پر یہاں ایک قصبہ آباد کر کے مکین ہوئے جو تین سو سال کے بعد ویران ہو گیا اور اب جلیل الشان مرد کی قبر بھی ان کے چچازاد بھائی (سلطان حاکمؒ) کی متمول اولاد کی بے خبری اور بے حسی کی وجہ سے منہدم ہونے کے قریب تھی مگر خدا نے اس کی بحالی کے سامان کر دیے۔ اب ان شاء اللہ وہ ٹھیک طور پر مرمت ہو جائے گی۔ میں جو کتبہ تیار کر کے ہمراہ لے گیا تھا اور جو چوہدری نواب الدین صاحب پٹواری کی معرفت مجاوروں کو نصب کرنے کے لیے دیا گیا ہے وہ حسب ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مزار سیدنا ملک سرورِ ربانی رسول کوٹ ولد سلطان شہاب الدین والی کیچ مکران

جو ساتویں صدی ہجری میں فوت ہوئے

نامی لاہوری از اولادِ عم ملکِ سرورؒ متولی خانقاہِ مرشد ابوالخیرؒ

۵ شوال ۱۳۵۵ھ

میرا ارادہ تھا کہ شاہ کوٹ میں رات رہوں تا کہ مقامات کی اچھی طرح سیر اور حالات معلوم کر سکوں۔ مگر فوٹو گرافر صاحب ضروررات کو گھر پہنچنا چاہتے تھے اور تانگہ والے سے بھی واپس آنے کا عہد کیا ہوا تھا۔ اس لیے پونے چار بجے کے قریب رخصت ہو کر سوا پانچ بجے سانگلہ پہنچ گئے اور کاری پر پونے چھ بجے شام سوار ہو کر رات کے آٹھ بجے لاہور واپس آ گئے۔ الحمد للہ کہ سفر بخیر و خوبی سرانجام پذیر ہو گیا۔

تاریخ مجاورانِ شاہ ابوالخیر نولکھ ہزاری شاہ کوٹی

بڑے انتظار کے بعد چوہدری نواب الدین صاحب پٹواری کی مہربانی سے مندرجہ ذیل باتیں اب معلوم ہوئیں ہیں:

Marfat.com

۱۔ شیخ علی اور علی شاہ صاحب کے پہلے مرید اور متولی خانقاہ تھے۔

۲۔ ان متولیوں کے اولاد نرینہ نہ تھی۔ بیٹیاں بھٹی، طور، راٹھور اور کھوکھر راجپوتوں سے بیاہی گئیں۔ موجودہ مجاور انھیں کی نسل سے ہیں۔

۳۔ مجاورین میں سے تاجا ولد عمر، انور علی ولد راجہ اور منور علی نمبر دار عمر رسیدہ اور نیک آدمی ہیں۔

۴۔ مجاوروں کے گھر تین سو کے قریب ہیں جن کے لیے سرکار نے چار صد روپیہ سالانہ بشرطِ نیک چلنی تا قیام خانقاہ منظور فرمایا ہوا ہے۔ پہلے جبکہ گرد کھلا جنگل تھا ان کو خانقاہ کی خدمت کے عوض ترنی معاف تھی۔

۵۔ پانچویں بات نہایت افسوسناک ہے ک مجاور مزارِ ملک سرورؒ پر کتبہ نصب نہیں کرنے دیتے کیونکہ ان کی نظر میں یہ کام ان کے حقوق غصب کرنے کا بہانہ ہے۔ ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ کتبہ بزرگ کی تاریخ بتانے کے لیے تیار کیا گیا ہے۔ مجاوری اور قبضہ انھی کو مبارک رہے۔ یہ تحریر بطور سند رکھیں اور کتبہ نصب کرنے میں مانع نہ ہوں میرے ساتھ وہی تعلق قائم کریں جو حضرت شاہ ابوالخیرؒ کو جدنا حضرت عبدالجلیلؒ سے تھا۔

شیخ موسیٰ آہنگرؒ

شیخ موصوف حضرت عبدالجلیلؒ کے جلیل القدر خلفا میں سے ہیں۔ تذکرۂ قطبیہ میں حضرت ابوبکر ان کے متعلق یوں رقم طراز ہیں:

''حضرت شیخ موسیٰؒ نے ابتدا میں شیخ الاولیا شیخ شہراللہ بن شیخ یوسف سجادہ نشین حضرت غوث بہاؤالحق ملتانیؒ سے فیض حاصل کیا ان کے وقتِ رحلت شیخ موسیٰ نے عرض کیا کہ جو دقائق حقائق ابھی حل کروانے ہیں۔ ان کے متعلق کیا حکم ہے۔ آپ نے فرمایا وہ برادرم بندگی قطب العالمؒ سے حل ہوں گے چنانچہ شیخ موسیٰؒ لاہور میں حضرت عبدالجلیل کی خانقاہ پر حاضر ہوئے۔ اور پیشتر اس کے کہ اطلاعِ حاضری دیں حضور قطب العالمؒ نے ایک خادم سے فرمایا کہ شیخ موسیٰ آئے ہیں ان کو بلا لاؤ۔ میں ان کا منتظر ہی تھا اپنا باقی نصیبہ لے لیں۔ خادم نے باہر آکر پوچھا شیخ موسیٰ کون ہیں حضرت بلاتے ہیں۔ آپ نے کہا بندہ حاضر ہے۔ چنانچہ آپ نے قطب العالمؒ کی خدمت میں ایک مدت گزار کر بہرۂ وافر حاصل کیا۔ پھر آپ نے ان کو اپنے جوار میں دو بیگہ زمین عنایت فرمائی اور آپ نے وہیں سکونت بھی اختیار کر لی۔''

Marfat.com

آپ بڑے صاحبِ کرامت بزرگ تھے سید محمد لطیف جج نے بھی تاریخ لاہور میں جو بزبان انگریزی ۱۸۹۲ء میں لکھی گئی آپ کی ایک مشہور کرامت درج کی ہے۔ کہ ایک نہایت حسین ہندو عورت آپ کے پاس تکلہ سیدھا کرانے کے لیے آئی۔ آپ نے اسے آگ میں رکھ دیا اور خود عورت کی طرف ٹکٹکی باندھے دیکھنے میں ایسے محو ہوئے کہ تکلا بھٹی سے نکالنے کا خیال ہی بھول گیا۔ عورت نے یہ خیال کر کے کہ شیخ اس کو بدنیتی سے گھور رہے ہیں۔ نہایت غصہ سے بولی۔ میرے چہرے میں کیا رکھا ہے جو تم اس طرح دیکھ رہے ہو۔ تم نے اپنا کام ہی بھلا دیا ہے۔ شیخ نے جواب دیا۔ میں صانع حقیقی کی صناعی پر غور کر رہا ہوں جس نے تمھیں اس قدر خوبصورت چہرہ عطا کیا ہے اگر میں نے تمھیں بدنیت سے دیکھا ہو تو یہ ہے سرخ تپا ہوا تکلہ میں اسے اپنی آنکھوں میں پھیرتا ہوں اگر میں نے تم پر کسی برے خیال سے نظر کی ہے تو میری یہ روشن آنکھیں بریاں ہو کر اندھی ہو جائیں۔ شیخ نے جب آگ بنا ہوا تکلہ آنکھوں میں سلائی کی طرح پھیرا تو اس نے کچھ ضرر نہ پہنچایا بلکہ خالص سونے کا بن گیا۔ عورت کو یقین ہو گیا کہ شیخ نے میری طرف برے ارادے سے نہیں دیکھا۔ اس کام سے وہ اسلام کی حقانیت کی قائل ہو کر مشرف بہ اسلام ہو گئی اور اسلام پر ہی اس کا خاتمہ ہوا۔ اس کا مزار شیخ موسیٰ کے احاطہ خانقاہ کے اندر شمال مشرقی گوشہ میں ہے چند دن ہوئے ابوالفاضل مرزا محمد اعظم صاحب بی۔ اے نے شیخ موصوف کی ایک اور کرامت بیان کی کہ ایک کم حوصلہ شخص کسی غرض کے لیے آپ کے روضہ پر حاضر ہوتا رہا اور جب دیکھا کہ اس کا مدعا پورا نہیں ہوا تو وہ کدال لے کر مزار کو منہدم کرنے دوڑا۔ مگر جب داخلِ احاطہ ہوا تو پنٹ اندھا ہو گیا۔ شہر کو واپس آیا تو اکبری دروازہ کے باہر کسی حادثہ سے دوچار ہوا اور وہیں تڑپ کر ٹھنڈا ہو گیا۔ ایک اور کرامت مسٹر شہاب الدین نے جو خادم درگاہ مستری رحیم بخش ولد نور محمد کے پوتے کرم دین ولد صدر دین کا بیٹا ہے میرے گوش گزار کی کہ جب میکلوڈ روڈ بننے لگی جو خانقاہِ شیخ کے مشرق کی طرف اسٹیشن لاہور سے قلعہ گوجر سنگھ کو جاتی ہے تو سڑک سیدھی کرنے کے لیے روضہ کا انہدام ضروری خیال کیا گیا۔ مغربی دیوار گرانے ہی لگے تھے کہ صاحب بہادر معائنہ کے لیے گھوڑا دوڑاتے آئے اور احاطہ کے قریب ایک گڑھے میں گر کر ٹھوڈی تک غرق ہو گئے انھیں معلوم ہو گیا کہ یہ پیر پادری کی نظرِ عتاب کا نتیجہ ہے۔ فوراً روضہ شکنی بند اور ریختہ دیوار درست کرا دی۔ جو قدیمی ساخت سے الگ دکھائی دیتی ہے اور سڑک سیدھی جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ چنانچہ سڑک کا ٹیڑھا پن اس کرامت کا مصدق ہے ورنہ اس زمانہ میں یہ تمام علاقہ غیر آباد تھا۔ سڑک سیدھی نہ بنانا چہ معنی دارد۔

Marfat.com

روضہ شیخ موسیٰؒ

حضرت عبدالجلیلؒ کی خانقاہ کے جنوب کی طرف ہے اس کا شاندار خوشنما گنبد دور سے دکھائی دیتا ہے۔ روضہ کی اندرونی دیواریں خطِ طغرا میں تحریر کردہ آیاتِ قرآنی سے مزین ہیں۔ ابھرے ہوئے پائیدار حروف صنعتِ معماری کا نہایت اعلیٰ نمونہ پیش کرتے ہیں۔

تاریخ وفات

شیخ موسیٰؒ کا سالِ وفات ۹۲۵ھ مطابق ۱۵۱۹ء درج کتب ہے مگر سید عبداللطیف نے شیخ کے متعلق اور تاریخیں دی ہیں اس نے بات کو شک میں ڈال دیا ہے مثلاً لکھا ہے کہ ''شیخ موصوف سوری خاندان کے بادشاہوں کے عہد میں ممتاز ہوئے۔ امرائے درباران کی بڑی عزت کرتے تھے۔'' مگر یہ خاندان ۱۵۳۹ء سے ۱۵۵۴ء تک حکمران رہا۔ یعنی اس کی حکومت شیخ موسیٰ سے بیس برس بعد شروع ہوئی۔ سید صاحب مرحوم نے آئینِ اکبری سے جو عبارت نقل کی ہے اس میں درج ہے کہ آپ شاہِ اکبر کے دورِ حکومت کے شروع میں فوت ہوئے۔ اکبر کا دور ۱۵۵۶ء میں شروع اور ۱۶۰۵ء میں ختم ہوتا ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ یا تو شیخ موسیٰ کا سالِ وفات ۱۵۱۹ء غلط ہے یا آئینِ اکبری کا حوالہ غیر صحیح۔ دونوں میں ۳۷ سال کا فرق ہے۔

نظامِ خانقاہ

حضرت عبدالجلیلؒ نے شیخ موسیٰ کو خانقاہ کے لیے دو بیگہ زمین عطا کی تھی جیسا کہ تذکرۂ قطبیہ اور دیگر کتب میں مسطور ہے مگر اب احاطہ صرف دو کنال میں ہے۔ باقی ۶ کنال پر اغیار کا قبضہ ہو چکا ہے۔ خانقاہ کے خانۂ ملکیت میں اسے شاملاتِ دیہہ (قلعہ گوجر سنگھ) لکھا ہے اور خانۂ کاشتکاری میں ۱۸۶۸ء سے ۱۸۹۳ء تک رحیم بخش ولد نور محمد کا نام مسطور ہے اور اب تک اس کے تین بیٹوں (بدرالدین، صدرالدین اور فضل الدین) کی اولاد بحصہ مساوی قابض ہے۔ مجھے فیض محمد ولد ولی محمد ولد بدرالدین نے مالی کاغذات دکھائے ہیں جو بیان بالا کے مصدق ہیں یہ کہتے ہیں ہم ایک عرس ۷ اصفر کو کرتے ہیں (ان کی ذات جدید جمعبندی ۱۹۳۰ میں قریشی لکھی ہے۔ قریشیوں کو فخر کرنا چاہیے کہ ہر قوم ان میں شامل ہونا باعثِ شرف سمجھتی ہے۔ نامی) دوسرا عرس مستری گھدو کی اولاد جس نے خانقاہ کے پاس مکانات بنوائے ہیں۔

Marfat.com

غیر معین تاریخوں میں کیا کرتی ہے اور کہتی ہے کہ ہمارے سوا اور کوئی عرس نہیں کرتا۔ (پہلے ایڈیشن کے صفحہ ۲۳۷ میں شیخ موسیٰ کے متعلق ایک مضمون مناقبات موسوی سے درج ہے جسے عقل سلیم تسلیم نہیں کر سکتی۔ عام طور پر مشہور ہے کہ آپ بودلہ قوم سے تھے جو اپنے آپ کو صدیقی قریشی بتاتے ہیں مگر مناقبِ موسوی میں آپ کو امام محمد تقی کے فرزند عبدالجلیل کی اولاد بتایا ہے حالانکہ امام موصوف کا کوئی بیٹا اس نام کا نہ تھا۔ اور بھی بہت سی ناتسلیم کردنی باتیں لکھی ہیں اس لیے یہ مضمون نظر انداز کیا جاتا ہے۔ نامؔی)

حضرت علیم الدین عرف رنگریز

اذکارِ قلندری میں پیر فرح بخش صاحب لکھتے ہیں کہ آپ کو عالم یکرنگی میں کمال حاصل تھا اور آپ مرید اور فقیر حضرت شیخ موسیٰ کے ہیں۔ حضرت شیخ شاہ نور قصوری اور شیخ آتو باغبان جن کی اولاد فیض پور باغباناں میں ہے دونوں شیخ علیم الدین کے مرید ہیں۔ مفتی غلام سرور لاہوری گنج تاریخ میں یوں رقم طراز ہیں کہ سید علیم الدین شیخ عبدالجلیل قطب العالم کے جلیل القدر خلفا میں سے ہیں چونکہ آپ شیخ موصوف کی خانقاہ کے درویشوں کی پارچہ شوئی کی وجہ سے نامور ہوئی اسی لیے اب تک علیم الدین گاذر (دھوبی) کے نام سے مشہور ہیں اور اقوام گاذر کے لوگ آپ سے بڑا اعتقاد رکھتے ہیں۔ آپ کا مزار قصبہ چونیاں کے قریب لاہور سے چالیس کوس جانبِ جنوب ہے۔ میں ۲۵ رجنوری ۱۹۳۷ء کو جب پتوکی سے نو میل فاصلہ تانگے پر قریباً ایک گھنٹے میں طے کر کے موضع گہلن کے ارادہ سے چونیاں پہنچا تو دریافت پر معلوم ہوا کہ شیخ علیم الدین کا روضہ راستے ہی میں جانب جنوب تین کوس کے فاصلہ پر کچی سڑک پر واقع ہے۔ چنانچہ ہم بڑے شوق سے روضے پر پہنچے۔ شیخ کے مزار کا قبہ دور سے دکھائی دینے لگ جاتا ہے۔ پہلے دائیں ہاتھ مختصری ایک پختہ مسجد ہے جو روضہ کی چاردیواری کی غربی دیوار کے پاس ہے۔ روضہ کے احاطہ میں (جو اندر سے شمالاً جنوباً ۱۲ کرم اور شرقاً غرباً ۹ کرم ہے) داخل ہونے کے لیے محراب دار دروازہ جس کے اوپر دو مینار بنے ہیں۔ سامنے شمال کی طرف آتا ہے۔ اندر جا کر چند قدم پر روضہ ہے جس کا دروازہ بالکل اس کے مقابل ہے۔ گنبد میں داخل ہوتے ہی پہلو بہ پہلو دو مزار ہیں ایک شیخ علیم الدین کا اور دوسرے کے متعلق میں دریافت نہیں کر سکا۔ قبروں کے سرہانے شمالی دیوار میں چراغ دانوں کی ایک خوبصورت جالی بنی ہوئی ہے جس میں بہ یک وقت کئی دیئے جل سکتے ہیں۔ گنبد خشتی اور اس کی بلندی اوسط درجے کی ہے اور اچھا خوب بنا ہے۔ چاروں کونوں پر مینار ہیں۔ روضہ اندازاً ۲۰ فٹ مربع ہوگا۔ احاطہ کے باہر مغرب کی سمت چراغ

Marfat.com

دین گدی نشین کا مکان ہے جس نے مجھے بتایا کہ میں شیخ علم الدین کی اولاد سے ہوں۔ اور یہ کہ میرے پاس پندرہ سولہ گھماؤں زمین ہے جس کو احاطہ کے جنوب کی طرف واقع کنواں سیراب کرتا ہے۔ عرس ۱۱رذی الحجہ کو یعنی بقر عید سے دوسرے دن ہوتا ہے اور اندازاً بیس تیس روپے آمد ہو جاتی ہے۔ یہ روضہ اکبر بادشاہ کے زمانہ کی ساخت بتایا گیا ہے۔ چراغ دین صاحب نے ہماری لسی سے تواضع کی اور وعدہ کیا کہ جب آپ گہلن سے واپس آئیں گے تو میں آپ کو قلمی کتاب دکھاؤں گا جس میں صاحبِ روضہ کے حالات درج ہیں مگر واپسی پر انھیں موجود نہ پایا جس کا مجھے بڑا افسوس ہے۔ اس علاقے میں اس بزرگ کا نام عَلم الدین (بفتح لام) مشہور ہے چونکہ مجھے اپنی خاندانی کتب سے یہ ثابت نہیں ہوا کہ یہ خاص حضرت عبدالجلیل کے خلیفہ ہیں اس لیے میں نے ان کے روضہ کے فوٹو حاصل کرنے میں روپیہ خرچ کرنا مناسب نہیں سمجھا۔

تاریخِ رحلت

شد چوں از عالم بعلمِ حق بلند — عالمِ علم لدنی علم دین

ہست تاجِ اتقیا سالش دگر — کاشفِ دیں عالم علمِ یقین

۹۱۶ — ۹۱۶

اس تاریخ کے مطابق آپ حضرت عبدالجلیلؒ سے چھ سال بعد اور شیخ موسیٰ آہنگر سے ۵۶ سال پہلے فوت ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

پیر ڈھلؒ

رائے بہادر کنہیالال نے تاریخ لاہور کے صفحہ ۱۶۹ میں لکھا ہے کہ "اس بزرگ کا مزار شہر کے اندر موچی دروازے اور شاہ عالمی دروازے کے درمیان ہے بلکہ محلّہ ہی اس بزرگ کے نام سے 'ڈھل محلّہ' کہلاتا ہے"۔ لودھیہ سلطنت کے وقت شیخ قطب العالم عبدالجلیل چوہڑ بندگی کے مریدوں میں سے صاحبِ جذب وسکر تھا۔ مجذوبوں کی طرح بازاروں میں پھرا کرتا تھا اکثر نشست اس کی اسی مقام پر تھی جہاں اب اس کا مزار ہے اس شخص کو لوگ صاحبِ کشف وکرامت جانتے تھے اور پیر کر کے مانتے تھے۔ مکانِ مزار چھتا ہوا اور مزارِ پختہ زمانہ قدیم کا بنا ہوا ہے۔ مزار بابا پیر ڈھل شاہ کی مغربی دیوار پر بزرگ کا نام عبدالحکیم بخاری المشہور بابا پیر ڈھل زیب کتبہ ہے۔ عرس ماہ رجب کی...... تاریخ کو ہوتا ہے۔

Marfat.com

نوٹ: یہ مزار مسجد بلن خاں کے مغربی کوچہ نیویں گلی سے جانب غرب واقع ہے اسی گلی میں مشفقی ابوطاہر فدا حسین فدا کا آبائی مکان ہے جو حضرت خواجہ سلطان سید رسولؒ قریشی ہاشمی المعروف بابا جی کٹیاں والے متوفی ۷ محرم الحرام ۱۳۶۶ھ بروز دوشنبہ مدفون موضع بگا تحصیل اجنالہ ضلع امرتسر جن کا آستانہ عالیہ ''دربارِ رسول'' کے نام سے مشہورِ خاص وعام تھا، کے جانشین ہیں۔ آپ ہی ان کا عرس سالانہ حسبِ وصیت ۱۲ ربیع الاول کو درگاہ حضرت میاں میرؒ میں منعقد کرتے ہیں۔ آپ ہی نے ایک کتاب موسومہ ''آفتاب تصوف'' حضرت موصوف کے سوانح حیات پر مشتمل تصنیف کی ہوئی ہے جو آپ (فدا صاحب) سے دستیاب ہوسکتی ہے۔

اسمائے خلفائے حضرت عبدالجلیل چوہڑ شاہ بندگی عظمہ اللہ تعالیٰ

نام مبارک	جائے قبور	نام مبارک	جائے قبور
شیخ جمال الدین ابوبکرؒ (برادر)	آگرہ محلہ جوگی پورہ	شیخ فریدالدین (برادر)	
شیخ عبدالرحیم (برادر)	حصار فیروز پور	شیخ جلال گجرؒ	موضع باندو تحصیل لاہور
شیخ فیض اللہ المعروف فدا (برادر)		شیخ خیرالدین کھچیؒ	پنڈی میر شہداد جانب غرب لاہور
شیخ موسیٰ آہنگرؒ	لاہور متصل قلعہ گوجر سنگھ	شیخ گھسن کھچیؒ	ایضاً
شیخ برہانؒ	قصبہ کاہنووال ضلع گورداسپور	سید علم الدینؒ	جنڈیالہ کلاں
سید ابوالخیر حسینیؒ	موضع شاہ کوٹ ضلع شیخوپورہ	شیخ مظفر رتی را واور شیخ چوہا جھنبٹ	متصل لاہور
ملک مردانہ کھوکھر	موضع مردانہ ضلع شیخوپورہ	شیخ الاولیا شیخ اوہیہ چوبانؒ	قصور

Marfat.com

شیخ علم الدین رنگریزؒ	موضع جمشیر متصل چونیاں	شیخ مولا بایزیدؒ	درمیان خطہ کوٹ کروڑ مزار شیخ کاکوؒ
شیخ یونس کسیرہؒ	موضع منج تحصیل اجنالہ ضلع امرتسر	شیخ علی غازی برادر شیخ زین الدین وعین الدین غازیؒ	میانی پنج ڈھیرہ
شیخ مٹھہ سیاہ پوشؒ	موضع بلہڑال تحصیل اجنالہ ضلع امرتسر	رائے بھویہ بھٹی	تلونڈی تحصیل شرقپور
شیخ مولا نجارؒ	تیرہ بزرگ	سلطان شیر شاہ سوریؒ	پٹنہ بنگال
شیخ شہاب الدین منج	پائیں روضہ حضرت بندگیؒ	سید عبدالحکیم بخاری عرف بابا پیر ڈھل	اندرون موچی گیٹ لاہور
شیخ سعد عرف بھلیمؒ	محلہ کھاری کھوہی لاہور	سید ابوالخیر	موضع پنج وہڑہ متصل شیخوپورہ

علاوہ مندرجہ بالا بزرگان کے حضرت کے مفصلہ مریدوں کا ذکر بھی تذکرۂ قطبیہ میں مفصل مسطور ہے جو یہاں بعدم گنجائش درج نہیں کیا مسمیان پھیلو، موجو، میاں، خاں ورائے رام دیو جس نے حضرت کی پیشگوئی کے مطابق شہر بٹالہ آباد کیا و ملک ہندو شاہ بھٹیاں و ملک بھویا و ملک بھلر کھوکھراں، شیخ توربند، شیخ کاکن، سید خاں، مقربانِ سلطانی، بی بی سیمو و پیرس، مخدوم سادھا، شیخ احمد بخش اور شیخ نکو در جس نے تیرہ آباد کیا اور شیخ بت جو ہوا کی طرح دریا پر سے گزر جاتے تھے۔

تبدیل قوم کا مرض

ہندوستان میں تبدیلِ قوم بھی ایک مرض ہے بقول سر گریفن مصنف ''رئیسانِ پنجاب'' مسلمانوں کا ہر ایک خاندان فخر سمجھتا ہے کہ اپنا نسبی تعلق عباسؓ یا پیغمبر صاحب ﷺ کے کسی اور قریبی رشتہ دار سے ظاہر کرے۔ مہاراجہ شیر سنگھ کے زمانہ تک سرکاری تحریروں میں ایک خاندان کے سب سے بڑے مقتدر شخص کو غیر سید تصور کیا جاتا اور لکھا جاتا تھا۔ لیکن عروج حاصل کرنے کے بعد دفعتہً ۱۸۴۰ء میں وہ بخاری سید مشہور ہو گیا۔ ایک قوم (جو پہلے ہندو تھی پھر مسلمان ہو گئی) کا بیان ہے کہ عرب سے آئے تھے ہم

Marfat.com

مسلمان تھے۔ایک ہندو جوگی نے ہمیں بت پرست بنادیا۔ پھر ایک مسلمان پیر نے ہم سے بت پھینکوائے ہم پھر مسلمان ہوگئے۔ چوہدری علی محمد خاں پنشنر افسر مال اپنی کتاب ''راجپوت گوتیں اور ذاتیں'' کے صفحہ ۵ پر لکھتے ہیں: ''پنجاب کے مغربی حصہ میں جہاں مسلمانوں کی آبادی زیادہ ہے راجپوتوں سے پٹھان وقریشی بنتے جاتے ہیں۔'' خان صاحب مولانا عبدالمالک ریونیو منسٹر ریاست بہاول پور اپنی تالیف ''شاہانِ گوجر'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ مباہات و مفاخرت کی رو میں نسب وحسب کی صحت کو لوگوں نے درایۃً وروایۃً ضائع کردیا۔ ہزاروں دیکھتے دیکھتے سید وقریشی بن گئے۔اور راجپوت بننے والوں کا تو کوئی شمار ہی نہیں ایک ہی گوٹ کے اشخاص ایک ضلع میں اپنا نسب کچھ بتاتے ہیں اور دوسرے ضلع میں کچھ۔ضلع پشاور میں ایک ولی اللہ حضرت پنجو شاہ کا مزار زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔ وہ قوم گجر کے درخشندہ گوہر تھے مگر ان کے حلقۂ بیعت میں چونکہ کئی عالم فاضل اور رئیس بھی تھے۔اس لیے انھوں نے آپ کو سید بنادیا وران کا شجرۂ نسب بھی مرتب کرلیا۔'' (اسی طرح شیخ برہانؒ کو کاہنووان میں سید بنایا گیا ہے۔ نامیؔ)

میرے ایک مقتدر ہم جماعت جو اپنی قابلیت سے عروج پر پہنچے ہیں مگر وہ اپنا نسب نہیں چھپاتے اور صاف کہہ دیتے ہیں کہ بھائی! میں ایک لوہار قوم سے ہوں اور بچپن میں اپنے باپ کی بھٹی پر دھونکنی دھونکا کرتا تھا۔نہایت عسرت میں تعلیم حاصل کی اب میں بڑا آدمی ہوں مگر اپنی ذات نہیں چھپاتا۔'' لوگ ان کی راست بیانی کی تعریف اور ان کی عزت کرتے ہیں اسی طرح میں مشفقی محمد الدین فوق صاحب کے تعریفی جملہ مندرجہ تاریخ پونچھ صفحہ ۸ سے ہم آہنگ ہو کر آل ذورعین کے مصنف مولانا ابراہیم محشرؔ انبالوی کی تعریف کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔جنھوں نے اپنی تاریخ کے صفحہ ۳۵ پر علی الاعلان اپنی غلطی کو تسلیم کرتے ہوئے لکھا ہے کہ تاریخ لکھنے سے قبل ہمارا یہی گمان تھا کہ قوم راعی وراعین جو عرف عام میں ارائیں مشہور ہے۔ عرب البائدہ یعنی آل عملیق اور دولت الرعاۃ کی نسل سے ہے لیکن اب جدید تحقیق کے بعد ہم اپنی زبردست غلطی کا سچے دل سے اعتراف کرتے ہیں۔یعنی ارائیں آل عملیق سے نہیں بلکہ قحطانی النسل خاندان بنو حمیر کے شہزادے ریم بن مسرت بن زید الجمہورؔ کی اولاد سے ہیں جو ۱۳۵۴ سال قبل مسیح پیدا ہوا۔ جب اس نے قلعہ جبل رعین تعمیر کیا تو اس کا نام ریم ذورعین ہوگیا۔آل ذورعین ہندوستان میں بارہ سو سال قبل مسیح آئی اور بت پرست ہوگئی۔اسی لیے کئی ارائیں اس وقت تک (پٹیالہ اور ضلع کرنال میں۔ نامیؔ) ہندو ہیں۔ ریمؔ کی اولاد سے نعمان ذورعینؔ نے ۶۳۳ء میں بزمانہ رسول اکرم ﷺ اسلام قبول کیا۔

Marfat.com

لفظ سیّد کے معنی

ہم اس کتاب میں لفظ سید و شیخ پر بحث درج کر چکے ہیں۔ اس کے بعد ہمیں مشفقی محمد الدین صاحب فوق نے تاریخ اقوام پونچھ عطا کی۔ اس میں آپ نے رسالہ القریش بابت ستمبر ۱۹۲۴ء سے لفظ سید کے معانی بتاتے ہوئے لکھا ہے کہ لسان العرب، صحاح ستہ، فتاویٰ شامی وطبری اور قرآن وحدیث میں جہاں جہاں یہ لفظ آیا ہے اس کے معانی حسب ذیل ہیں:

۱۔ جناب باری عزّ اسمہٗ کو سیّد کہتے ہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے سید نہ کہو بلکہ اللہ کو کہو السید ھو اللہ۔

۲۔ سید کے معنی شوہر کے ہیں جیسا سورۂ یوسف میں ہے **والفیا سیدھا لدالباب** میں ہے یا جیسا کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا **کان سیدی رسول اللہ صلعم۔**

۳۔ بزرگ اور مقدم جیسا یحییٰ علیہ السلام کی نسبت کہا گیا ہے **سیداً و حصوراً**

۴۔ سخی اور کریم جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق فرمایا۔ کہ سید یوسف ہیں نیز فرمایا کہ میری امت میں سید وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ مال سے سخاوت کرے اور خدا کا شکر گزار ہو۔

۵۔ بزرگ اور بڑی عمر والا جیسا کہ فرمایا **ان ثنیة من الضان خیر من سید من المعز** یعنی دو سالہ بھیڑ بوڑھے بکرے سے بہتر ہے۔

۶۔ فاضل اور افضل و سردار جیسا فرمایا **سید الایام یوم الجمعة سیدالطعام لحم. سید القوم خادمھم** یعنی جمعہ تمام دنوں سے فاضل ہے گوشت سب کھانوں سے افضل ہے۔ قوم کا سردار ان کا خادم ہے۔

ان تمام معانی پر غور کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ زمانۂ نبوی ﷺ میں یہ لفظ (سید) ذات کے معنیٰ میں کبھی استعمال نہیں ہوا۔ اب ہندوستان میں یہ لفظ اس معنی میں استعمال ہونے لگا ہے چونکہ مسلمان ان تمام اشخاص اور اشیا کو جو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب ہوں عزت کی نظر سے دیکھتے ہیں اس لیے خود سید بننے اور اپنے بزرگوں کو سید بنانے کا رواج قائم ہو گیا ہے اور ہمیں شبہ ہے کہ شیخ موسیٰؒ کو سید بنانے

Marfat.com

والے اسی اصول پر کار بند نہ ہوئے ہوں۔ حالانکہ ولایت اللہ کی داد ہے اور سید کے لیے خاص نہیں جو اللہ کی اطاعت وعبادت کرے گا اس کا مقبول بندہ ہو جائے گا۔ شیخ موسیٰؒ کی مسلمانوں کے دلوں میں اس وجہ سے عزت نہ تھی کہ وہ انھیں سید سمجھتے تھے بلکہ ان کے زہد واتقا کی وجہ سے تھی۔ شیخ علم الدین گاذر جن کو اس کتاب (مناقباتِ موسوی) میں کھوکھر لکھا ہے بوجہ گاذری ہماری نگاہوں میں کم نہیں ہو گئے۔ اونہ سید بنانے سے ان کا رتبہ بڑھ سکتا ہے۔ سید بننے اور بنانے کا ایک خاص مرض ہے جو پھیلتا جاتا ہے اور جھیورا اور شیخ بیانی اور ڈھولچی سید بن رہے ہیں۔

ذات تبدیل کرنے والوں کے وعید

میں مشفقی فوق صاحب کے ان الفاظ مندرجہ تاریخ اقوام پونچھ سے متفق ہوں کہ حسب نسب کو تبدیل کرنے اور اپنی ذات کو چھپانے اور اپنے خون کو اوروں کے خون میں ملا کرنا خلف بننے والوں کو کاش ارشادِ نبوی ﷺ کا بھی کچھ علم ہوتا۔ حضرت سعدؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص اپنے باپ کے سوا کسی دوسرے کی اولاد بنے اور جانتا ہو کہ وہ اس کا باپ نہیں ہے اس پر جنت حرام ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ تم اپنے باپ دادوں سے نہ پھرو پس جو کوئی اپنے باپ دادوں سے پھرا۔ اس نے کفر کیا۔ اسی طرح ایک اور مقام پر آپ نے اس شخص پر لعنت فرمائی ہے جو اپنے نسب کو کسی اور سے ملائے۔

تاریخ رحلتِ شیخ موسیٰؒ

مناقباتِ موسوی میں مطبوعہ کتب کے اندراج کے خلاف تاریخ وفات روز پنجشنبہ ۱۸ ماہ صفر ۹۶۲ھ مطابق ۱۰ جنوری ۱۵۵۶ء دی ہے۔ اس حساب سے آپ اکبر بادشاہ کے دوسرے سن جلوس میں فوت ہوئے۔ یہ تاریخ صحیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ تذکرہ قطبیہ میں سالِ وفات درج نہیں۔ شیخ موسیٰ شیخ ابوبکر کے بعد فوت ہوئے ہوں گے۔ تذکرۂ قطبیہ میں شیر شاہ سوری کے حالات ملتے ہیں اس کے بعد نہیں اس لیے شیخ موسیٰ کا ابتدائے عہدِ اکبری میں وفات پانا صحیح ہے۔

ملک مردانہ کھوکھرؒ

حضرت قطب العالم عبد الجلیلؒ کے مخلص مریدوں میں سے ہیں جب آپ اپنی خانقاہ واقع لاہور میں مسجد بنوا رہے تھے تو ملک مردانہ وہاں حصول ثواب کے لیے مفت کام کرتے۔ آپ کو اطلاع ہوئی کہ

Marfat.com

ایک شخص تعمیر مسجد میں بڑی محنت سے کام کرتا ہے۔ اکثر روزہ دار رہتا ہے اور مزدوری بھی نہیں لیتا۔ آپ نے اسے بلا کر پوچھا تمھارا کیا نام ہے۔ عرض کیا مردانہ۔ فرمایا خداوند تعالیٰ نے تجھے دین و دنیا میں مردانہ کر دیا۔ جافلاں بلندی پر گاؤں آباد کر۔ نام اس کا مردانہ رکھ اور خود وہیں سکونت اختیار کر تجھے دولتِ دارین بیش از بیش ملے گی۔'' پس خدائے عزّ وجل کی قدرت سے اس کی دینی و دنیوی دولت میں بڑی ترقی ہوئی۔ زبانی روایت ہے کہ موضع مردانہ بڑا ہی بارونق و آباد رہا۔ پیر ابوالحسن ثانی کے متعلق مشہور ہے کہ وہ مریدانِ مردانہ سے کسی بات پر ناراض ہو کر مزار قطب العالمؒ پر حاضر ہوئے اور مردانہ کی تباہی کی دعا مانگی۔ ارشاد ہوا کہ ہمارا آباد کردہ مردانہ برباد نہیں ہوگا۔ مگر چونکہ آں فرزند کی خاطر بھی منظور ہے اس لیے وہ آبادی اور ویرانے کے بَین بَین رہے گا۔ چنانچہ اب تک اس کی وہی حالت ہے اس میں اونچے اونچے مکانات بھی ہیں اور کھنڈرات بھی۔

''گلوسری آف ٹرائبس، جلد ۲ صفحہ ۵۴۳ میں لکھا ہے کہ'' تاتاریوں نے ۶۰۰ھ مطابق ۱۲۰۰ء کے بعد کھوکھروں کی تمام ستلج اور بیاس پر واقع بستیاں جلا ڈالیں۔ ان کا کھوکھر راجہ دیر خاں ملتان کی طرف بھاگ گیا۔ مگر پھر واپس آ کر اس نے کانگڑہ آباد کیا (۹ کوس چنیوٹ سے چناب کے مشرق کی طرف) مگر جلد ہی بیاس کی طرف اپنے ہم قوم کالو (بانی کالوواہن جس کا نام اب کاہنووان ہے) کے ساتھ چلا گیا۔ ویرنے اپنے لیے ایک ۲۰ کوس کا خطہ کاہنوواں کے جنوب کی طرف منتخب کیا اور وہاں اس نے ویروال (واقع ترنتارن) اپنے بیٹے ویرو کے نام پر آباد کیا۔ بھرو کھوکھر نے اسی تحصیل میں بھروال بسایا۔ ایک دوسرے کھوکھر کولچند رنے مواضعات میر دوال۔ مردانہ اور لیاپور ضلع سیالکوٹ میں آباد کیے۔ راجہ ویر خاں نے بھی کاہنووان اور ویرووآل کے درمیان کانگڑہ آباد کیا جو دریائے بیاس کے کنارے ۵ میل پھیلا ہوا تھا۔ اس کے شمال جنوبی دروازوں کے پاس دو قلعہ یا ماڑیاں تھیں۔ جن پر اب بھٹی راجپوتوں اور پنوآں جاٹوں کا قبضہ ہے گاؤں میں لدھاخاں المشہور پیر غازی کی قبر ہے جس پر چڑھاوے چڑھتے ہیں۔ مندرجہ بالا انگریزی کتاب میں کھوکھروں کی تاریخ گیارہ گنجان صفحات میں دی ہے مگر آخر نتیجہ یہ نکالا ہے کہ ان کی تاریخ میں بڑے اختلاف ہیں۔ کھوکھر جاٹ بھی ہیں راجپوت بھی ہیں ارائیں بھی ہیں اور چوہڑے بھی۔ اور میں کہتا ہوں کہ حسب تحریر قطب شاہی کھوکھر ان ہاشمی قریشی بھی۔ مگر بعض قطب شاہی کھوکھر اپنے شجرۂ نسب میں دادن خاں بانی پنڈ دادن خان (جس کے بزرگ ہندو قوم کے کھوکھر تھے) کا نام لاتے ہیں ان

Marfat.com

کے دعویٰ قریشیت کا بطلان خود ظاہر ہے۔ خیر ہمیں دوسروں سے بحث نہیں ہمیں واسطہ ملک مردانہ سے ہے جس کی اولاد راجپوت کہلاتی ہے اوران میں راجپوتی اوصاف موجود ہیں۔ میں گلوسری آف ٹرائبس کا یہ بیان ماننے کو ہرگز تیار نہیں کہ ملک مردانہ کے سوا کسی اور نے مردانہ بسایا تھا کیونکہ یہ ملک مردانہ کے عہد کی لکھی ہوئی تاریخ تذکرۂ قطبیہ کی شہادت کے خلاف ہے جس مسجد کی تعمیر میں ملک مردانہ نے شوقِ دلی سے مفت کام کیا تھا بوجۂ کہن سالگی ازسرِ نو تعمیر کی محتاج ہوگئی۔ میں نے تعمیر ثانی کا سنگِ بنیاد ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۲۹ھ مطابق ۲۳ اپریل ۱۹۱۱ء کو رکھا۔ اور ایک بوتل میں تاریخ لکھ کر بنیاد میں بند کر دی۔ اس مسجد کی تعمیر میں ملک مردانہ کی اولاد میں سے چوہدری نور محمد خاں ولد غلام جیلانی ولد شیر خاں ولد مبارک علی نے قابلِ قدر امداد دی۔ جزاہ اللہ تعالیٰ۔

ملک مردانہ کے پوتے ملک دولت خاں نے مندرجہ ذیل تاریخِ وفاتِ حضرت عبدالجلیلؒ کہی تھی:

ازیں ویرانہ کاخِ دیر بنیاد — سفر باید گزیدن شاد و ناشاد
چو حضرت بندگی آں قطبِ عالمؒ — کہ در اقطاب دارد شانِ اعظم
سفر فرمود ازیں دنیائے فانی — سوئے آرامگاہِ جاودانی
دراں دم سالِ ہجرتِ افضل البشر — بقیدِ خانہ آمد نُہ صد عشر
۹۱۰

قابلِ ذکر اشخاص در اولاد ملک مردانہ

چوہدری امیر علی خاں ذیلدار اوران کے فرزند عبدالغفور میٹرک تک تعلیم یافتہ ہیں۔ غضنفر علی کلارک محکمۂ فوج ایبٹ آباد۔ اکبر علی جو ایف۔ اے تک پڑھا ہے چوہدری نور محمد خاں سربراہ نمبردار مقیم پور چوہدری دین محمد خاں۔ قائم علی خاں کمپ کلارک ڈپٹی رجسٹرار بنکس حلقہ راولپنڈی۔ قائم علی ولد فرزاں خاں نمبردار مردانہ۔ محمد شفیع سابق کلارک فوج۔ یار محمد۔ دین محمد ولد فضل خاں، قائم علی مدرس نارنگ، محمد بخش ولد امام بخش، حامد خاں ولد نور محمد، قائم علی ولد ہدایت خاں، امیر علی ولد لدھے خاں، محمد شفیع ولد جان محمد۔

ننگل میں چوہدری رُلدو خان، عبدالعزیز و عبدالمجید و محمد شفیع

ملک پور میں چوہدری سلطان خاں، نبی بخش، نواب علی، مراد خاں، برکت علی، نتھے خاں، محمد خاں، غوث

Marfat.com

خاں، میراں بخش، سردار خاں واکبر علی۔

مقیم پور میں چوہدری سلیمان خاں بن رحمت خاں بن اصغر علی برادرِ مبارک علی بن نور خاں کی ملکیت تھی جو ان کی بیوہ کی وفات کے بعد ان کی ایک بیٹی ایک نواسی اور یکجد یاں مرحوم (چوہدری امیر علی خاں، چوہدری نور محمد خاں، دین محمد خاں واہلیہ چوہدری نتھے خاں مرحوم و بیوہ محمد علی خاں مرحوم) کے نام حال ہی میں منتقل ہوئی ہے اس سے پہلے ملک مردانہ کی اولاد میں ایک شخص منظور علی خاں کے نام اس کے نانا کی زمین منتقل ہوئی ہے۔ جو ہائی کورٹ تک قائم رہی امید ہے بتدریج عورتیں اپنے شرعی حقوقِ وراثت سے متمتع ہونے لگیں گی۔ یہ چوہدری صاحبان اپنی بیٹیاں اپنی برادری سے باہر نہیں بیاہتے اور سجادہ نشینخاندانِ جلیلہ کے حلقہء ارادت میں پشتہا پشت سے چلے آتے ہیں۔ ملک مردانہ کے مزار واقع مردانہ کے قیام کی طرف اولاد نے کوئی توجہ نہیں کی باوجودیکہ یہ ایک ہزار سے زیادہ ایکڑ اراضی کے مالک ہیں۔

نوٹ: سکھوں کے گورو بابا نانک صاحب کے ساتھ جس مردانہ کا ذکر آتا ہے وہ اور تھا اور ملک مردانہ ۱۵۲۹ کے بعد پیدا ہوا تھا۔

فہرست دیہات جن میں حضرت عبدالجلیلؒ کے مریدوں کی اولاد مالک وآباد ہے

تحصیل لاہور

۱۔ سہجپال ۲۔ ہانڈو گوجر ۳۔ چھبیل ۴۔ نت (خان بہادر عنایت خاں مشہور شخصیت ہیں) ۵۔ جھگیاں ۶۔ ادان پار (چوہدری نبی بخش) ۷۔ اٹاری چوہان ۸۔ برج (محمد نواز سفید پوش) ۹۔ وڑوالا ۱۰۔ تلواڑہ پلے خاں ۱۱۔ تلواڑہ شیر والا ۱۲۔ تلواڑہ دار ۱۳۔ دھوروالا ۱۴۔ ملک پور

تحصیل اجنالہ (ضلع امرتسر)

۱۔ سارنگڑہ ۲۔ موتلے ۳۔ لودھی ۴۔ بلہڑوال ۵۔ منج ۶۔ سید پور گوجراں ۷۔ ماچھی ننگل ۸۔ چمیاری ۹۔ نارلی ۱۰۔ گوجر پورہ ۱۱۔ ڈلہ ۱۲۔ تیڑہ کلاں ۱۴۔ اوڈر ۱۵۔ تلونڈی کھجوروالی (تقسیم ہندوپاک ۱۹۴۷ء پر

Marfat.com

یہ سب مواضع بھارت کے حصے میں آگئے۔)

تحصیل شکر گڑھ

۱۔ موضع جبال

۱۔ چوہدری عنایت بی۔اے ولد چوہدری شہاب خاں ضلع لائل پور میں محکمہ انہار میں عہدۂ ضلعداری پر مامور ہیں ۲۔ چوہدری یوسف خاں ولد چولے خاں بی اے ایل ایل بی وکیل ہیں

۳۔ جان محمد ولد گوہر خاں سابق ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ۔ برما میں ٹھیکہ داری کا کام کرتے ہیں۔محمد بنک میں سب انسپکٹر بھی۔ ۴۔ عبدالغنی ولد لابھ دین۔محکمۂ بنک میں خزانچی اور ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ۔

۲۔ فتوال

۱۔ چودھری رحمت علی ڈسٹرکٹ درباری سربراہ ذیلدار اسیسر اور ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ تھے۔

۲۔ چوہدری عبدالغنی وٹرنری اسسٹنٹ سرجن جنھوں نے ملازمت اکثر ایسٹ اور ویسٹ افریقہ میں کی ہے۔

۳۔ چوہدری محمد علی وٹرنری اسسٹنٹ سرجن تحصیل شکر گڑھ کے وٹرنری ہسپتال کے انچارج تھے۔

۴۔ چوہدری امیر الدین ولد چوہدری حکم الدین نمبردار ہیں۔ ۵۔ چوہدری محمد نواز خاں سب انسپکٹر پولیس۔مکانات کے لحاظ سے یہ گاؤں نمونۂ شہر ہے اسے ماڈل ٹاؤن کہنا چاہیے۔چوہدری مشتاق احمد صاحب ذیلدار و ہاسپٹل سرجن مشہور شخصیت ہیں۔

۳۔ ڈھالہ (چوہدری خیردین ہیڈ پرشین ٹیچر و برادرش قمر دین ہیڈ کانسٹیبل پولیس)

۴۔ سٹھیالہ

۱۔ چوہدری جمعدار خاں رئیس ۲۔ چوہدری حشمت علی اعلیٰ نمبردار ۳۔ چوہدری غلام حسین ہیڈ ماسٹر گورالہ ۴۔ چوہدری عبدالغنی ولد حاجی اکبر خاں عرصہ تک برہما میں ٹھیکہ داری کرتے رہے اب ریاست بہاول پور میں ٹھیکہ دار ہیں۔ ۵۔ چوہدری تاج الدین سیکنڈ ماسٹر سنکھترہ ۶۔ غلام احمد پٹواری ۷۔ محمد بشیر گارڈ ریلوے ۸۔ چوہدری ظفر علی خاں ایف اے سینٹری انسپکٹر کلاس لاہور ۹۔ چوہدری غلام دین نمبردار و پسرش راج دین سربراہ ۱۰۔ چوہدری محمد شفیع ولد امیر داد خاں پٹواری ۱۱۔ حیات خاں بڑا ماہر زمیندار اور شرافت کا پتلا ہے۔ ۱۲۔ نذیر احمد سینٹری انسپکٹر کلاس لاہور۔

Marfat.com

۵۔ روپو چک

۱۔ چوہدری قاسم خاں ولد میجر ہاشم خاں جاگیردار ذیلدار آنریری مجسٹریٹ ڈویژنل درباری جاگیردار برادرش حاکم خاں ان کے بھائی چوہدری کاظم خاں صوبہ دار تھے۔

۶۔ فتووال

۱۔ چوہدری ممند خاں مرحوم سفید پوش تھے جن کا بیٹا چوہدری ننھے خاں ہے اور پوتا چوہدری رحمت اللہ نمبردار ہے۔ ۲۔ چوہدری شاہ محمد بھی نمبردار ہے۔ ۳۔ چوہدری منگتے خاں و چوہدری عدالت خاں۔

۷۔ چکری چوہدری دیوان بخش سفید پوش تھا

۸۔ ڈھلوارہ چوہدری باغ محمد پسر چوہدری بوٹے خاں سفید پوش سابق پٹواری اور نمبردار ہے۔

۹۔ ببروال چوہدری غلام غوث سابق پٹواری ولد وزیر خاں

۲۔ چوہدری خان محمد نمبردار و چوہدری غلام رسول ٹھیکہ دار امرتسر۔

۱۰۔ سہلووالی ۱۔ شاہ محمد نمبردار ۲۔ چوہدری تاج دین حوالدار پنشنر ولد چوہدری رنگے خاں ۳۔ غلام غوث ولد چوہدری چراغ الدین فوج میں نائک حوالدار ہے۔

۱۱۔ کوٹلی ۱۔ چوہدری ودھاوے خاں نمبردار جس کے دو پوتے غلام احمد و محمد شریف فوج میں حوالدار ہیں۔

۱۲۔ بھگوال چوہدری قاسم خاں نمبردار بڑا ماہر زمیندار ہے۔

۱۳۔ جلال پور ۱۴۔ جاگل ۱۵۔ داراپور ۱۶۔ خانپور ۱۷۔ عزیز پور ۱۸۔ ڈونگرے ۱۹۔ ڈھالی چوہدری خیر دین نمبردار ۲۰۔ بگیاڑی چوہدری علم الدین سفید پوش ۲۱۔ دریاں ۲۲۔ کالا چیچی ۲۳۔ خانپور گوجراں ۲۴۔ بوہڑی ۲۵۔ موہلن چوہدری سردار خاں۔

تحصیل نارووال ۱۔ پیچوالیاں ۲۔ ہرسہ سپن وال (چوہدری اسمٰعیل) ۳۔ دودے چک ۴۔ مکیال (سنکیال) ۵۔ مراڑ (چوہدری سردار خاں ولد چوہدری الہ داد ذیلدار مرحوم و بشیر احمد بی۔اے پسر چوہدری سراج دین پٹواری نہر ۶۔ مرجال ۷۔ اقیال ۸۔ امرال (چوہدری علی محمد سب انسپکٹر پولیس) ۹۔ پنچلی ۱۰۔ خانپور ۱۱۔ بھڑتھال ۱۲۔ منگووال ۱۳۔ بھٹیاں گوجراں ۱۴۔ رمیدیاں ۱۵۔ پنڈی چنیانی (چوہدری سراج الدین امیر کبیر۔

Marfat.com

تحصیل پسرور

۱۔ کنگرہ (چوہدری محمد ارشد خاں بی اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر و چوہدری محمد اسلم بی اے ولد چوہدری حیات خاں مرحوم تحصیلدار ۲۔ چوہدری احمد دین اسسٹنٹ سرجن بہاول پور۔

۲۔ چک سانگا ۳۔ ملانے ۴۔ ورسال کے ۵۔ ننگل رداوہ ۶۔ دریا ۷۔ ساؤلی

۸۔ پگھال ۹۔ لنگیں ۱۰۔ کھنور ۱۱۔ بھلاد ۱۲۔ پور برہمناں ۱۳۔ کوٹلی سلہریاں

۱۴۔ سکندر پور

ریاست جموں ۱۔ ننگہ ۲۔ منتھوال[1] ۳۔ ببرال ۴۔ ماجرہ ۵۔ بروٹہ ۶۔ کوٹھہ

تحصیل ڈسکہ چھنبٹ

تحصیل چونیاں ۱۔ ہردو مالی وال ۲۔ بولے گڑھی ۳۔ ڈھانہ

تحصیل شاہدرہ

۱۔ ہردو کھوکھر ۲۔ ننگل ۳۔ ملک پور ۴۔ مردانہ ۵۔ چک دھیدو ۶۔ چک تاجا ۷۔ جنڈیالہ کلساں (چوہدری سردار خاں) ۸۔ عمر پورہ ۹۔ مقیم پور ۱۰۔ کوٹ دنیا ۱۱۔ رتہ بیراں ۱۲۔ کوٹلی پیراں ۱۳۔ جاترکے ۱۴۔ جنوعہ ۱۵۔ دریا ۱۶۔ راجپورہ ۱۷۔ حاجی والا ۱۸۔ کجلے ۱۹۔ ڈیریانوالہ ۲۰۔ کوٹ محمد زمان ۲۱۔ چوہان ۲۲۔ پکھیالہ ۲۳۔ مڑہ بھنگو ۲۴۔ شریف پور

تحصیل قصور ۱۔ الگوں ۲۔ قصور ۳۔ بھنڈیاں ۴۔ کھروپڑیاں ۵۔ نیلی نین ۶۔ نارلی

ریاست کپورتھلہ ۱۔ تلونڈی چوہدریاں ۲۔ اُچا گوجراں ۳۔ بٹہ

تحصیل نکودر ضلع جالندھر (حال بھارت) ۱۔ مہوال کھوکھراں ۲۔ ملسیاں

تحصیل ننکانہ ۱۔ مالی وال ۲۔ ٹھٹھہ قادر ۳۔ ڈھڈیاں ۴۔ تڑانوالہ ۵۔ ستاروالہ

۶۔ بیلی والا ۷۔ دھاری ۸۔ کلچ پور ۹۔ کھیاڑے

تحصیل حافظ آباد ۱۔ ڈھنگہ ۲۔ باٹھہ ۳۔ سوگی خورد ۴۔ سوگی کلاں ۵۔ گھلوکے

۶۔ کوٹ چٹیاں ۷۔ مگرکے ۸۔ ٹھٹھہ سکندر

---

[1] اس موضع کے قابل ذکر مرید چوہدری خیر الدین ایم۔ اے اے اٹ صاحب کے دفتر میں عہدہ دار و مکان دار اندرون بھاٹی دروازہ لاہور ہیں۔

Marfat.com

تحصیل شیخوپورہ شاہ کوٹ

تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور (حال بھارت) ۱۔ بدووال ۲۔ بلہڑوال ۳۔ سارچور ۴۔ کلیر ۵۔ دھانپور کلیر ۶۔ نوشہرہ ۷۔ گھمن خورد

تحصیل منٹگمری ۱۔ جھوک ۲۔ جیک بلوچاں ۳۔ دھیروکے ۴۔ چک دھیروکا ۵۔ مردانہ کاستی والا

تحصیل فیروزپور (حال بھارت) جوڑے

نوٹ: جن قابل ذکر مریدوں کے نام معلوم ہو سکے ہیں وہ ہر موضع کے آگے خطوط وحدانی میں دیے گئے ہیں۔

شجرۂ قوم سلہریہ (جو سوم بنسی یعنی چندر بنسی راجپوت ہیں)

راجہ سنگل: افراسیاب بادشاہ توران وغیرہ کا ہم عصر

|

راجہ چندر گپت: سلطان سکندر فاتح عالم کے عہد میں ہوا۔

|

راجہ جے پال: سبکتگین سے کئی لڑائیاں ہوئیں مگر مغلوب نہ ہوا۔ سلطان محمود کی لڑائی میں اس کا ہاتھی بھاگ گیا اور لشکر کو شکست ہوئی

|

اننگ پال: عہد سلطان محمود میں یہ راجہ دکن کو بھاگ گیا اور وہیں فوت ہوا۔

|

راجہ سل: الملقب بہ سلہریہ۔ اسی کے نام پر بیٹے نے قصبہ سل ہری آباد کیا جو بگڑ کر اب سنبل ہیری کے نام سے موسوم ہے۔

|

راجہ سکت مکیر: سلطان فیروز شاہ تغلق کے عہد میں اس راجہ نے سالارِ فوج بن کر شیخا کھوکھر کی بغاوت مٹانے میں کارہائے نمایاں سرانجام دیے اور پھر بوجہ بادشاہ گردی کے ان کا راج قائم ہو گیا۔

|

پرتھی پال

Marfat.com

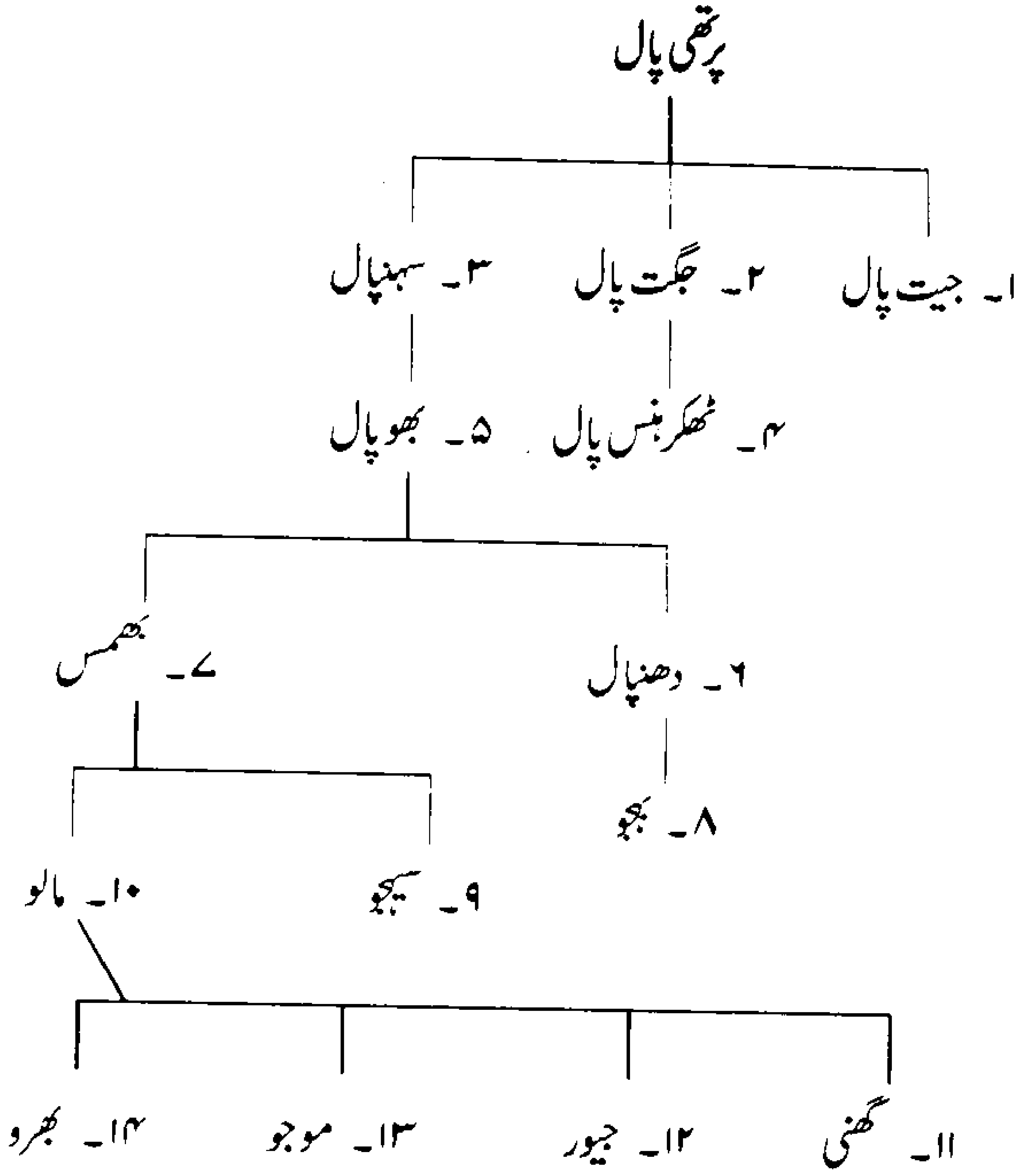

پرتھی پال جو راجہ سکت مکیر کی نسل سے تھا اس کا بیٹا ا۔ جیت پال تھا جو دولتِ اسلام سے محروم رہا۔ اب تک اس کی اولاد زیادہ تر ہندو ہی ہے۔ جو تحصیل شکرگڑھ، نارووال اور جموں میں رہتی ہے۔ ۲۔ جگت پال اس کا بیٹا ۴۔ ٹھکرہنس پال مقطوع النسل رہا جس کی قبر سیالکوٹ سے ۴میل مشرق کی طرف موضع ٹھکرہنس پال میں موجود ہے۔ ۳۔ سہنپال جو سلطان بہلول لودھی کے عہد میں حضرت عبدالجلیلؒ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوا (ملاحظہ ہو ذکر شیخ برہان کا ہنوائیؒ) اس کی اولاد بھی راج کرتی رہی۔ اسی کی نسل سے بہت لوگ تحصیل شکرگڑھ، نارووال،، پسرور، پٹھانکوٹ کی تحصیلوں میں آباد ہیں۔ ۵۔ بھوپال ولد سہنپال کے دو بیٹے تھے۔ ۶۔ دھنپال جس کی نسل سے ۷۔ بہوجو کی اولاد بہدال میں آباد ہے اور ۷۔ بھمس جس کے پسر سیجو کی اولاد سلہریہ مشہور ہے۔ ۱۰۔ مالو پسر بھمس کے چار بیٹے تھے ۱۱۔ گھنی جس کی اولاد گھنیاتھ کہلاتی ہے ۱۲۔ جیو جس کی اولاد جیورتھ کہلاتی ہے۔ ۱۳۔ موجو جس کی اولاد مجورتھ کہلاتی ہے اور ۱۴۔ بھرو جس کی اولاد بھرواتھ کہلاتی ہے بالفاظ مختصر یوں سمجھو کہ سلہریہ راجپوت چندربنسی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں جو پشتہا پشت تک یہاں راج کرتے رہے۔ سبکتگین سے نہیں دبے۔

Marfat.com

ہاں محمود نے انھیں شکست دی اور وہ بھی اس وجہ سے کہ تقدیر سے راجہ کا ہاتھی میدان سے بھاگ گیا اور لشکر منہدم ہوگیا۔ فیروز شاہ تغلق کے عہد میں سپاہ سالاری کے عہدہ پر فائز ہوکر ان کو بادشاہ گردی کی وجہ سے پھر حکومت کا موقع مل گیا۔ جب بہلول لودھی نے پنجاب میں تسلط جمایا تو ان کے راجہ سہپال پسر پرتھی پال کی حکومت تھی۔ راجہ بمعہ قوم کثیر اور اپنے راہب اجیت پال سمیت مشرف بہ اسلام ہوگیا جبھی سے یہ تمام قوم خاندانِ جلیلہ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہے۔ ان میں سے اس وقت اشخاصِ ذیل قابلِ ذکر ہیں۔

قابلِ ذکر سلہریہ مُریدانِ دودمانِ جلیلہ

پیشتر ازیں بیان ہو چکا ہے کہ حضرت عبدالجلیلؒ چوہڑ شاہ بندگی لاہوری نے تمام سلہری راجپوتوں کو دولتِ اسلام سے مالا مال کیا تھا۔ اسی جہت سے اس قوم کا ہمارے خاندان سے تعلقِ ارادت و عقیدت قائم ہے انہی کی محبت کی وجہ سے ہمارے بزرگوں نے عمریں ان کے پاس گزاری ہیں۔

کٹھیالہ اور روپو چک دو بڑے مواضعات ہیں جن میں ہمارے بزرگ اکثر عرصہ مقیم رہے ہیں۔ اوّل الذکر میں ہمارے ایک بزرگ (ایزد بخش) کا مزار بھی ہے۔

حضرت پیر قلندر شاہؒ بمعہ برادرِ خرد پیر فرح بخش روپو چک میں مکین ہیں ان کے بڑے بھائی ایک خط میں یوں ذکر کرتے ہیں ؎

قاصد ایں نامۂ منظومہ را　　سر بسر از وردِ دل مرقومہ را
زود تر پیشِ قلندرشاہ بُر　　ہست در ملکِ سلہرآں خوش سیر
چک روپو داں مکانِ آں مکیں　　کز ظفر وال است آں قرب و قریں
راقم خط بندۂ شاہِ مراد　　ساکنِ شہریست خوش آباد باد
حضرتِ لاہور دارالسلطنت　　آنکہ موصوف است اندر ہر صفت
ایں رقیمہ اوسطِ ماہِ صیام
۱۲۱۰ھ
درہزار و صد و دہ شد تمام

اس خط میں جو آج سے چار برس کم ڈیڑھ سو سال پہلے کوڑے شاہ کے ہاتھ لکھا گیا تھا خدا بخش کا نام لیتے ہیں کہ وہ اہلِ اعتقاد سے ہے اس کا دھیان رکھنا چاہیے تا کہ وہ دنیا میں غرق نہ ہو جائے۔ اس میں

Marfat.com

امان اللہ، نور عزت، سردار خاں وغیرہ کا ذکر ہے جو اس قصبہ میں مکین ہوں گے۔

حضرت پیر قلندر شاہ رحمتہ اللہ نے جو آخر ماہ رمضان المبارک ۱۲۱۰ھ میں فارسی نظم میں جواب دیا ہے وہ بھی درجِ بیاض ہے۔

روپوچک میں آج کل چوہدری قاسم خاں صاحب فرزندار جمند میجر ہاشم خاں صاحب جاگیردار آنریری مجسٹریٹ ڈویژنل درباری اور جاگیردار ہیں۔ان کے بھائی چوہدری کاظم خاں مرحوم صوبہ دار تھے باوجود اس قدر جاہ وجلال کے ان کے یقین وصدقِ ارادت میں کوئی فرق نہیں۔ پیر محمد افضل شاہ سجادہ نشین اپنے عالی قدر نانا پیر محمد اشرف عالم شاہ صاحبؒ کے بعد ایک دو دفعہ وہاں گئے ان کا بیان ہے کہ چوہدری صاحب موصوف میرے برابر نہیں بیٹھتے اور بڑا ادب ملحوظ رکھتے ہیں خدا انھیں کامیاب و بامراد رکھے۔

دوسرے قابلِ ذکر مرید چوہدری مشتاق احمد صاحب پی۔وی۔ایس ذیلدار فتوال[1] بن چوہدری مقیم خاں بن چوہدری شادے خاں ہیں۔آپ ایام طالب علمی میں بھی نہایت ہوشیار اول درجہ میں پاس ہونے اور وظیفہ لینے والے طلبہ میں سے تھے ۱۹۱۲ء میں بطور سب اسسٹنٹ سرجن ملازم اور خداداد ذہن وقابلیت سے جلیل القدر عہدہ پر فائز ہوئے۔آپ کی اولیات حسب ذیل ہیں:

آپ پہلے ہندوستانی ہیں جنھوں نے جانوروں کے مرض کانچ اور رحم یا انہدامِ نہانی کے الٹ کر باہر نکلنے کے علاج کے لیے آلات ایجاد کیے اور چھ سو روپیہ گورنمنٹ سے انعام اور سنہری تمغہ حاصل کیا۔ یہ آلات دنیا میں پہلے موجود نہ تھے۔ نیز آپ نے وٹرنری سرجنوں کے لیے آلاتِ جراحی کا ایک بکس ایجاد کیا جس سے ولایتی اوزار میں مفید ترقی ہوئی۔ علاوہ ازیں آپ ایک جوئے (پنجالی) کے بھی موجد ہیں جو حسبِ ضرورت چھوٹا بڑا ہوسکتا ہے۔ اور زمیندار اسے ہر مصرف میں لا سکتے ہیں۔ اس سے جانوروں کی گردنیں صدمات سے محفوظ رہ سکتی ہیں۔ نیز آپ ہی نے مویشیوں میں مرض تپ دق کا پایا جانا معلوم کیا ہے۔

آپ کو باغ لگانے کا بڑا شوق ہے ان کے فتوال اور سہلوالی کے سو کنال سے زیادہ باغوں میں اعلیٰ درجہ کے پھل تیار کیے جاتے ہیں جو نمائشِ فواکہ میں اول درجہ کے انعام کے لائق ٹھہرتے ہیں۔آپ پہلے

---

[1] افسوس ہے کہ خاندان جلیلہ کے یہ لائق مرید وقتِ اشاعت ثانی تاریخ ہٰذا فوت ہو چکے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ میں ان کے فرزندوں سے نہیں مل سکا۔ نامی)

Marfat.com

سلہریہ راجپوت ہیں جنھوں نے ’’انجمن اصلاح باشندگانِ ذیل فتوال‘‘ کی بنیاد رکھی اور گاؤں گاؤں پھر کر مفید لیکچر دیے۔ جب ۱۹۲۴ء میں بمقام ہڑپا ریلوے گاڑیوں کی ٹکر ہوئی تو آپ نے بڑی قابلِ قدر دیانت دارانہ خدمات سرانجام دیں اور لاٹ صاحب بہادر تک نے ان کا اعتراف کیا۔

آپ بڑے خوش قسمت، ملنسار، کارکن اور کامیاب آدمی ہیں۔ آپ کی سعی کی راہ میں کبھی ناکامی حائل نہیں ہوئی۔ یہ خاص آپ پر اللہ کا فضل ہے۔ دعا ہے کہ خدا انھیں عجب و تکبر سے محفوظ رکھے اور انجام بخیر کرے۔

تیسرے قابلِ ذکر مرید خان بہادر چوہدری عنایت اللہ خان ولد چوہدری سربلند خاں ولد چوہدری خدا بخش خاں گکھر راجپوت ہیں۔ میرا اور ان کا سالِ ولادت (۱۸۸۳ء) ایک ہے۔ ان کے بزرگ موضع برہان پور مشمولہ تلواڑہ سے نقل مکانی کر کے موضع نت تحصیل لاہور میں (جو شالامار کی آبیاری کے لیے تیار کردہ ہنسلی نہر پر واقع ہے) آباد ہوئے تھے۔ پہلے آپ نے موضع کے قاری فضل الدین صاحب سے قرآن شریف ختم کیا۔ سکول اوان ڈھائیوالہ سے جماعت پنجم اور مشن سکول لاہور سے انٹرنس ۱۹۰۱ء میں پاس کیا۔ اس کے بعد نقشہ نویسی سیکھ کر کوئٹہ، بلوچستان، نوشکی لائن پر ۱۹۰۲ء میں بطور اوورسیر مقرر ہوئے۔ آپ نے مندرجہ ذیل ریلویز تیار کرائیں۔

۱۔ دریائے کابل کے کنارے لوئی شلمان ۲۔ لودھراں خانیوال ۳۔ کوہاٹ بنوں ۴۔ دریائے بیاس کا پل ۵۔ کالاباغ بنوں ۶۔ سرائے کالا حویلیاں ۷۔ ایران میں بندر عباس تک پیمائش ۸۔ نیوٹانک سے فورٹ سنڈیمن کی طرف ژوب کے علاقہ میں لائن کی پیمائش ۹۔ سفرمینا پلٹن میں ۱۹۱۴ء میں بھرتی ہو کر ایسٹ افریقہ میں بطور صوبہ دار چار سال شاملِ جنگ رہے۔ ۱۰۔ بعدہٗ مشہد کی جانب پیمائش۔ ۱۱۔ مئی ۱۹۱۹ء میں پشاور خیبر ریلوے کا سروے ۱۲۔ کانگڑہ ویلی ریلوے کی تیاری ۱۳۔ سندھ میں تقرر۔ وہاں سے ۱۹۲۹ء کے اخیر میں واپس آ کر ملازمت سے ریٹائر ہو گئے اور لاہور میں رہائش اختیار کر لی۔ چنانچہ ڈیوس روڈ پر خان بہادر سر ظفر علی کی کوٹھی کے عقب میں رہائش اختیار کر لی۔ آپ

Marfat.com

کو محاربۂ عظیم کے اختتام پر چار عدد تمغہ جات ۱۹۱۴ء کا سٹار، جنرل سروس میڈل، وکٹری میڈل، افغان وار میڈل ملے ہیں۔ ۱۹۲۲ء میں خان صاحب اور ۱۹۲۶ء میں خان بہادر کا خطاب ملا۔ آپ لاہور ڈسٹرکٹ سولجر بورڈ کے ممبر اور طبقۂ رؤسا میں شامل ہیں۔ موضع نت میں دس مربعے کے قریب زمین اور لاہور میں کوٹھیاں ہیں۔ آپ کا فرزند محمد حبیب اللہ خاں بی۔ اے کے امتحان میں شامل ہونے والا ہے اور محمد ظفر اللہ خاں فورتھ سٹینڈرڈ میں داخل ہے۔ آپ کے بھائی چوہدری مہتاب خاں بڑے گرانڈیل بارعب جوان تھے۔ میں قبلہ ماموں صاحب اشرفِ خاندان کے ساتھ موضع نت میں جاتا تو بڑی خاطر کرتے۔ فرزند علی، احمد علی اور وزیر حسین ان کے بیٹے ہیں۔ میں یہ سن کر بہت خوش ہوا ہوں کہ خان بہادر صاحب نے موضع نت میں بصرف ۷۵ سو روپیہ عالی شان گنبد والی مسجد ۱۹۲۹ء میں تعمیر کرائی ہے۔ ان کو ترقی کس طرح حاصل ہوئی؟ تعلیم حاصل کرنے، دیہاتی زندگی چھوڑنے اور گھر سے باہر نکل کر دوسرے کاموں میں مصروف ہونے سے ترقی ملی۔

اولوالعزم اشخاص سے کیا خطر ہے ۔۔۔ کہ حاصل انھیں ہر سفر میں ظفر ہے
نہ بجلی کا خطرہ نہ طوفان کا ڈر ہے ۔۔۔ جہاں ڈیرہ ڈالا وہیں ان کا گھر ہے

سفر سے عنایتؔ نے پائی ترقی
قدم چومنے اس کے آئی ترقی!

مشاغلِ اولادِ حضرت عبدالجلیلؒ

اولادِ حضرت عبدالجلیلؒ زیادہ تر زمیندار ہیں اور ایک دو زمین بیچ کر کارخانہ دار۔ نوجوان افراد گریجوایٹ ہو کر باعزت عہدوں پر سرفراز ہیں مثلاً پیر محمد ابوبکر، شمیم افضل اور عبدالحمید صاحبزادگان ظہیر الحسن، محمد جاوید اقبال، محمد یاسین، سجاد اکبر، قسیم افضل، محمد عثمان اقبال، اعجاز احمد کالجوں میں زیرِ تعلیم ہیں۔ ابوالافضل نامیؔ اور محمد منیر سرکاری پنشنر ہیں۔ پیر محمد اقبال، محمد یعقوب، محمد جمیل مسلمانوں کی تعلیم و تربیت میں مشغول ہیں۔ صاحبزادہ محمد امین سینٹری انسپکٹر اور محمد اسلم برّی فوج میں عہدہ دار ہیں۔ (اضافہ طبع ثانی)

Marfat.com

موجودہ سجادہ نشین صاحبان کا شجرہ

سلطان التارکین حمید الدین حاکمؒ

شیخ نور الدین — شیخ تاج الدین

شیخ شہاب الدین — شیخ جلال الدین (اولاد کا ذکر درج ہو چکا ہے)

شیخ عبدالعزیز

شیخ ابوالفتح

حضرت شیخ عبدالجلیل چوہڑ شاہ بندگیؒ

شیخ ابوالفتح

شیخ عبدالجلیل

پیر برخوردار

شیخ ابوالفتح

شیخ فخر اللہ

شیخ ابوالحسن

پیر ابوالفتح — پیر خدا بخش

پیر کرم شاہ — پیر نیاز بخش

پیر قلندر شاہ — پیر نبی بخش

پیر غلام محی الدین شاہ — پیر غلام محمد

پیر محمد اشرف عالم شاہ — پیر حامد شاہ

بیٹی — غلام دستگیر نامی

پیر محمد افضل شاہ سجادہ نشین رتہ پیراں

پیر نسیم افضل شاہ موجودہ سجادہ نشین رتہ پیراں

شیخ تاج الدین

شیخ میراں

شیخ عماد الدین — شیخ صدر الدین

شیخ روح اللہ — شیخ محمد شاہ

شیخ محمد غوث — شیخ موسیٰ

شیخ روح اللہ ثانی — جن کی اولاد سے پیر دائم شاہ بڑے عابد و زاہد بزرگ ہیں والد حیدر علی شاہ ساکن پنڈی شیخ موسیٰ

شیخ مونگر

شیخ عبدالحیٔ

شیخ قائم الدین — شیخ محمد غوث

شیخ اللہ رکھا — شیخ اللہ داد

شیخ کرم شاہ — شیخ قائم الدین

مخدوم روشن چراغ — محمد غوث

مخدوم سلطان شاہ — مخدوم احمد شاہ — حاجی نور محمد اللہ رکھا داماد مولوی غلام حسین صاحب موصوف

بیٹی زوجہ اوّل[1]

مخدوم کرم شاہ

مخدوم کرم شاہ سجادہ نشین مو مبارک — مخدوم روشن چراغ[2]

مخدوم حمید الدین سجادہ نشین

مخدوم شہاب الدین موجودہ سجادہ نشین مو مبارک رحیم یار خان

سلطان شاہ نواسہ قریشی ساکن احمد پور شرقی — نور مصطفیٰ — احمد شاہ — ارشاد احمد

نواسگان مولوی غلام حسین سابق ہوم منسٹر ریاست بہاول پور

---

[1] افسوس ہے کہ بوقت اشاعت ثانیہ کتاب ہٰذا مخدوم صاحب موصوف فوت ہو چکے ہیں اور سجادہ نشین ان کے فرزند اکبر مخدوم غلام حمید الدین قرار پائے ہیں۔ [2] یہ بھائی بھی رحلت کر چکے ہیں اور مخدوم سلطان شاہ جانشین ہوئے۔

Marfat.com

مومبارک کی سجادہ نشینی حضرت عبدالجلیلؒ تک اولادِ شیخ نورالدینؒ سے متعلق رہی۔ پھران کے لاہور چلے آنے کے بعد شیخ تاج الدینؒ کی اولاد میں منتقل ہوگئی۔

خاندانِ جلیلہؒ کی سجادہ نشینی پیر خدابخش کے بعد پیر قلندرشاہ پر فائز ہوئی۔ پھران کے پوتے پیر محمد اشرف عالم شاہ کے بے پسر فوت ہونے پران کے نواسے پیر محمد افضل شاہ کی طرف پانچ پشت کے بعدعود کرآئی۔

مخدوم کرم شاہ سجادہ نشین مومبارک کی میانوالی قریشیاں ریاست بہاول پور میں رہتے ہیں اور بہت بڑی گدی کے مالک ہیں۔ جولائی ۱۹۳۳ء میں ان کے فرزند غلام حمیدالدین حاکم شاکو جومزنگ میں اپنی والدہ خالہ، ماموں، نانی اور نانا مولانا محمد یار صاحب ساکن گڑھی اختیار خاں ریاست بہاولپور شیریں بیان مداحِ رسول ﷺ جن کے ہاتھ پر برادرم حافظ صاحب وانور وافضل شاہ نے بیعت کی تھی کے ساتھ مکین تھے۔ میں اپنے مکان واقع محلہ بی بیاں میں بڑی خوشی سے لایا تھا اور اس نورالابصار سے اس کے چچا زاد بھائیوں کے نام پوچھ کردرج رجسٹر کیے تھے۔ پھر مخدوم صاحب موصوف اور اپنے اہل بیت کی علی سبیل تباول ملاقاتیں کرائیں اور رابطۂ برادری کومضبوط کیا۔ مخدوم صاحب موصوف کومجھ سے دلی محبت ہے اور جو ان سے مجھے خاندانی تاریخ کے متعلق عدم توجہی کی شکایت تھی اس کی تلافی برادرم روشن چراغ صاحب آنریری مجسٹریٹ نے کردی ہے۔ جزاہ اللہ تعالیٰ۔

حضرت عبدالجلیلؒ کی اولاد میں حاجی صاحبان

۱۔ بی بی نواب سلطان بنت پیر حیدرشاہ مرحوم جن کے ساتھ گئے ۲۔ پیر احمد علی شاہ شوہر ۳۔ ظفر حسین داماد بہاؤالدین صغرسن نواسہ ۴۔ بی بی مہتاب سلطان اہلیہ پیر محمد اشرف عالم شاہ صاحب مرحوم بمعیتِ ۵۔ پیر محمد افضل شاہ سجادہ نشین نواسۂ خود ۶۔ حافظ مختار النبی بمعہ زوجۂ خود ۷۔ بی بی مبارک سلطان بنتِ اشرف بمعہ شوہرخود ۹۔ انور علی شاہ ۱۰۔ پیر سید شاہ ۱۱۔ عبداللہ شاہ ۱۲۔ سرورشاہ— میاں والی قریشیاں میں مخدوم نور محمد صاحب مرحوم بھی زمرۂ حجاج میں شامل ہیں۔[1]

---

[1] تاریخِ جلیلہ کی اشاعتِ ثانیہ تک اور چند عزیز بھی حج کرچکے ہیں۔ اللّٰھم زدفزد۔

Marfat.com

خدائے ذوالجلال مجھے بھی بمعہ اہل بیت حج وزیارتِ روضۂ رسولِ کریم ﷺ کی سعادت نصیب کرے۔

سعادتِ حجِ بیت اللہ کی نامیؔ اگر پاؤں ۔۔۔ تو سیدھا اس جگہ سے جانبِ یثرب چلا جاؤں
کھڑا ہو کر ادب سے سامنے اس سبز گنبد کے ۔۔۔ لگاؤں میں ''ترحم یا نبی اللہ ﷺ'' کے نعرے
ابوبکرؓ و عمرؓ پہچان کر کہہ دیں یہ حضرت سے ۔۔۔ کہ یارانِ نبی ﷺ کا خادم آ پہنچا ہے قسمت سے
شفیع المذنبین ﷺ! یہ مستحق ہے خاص رحمت کا ۔۔۔ ہماری حب سے رکھتا ہے استحقاق جنت کا
نظر رحمت کی اس پر رحمت اللعالمین ﷺ کیجیے
یہ جو کچھ منہ سے مانگے یا نبی ﷺ دلا دیجیے

مردم شماری اولاد پیر ابوالحسنؒ ثانی از اولاد پیر ابوالفتح قطب العالم علیہ الرحمۃ

کل تعداد		شیر خوار		۱۸ سال کی عمر تک		۴۰ سال کی عمر تک		۷۰ سال کی عمر تک		۷۰ برس کے اوپر		کنوارے		شادی شدہ		ازواجِ مردہ	
ذکور	اناث	لڑکے	لڑکیاں	مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت	لڑکے	لڑکیاں	مرد	عورت	مرد	عورت
۴۸	۴۵	۱	۴	۱۴	۱۲	۱۷	۱۸	۱۳	۱۱	۳	-	۲۳	۱۹	۲۰	۲۰	۵	۶

ان ۴۸ مردوں میں اخوی شریف عالم شاہ صاحب (جو پیر بہاؤالدین کی اولاد سے ہیں) کے گھر کے تین مرد شامل ہیں اور ۴۵ عورتوں میں دو عورتیں شامل ہیں۔ لہٰذا خاص پیر ابوالحسنؒ کی اولاد سے ۴۵ مرد اور ۴۳ عورتیں ہوئیں۔

میں نے ۱۹۱۰ء مطابق ۱۳۲۸ھ میں جو اعداد و شمار درج رجسٹر کیے تھے وہ حسب ذیل ہیں:

	مرد	عورتیں	رنڈوے	شادی شدہ مرد	کنوارے لڑکے
	۳۴	۳۶	۳	۱۴	۱۷
	۴۵	۴۳	۵	۲۰	۲۳
اضافہ:	۱۱	۷	۲	۶	۶

گویا ۲۷ برس میں تعداد ذکور و اناث میں صرف ۱۸ کا اضافہ ہوا ہے (یعنی ۳ برس میں ۲) جو ۲۵.۷ فی صدی کے برابر ہے یعنی فی سال ایک فی صد سے بھی کم۔

Marfat.com

اندازاً آج سے سوا دو سو سال پہلے ہمارے مورثِ اعلیٰ شیخ ابوالحسنؒ ثانی (اولادِ شیخ ابوالفتح بن حضرت شیخ چوہڑ شاہ بندگیؒ) فردِ واحد تھے اس عرصہ میں ایک سے ۸۸ ہوگئے۔ ۱۹۱۰ء میں دو عورتیں زیادہ تھیں اب اتنی ہی تعداد میں مرد بیش ہیں۔

شادیاں عموماً ۱۸ سال کی عمر کے بعد ہوتی ہیں مگر والدات محمد رفیق اور محمد زبیر و زوجۂ ابن یوسف کی شادی ۱۴ سال کی عمر میں ہوئی (موخر الذکر زوج سے ۲۷ سال چھوٹی اور تا حال لاولد ہے) عام طور پر اولاد سے غریبوں کے گھر آباد اور امیروں کے خالی[1] ہوتے ہیں۔

رزق بیش اور کھانے والے اس کے کم
رزق کم اور گھر میں اولادِ کثیر

رزق اور مال میں برکت خدا تعالیٰ اس کو عطا کرتا ہے جس پر اس کی خاص عنایت ہو۔ الحمدللہ علیٰ ذالک۔

مناکحت

ہماری برادری میں لڑکیوں کی شادی خاندانِ حاکمی کے باہر نہیں کرتے اور اس طرح غریبوں کے لڑکے امیروں کے ہاں بیاہے جا کر خوش حیثیت اور بعض بد دماغ بھی ہو جاتے ہیں۔ ہماری مستورات جن کے حق مہر برائے نام ہوتے ہیں شوہروں کی بڑی تابعدار ہوتی ہیں اور عسرت میں بھی حرفِ شکایت زبان پر نہیں لاتیں۔ خواہ وہ نان و نفقہ نہ بھی دیں اور رعب سے مال ہضم کر جائیں ابغض المباحات یعنی طلاق کا ہم میں رواج نہیں۔ ایک شخص نے بے وجہ ابتدا کی ہے۔ دوسرے جو بیویوں سے تنگ ہیں تقلید کریں گے۔ نکاحِ ثانی کا بھی رواج نہیں۔ بعض مردوں نے ایک سے زیادہ شادیاں بھی کی ہیں مگر مجبوراً۔ معلوم ہوا ہے کہ بارکی برادری میں اب نکاحِ بیوگاں کی سنت قائم ہوئی ہے۔

تقسیم وراثت

جہاں تک میں نے دیکھا ہے تقسیمِ اراضی میں برادری پابندِ شریعت نہیں۔ ماں، باپ، بیوی، خاوند، بٹی، پوتی اور دیگر ذی الفروض، عصبات و ذی الارحام کا شرعی حصہ نہیں نکالتے[2]۔ اگر بیٹی کو تمام مال

---

[1] اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ امرا جو غذائیں کھاتے ہیں ان سے قوت باہ تو بڑھ جاتی ہے لیکن حیوانیاتِ منویہ کی پیدائش میں کمی واقع ہو جاتی ہے لہٰذا قدرتی ''برتھ کنٹرول'' کے لیے غربا کا معیارِ زندگی بلند کرنا ضروری ہے۔ امرا کی غذاؤں سے خود بخود مسئلہ حل ہو جائے گا۔

[2] بذریعہ ہبہ اور وصیت لڑکیوں کو زمین دینے کا رواج رہا ہے۔

Marfat.com

دے دیں یا عصبات سب کچھ ہتھیالیں یا بیٹی کے ساتھ نواسہ برابر کا حقدار سمجھا جائے تو یہ پابندی شریعت نہیں بلکہ رواج ہے خدا ہدایت دے ایک حاجی صاحب حقداروں کو ان کا حصہ جوان کے قبضہ میں ہے دینے پر آمادہ ہو گئے تھے مگر پھر اوجِ نیک خیالی سے ساقط ہو گئے اور اب تک ساقط ہیں۔ جس کی لاٹھی اس کی بھینس پر عمل ہے۔ ناخدا ترش شوہر سب کچھ دبا بیٹھتے ہیں۔ پردہ دار مستورات بے بس ہیں۔

اصلاحِ رسوم

خورشید ماموں اور میں نے اصلاحِ رسوم کے لیے بڑی کوشش کی ہے۔ اور تباہ کن رسمیں بہت کم ہوگئی ہیں۔ اگر پیر صاحبان گھر سے اصلاح شروع کریں تو مریدوں کی حالت بھی سدھر جائے۔ زمانہ خود بڑا مصلح ہے۔ ہم نے تنبول موقوف اور برات محدود کر دی ہے۔

مذہب

تمام اولادِ حاکمؒ حنفی المذہب ہے۔ صرف ایک شخص کسی خاص سبب کے باعث قادیانیوں کی صحبت میں رہنے لگا تھا۔ اسی طرح ایک گھر بوجہ بے علمی وہابیت کا دلدادہ ہو گیا تھا۔ ریاست بہاول پور میں صرف ایک شخص شاید شیعہ بھی ہے۔ اتنے بڑے خاندان میں چند افراد کا غیر مذہب اختیار کر لینا کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ **النادر کالمعدوم** اس لیے کہا یہی جائے گا کہ خاندان حنفی ہے۔

رئیسوں کے طریقے

میں کئی جگہ عزیزوں سے ملنے گیا ہوں۔ قریش کے خصائص مہمان نوازی سب میں موجود ہیں مگر رئیسوں کے طور طریقے سوائے مخدوم صاحبان میانوالی اور اشرفؔ کے گھرانے کے کہیں نہیں دیکھے۔

شائی لاک ہمارے خاندان میں ایک ہی ہے۔

اعتذار

میں نے ملحوظ یہی رکھا ہے کہ تاریخ ہذا میں کسی بھائی کے کیریکٹر کے متعلق کچھ خلاف نہ لکھا جائے اگر بغرض اصلاح کوئی کلمہ بروئے قلم آ گیا ہو تو معذرت خواہ ہوں۔ یہ کتاب خاندان کی عزت قائم رکھنے کے لیے لکھی گئی ہے۔ افراد کی عزت خاندان کی عزت ہے۔

Marfat.com

جلیل گنج

درگاہ قطب العالمؒ کے اخبار الجلیلؒ مورخہ ۱۸؍ستمبر ۱۹۲۶ء میں تحریر ہو چکا ہے کہ جہاں حضرت چوہڑ شاہ بندگیؒ نے لاہور میں خانقاہ بنائی وہاں سلاطین لودھی کے عہد میں ایک بستی ''کوٹ کروڑ'' آباد تھی۔ حسب تحریر پیر فرح بخش مرحوم عہد مغلیہ میں وسعتِ آبادی کی وجہ سے یہ مقام شہر کا ایک حصہ بن کر محلّہ'' حاجی سرائے'' کے نام سے مشہور ہوا۔

حضرت عالمگیرؒ کے بعد سلطنت کی کمزوری کے باعث لاہور بیرونی حملہ آوروں کا آماجگاہ بن کر ویران ہو گیا۔ سکھوں کے عہد میں فنائے شہر کے بیرونی مکانات اپنی حویلیاں بنانے کے لیے منہدم کیے گئے اور خانقاہ بھی غیر آباد ہو گئی۔ جدنا پیر غلام محی الدین شاہ نے اسے ۲/۱ ۴ کنال میں محیط کیا۔ اور باہر بھی پانچ گھماؤں کے قریب زمین قابلِ کاشت بنائی۔ اس میں کوٹ کروڑ کی بنیادیں باقی تھیں جو ۱۹۰۰ء کے قریب ہمارے ایک عزیز نے اکھڑوا کر جیبیں بھر لیں۔ اس کے بعد جب انتظام قبلہ ماموں صاحب اور میرے ہاتھ میں آیا تو گڑھوں کو پُر کر کے اسے پھر ہموار کیا گیا مگر زمین پھر بھی نشیب ہی رہی۔ اب اس کے پانی کے نکاس میں بھی دِقت ہے۔ سولہ کنال زمین گورنمنٹ نے واپس لے لی۔ جو اب ریلوے پولیس لاہور کے قبضہ میں ہے باقی اراضی میں سے کچھ زمین میکلوڈ روڈ سے راہ حاصل کرنے کے لیے تبادلہ وغیرہ میں دی گئی۔ اب قریباً ۱۹ کنال ہے۔ اس میں جھگیاں وغیرہ پڑی ہیں۔ میں نے اسے ''جلیل گنج'' کے نام سے موسوم کر کے بورڈ بنوایا ہے جو میکلوڈ روڈ کی طرف راہِ زمین پر جلد آویزاں کرا دیا جائے گا۔

مسجد دالگراں

محمد بخش ٹھیکیدار لاہور میں سب سے زیادہ کوٹھیوں کے مالک تھے۔ یہ مسجد ان کی والدہ زیب النساء نے ہماری مسجد جلیلہ کی تعمیر ثانی سے چار سال قبل ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۹۰۷ء میں تعمیر کرائی۔ اور اس کے ساتھ ملحقہ جائداد وقف کی [1]۔ یہ مسجد صابر الیکٹرک پریس سے شمال کی طرف دو سڑکوں کے درمیان جو موچی دروازہ سے اسٹیشن کو جاتی ہیں واقع ہے۔ یہ سن کر بڑا تعجب ہوا کہ بانیہ کے پوتے کے قرض میں یہ بھی قرق ہو کر افیشل ریسیور کے قبضہ میں چلی گئی ہے۔ وقف چیز و نیلام نہیں ہو سکتی۔ مسلمانوں کی زبوں حالی گفتہ بہ

---

[1] اس وقف کی رجسٹری بموجب حکم عدالت عالیہ پنجاب ۱۹۲۰ء میں عمل میں آئی۔

Marfat.com

ہے جب شہر کے متمول ترین شخص کی جائداد کا یہ حال ہو رہا ہے تو ؎

خدا حافظ مسلمانوں کا اکبرؔ!
ہمیں تو زندگی سے ان کی ہے یاس

مسجد سوداگر آسٹریلیا

افسوس تاریخ ہٰذا میں موقع پر اس مسجد کا ذکر کرنا ہی بھول گیا۔ یہ مسجد خواجہ محمد بخش مرحوم سوداگر آسٹریلیا نے لاکھوں روپیہ کے ایثار سے کام لے کر نہایت ہی برمحل بنائی ہے۔ لاہور ریلوے اسٹیشن سے بالکل متصل اس سڑک پر جو خانقاہِ جلیلہ کو آتی ہے جانب مغرب واقع ہے۔ برادرنِ وطن بانیِ مسجد سے یہ قطعہ زمین منہ مانگی قیمت دے کر مندر تعمیر کرنے کے لیے لینا چاہتے تھے۔ خواجہ مرحوم نے خیال کیا کہ جب یہ لوگ اپنا معبد بنانے کے لیے لاکھوں روپیہ خرچ کرنے پر آمادہ ہیں تو میں کیوں عبرت حاصل نہ کروں توفیق خیر نے ہمت بڑھائی اور مسجد ہٰذا بن گئی۔

۱۳ رمئی ۱۹۳۷ء کو مشفقی مولوی عبدالحق صاحب کی معیت میں مسجد ہٰذا میں نماز عصر پڑھنے کا شرف حاصل اور تاریخ جلیلہ میں اس کا ذکر نہ ہونے پر افسوس ہوا۔ بانی نے مسجد کی دیوار میں ایک کتبہ نصب کرایا ہوا ہے جس میں مسطور ہے کہ:

"وقف ہٰذا کی رجسٹری ۱۲۶ کتوبر کو اور انتقال کی تصدیق ۴ ر اپریل ۱۹۲۵ء کو ہوئی۔"

پیمائش حسب ذیل دی ہے:۔

شمال ۸-۲۳۸-جنوب ۶-۲۶۱-مشرق ۶۱-مغرب ۱۰۰ سڑک جانب مغرب ۲۰-مسجد میں ہر طرح کی ضروریات مہیا ہیں۔ برقی روشنی اور پنکھے لگے ہیں۔ جگہ خوب صاف ستھری ہے۔ خطیب و مؤذن وغیرہ مقرر ہیں۔ مسجد کے باہر بانی کی سنگ مرمر قبر ہے۔ تاریخ وفات ۳ر ذی الحجہ ۱۳۴۷ھ مطابق ۱۳ رمئی ۱۹۲۹ء کندہ ہے۔ خدا اس شخص کو اس کی نیک نیتی اور کارِ خیر کے عوض جنت الفردوس میں جگہ دے۔

مزار قطب الدین ایبک

مزار قطب الدین ایبکؒ کی زیارت کا شوق شاہنامۂ اسلام (مؤلفہ حفیظؔ) کے مندرجہ ذیل اشعار پڑھ کر ہوا: ؎

Marfat.com

وہ قطب الدین وہ مردِ مجاہد جسکی ہیبت سے
اکھاڑیں ہند سے جس نے ستم کاری کی بنیادیں
وہ جس کی تیغِ ہیبت ناک سے سفاک ڈرتے تھے
وہ قطبؔ الدین جس کے دامنِ تسخیر کا سایا
لکھی ہے ذرے ذرے کی جبیں پر داستاں جس کی
وہ جس کی ذات پر لفظ غلامؔی ناز کرتا ہے
لیے بیٹھی ہے دہلی قلب میں نقشِ نگیں جس کا
یہاں لاہور میں سوتا ہے اک گمنام کوچے میں
نجس ناپاک کوچہ جس میں کوئی بھی نہیں جاتا

یہ دنیا از سرِ نو جاگ اٹھی تھی خوابِ غفلت سے
رکھیں ہر دل میں اسلامی رواداری کی بنیادیں
وہ جس کے بازوؤں کی دھاک سے افلاک ڈرتے تھے
قلوب راجگانِ ہند کو دامن میں لے آیا
ہے سرخی ''داستانِ فاتحِ ہندوستاں'' جس کی
ترقی کا تخیل عرش تک پرواز کرتا ہے
لقب تاریخ میں ہے تاجدارِ اوّلیں جس کا
پڑی ہے یادگارِ دولتِ اسلام کوچے میں
وہاں سویا ہوا ہے مسندِ دہلی کا لکھ داؔتا

یہ تربتِ ماتمی ہے ان حجازی شہ سواروں کی
مسلمانوں نے مٹی بیچ لی جن کے مزاروں کی

بعد از زیارت گھر آکر ۲رفروری ۱۹۳۲ء مطابق ۲۴رفروری ۱۳۵۰ھ کو حسبِ ذیل عبارت نوٹ بک میں درج کی:

''لاہور میں رہتے ہوئے عمر گزر گئی مگر ہندوستان کے لکھ داتا سلطان قطب الدین غازی (جو اس ملک کا پہلا اسلامی بادشاہ تھا اور جو لاہور میں ۵ سال بادشاہی کر کے ۱۲۱۰ھ میں چوگان کھیلتا ہوا جاں بحق تسلیم ہوا) کے مزار کی زیارت نصیب نہ ہوئی۔ فروری ۱۹۳۲ء میں برخوردار منور احمد اور محمد ابوبکر کے ہمراہ انارکلی میں سے گزرتے ہوئے مزار کا پتہ لگا کر موقع پر پہنچا اور یہ دیکھ کر کہ تُربت ایک گمنام بغلی کوچے میں جو انارکلی بازار سے میو ہسپتال کو جاتے ہوئے جنوب کی طرف پڑتا ہے۔ قریباً کسمپرسی کی حالت میں پڑی ہے۔ بڑا صدمہ ہوا۔ مزار ایک چھت کے نیچے ہے اوپر ہندو بستے ہیں اس نظارہ سے دل کو بڑا رنج اور مسلمانوں کی بے حسی پر افسوس ہوا۔ مگر مسلمان ہمت کریں اور مالک مکان کو راضی کر کے یہ جگہ حاصل کرلیں اور گورنمنٹ کی امداد سے جس نے مزار ہذا کو آثار قدیمہ میں شامل کیا ہوا ہے اس کی عمارت کو ایک شاہ کے شایانِ شان بنادیں تو کیا ہی بہتر ہو۔''[1]

---

[1] تاریخ جلیلہ کی اشاعت دوم تک اس عظیم الشان شہنشاہ کا مزار مسلمانوں کی بے حسی پر ماتم کر رہا ہے۔
اب کئی سال ہوئے قبر پر مقبرہ تعمیر ہو کر ایک روڈ کی زینت ہے۔ ابوبکر ۱۹۸۶ء۔

Marfat.com

تاریخ تعمیرِ مسجد درخانقاہ عبدالجلیل عظمہ اللہ تعالیٰ

آج بروز عید میلاد النبی ۱۳۵۶ھ جب کہ میں خانقاہ میں ختم وچراغاں کا سامان کر رہا تھا مسجد جلیلہ کی تاریخِ تعمیر ۲۷ برس کے بعد مطالعہ میں آئی۔ اور مسافر خانہ رتہ پیراں کی بھی۔ جو حال ہی میں ۲۶ سال کے بعد میں نے پھر درست کرایا ہے اور اس کے ساتھ سقایہ۔ سبیل وغیرہ بھی پختہ بنوائے ہیں۔

چو درگاہ بر حق قطب عالمؒ شدہ ایں مسجدے تعمیر و تیار
ادا کردم بدل شکرِ الٰہی کہ او دادہ مرا توفیقِ ایں کار
شدم از فضل او فائز بمقصود شدہ شاخِ مرادِ من پُر از بار
شود مقبولِ تو ایں کارِ نیکو امیدِ واثق از تو ہستم اے یار
مؤذن پنج وقت اللہ اکبر جو گوید سوئش آید ہر نکو کار
شود وردِ زباں تسبیح و تحلیل بود بس با رکوع و سجد ہا کار
بہ لطفِ حق جو شد مسجد مکمل بجستم سال تکمیلش بتکرار
دلِ نامی پئے تاریخ تعمیر
بگفتا۔ ایں عمارت شد دوم بار

۱۳۲۹ھ ۱۱-۸-۲ء

تاریخِ تعمیر مسافر خانہ (رتہ پیراں)

قلندر کے بیٹے کے اشرف پسر جو خُلق و مروت میں ہیں نامور
بنایا انھوں نے یہ عالی مکاں دیا ہر مسافر کو آرامِ جاں
قریب اس کے مسجد بھی تعمیر کی رضا جوئی حق کی تدبیر کی
انھیں رب جزا نیک کاموں کی دے کرم شاہ کا نخل مثمّر رہے
رہے سبز شاخِ قلندرؒ سدا طفیلِ محمد ﷺ شفیق الورائے
یہ تاریخِ تعمیر نایاب ہے کہ فیضِ قلندر کا یہ باب ہے

۱۳۳۰ھ

۱۸-۷-۱۲

Marfat.com

واقعی یہ مسافر خانہ فیضِ قلندر کا باب ثابت ہوا کیونکہ حضرتِ اشرف اس کے لیے دوسو گھماؤں اراضی میری تولیت میں وقف فرما گئے۔ اس زمین میں کوئی کنواں نہیں۔ کھنڈا مائیز کی کم آب ٹیل اسے سیراب کرتی ہے اور جو فصل پکتی ہے وہ بارانِ رحمت سے پکتی ہے۔ اس سال ژالہ باری اور ٹلّے کی وجہ سے روپیہ میں ۶ ر کا نقصان ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس زمین کو زرخیز بنائے تاکہ اشرف کا سلسلہ مہمان نوازی بوجہ احسن قائم رہے۔ آمین! ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

تاریخ عرسِ بزرگان

نام عرس	تاریخ	نام عرس	تاریخ
شیخ ابوالحسن علی ہنکاریؒ	یکم محرم الحرام	حضرت امام اعظمؒ	۴ رجب المرجب
شیخ شہاب الدین سہروردیؒ	یکم محرم الحرام	حضرت عباسؓ	۷ رجب المرجب
پیر مراد شاہ لاہوری مردانویؒ	۵ محرم الحرام	امام جعفر صادقؓ	۱۵ رجب المرجب
حضرت محمد نقشبندؒ	۲۹ محرم الحرام	امام موسیٰ کاظمؓ	۲۵ رجب المرجب
حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ	۲۹ محرم الحرام	شاہ نعمت اللہ ولیؒ	۲۵ رجب المرجب
شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ	۷ صفر المظفر	شیخ جنید بغدادیؒ	۲۷ رجب المرجب
شیخ موسیٰ آہنگرؒ	۱۸ صفر المظفر	حضرت خواجہ معین الدینؒ	۶ شعبان المعظم
حضرت مجدد الف ثانیؒ	۲۸ صفر المظفر	شب برات	۱۵ شعبان المعظم
امام حسنؓ	۱۱ ربیع الاول	حضرت بایزید بسطامیؒ	۱۵ شعبان المعظم
پیر فیض بخش کوٹلویؒ	۱۱ ربیع الاول	حضرت سیدہ فاطمہؓ	۳ یا ۲۰ رمضان المبارک
حضرت محمد رسول اللہ ﷺ	۱۲ ربیع الاول	حضرت علی المرتضیٰؓ	۲۱ رمضان المبارک
سلطان حاکم مادی	۱۲ ربیع الاول	پیر قلندر شاہ اتویؒ	۲۷ رمضان المبارک
پیر محمد اشرف عالم شاہ رتویؒ	۲۲ ربیع الاول	امام رازیؒ	یکم شوال
پیر خدا بخش کوٹلویؒ	۱۱ ربیع الثانی	شیخ سعدیؒ	۵ شوال
پیر غلام محی الدین رتویؒ	۱۵ ربیع الثانی	خواجہ عثمان ہاروی	۶ شوال
حضرت بدیع الدین شاہ مدارؒ	۱۸ جمادی الاولیٰ	حضرت اویس قرنیؓ	۷ شوال
پیر نبی بخش کوٹلویؒ	۲۵ جمادی الاولیٰ	حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ	۷ شوال
مولانا رومیؒ	۵ جمادی الاخریٰ	حضرت حمزہؓ اسد اللہ	۱۴ شوال
امام غزالیؒ	۱۴ جمادی الاخریٰ	شیخ فخر الدین عراقیؒ	۹ ذوالقعدہ

Marfat.com

شیخ عبدالحق	۱۵ جمادی الاخریٰ	شیخ علم الدین رنگریز چونی والؒ	۱۱ ذوالقعدہ
خواجہ محمد شاہ ہوشیار پوری	۱۸ جمادی الاخریٰ	حضرت امام باقرؒ	۷ ذوالحجہ
حضرت ابوبکر صدیقؓ	۲۲ جمادی الاخریٰ	عید الاضحیٰ اور حضرت مخدوم جہانیاںؒ	۱۰ ذوالحجہ
حضرت عبدالجلیل لاہوری	یکم رجب المرجب	حضرت عثمان ذوالنورینؓ	۱۸ ذوالحجہ
امام علی نقیؒ	۳ رجب المرجب	حضرت عمر فاروق اعظمؓ	۲۸ ذوالحجہ
حضرت معاویہؓ	۴ رجب المرجب		

شیخ ابوالخیر نولکھ ہزاری کا عرس ۹ چیت کو ہوتا ہے اور شیخ برہان کاہنوانی کا عرس ۱۵-۱۶ اہاڑ کو ہوتا ہے۔

نوٹ: یہ تاریخیں زیادہ تر کتاب ''فلاح دارین'' سے ماخوذ ہیں۔ (نامیؔ)

☆

Marfat.com

قصص الاوّلین مواعظ الآخرین

چو من بخیر کنم یاد دیگراں شاید کہ رسند و مرا ہم بخیر یاد کنند

الحمدللہ کہ

تکملۂ

تاریخ جلیلہ

جسے

غلام دستگیر نامی متولی

نے

تالیف کر کے درگاہِ حضرت عبدالجلیل قطب العالمؒ لاہور میکلوڈ روڈ

سے شائع و تقسیم کیا

۱۳۸۰ء مطابق ۱۹۶۰ء

Marfat.com

Marfat.com

نذرِ عقیدت مع تاریخ بحضور قطب العالم عظمہ اللہ

از قلمِ ابوطاہر فدا حسین فدؔا مدیر مہر و ماہ لاہور

قطبِ عالم ۔ غوث دوراں حضرت عبدالجلیلؒ مظہرِ نورِ خدائے عزّوجل تھے لا کلام
صاحب کشف و کرامات آشنائے حال و قال تھی زبانِ حال جن کی ایک تیغِ بے نیام
اک ولیِ کامل و اکمل ہوئے واللہ آپؒ! جان و دل سے تھے جو شیدائے شہِ خیر الانام
قابلِ تعظیم ہے کیا نامِ نامی مرحبا! اور تھی ذاتِ مقدس لائقِ صد احترام
بے سہارا غمزدہ پائیں یہاں امن و سکوں آستانِ حضرتؒ عالی ہے ایک دارالسلام
بیکس و مجبور کی ہوتی ہے شنوائی یہاں آپ کے لُطف و کرم سے ایک عالم شاد کام
دم قدم سے آپ کے شاہ و گدا تھے مستفیض تا قیامت کیوں نہ پھر جاری رہیگا فیضِ عام
مرجعِ عالم ہے انؒ کا مرقدِ عالی نشان جو کہ تھے چرخِ ولایت کے فدا ماہِ تمام

بہر تالیفِ عجالہ فی البدیہہ اے فدا
بائے بسم اللہ سے لکھ تکملہ کا اختتام
۲ ۲+ ۱۹۶۰ء

- ق -

پیرِ پیرِ پیر پیراں بوالحسنؒ ذی شان کی آپ ہیں اولاد عالی مرتبت۔ ذوالاحتشام
نسل در نسل آپؒ کی اولاد متولی رہی تھے انہی میں شاہِ اشرفؒ پیرِ مردِ نیک نام
ناظمِ اعلیٰ ہوئے پھر حضرتِ اشرفؒ کے بعد پیکرِ صدق و دیانت نامؔی عالی مقام
پاک ہیں لہوولعب سے اور مطابق شرع کے عرس کرتے منعقد ہیں آپ جو باالتزام
کیں بزرگوں کی کتب شائع بڑے اخلاص سے منتفع ہیں خیر سے ان کے تمامی خاص و عام
آپ کے حُسنِ تدبیر کی نہیں ملتی مثال اللہ اللہ آپ کا یہ انصرام و اہتمام
قابلِ تقلید ہے۔ القصہ ان کا ہر عمل!
اور اوصافِ حمیدہ بھی فدؔا ہیں بے بدل

تاریخ جلیلہ از حکیم موسیٰ خلف الرشید فخر الاطبا حکیم فقیر محمد چشتی نظامی امرتسری مرحوم ۔

Marfat.com

Marfat.com

پۓ سالِ تالیفِ ہٰذا الکتٰب - بگو - ''تکملہ خوب نامیؔ نوشت''
۱۹۶۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریب

لاہور کے اولین سہروردی شیخؒ اور تبلیغ اسلام

حضرت شیخ عبدالجلیل چوہڑ شاہ بندگی قطب العالم عظمہ اللہ تعالیٰ مومبارک (واقع ریاست بہاول پور۔ اب ضلع رحیم یار خاں) سے ۸۸۰ھ مطابق ۱۴۷۵ء کے لگ بھگ لاہور تشریف لائے اور کوٹ کروڑ میں خانقاہ قائم کی جواب تک میکلوڈ روڈ پر متصل ریلوے پولیس لائنز موجود ہے۔

حضرت عبدالجلیل سہروردی سلسلہ کے پہلے بزرگ ہیں جو پنجاب میں تبلیغ اسلام کے لیے وارد لاہور ہوئے۔ اس سلسلہ کی تعریف میں شیخ محمد اکرم صاحب کتاب آبِ کوثر میں لکھتے ہیں:۔

''سہروردی سلسلہ بھی چشتیہ کی طرح بہت پُرانا ہے اور ٹھوس تبلیغی کاموں میں تو شاید اس کا پلہ چشتیہ سے بھاری ہے۔ کشمیر میں اسلام کبرویہ سلسلے کے بزرگوں مثلاً امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ اور ان کے صاحبزادے میر محمد ہمدانی) نے پھیلایا جو سہروردیوں کی ایک شاخ سے تعلق رکھتے تھے۔ جو شیخ شہاب الدین سہروردی کے خلیفۂ اعظم تے۔ اس وقت مشرقی بنگال کی سب سے بڑی زیارت گاہ سلہٹ میں ایک سہروردی (شاہ جلال یمنی) کا مزار ہے۔ گجرات کے قدیمی دارالخلافہ پٹن میں حضرت سلطان المشائخ اور حضرت چراغ دہلوی نے بھی اپنے خلفا بھیجے لیکن دارالخلافہ یعنی شہر احمد آباد کی سب سے بڑی زیارتیں یعنی حضرت قطب العالم اور حضرت شاہ عالمؒ کے سربفلک روضے سہروردی یادگاریں ہیں اور پاکپٹن سے مغرب کے علاقے یعنی سندھ، مغربی اور بلوچستان کو تو بابا فریدؒ بھی بہاؤالدین زکریا سہروردی کی ولایت کا جزو مانتے تھے۔ (سیر العارفین صفحہ ۱۱۵)

سہروردی امورِ شرعی میں ان (چشتیہ) سے زیادہ محتاط تھے۔ ان کے ہاں سماع بہت کم تھا۔ خلاف شرعی امور پر وہ فوراً ناپسندیدگی کا اظہار کرتے۔ دوسرے مذہبوں کے ساتھ ان کا برتاؤ غیر معمولی رواداری کا

Marfat.com

نہ تھا۔ تبلیغ کا جوش بھی ان میں زیادہ تھا۔ سیر وتفریح کا شوق بھی انھیں چشتیوں سے کہیں بڑھ کر تھا۔ بالعموم چشتیوں کا رنگ جمالی تھا۔ سہروردیوں کا جلالی'' ان سب باتوں کا نتیجہ یہ تھا کہ اگرچہ دار الخلافہ کی نازک مزاج اور حساس ہستیوں کو سہروردی کسی بڑی حد تک مسخر نہ کر سکے۔ لیکن اطراف ملک میں انھوں نے اسلام کا ڈنکا خوب بجایا اور اسلام کی بڑے پُر جوش طریقے سے اشاعت کی۔ افسوس ہے کہ سہروردیوں کی مکمل تاریخ مرتب نہیں ہوئی اور آج تو اس کے لیے مواد نہیں ملتا۔ سہروردیوں نے کام زیادہ تر اسلام ہندوستان کے سیاسی اور ثقافتی مرکزوں سے دور رہ کر کیا۔ ان کی روحانی کوششوں کو دار الخلافے کی تیز برقی روشنی نے اجاگر نہیں کیا اور اتفاق سے ان میں اہل قلم حضرات کی بھی بہتات نہیں .... نتیجہ ہے کہ .... سہروردیوں کی ٹھوس مذہبی خدمات سے (جن کی بدولت مغربی اور مشرقی پاکستان (اب بنگلہ دیش) میں اسلام کا بول بالا ہوا) ایک عام بے خبری ہے۔''

تبصرۂ نامی

شیخ صاحب موصوف کے مطالعہ میں بہاول پور گزیٹیئر اور ذکر کرام آیا تو آپ نے ہمارے بزرگ سلطان حمید الدین حاکمؒ کا ذکر آب کوثر کے صفحہ ۳۰۸ میں فرمایا کہ شیخ رکن الدین ابوالفتح کے ایک اور نامور مرید حاکم شاہؒ تھے جو پہلے کیچ مکران کے گورنر تھے۔ بعد میں دنیا ترک کردی اور شیخ سے خرقہ حاصل کرنے کے بعد اُچہ اور سکھر کے درمیانی علاقے میں ارشاد وہدایت اور تبلیغ اسلام پر مامور ہوئے۔ آپ کی وفات ۱۳۶۸ء مطابق ۷۷۰ھ میں ہوئی۔ مزار (مومبارک) ریاست بہاول پور میں ہے۔''

کاش شیخ صاحب موصوف کے زیر مطالعہ تاریخ جلیلہ، اذکار قلندری، تذکرۂ قطبیہ اور تذکرۂ حمیدیہ وغیرہ کتبِ خاندان جلیلہ آئی ہوتیں تو آپ کو معلوم ہو جاتا کہ خاندان سہروردی میں اہل قلم کی اتنی کمی نہیں۔ ڈاکٹر نبی بخش صاحب بلوچ سندھی کے مکتوب کے مطابق میں شیخ صاحب کی تشریف آوری کا منتظر رہا اور ان کا پتہ دریافت نہ ہو سکنے کی وجہ سے خود بھی نہ مل سکا کہ اپنے خاندان کی علمی اور تبلیغی خدمات کے ثبوت میں کتب نذر کر دیتا۔ خیر یا زندہ وصحبت باقی)

میرا مضمون دیال سنگھ کالج لاہور کے رسالہ تاریخ وتحقیق بابت ماہ اکتوبر ۱۹۵۸ء میں ''لاہور کے سہروردی مشائخ'' شائع ہو چکا ہے جس سے میں نے حضرت عبدالجلیل قطب العالم کے خلفاء کرام ا۔

Marfat.com

حضرت جمال الدین ابوبکر مدفون محلہ جوگی پورآگرہ، شارح وصایائے امام محمدؒ اصول بزدوی ۲۔ شیخ موسیٰ ہنگر لاہوری ۳۔ شیخ بایزید جن کا مقبرہ مشن احاطہ متصل دفتر ریلوے پولیس لاہور میں گراپڑا ہے۔ ۴۔ مخدوم شیخ سادھاؒ مزار در بازار حکیماں ۶۔ شیخ برہان، مقبرہ در کاہنووان ضلع گورداسپور ۷۔ ادھیہ چوہان، مدفون متصل کچہری قصور) کا ذکر کیا ہے اور تاریخ جلیلہ میں مفصل حالات اور فوٹو بھی دیے ہیں۔

حضرت عبدالجلیل قطب العالم عظمہ اللہ تعالیٰ نے بذاتِ خود اور بذریعہ خلفائے تبلیغ اسلام میں گراں قدر حصہ لیا اور کئی راجپوت اقوام کو مشرف بہ اسلام فرمایا جو اب تک آپ کے ارادت میں داخل ہیں اور جن کے مملوکہ دیہات کے نام تاریخِ جلیلہ میں مذکور ہیں مگر افسوس ہے کہ اولادِ شیخ نے مریدوں کی طرف سے توجہ ہٹالی اور نتیجہ یہ ہوا کہ ان میں کئی نئے پیدا شدہ گمراہ فرقوں کے جال میں پھنس گئے۔ میں بذریعہ تحریر تبلیغ میں لگ گیا اور تقریر سے قاصر رہا جو کم علم اشخاص کے لیے مفید ہوتی ہے۔

منظور ہے گذارشِ احوالِ واقعی

مرمت و تعمیر مکاناتِ خانقاہ

نامیؔ سے پہلے اس کے والدِ بزرگوار پیر حامد شاہ مرحوم نے اپنے جدِ اعلیٰ قطب العالم حضرت عبدالجلیل عظمہ اللہ تعالیٰ (دامادِ سلطان بہلول لودھی) کی خانقاہ کی بحالی کے لیے حسب استطاعت گرانقدر خدمت کی۔ مسجد اور چاہِ خانقاہ کے درمیان ایک حجرہ تعمیر کیا اور شکستہ بیرونی چاردیواری کی مرمت کی۔ جب وہ ۸۹۴ء میں لاہور تحصیل سے تبدیل ہوکر چھ ماہ بعد قصور میں فوت ہوگئے تو مجھے پانچویں جماعت سے دسویں پاس کرنے کے لیے برلبِ تہ خانۂ مزار بیٹھک تعمیر کردہ جدی پیر غلام محی الدین شاہ میں رہنے کا اتفاق ہوا۔ قطب العالمؒ کی اولاد سے اور عزیز بھی حصولِ تعلیم کے لیے والدمؒ کے حجرہ تعمیر کردہ میں مکین رہے۔

آثار سے نامیؔ کی دل چسپی

عرصۂ اقامتِ خانقاہ میں مَیں نے چارصد سالہ مسجدِ جلیلیہ کی خستگی اور تہ خانہ اور مزار کی کہنگی میں خستہ حالی کو دیکھا اور دل کڑھا۔ خدا کا نام لے کر ان متبرک مقامات کی بحالی کی طرف قدم اٹھایا۔ اپنے

Marfat.com

عزیزوں اور دوستوں سے کچھ چندہ جمع کیا اور تہ خانہ اور مزار کے گرد چونکوں کا فرش لگوایا اور مسجدِ کہنہ کی بنیادوں پر جو گنبددار تھی اور دورِ لودھی کا عجیب نمونہ نئی مسجد ۱۹۱۱ء میں تعمیر کرائی۔ آثارِ قدیمہ سے دلچسپی رکھنے والے دوستوں سے اب پتہ چلا کہ بہرحال حضرت قطب العالمؒ کی تعمیر کو مرمت کرا کر قائم رکھنا ضروری تھا۔ مگر وقت ہاتھ سے گزر چکا تھا۔ بقولِ حضرت شاہ مراد ؎

جو کچھ ہوتا ہے وہ تقدیر سے ہے نہ اپنی عقل اور تدبیر سے ہے

یہ سب مرمتیں ڈھانچہ سا تھیں۔ ان کی پختگی کے لیے رقمِ کثیر کی ضرورت تھی۔

بربادی کے بعد آبادی

خانقاہ جلیلہ آخری مغل بادشاہوں کی کمزوری اور سکھوں کی بربریت کی وجہ سے کسمپرسی کی حالت میں تھی کہ حضرت قطب العالم عظمہ اللہ کی اولاد سے، جیسا کہ ریونیو ریکارڈ سے ہویدا ہے۔ حضرت خدا بخشؒ اور شاہ جیؒ فرزندانِ حضرت ابوالحسن ثانیؒ نے اس کی طرف توجہ کی اور زیارت کا سلسلہ شروع ہوا۔ پھر اسے آباد کرنے کی سعادت میرے نانا پیر غلام محی الدین شاہ خلف الرشید حضرت قلندر شاہ ولیؒ سجادہ نشین رتہ پیراں کو حاصل ہوئی۔ جیسا کہ جج محمد لطیف کی کتاب ہسٹری آف لاہور میں مندرجہ رباعی سے ثابت ہے ؎

مکانِ خانقاہِ قطب عالم! چو از تعمیر نو زینت بزیرفت
بتاریخِ بنایش ہاتفِ غیب بنائے از غلام محی دیں گفت
۱۲۶۴

یہ اشعار کتابوں میں تھے۔ میں نے انھیں کندہ کرا کر رخامی کتبہ تہ خانہ کے غربی دروازہ کے اندر سامنے کی دیوار میں نصب کر دیا۔

ملکیتِ احاطہ خانقاہ

احاطہ خانقاہ جس کا رقبہ ساڑھے چار کنال ہے۔ کاغذاتِ مال میں اولادِ حضرت خدا بخشؒ اور شاہ جی کی ملکیت درج ہے اور وہی اس پر متصرف ہیں۔ مسجد اور خانقاہ کی پختگی کے لیے جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں رقمِ کثیر کی ضرورت تھی اور یہ چندہ سے فراہم ہونا مشکل تھی۔ اس لیے میں نے اپنے جد مادری موصوف کے فرزندِ اشرف مرحوم کو اس طرف توجہ دلائی اور انھوں نے گردِ احاطہ خانقاہ اپنی مملوکہ اراضی کو اپنی

Marfat.com

زوجہ کی وفات کے بعد وقف کرنے کی وصیت کردی اور مجھے بزرگوں کی عقیدت اور ان کے تبرکات کی اشاعت کا شوق ملاحظہ فرما کر متولی مقرر فرما گئے۔ چنانچہ کاغذات مال میں زمین وقف اور میں متولی قرار دیا گیا۔

متولی ہونے سے پہلے اور بعد کی خدمات

مجھے متولی مقرر ہونے سے پیشتر بھی خانقاہ جلیلہ کی آبادی اور ملحقہ زمین کے تحفظ میں بڑی دلچسپی تھی۔ چنانچہ جب کاغذات مال میں خانقاہ اور اراضی کا میکلوڈ سے راستہ درج نہ پایا اور آمد و رفت میں دقت ہوئی تو میں نے ہی حضرتِ اشرف سجادہ نشین اور مالکِ اراضی سے مختار نامہ حاصل کر کے سردار احمد صاحب مرحوم ڈپٹی کلکٹر نہر پنشنر سے بذریعہ تبادلہ و بیع دو کنال زمین دے کر فروری ۱۹۱۶ء میں راستہ حاصل کیا اور پھر جب سردار صاحب مذکور نے کئی مرلے زمین اپنے احاطہ میں داخل کر لی تو میں نے مقدمہ کیا اور سکھ جج اور کمیشن کی مدعا علیہ سے رعایت کی وجہ سے معاوضہ بہت کم ملا اور ۱۶ مرلے زمین اور نکل گئی۔

جب میں باقاعدہ متولی ہو گیا اور وقف کی آمدنی جھگیوں کے کرایہ سے ہاتھ آئی تو سب سے پہلے میں نے چار سو صفحہ کی مقبول عالم کتاب ''تاریخ جلیلہ'' لکھی اور حضرت عبدالجلیلؒ کے لائق فرزندوں کی تصانیف کی اشاعت کی۔ مجالسِ عُرس وغیرہ منعقد کرائیں جن کا سلسلہ برابر جاری اور غیر جانبدار اہل قلم سے خراجِ تحسین حاصل کر رہا ہے۔

وقف کے منحرف کرایہ داروں سے

۱۹۴۷ء کے انقلاب کے دھانک کرایہ دار جو ہندوؤں کے اچھوت فرقہ سے تعلق رکھتے تھے اور انھیں گائے کا گوشت بوجہ ارزانی مرغوب تھا۔ جھگیاں چھوڑ کر چلے گئے اور ان کی جگہ کچھ ہندوستان سے دھکیلے ہوئے اور کچھ ادھر ادھر سے عیسائی بھنگی آ گھسے اور رفتہ رفتہ بدنیتی سے کرایہ دینا بند کر دیا۔ اس بہانہ سے کہ یہ ہندوؤں کی متروکہ جائداد ہے۔ چھ مہینے تک کرایہ بند رہا۔ پولیس اور عدالت تک نوبت پہنچی اور متولی کو سخت پریشانی کا سامنا ہوا۔ وقف جائداد کو دستبرد سے بچانا میں نے فرض سمجھا اور کیوں نہ سمجھتا کہ یہ وقف میری ہی کوشش سے اپنے بزرگوں کے آثار کے قیام کے لیے قائم ہوا تھا۔

جب پولیس کے افسران بالا کو اس فساد کی خبر ہوئی تو انھوں نے تھانہ نولکھا کے سب انسپکٹر انچارج کو تحقیق کرنے بھیجا اور انھوں نے جو مال کے کاغذات میں ملکیت وقف دیکھ کر کرایہ داروں کو بقایا میں سے

Marfat.com

صرف نصف کے قریب ادا کرنے کا فیصلہ کیا۔اس پر عملدر آمد تو نہ کرا سکے ہاں ۳۰ فیصدی کرایہ کم کرنے پر ضرور عمل ہوا اور وہ بھی نادہند کرایہ دار مقدموں کے بغیر ادا نہیں کرتے، کیسے کمینوں سے پالا پڑا ہے۔کرایہ داروں کے ساتھ دردسری کی داستان کی ایک مسل موجود ہے جس میں اخبارات کے کٹنگ بھی شامل ہیں۔ میں نے وقف کی بحالی کے لیے جتنا وقت اور دماغ خرچ کیا وہ میں ہی جانتا ہوں۔جس تن لگے وہی جانے اور اتنی تکلیف جو میں نے برداشت کی اور کر رہا ہوں محض اس لیے کہ مجھے یہ وقف قائم کرنے کی لاج ہے اور اس میں اپنے بزرگوں کے آثار قدیمہ رکھنے کا مسئلہ ہے۔خدا وقف کو دستبردِ اغیار سے بچائے۔

اراضیٔ وقف میں ستھری آبادی کی طرف قدم

جھگیوں کی آبادی کو بزرگ کے ماحول میں شایان شان نہ پا کر میں نے سکیم داخل کی جو اس سے نامنظور ہوئی کہ راستہ سڑک سے کم از کم بیس فٹ چاہیے جو میرے بس میں نہ تھا لہٰذا ٹیلر صاحب آئی۔سی۔ ایس ایڈمنسٹریٹر نے اراضیٔ وقف زیر آمد کرنے کی تجویز پاس کر دی۔اس کے خلاف میں نے تگ و دو کی۔ اخباروں اور اسلامی انجمنوں نے میری حمایت میں مضامین لکھے۔اسمبلی میں سوال پیش ہوا اور ٹیلر صاحب کی سکیم فیل ہوئی اور وہ تبدیل کر دیے گئے۔پھر مسٹر ظفر احسن آئی۔سی ایس آئے۔انھوں نے مجھے بلا کر کہا کہ راہ کی تنگی کی وجہ سے تمھاری سکیم کبھی پاس نہیں ہو سکتی اس لیے مفادِ وقف کے لیے بہتر یہی ہے کہ امپروومنٹ ٹرسٹ کو لمبے پٹے پر زمین دے دو۔چنانچہ اس کے مطابق معاہدہ ہو گیا مگر اب تک اس پر عمل نہیں ہوا کیونکہ آبادی کو متبادل زمین دینے کا مسئلہ درپیش ہے۔دیکھئے اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔اب لاہور کارپوریشن اور ایک شخص کے خلاف جس نے راہ وقف کے پاس بلڈنگ خرید کر زمین وقف پر دست درازی شروع کر دی ہے۔مقدمات دائر ہیں اور سخت پریشانی ہے۔اللہ تعالیٰ مشکل حل فرمائے اور وقف دستبرد اغیار سے محفوظ رہے۔اور اس کی آمدنی مطابق احکام شرع اسی مد پر صرف ہوتی ہے جس کے لیے میرے خال محترم پیر محمد اشرف عالم شاہ مرحوم نے میری حسب خواہش وقف کیا تھا۔

میں چاہتا ہوں کہ جس طرح درگاہِ داتا صاحب کی تزئین ہو رہی ہے اور سلسلہ درس و تدریس جاری ہے اسی طرح یہاں بھی ہو اور اس کا انتظام کیا جا رہا ہے۔

Marfat.com

انتظامِ نامی

خانقاہِ جلیلہ کے مجاور۔ امام مسجد اور کلارک کو میں باقاعدہ تنخواہ دیتا ہوں اور جس شوق اور دیانت سے اپنا کام سمجھ کر اپنے خاندانی بزرگ کے آثار کے بقا کی کوشش کر رہا ہوں اور کون کر سکتا ہے۔ ہمارے بزرگوں کے سب آثار باقی ہیں اور ہم لوگوں سے کوئی چندہ وصول نہیں کرتے۔ جب وقف نہ تھا تب سجادہ نشین قطب العالمؒ مجاورات کے لیے جس کو ملازم رکھتے تھے اس کو اولاد قطب العالم ششماہی دیتی تھی جب وقف قائم ہوا تو میں نے مجاور کو ششماہی سے بے نیاز کر دیا۔ قادر مطلق یہ سلسلہ قائم رکھے۔ آمین!

پختہ کوٹھے

خانقاہ جلیلہ کی مشرق اور شمال وجنوب کی جانب جو پختہ کوٹھے ہیں وہ پیر اشرف عالم شاہ مرحوم کی زندگی میں قبل از انعقادِ وقف ان کی بیٹیوں اور دامادوں نے ان کی اجازت سے اپنی لاگت سے بنوائے تھے۔ میں جب متولی ہوا تو میں نے تعمیر کنندوں سے ان کے وصول شدہ کرایہ کا ۴ بطور کرایہ زمینی وصول کر کے وقف فنڈ میں شامل کر دیا اور اب تک یہی عمل جاری ہے۔

زائرین کے لیے مکانوں کی ضرورت

اراضی موقوفہ سے موجودہ گندی آبادی اٹھ جائے تو اس میں زائرین کی رہائش کے لیے ایک زیادہ وسیع مکانوں کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ وہ وقت جلد لائے۔ میرے خیال میں اندرونی چاردیواری خانقاہ کے گرد جو مشرق کی جانب عارضی مکان کھڑے ہیں ان کی جگہ اگر ضرورت ہو تو عرس اور مجالس پر حاضر ہونے والوں کے لیے ایک یک منزلہ مکان تعمیر ہونا ضروری ہے۔ وما توفیقی الا باللہ۔

یکم ذی الحجہ ۱۳۷۹ھ مطابق ۲۸ مئی ۱۹۶۰ء

تاریخِ جلیلہ کی مسلمہ حقیقت

میں نے اپنے خال محترم پیر محمد اشرف عالم شاہ سجادہ نشین خاندان جلیلہ رئیس رتہ پیراں ضلع شیخوپورہ کی حسب وصیت جب متولی اوقاف اشرف (واقع لاہور و بھٹے وڈ) مقرر ہوا تو سب سے پہلے میں نے ۶ ۱۳۵ھ مطابق ۱۹۳۷ء میں حضرت عبدالجلیل چوہڑ شاہ بندگی عظمہ اللہ تعالیٰ کے، ان کے خاندان کے

Marfat.com

اوران کے مریدوں کے حالات سے پبلک کو روشناس کرنے کے لیے تاریخ جلیلہ لکھ کر درگاہِ جلیلہ کی طرف سے چھپوا کر مفت تقسیم کی۔ یہ کتاب قریباً چار سو صفحات پر مشتمل بڑی مقبول ہوئی۔ اب یہ ختم ہے اور اس کے دوبارہ چھپوانے کا انتظام ہو رہا ہے۔

مشہور اہلِ قلم کی رائیں

ملک کے جن مشہور اہل قلم نے اس کتاب مستطاب کے متعلق جو قیمتی رائیں لکھی ہیں وہ ضمیمہ تاریخ جلیلہ مطبوعہ ۱۹۴۴ء کے دیباچہ۔ دیباچہ گلزار حاکم، مطبوعہ ۱۹۳۶ء، پیش لفظ اذکار قلندری ۱۹۵۷ء۔ تذکرہ حمیدیہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء کی تقریب وغیرہ میں شائع ہو چکی ہیں۔ ان میں تسلیم کیا گیا ہے کہ تاریخِ جلیلہ:۔

۱۔ گرانقدر تاریخی سرمایہ ہے۔

۲۔ اس کی تالیف میں بڑی تحقیق و تدقیق سے کام لیا گیا ہے۔

۳۔ نہ صرف پرانی مستند تاریخی کتابوں اور بزرگوں کی قلمی یادداشتوں کی ورق گردانی سے کام لیا گیا ہے بلکہ کئی مقامات کا سفر کر کے بے حد مفید معلومات حاصل کی گئی ہیں۔

۴۔ حضرت عبدالجلیل چوہر شاہ بندگیؒ سہروردی لاہوری کی خاندانی تاریخ ہے۔

۵۔ اس میں لاہور وغیرہ کے اکثر ممتاز بزرگانِ دین کے حالات بھی ملتے ہیں۔

۶۔ چالیس سے زیادہ بلاکوں کی تصاویر اس کتاب میں شامل ہیں۔

۷۔ تاریخ جلیلہ میں شجروں کے ذریعے بزرگانِ سلسلہ کے تعلقات کو واضح کر دیا گیا ہے۔

۸۔ اس میں قریش کی تاریخ کا باب بہت قیمتی ذخیرہ ہے۔

۹۔ تقسیم وراثت کے متعلق وضع کردہ گر بہت ہی دلچسپ اور قابلِ قدر فارمولا ہے۔

۱۰۔ ایک سنہ عیسوی سے دوسرا سنہ عیسوی نکالنے کا درج کتاب کا فارمولا بہت کارآمد چیز ہے۔

تاریخ جلیلہ کو بغور مطالعہ کر کے اپنی راؤں سے مستفید کرنے والے حضرات میں سے چند کے اسما گرامی یہ ہیں:

۱۔ سردار کریم نواز صاحب ایم۔اے، پی۔سی۔ایس۔

۲۔ سید عبدالقادر صاحب ایم۔اے، وائس پرنسپل اسلامیہ کالج، لاہور مرحوم

Marfat.com

۳۔ محمد شجاع الدین صاحب ایم۔اے، پرنسپل دیال سنگھ کالج، لاہور۔
۴۔ مولوی محمد شفیع صاحب ایم۔اے پرنسپل اورینٹل کالج، لاہور۔
۵۔ سید اولاد علی شاہ صاحب ایم۔اے مرحوم، سیکرٹری دارالترجمہ انسائیکلو پیڈیا اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی، لاہور (جو دیوان قلندر شاہؒ) کی طباعت کے محرک ہیں۔)
۶۔ منشی محمد الدین صاحب فوق مرحوم مصنفِ کتب کثیرہ۔
۷۔ مولوی محمد عبداللہ صاحب قریشی محقق مضمون نگار۔
۸۔ سید مبارک علی شاہ صاحب مولوی فاضل میونسپل کمشنر قصور۔
۹۔ مولانا عزیز الرحمٰن صاحب عزیز مرحوم پنشنر ڈسٹرکٹ جج ریاست بہاول پور۔
۱۰۔ مولانا حفیظ الرحمٰن صاحب حفیظ مرحوم مترجم قرآن مجید بزبان بہاولپوری۔
۱۱۔ ڈاکٹر محمد باقر صاحب ایم۔اے جنہوں نے پیر مراد شاہؒ کی مثنوی ''مراد المحبین'' ایڈٹ کر کے رسالہ ترقی اردو، دہلی بابت اکتوبر ۱۹۴۲ء شائع کرائی۔

تاریخ جلیلہ کو شائع ہوئے ۲۳ برس ہو چلے ہیں۔ اس کی قدر جتنی غیر برادری کے علم دوست اصحاب نے کی ہے، اپنی برادری نے نہیں کی۔ اگر کی ہے تو صرف اس لیے کہ ان کا اور ان کے باپ دادا کا ذکر اس میں ہے۔ اسلامی اور تاریخی واقعات سے ان کو ایسی دلچسپی نہیں اور یہ خرابی کم علمی اور موجودہ نصاب تعلیم نے پیدا کی ہے۔

درگاہِ جلیلہ میں یوم مراد

مکرمی حافظ محمود خاں شیرانی مرحوم ''پنجاب میں اُردو'' میں اور ڈاکٹر محمد باقر ایم۔اے اہل ملک کو پیر مراد شاہ لاہوری کی اُردو نوازی سے آگاہ کر چکے ہیں۔ اسی سلسلہ میں سردار کریم نواز صاحب ایم۔اے نے مجھے ۲۴ دسمبر ۱۹۴۴ء کو شیخوپورہ سے لکھا کہ ''حضرت مراد شاہ کا کلام واقعی ادبیات اردو کا نایاب گوہر ہے اور جب یہ زبان اپنے نام کے لیے آپ کے بزرگان ذی شان کی مرہون ہے تو اس کی خدمت جس طرح آپ فرما رہے ہیں، آپ کا حق اور آپ پر فرض ہے، آپ ایسے بزرگان کا وجود اردو کے لیے آیۂ رحمت ہے۔ ورنہ بھارت کا مہا سبھائی ماحول تو اس زبان کو اپنے طاغوتی اقتدار سے فنا ہی کر دیتا۔''

Marfat.com

اہل علم واقتدار احباب کی تحریروں سے متاثر ہو کر میں پبلک کو حضرت مرادؒ سے روشناس کراتا رہا حتیٰ کہ آپ کے عرس کی تقریب پر حضرت عبدالجلیل عظمہ اللہ کی درگاہ میں بزمِ مراد کے انعقاد کا اہتمام کیا اور مندرجہ ذیل اعلان لاہور کے اردو اور انگریزی جرائد میں شائع ہوا۔

نقلِ اعلان

پنجاب کے اوّلین اُردو نواز بزرگ

پیر مراد شاہ کی یاد میں بزمِ مراد کا جلسہ

لاہور ۶ ر دسمبر، پیر مراد شاہؒ متوفی ۱۸۰۰ءلاہور کے پہلے بزرگ ہیں جنھوں نے پنجاب میں سب سے پہلے ''اردو زبان'' رائج کی۔ ان کی اردو مثنوی اور دیوان انجمن ترقی اُردو شائع کر چکی ہے۔ ان کی یاد میں ان کے جداعلیٰ حضرت عبدالجلیل چوہڑ شاہ بندگیؒ کی خانقاہ واقع جانب جنوب ریلوے پولیس لائنز میکلوڈ روڈ لاہور ''بزمِ مراد'' زیرِ صدارت شیخ سر عبدالقادر صاحب ۸ ر دسمبر ۱۹۴۶ء کو اتوار کے روز اڑھائی بجے منعقد ہوگی۔

پروگرام حسب ذیل ہے:۔

۱۔ تعارف غلام دستگیر نامی

۲۔ حضرت مراد شاہ کی خدمات، پنجاب میں اردو کے سلسلہ میں (ڈاکٹر سید محمد عبداللہ صاحب)۔

۳۔ پنجابی زبان کا اُردو زبان سے تعلق (خان بہادر حکیم احمد شجاع صاحب)

۴۔ پنجابی میں اُردو کو فروغ دینے کے رسائل (میاں بشیر احمد صاحب بارایٹ لا، ایم۔اے ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی، حضرت باری اور آقائے بیدار بخت صاحب)

۵۔ کلامِ مراد۔ صاحبزادہ محمد ابوبکر ہاشمی

الداعی: غلام دستگیر نامی

(شہباز مورخہ ۷ ر دسمبر)

Marfat.com

جلسۂ یومِ مرادؒ کی روئیداد

(احسان مورخہ ۱۲؍ستمبر ۱۹۴۶ء میں شائع شدہ)

لاہور ۸؍دسمبر۔ اردو اور فارسی کے مایۂ ناز شاعر اور مشہور ولی اللہ حضرت مراد شاہؒ المتوفی ۱۸۰۰ء کی یاد میں ایک ادبی جلسہ شیخ سر عبدالقادر بالقابہ کے زیرِ صدارت درگاہ حضرت عبدالجلیل میں (متصل قلعہ گوجر سنگھ میکلوڈ روڈ لاہور ۲/۱ ۲ بجے بعد دوپہر منعقد ہوا۔ سب سے پہلے مخدوم غلام دستگیر نامی متولی اوقاف اشرف نے حضرت مراد شاہؒ کے متعلق ایک پُر مغز مقالہ پڑھا جس میں آپ کے حالاتِ زندگی بیان کیے گئے۔ اس کے بعد صاحبزادہ محمد ابوبکر ہاشمی نے حضرت مراد کی دو غزلیں ترنم سے سنائیں جسے حاضرین نے بہت پسند کیا۔ بعد ازاں جناب ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی نے تقریر کی، آپ نے پہلے صاحب صدر کی ان خدمات کو سراہا جو انھوں نے اُردو ادب کے سلسلے میں انجام دی ہیں اور جو ہمیشہ ان کا نام زندہ رکھیں گی۔ بقد ازاں انھوں نے اُردو زبان کی اہمیت اور پنجاب کے ساتھ اردو زبان کے تعلق کو بیان کیا اور بتایا کہ محمد شاہ کے عہد حکومت میں مرکزی حکومت کمزور ہوگئی تو مختلف صوبوں میں نیم آزاد حکومتیں قائم ہوگئیں اور حیدرآباد، مرشد آباد، عظیم آباد اور لکھنؤ کے صوبائی دربار علم وحکمت کے مرکز بن گئے۔ سوڈیڑھ سو سال تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ اگر درانیوں کے پیہم حملے پنجاب کی صوبائی حکومت کو برباد نہ کردیتے تو اسی زمانے میں پنجاب کے تمام شہروں کی زبان اُردو ہوجاتی۔

ان کے بعد صاحب صدر نے اپنے ملفوظات گرامی سے سامعین کو بہرہ ور کیا اور فرمایا کہ کلیات مراد کو چھپوانے کے لیے جناب ڈاکٹر عبدالحق صاحب کو لکھنا چاہیے اور آپ نے وعدہ فرمایا کہ وہ خود اس تحریک کی تائید فرمائیں گے۔

نیز آپ نے یہ کہا کہ انجمن ترقی اردو کسی بنا پر سردست اس کام کا بیڑا نہ اٹھائے تو متی طور پر اس کام کو انجام دینا چاہیے۔ کیونکہ حضرت مراد کا کلام اس قابل ہے کہ یکجا شائع ہوجائے۔

اس کے بعد جناب صدر کسی اور مصروفیت کی بنا پر تشریف لے گئے اور اپنی جگہ سید عبدالقادر صاحب وائس پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور کو قائم مقام بنا گئے۔ چونکہ بہت سے حضرات جن کے نام پروگرام میں تقریروں کے لیے درج تھے تشریف نہ لاسکے۔ اسی لیے صاحب صدر نے اعلان کیا کہ حاضرین

Marfat.com

میں سے جو صاحب اپنے خیالات کا اظہار کرنا چاہیں، کر سکتے ہیں۔ جناب پیر انور علی شاہ رئیس مرید کی نے اعلان کیا کہ چونکہ میں خانوادہ حضرت مرادؒ سے تعلق رکھتا ہوں اس لیے ان کی کلیات کی اشاعت کے لیے سو روپیہ ادا کروں گا۔

اس اعلان کے بعد محمد شجاع الدین ایم۔اے ریسرچ سکالر فارسی پنجاب یونیورسٹی نے خاندانِ جلیلہ کی تاریخی اہمیت اور اس کے مختلف افراد کی علمی خدمات پر مختصر تبصرہ کیا۔ علاوہ ازیں حضرت مراد کے فارسی اور اُردو کلام کی خصوصیات بیان کیں، نیز فرمایا کہ مشائخ پنجاب میں صرف حضرت عبدالجلیل کے خاندان افراد کے تمام علمی کارنامے محفوظ ہیں اور حضرت نامی کی علمی مساعی دوسرے سجادہ نشینوں کے لیے باعثِ تقلید ہونی چاہییں۔ چونکہ بارش کا خطرہ تھا اس لیے جلسہ صاحبزادہ ابوبکر سے کلامِ اقبال سن کر برخاست کر دیا گیا اور حاضرین تبرک لے کر رخصت ہو گئے۔

(نامہ نگار)

بزمِ مراد میں نمایاں شخصیتیں

جن صاحبان نے بزمِ مراد میں شرکت فرما کر تقریریں کیں ان کا ذکر اخبار میں شائع شدہ روئیداد میں مطالعہ فرمائیں۔

فوٹو میں زینتِ صدارت سر عبدالقادر ہیں۔ وہ جس دلچسپی سے کلامِ مراد سن کر محظوظ ہو رہے ہیں وہ ان کے بشرہ سے عیاں ہے۔ موصوف کی تمام عمر زبانِ اُردو کی ترقی میں بسر ہوئی اور اس کی ہر بزم میں وہ خوشی سے شریک ہوئے۔ بزمِ مراد کو بھی آپ نے شمولیت سے نوازا۔ افسوس آپ ۱۹۵۰ء میں فوت ہو گئے اور اُردو کو ان کی رحلت سے ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا۔ میں نے ان کی رحلت پر جو قطعہ تاریخ موزون کیا وہ روزنامہ احسان مورخہ ۱۲ر فروری ۱۹۵۰ء میں شائع ہوا۔

رفت عبدالقادرِ ما از جہاں
آنکہ بُد در خانداں ذی عزم شیخ
حسرتا از عرصۂ اُردو زباں
گشت رخصت یکّہ نازِ رزم شیخ
نامیؔ حامدؔ بسالِ رحلتش

Marfat.com

فی البدیہہ گفت شمعِ بزمِ شیخ
۱۳۶۹ھ

فوٹو میں دوسری مشہور شخصیت مولانا ابراہیم صاحب چشتی کی ہے۔ تاریخی نام افتخار احمد (۱۳۳۵ء) ہے۔ جن کے علمی کارنامے اظہر من الشمس ہیں۔ آپ اُس وقت صوبائی تحریک رفاقت کے پراونشل سیکرٹری تھے اور اس تحریک کے صدر پنجاب کے وزیر اعظم خضر حیات تھے۔

آپ فرزند ہیں حضرت مولانا محرم علی صاحب چشتی مرحوم کے جو بزرگانِ دین کے آستانوں اور ان سے عقیدت رکھنے والے اشخاص پر ہمیشہ نظرِ عنایت رکھتے تھے۔ جب میں حضرت عبدالجلیل عظمہ اللہ کی مسجد کی تجدید کے سلسلے میں پہلی بار ۱۹۱۱ء میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نہایت مہربانی سے تشریف فرمائے درگاہ ہوئے اور مزار اور تہ خانہ کی خستہ حالت کو دیکھ کر فرمایا، پہلے ان کی مرمت کرو، بزرگ کی روح خوش ہوگی تو مسجد بھی بن جائے گی۔ چنانچہ تجویز کیا کہ ہم دونوں ایک ایک کر کے پونڈ ڈال کر کام شروع کریں۔ چنانچہ اس انتظام سے مزار اور تہ خانہ میں چوکوں کا فرش بن گیا (پھر جب چشتی صاحب کی خواہش کے مطابق میرے خالِ محترم حضرت پیر محمد اشرف عالم شاہ سجادہ نشین رتہ پیراں نے خانقاہ کے گرد کی اراضی وقف فرمائی اور میں حسب وصیت ۱۹۳۷ء میں متولی مقرر ہوا تو میں نے جس طرح خانقاہ اور مسجد کو آراستہ کیا وہ پروفیسر محمد شجاع الدین صاحب ایم۔ اے اور سید عبدالقادر صاحب ایم۔ اے مرحوم کے مضامین مشتہرہ اخبارات سے عیاں ہیں، مجھے اپنے منہ میاں مٹھو بننے کی ضرورت نہیں۔

حضرت چشتی صاحب مرحوم صوفی بزرگوں کے آستانوں کی خدمت میں لگے رہے اور اپنی کمائی انھیں پر صرف کر دی۔ چنانچہ جب یکم رمضان ۱۳۵۳ھ میں فوت ہوئے تو دنیوی مال کی آلائش سے دامن پاک تھا۔ نماز جنازہ میں شمولیت کی سعادت مجھے صحن مسجد وزیر خاں میں حاصل ہوئی اور حسب وصیت اپنے مرشد حضرت مستان شاہ کابلیؒ کے مزار کے پاس دہلی میں دفن کیے گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آپ کا سالِ رحلت ''محرم علی چشتی لاہور'' سے برآمد ہوتا ہے۔

تیسرا شخص جو چشتی صاحب کے پاس بیٹھا ہے، یہی نیاز مند نامی ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے یکم مئی ۱۹۶۰ء تک عمر کی ۷۶ منزلیں طے کر چکا ہے اور بدو شعور سے اس کا مشغلہ بزرگان اسلام کے حالات کی

Marfat.com

اشاعت رہا ہے۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشآء۔

چوتھا چہرہ جو صاحبِ صدر کے قریب بائیں جانب نظر آتا ہے، وہ ان کے لائق فرزند شیخ منظور قادر صاحب کا ہے جو ان دنوں پاکستان کے وزیر خارجہ کے عہدہ پر سرفراز ہیں۔

پانچویں نوجوان جو کھڑا ہے وہ اسلامیہ کالج لاہور کا مشہور خوش الحان فارغ التحصیل گریجوایٹ اور انعام یاب محمد ابوبکر فرزند نامی ہے، کلامِ اقبالؒ سنا کر حاضرین کو محظوظ کر رہا ہے۔ اس کے جانبِ چپ ایک اور چہرہ ہے جو غالباً ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی کا ہے۔ اس تقریب کے اور فوٹو بھی شیخ اقبال علی صاحب نے لیے تھے جو صدر صاحب کے عزیزوں میں سے استادِ فوٹوگرافی ہیں۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

پنجاب یونیورسٹی اُردو کانفرنس میں ذکرِ مرادؒ و برادرانِ مرادؒ

(ڈاکٹر) سید عبداللہ صاحب ریڈر اُردو (حال پرنسپل اورینٹل کالج) کا گرامی نامہ مورخہ ۱۳ر فروری ۱۹۴۸ء بنام نیاز مند نامی وصول ہوا:۔

مکرم و معظم جناب صاحبزادہ صاحب۔

السلام علیکم۔ ہم ۲۶۔۲۷۔۲۸ مارچ کو ایک یونیورسٹی اُردو کانفرنس کر رہے ہیں۔ اس سلسلے میں مقالات، نمائش اور مشاعرہ بھی ہوگا۔ میں چاہتا ہوں کہ اس موقع پر حضرت شاہ مرادؒ لاہوری اور حضرت شاہ قلندر کو اہل پنجاب سے روشناس کر دیا جائے۔ اگر ہو سکے تو آپ ان کے متعلق اس موقع کے لیے کوئی مقالہ بھی تیار کریں اور نمائش کے لیے ان کی تصانیف بھی پیش کریں، ہم ایک دروازہ نمائش کا یا ہال ان کے نام سے موسوم کر دیں گے۔ جواب جلد عنایت ہو (چنانچہ جواب لکھ دیا گیا۔) دوسرا رقعہ ۱۸ر فروری بدیں مضمون سید صاحب موصوف نے لکھا:۔

لائقِ احترام نامی صاحب، السلام علیکم

نامۂ نامی ملا۔ ہمارا ارادہ ہے کہ حضرت شاہ مرادؒ کی یادگار کے طور پر نمائش میں اور جلسہ میں ان

Marfat.com

کے چند اشعار خوش خط لکھوا کر آویزاں کر دیں۔ عام طور پر یہ کام تصویر سے لیا جاتا ہے مگر غالباً ان کی تصویر موجود نہ ہوگی۔ آپ نے جو جو صورتیں قلم بند فرمائی ہیں ان پر ضرور عمل ہوگا اگر ہو سکے تو کسی وقت ایک بجے مجھے کالج میں ملیے۔ والسلام

بابائے اردو ڈاکٹر مولوی عبدالحق صاحب نے ۲۶ر مارچ کے افتتاحی اجلاس (منعقدہ یونیورسٹی ہال) خطبۂ صدارت میں فرمایا:۔

اگر پنجاب میں اُردو ادب کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ہر عہد میں یہاں اردو کے ادیب اور شاعر ہوئے ہیں اور اردو پڑھنے لکھنے کا شوق یہاں ہمیشہ سے رہا ہے۔ آپ کے شاعر مرادؔ (متوفی ۱۲۱۵ھ مطابق ۱۸۰۰ء) اُن پہلے چند حضرات میں سے ہیں جنھوں نے اُردو کا لفظ زبان کے معنوں میں استعمال کیا۔ اُردو نے اگر یہاں جنم نہیں لیا تو بھی اس کا بیج یہیں پڑا۔''

زمیندار مورخہ ۵۰-۱-۳۱ میں تحت عنوان ''اُردوئے معلیٰ''، شائع ہوا کہ ڈاکٹر بیلی کی تحقیقات یہ ہے کہ اُردو کا لفظ بمعنی زبان سے پہلے مراد شاہ لاہوری نے استعمال کیا۔ چنانچہ اس کا ذکر انھوں نے رائل اکیڈمی کے جریدہ میں کیا ہے اور ڈاکٹر باقر بھی رسالہ اُردو میں اس کا ثبوت پیش کر چکے ہیں۔''

پھر ۲۸ر مارچ کے اجلاس میں جو زیر صدارت ڈاکٹر شیخ محمد اقبال لا کالج میں منعقد ہوا، نیاز مند نامی نے ایک مقالہ ''حضرت مراد شاہ اور قلندر شاہ پڑھا ر جناب شیخ شجاع الدین ایم۔ اے نے خاص حضرت مراد شاہ کی اردو نوازی پر تقریر کی۔

آزاد اُردو نمبر میں حضرت مراد شاہ اور ان کے بھائیوں کے متعلق مضامین

اسی تقریب پر اخبار آزاد لاہور نے اردو نمبر ۲۷ مارچ نکالا جس میں حسب ذیل مضمون شائع کیے گئے:۔

۱۔ ''پیر قلندر شاہ'' ازقلم ڈاکٹر سید عبداللہ صاحب ڈی لٹ

اس میں خانوادۂ جلیلہ کے روحانی اور تعلیمی فیوض سے قارئین کو روشناس کرانے کے لیے ڈاکٹر صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ اس خانوادہ جلیلہ اور سلسلۂ عالیہ، کے کوائف از ابتدا تا ایں دم کے مطالعہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صدیوں سے یہ خاندان مرجع خلائق چلا آتا ہے اور ان کے فیوض روحانی کا سلسلہ

Marfat.com

نہایت وسیع ہے اس کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے یہ خاندان نہ صرف روحانی اور مذہبی کمالات اور عظمتوں کا مالک تھا بلکہ علم وادب کی دنیا میں اس کے بیشتر افراد کے نام آور ہو چکے ہیں:

اس کے بعد ڈاکٹر صاحب اسلاف واخلافِ خاندان کے علمی کارناموں کی فہرست دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''اس خاندان کے لائق فرد صاحبزادہ غلام دستگیر صاحب نامیؔ کے وجود سے یہ سلسلہ ابھی تک قائم ہے۔

اس تعارف کے بعد حضرت قلندر شاہؒ برادرِ پیر مراد شاہ کے سوانح اور ان کے کلام پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آج جبکہ اُردو کے قدیم سے قدیم نمونوں کا سراغ لگایا جا رہا ہے اور ان کی بنا پر اردو زبان کے متعلق نظریے قائم کیے جا رہے ہیں۔ میرے خیال میں پنجاب کے ریختہ گوئے قدیم یعنی پیر قلندر شاہ صاحب متوفی ۱۸۳۲ء کی اردو نظموں کا شائع کرنا شاید بے محل نہ سمجھا جائے۔ (جس کے متن کو اشاعت دی جا رہی ہے) حلیہ مبارک کی زبان صاف اور رواں ہے اشعار میں پختگی اور متانت موجود ہے پھر اردو کے ابتدائی نقش ونگار کا سرمایۂ عزیز ہے۔''

نوٹ: نامیؔ نے درگاہِ جلیلہ کی طرف سے حضرت قلندر شاہؒ کا دیوان اور دیگر کلام بعنوان قصائد قلندری وغیرہ شائع کر دیا ہوا ہے۔ مشتاق ہاتھوں کے لیے چند نسخے باقی ہیں۔

۲۔ پیر مراد شاہ لاہوری .... از قلم غلام دستگیر نامیؔ

اس مضمون میں مَیں نے پیر مراد شاہؒ کے اپنے والد بزرگوار پیر کرم شاہ (المشہور مستیا شاہؒ) کے ہمراہ لاہور سے لکھنؤ وغیرہ کی طرف جانے اور وہاں سات برس رہ کر تحصیل علم کرنے اور نامۂ مراد اردو میں لکھنے اور لاہور واپس آ کر اپنے آبائی محلہ کھاری کھوئی میں حکیم احمد شجاع صاحب کے دادا کے بھائی حکیم علیم الدین محمد حیات کی فرمائش پر چار درویش کا قصہ مراد المحبین) میر امن کے قصے باغ وبہار سے پانچ برس پہلے ۱۲۱۲ھ میں نظم کرنے (جو ڈاکٹر محمد باقر صاحب نے رسالہ اُردو دہلی میں شائع کرایا اور دیگر تصانیف مرادؒ کا ذکر کیا اور بتایا ہے کہ آپ ۵ محرم ۱۲۱۵ھ مطابق ۱۸۰۰ء کو موضع مردانہ (متصل اسٹیشن مہتہ سوجھا) میں وفات پا کر دفن ہوئے اور مزار زیارت گاہ مریدان وعقیدت منداں ہے۔

پیر سکندر شاہ امدادؔ لاہوری۔ از محمد ابوبکر ہاشمی بی۔ ایس سی شائع ہوا ہے اس میں لکھا ہے کہ آپ اپنے

Marfat.com

والد حضرت کرم شاہ کے ہمراہ لکھنؤ گئے اور اپنے بھائی مراد شاہ کے ساتھ ۱۲۰۴ھ میں لاہور واپس آ کر ۱۲۱۰ھ میں بیس سال کے سن میں فوت اور درگاہ جلیلہ دفن ہوئے۔ پیر مراد شاہ نے انہی کا غم غلط کرنے کے لیے قصہ چہار درویش لکھنا شروع کیا تھا اور اس میں اپنے اس جوانا مرگ بھائی کی ان الفاظ میں تعریف کی ہے ۔

جو پیروں نے برسوں میں حاصل کیا — خدا نے تھا سو اس جواں کو دیا!
جو کچھ طبع زاد اس کا یاد آئے ہے — تو جاں سن سنا کر نکل جائے ہے
کسے یاد ہے جو اسے یاد تھا — ہر اک فن میں گویا وہ استاد تھا
فقیری میں رکھتا تھا کسبِ کمال — جہاں کو سمجھتا تھا خواب و خیال
تجرد کے عالم میں ایک فرد تھا! — جواں مرد تھا، صاحبِ درد تھا
بہ مصرِ دلم ہمچو یوسفِ عزیز — سکندر خصائل، ارسطو تمیز
برادر نہ تھا، آہ فرزند تھا — کہ آرامِ جاں اور دلبند تھا

ان کی وفات پر قلندر شاہؒ نے بھی فارسی نظم میں بڑے رنج وقلق کا اظہار کیا ہے۔ سکندر شاہ کی یادگار چند فارسی مکتوباتِ منظوم، غزلیں، فرد اور رباعیاں ہیں۔ ان کی یہ فارسی دعائیہ رباعی میں اکثر پڑھا کرتا ہوں ۔

شکستہ ام تو چناں کُن، شکستہ تر نشوم — خراب و زار و پریشان ازیں بتر نشوم
تو ابرِ رحمت و من مزارعِ لبِ دریا — ببار زود کہ تا خشک بے ثمر نشوم

آپ کی ایک اور غزل سے آپ کا زورِ کلام معلوم ہو سکتا ہے۔

بادہ و جام و ساقی و گُل و مُل! — ہے، نہیں ہائے اک وغیرتِ گُل
شب میں احوال اس کا کہہ نہ سکا — شیشہ ہر چند کہہ رہا قُل قُل
زلفِ مشکیں کو دیکھ کر اس کی — کٹ گیا آج طرّۂ سنبل
جس گل اندام کے لیے میں نے — کھائے اپنے بدن پہ لاکھوں گُل
سوا شارے میں اس کے خوں مرا — لے گیا اس کا زنگی کاکل
دیکھ کر اس پری کو ہوش و حواس — آہ پرواز کر گئے بالکل

Marfat.com

فیضِ شاہِ مرادؔ سے امدادؔ
ہمیں دے باندھ رنجشوں کے پُل

میرے والد بزرگوار نامیؔ صاحب نے ''تبرک کلامؔ'' کے صفحہ ۳۶ تا ۴۰ میں پیر سکندر شاہ کا غیر مطبوعہ کلام شائع کر دیا ہے۔ اس سے اس جوانی میں مرجانے والے پیر کی طبع موزوں کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ سچ ہے ایسے ذہین اشخاص کو جلد ہی بلاوا آجاتا ہے۔ شیرانی صاحب نے بھی ''پنجاب میں اُردو'' میں آپ کا مختصر ذکر کیا ہے۔

(محمد ابوبکر ہاشمی)

مشاعرہ میں کلامِ مرادؔ

۲۸/مارچ ۱۹۴۸ء کو ۸ بجے شب یونیورسٹی ہال میں زیر صدارت ڈاکٹر ایم۔ ڈی تاثیر بزمِ مشاعرہ منعقد ہوئی۔ اس میں برخوردار محمد ابوبکر بی۔ ایس سی نے خداداد لحن داؤدی سے حضرت مرادؒ کی یہ غزل سنا کر سامعین سے خراجِ تحسین لیا۔

غزلِ مرادؒ

آہ جس بن نہ ایک پل رہیے — یوں جدا اُس سے آج کل رہیے
ہو گا بدنام اس سے وہ ورنہ — زیرِ دیوارِ یار چل رہیے
جی میں ہے دل کی آگ سے اپنی — اک جہاں کو جلا کے جل رہیے
کوئی دو باتیں سخت گیر کہہ جائے — ہے یہ لازم کہ آپ ٹل رہیے
کوئی اچھا کہے بُرا کوئی — کام میں اپنے بے خلل رہیے
پہنچنے پایئے اگر اک بار! — در تک اس کے، تو پھر مچل رہیے

جام اک بادۂ محبت سے
پی کے بس اے مراد ٹل رہیے

عکسِ تحریر پیر مراد شاہؒ

حضرت مراد شاہ نے نایاب رسالہ گنج اسرار شیخ فرید الدین مسعود اجودھنی شکر گنجؒ کہیں سے لے

Marfat.com

کرموضع کنگرہ (تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ) میں جو مریدوں کا موضع ہے (جیسا کہ تاریخ جلیلہ کے صفحہ.......... میں مذکور ہے نقل کیا۔ تاریخِ اختتامِ رسالہ ۱۱ربیع الاول روز جمعہ لکھی ہے سنہ تحریر نہیں فرمایا چونکہ اس رسالہ سے ملحقہ رسالہ مرأۃ العارفین جو امام حسینؓ کی طرف منسوب ہے آپ نے ۱۲۰۷ھ میں لکھنا بیان کیا ہے اس لیے گنج اسرار کی تاریخ نقل ۲۶ ر اکتوبر ۱۷۹۲ء کے مطابق ہوئی اس سے دو برس پہلے آپ نے ۱۲۰۵ھ میں مثنوی مرادالعاشقین لکھی اور پانچ سال بعد ۱۲۱۲ھ میں ترجیع بند مامریداں اور قصہ چہاردرویش (مرادالمحبین) نظم کیا اور یہ عجیب بات ہے کہ آپ فوت بھی اسی تاریخ ۵ محرم ۱۲۱۵ھ کو ہوئے جو آپ نے حضرت فریدالدین شکرگنج پاک پتنی کی تحریر کی ہے۔

حضرت مرادشاہ کی عکسی تحریر کا ترجمہ یہ ہے

یہ رسالہ جو حضرت شیخ فرید گنج شکر متوفی ۵ محرم ۶۶۷ھ کی تصنیف ہے۔ فقیر حقیر کثیر التقصیر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے امیدوار غلام رکن الدین محمد مراد بخش سہروردی القادری ولد کرم شاہ المعروف میاں مسیتا شاہ ابن شیخ ابوالفتح المشہور شاہ جیو قریشی الہاشمی الہکاری الحارثی نے ۱۱ربیع الاول کو جمعہ کے دن ڈیرہ کنگرہ میں نقل کیا ہے۔ ''اے اللہ! مجھے اپنی محبت میں زندہ رکھ اور محبت میں مار اور اپنے محبوں کے کتوں کے قدموں کی مٹی کے نیچے سے میرا حشر کر۔'' مرادشاہ۔

نوٹ: رسالہ گنج اسرار موصوف مجھ سے اصل نقل اور ترجمہ کرا کر اللہ والے کی قومی دکان لاہور نے لیا اور چھاپ دیا ہے۔ تاجر کتب سے اتنا بھی نہیں ہو سکا کہ دستخطِ مراد فوٹو جو میں نے برخوردار محمد ابوبکر سے تیار کرایا تھا اور جواب بلاک بنوا کر شامل کر رہا ہوں گنج اسرار کے ساتھ شائع کرے۔ یہ لوگ اتنی دلچسپی لینے والے نہیں ہوتے۔

اولادِ قطب العالم حضرت میاں عبدالجلیلؒ میدانِ انتخاب میں

حضرت عبدالجلیل چوہڑ شاہ بندگی لاہوری عظمہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ضلع شیخوپورہ کے متعدد مواضع میں مالک اور نمبردار ہے یہ مگر دوسری زمیندار قوموں کے مقابلے میں تعداد بہت قلیل ہے اس لیے اس سے پہلے وہ انتخاب میں اوّل تو کھڑے ہی نہیں ہوئے اگر مثل عزیزی ظفر حسین کھڑے بھی ہوئے تو ناکام رہے

Marfat.com

۔اس دفعہ بنیادی جمہوریت کی یونین کونسل کے انتخاب میں انھوں نے حصہ لیا اور حکومت کے حسنِ انتظام سے کامیاب ہوئے۔چنانچہ کامیاب ممبروں کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔	صاحبزادہ محمد افضل شاہ سجادہ نشین رتہ پیراں، چیئرمین	(صدر)
۲۔	صاحبزادہ محمد رفیق شاہ رئیس بھٹے وڈو باغ دھنیسر۔	ممبر
۳۔	صاحبزادہ عبدالغفور شاہ۔رئیس قلعہ مسیتا۔	ممبر
۴۔	صاحبزادہ آفتاب احمد رئیس کوٹلی پیراں۔	ممبر
۵۔	صاحبزادہ بہاؤالدین از منڈی مریدکے۔	ممبر (نامزدہ)
۶۔	صاحبزادہ عبدالجبار (شاہ اسوار) از قریشیانوالہ	ممبر
۷۔	صاحبزادہ احمد شاہ نمبر ا از قریشیانوالہ	صدر
۸۔	صاحبزادہ زبیر شاہ از نبی پور	ممبر
۹۔	صاحبزادہ ثناءاللہ از نبی پور	ممبر
۱۰۔	صاحبزادہ راجے شاہ از نبی پور	ممبر
۱۱۔	صاحبزادہ مہدی شاہ از نبی پور	ممبر
۱۲۔	صاحبزادہ نادر شاہ از نبی پور	ممبر
۱۳۔	صاحبزادہ احمد شاہ از نبی پور نمبر ۲	صدر اور ڈسٹرکٹ کونسل شیخوپورہ کا رکن
۱۴۔	صاحبزادہ عباس علی شاہ پیرکوٹ	ممبر

حضرت عبدالجلیل قطب العالمؒ (شیخ ابوالفتح) کے دادا شیخ عبدالعزیز (بن شیخ شہاب الدین) کے جدِ بزرگوار شیخ نورالدین (بن سلطان حاکمؒ) کے بھائی شیخ تاج الدینؒ کے پوتے شیخ صدرالدین (بن شیخ میرانؒ) کے پوتے شیخ موسیٰ (بن شیخ محمد شاہؒ) کی اولاد سے موضع ہندی شیخ موسیٰ ضلع لائل پور سے یہ عزیز کامیاب ہوئے ہیں:۔

۱۔	صاحبزادہ اعظم شاہ	صدر
۲۔	صاحبزادہ محمد اکبر ولد کبیر شاہ	ممبر

Marfat.com

۳۔ صاحبزادہ منظور حسین ولد مکھن شاہ ممبر

۴۔ صاحبزادہ بشیر احمد ولد قطب شاہ ممبر

۵۔ صاحبزادہ محمد امیر شاہ ولد نادر شاہ! ممبر

۶۔ صاحبزادہ نور شاہ ولد بہادر شاہ ممبر

۷۔ صاحبزادہ سید محمد ولد سردار شاہ ممبر

۸۔ صاحبزادہ بہاول شیر ولد سلطان شاہ ممبر

۹۔ محمود شاہ ولد نور شاہ ممبر

ضلع رحیم یار خاں اور ضلع جھنگ وغیرہ کی برادری سے بھی کئی عزیز جو بارسوخ ہیں، منتخب ہوئے ہوں گے مگر معلوم نہیں ہوسکا۔

خانقاہ قطب العالم قیام گاہِ اولادو اہلِ خاندان

مندرجہ ذیل مواضع ضلع شیخوپورہ میں حضرت عبدالجلیل قطب العالم کی اولاد مالک اور آباد ہے اور نہ صرف وہ لاہور آکر اکثر اپنے جدِ اعلیٰ موصوف کی خانقاہ میں قیام کرتی ہیں بلکہ دوسرے افرادِ خاندان از مومبارک وغیرہ بھی آکر ٹھہرتے ہیں۔ ان کی رہائش کے لیے مزید مکان بنانا ضروری اور کارپوریشن کے نقشہ پاس کرنے پر منحصر ہے۔ بہرحال ان کے دیہات کے نام یہ ہیں:۔

۱۔ موضع رتہ پیراں نارنگ ریلوے اسٹیشن

۲۔ موضع رتیاں خورشید پور۔ کالا خطائی ریلوے اسٹیشن

۳۔ موضع کوٹلی پیراں کالا خطائی ریلوے اسٹیشن

۴۔ موضع بھٹے وڈ۔ نارنگ ریلوے اسٹیشن

۵۔ موضع قلعہ مسیتا۔ مرید کے ریلوے اسٹیشن

۶۔ موضع ملک پور۔ بدوملہی ریلوے اسٹیشن

۷۔ موضع باغ دھنیسر۔ چیچو کی ملیاں ریلوے اسٹیشن

۸۔ موضع قریشیانوالہ، شرقپور سے آگے

Marfat.com

۹۔ موضع پیرکوٹ، قریشیانوالہ سے آگے

۱۰۔ موضع بھگوتی پیراں، پیرکوٹ سے آگے

۱۱۔ موضع گنجی پیراں، کھوے کی ڈھاری سے آگے

۱۲۔ موضع پنڈی پیراں، گنجی سے مشرقی جانب

۱۳۔ موضع نبی پور پیراں، ننکانہ سے جنوب کی طرف

۱۴۔ موضع سورڑ، موضع بھگوتی سے شمال مغربی گوشہ میں

۱۵۔ موضع اڈمل۔ متصل موضع سورڑ

۱۶۔ موضع جلال پور، تحصیل شکرگڑھ۔

ان مملوکہ دیہات کا رقبہ سولہ ہزار گھماؤں سے اوپر ہے اور تحصیل چیچہ وطنی میں ایک چک کی مالک بھی اولادِ قطب العالم ہے اور وہ بھی درگاہِ جلیلہ میں آتے رہتے ہیں اور ان سب کے لیے یہ شعر ہے ۔

ہر کہ خواہد گو بیا دہر کہ خواہد گو برد
گیرد دار و حاجب و درباں دریں درگاہ نیست

حضرت عبدالجلیل قطب العالم عظمہ اللہ کی اولاد مالک و مقیم موضع قریشیانوالہ

پیر عبداللہ شاہ بن پیر مہر شاہ

قائم شاہ نبی پوری

بی بی سردار سلطانہ

پیر فیض شاہ

مشتاق احمد

پیر بہادر شاہ بن پیر مہر شاہ بن محمد شاہ بن مزمل شاہ بن رحمت شاہ بن برہان شاہ بن عنایت شاہ بن حبیب شاہ بن شیخ سیف اللہ بن شیخ محمود بن شیخ بہاؤالدین بن قطب العالم حضرت عبدالجلیل چوہڑ شاہ بندگی لاہوری (متوفی یکم رجب ۹۱۰ھ)

Marfat.com

جیسا کہ تاریخ جلیلہ کے صفحہ ۲۶۰ وغیرہ میں بیان ہو چکا ہے حضرت عبدالجلیل چوہڑ شاہ بندگی عظمہ اللہ کے دوسرے فرزند پیر بہاؤالدینؒ مدفون پیر دہاؤں متصل ننکانہ صاحب کی اولاد موضع قریشیانوالہ وغیرہ میں آباد ہے، پیر بہاؤالدین موصوف بجلی خاں کھوکھر کی بیٹی کے بطن سے پیدا ہوئے تھے اوران کی شادی رائے بھویا بھٹی کی دختر سے ہوئی تھی جس سے دو بیٹے شیخ محمد اور شیخ محمود پیدا ہوئے۔

شیخ محمد کی نرینہ اولاد کا سلسلہ منقطع ہوگیا ہے۔ ہاں دختری اولاد مواضع نبی پور، کوٹلی پیراں اور رتہ پیراں میں موجود ہے جیسا کہ تاریخ جلیلہ کے صفحہ ۲۶۰ اور صفحہ ۲۷۰ کے شجروں سے واضح ہے۔

شیخ محمودؒ کی نرینہ اولاد بہ تعداد کثیر بنی پور، قریشیانوالہ، پیر کوٹ، بھگوتی، گنجی پیراں، پنڈی پیراں اور موضع شریف پور (چک نمبر ۱۱/۱۵ ایل تحصیل چیچہ وطنی ضلع منٹگمری) میں آباد ہے اور بھٹے وڈ میں صرف عزیز عالم ولد شریف عالم مرحوم اور اصغر بن فرید مرحوم بن شریف عالم شاہ مرحوم ہے۔

تاریخ جلیلہ کے اس تکملہ میں موضع قریشیانوالہ کا خاص ذکر اس وجہ سے کیا گیا ہے کہ بی بی سردار سلطانہ نے جو اپنے والد کے ہبہ کردہ تین مربعوں اور خود خریدہ ایک مربعہ کی فیاض اور ملنسار حصہ دار موضع قریشیانوالہ ہے، ہمیں نومبر ۱۹۵۹ء کے تیسرے ہفتے بڑی چاہ سے مدعو کیا اور چار دن بڑی خاطر و مدارت کرتی رہیں اور بطورِ چندہ ایک سو روپیہ روپیہ بھیجنے کا وعدہ کیا جو دسمبر میں غلہ فروخت ہونے پر بھیج دیا۔ اس بی بی کا شوہر پیر فضل شاہ ذیلدار مشہور ہے۔ یہ دونوں میاں بیوی مکانِ آبائی کی جانب مغرب اپنا الگ وسیع و دل کشا مکان بنا کر رہتے ہیں میں نے اسے دیکھ کر تاریخ کہی۔

فضل شہ کا مکانِ عالی شان — مظہر لطفِ رحمتِ رب ہے
کہا نامی نے دیکھ کر اس کو — منزلِ فضل شاہ طیب ہے
۱۳۷۹ھ

مغرب کی جانب واقع مکان ۱۹۴۲ء میں اور جنوب کی طرف کا ۱۹۵۶ء میں تعمیر ہوا تھا۔ ان دونوں میاں بیوی کے دل کا چین اور دلدار ایک بیٹا مشتاق احمد ہے اس کی تاریخِ ولادت مجھے جو القا ہوتی وہ حسب ذیل ہے:

فضلِ مولیٰ سے فضل شاہ کے ہاں — ہوا پیدا جو اک ذر شہوار

Marfat.com

سالِ تولید روئے احمد سے کہو مشتاق احمدِ سردار

+ ۱ = ۱۳۶۲ھ

سردار سلطانہ خاندانِ جلیلہ کی دوسری بیوی ہے جس نے قومی کام میں حصہ لیا۔ اس سے پہلے میری پھوپھی بی بی چراغ سلطانہ مرحوم اتنی ہی رقم مسجدِ جلیلہ کی تعمیر کے لیے اپنی وفات یکم محرم ۱۳۳۱ھ مطابق ۱۱ردسمبر ۱۹۱۲ء سے پیشتر عطا فرمائی تھی مسجد ۱۹۱۱ء میں حضرت عبدالجلیل کے عہد کی گنبددار ریختہ مسجد کی یادگار تعمیر کو بہر طور مرمت کر کے قائم رکھنا تھا۔ مگر مجھے اُس وقت یہ احساس نہ تھا اور مسجد بہت ہی خستہ ہو چکی تھی، لہٰذا گرانی پڑی۔

قریشیانوالہ کے عزیزوں سے ملنے اور ان کے مکانات وغیرہ کے فوٹو لینے کے لیے میں برخوردار محمد ابوبکر بی۔ ایس سی کاٹن انسپکٹر کے ساتھ دوسری مرتبہ ۱۹۲۷ء کے بعد یکم مئی ۱۹۶۰ء موضع مذکور میں گیا اور ایک درجن کے قریب فوٹو لیے۔ ان میں سے دو شامل عجالہ ہٰذا ہیں۔ ایک عزیزی فضل شاہ اور مشتاق احمد (باپ بیٹے) کا اور دوسرے ان کے خود تعمیر کردہ مکانات کے ایک حصے کا۔

بی بی سردار سلطانہ کے والد پیر عبداللہ شاہ مرحوم ہی اولاد پیر مہر شاہ میں بہن اور بیٹی کے لیے فیض بخش اور حق شناس ثابت ہوئے۔ چنانچہ انھوں نے اپنی بہن حاکم سلطانہ کو قریشیانوالہ کی ملکیت سے دو مربعے اراضی اور بیٹی سردار سلطانہ کو تین مربعے ہبہ کیے۔ وقتِ انتقال حاکم سلطانہ اسلامی قانونِ وراثت نافذ تھا لہٰذا اس کے حصے کے دو مربعے مرحومہ کی اولاد (ایک بیٹے پیر مظفر شاہ اور دو بیٹیوں فیروز سلطانہ اور کبرا سلطانہ فرزندان پیر عالم شاہ مرحوم بن پیر غلام محمد شاہ کوٹلوی) کے نام منتقل ہو گئے۔

حضرت پیر محمد اشرف عالم شاہ صاحب مرحوم رئیس اعظم رتہ پیراں کی داد و دہش

بیٹی اور بہن تو ذوالفروض وارثوں میں شامل ہے مگر بھتیجیاں ایسی وارث ہیں جو ذوالفروض تو کیا کسی عصبہ کی موجودگی میں بھی محروم الارث رہتی ہیں مگر حضرت اشرف مرحوم نے ان (فاطمہ سلطانہ و حیات سلطانہ دختران پیر خورشید عالم شاہ مرحوم) کے حق میں وصیت فرما دی اور وہ موصی موصوف کی زندگی ہی میں فوت بھی ہو گئیں مگر حضرت اشرف کی بناتِ ایثار کار نے فاطمہ سلطانہ مرحومہ کے بیٹے عزیزی ظفر حسین، از صُلب پیر یوسف علی مرحوم) کے نام ۲۴ مربعے زمین منتقل ہونے میں خاموشی اختیار کی اور عزیز مذکور اس کے

Marfat.com

عوض اولادِ اشرف سے جوسلوک کر رہا ہے۔اس کا بدلہ اسے خدا دے۔بہر حال بتانا یہ ہے کہ حضرت اشرف مرحوم اوران کی اولاد کے ایثار کی کوئی نظیر نہیں۔

افسوسناک بات

ہمیں یہ دیکھ کر دکھ ہوتا ہے کہ اولاد قطب العالم عظمہ اللہ تعالیٰ سے بعض نے روپیہ کی فراوانی سے مغرور ہوکر اپنی برادری کی مستورات پر باہر کی عورتیں۔بطور سوکن لا ڈالی ہیں۔شہریوں نے بھاری بھاری مہر کی زنجیروں میں انھیں جکڑ لیا ہے۔اس کا نتیجہ برادری کے حق میں بصورت انتقال جائداد برا نکلے گا یعنی غیر برادری والے شریکِ حقیت بن جائیں گے۔اور دو تین نکاح ایسے ہوئے ہیں جو شدید اختلاف مذہب کی وجہ سے جائز نہیں جیسا کہ ہر دو فریق کے علما نے فتوے دے رکھے ہیں کہ ایسے نکاحوں سے پیدا شدہ اولاد حلال زادی نہیں اور ایسی اولاد وارثِ جائیداد کہاں ہوسکتی ہے۔

میں ۲۰ر نومبر ۱۹۴۹ء تک موضع قریشیانوالہ میں رہا۔اس عرصہ میں عزیزہ سردار سلطانہ بنت پیر عبداللہ شاہ مرحوم نے جو اپنے چچازاد (بہادر شاہ) کے دیگر فرزندان مکیں موضع مذکور کی اولاد کے نام لکھائے وہ درج ذیل ہیں:۔ پیر محمد شاہ کے فرزند

۱۔ حمید شاہ ۲۔ زبیر شاہ ۳۔ سمیع اللہ ۴۔ حبیب اللہ ۵۔ اختر سلطانہ

۶۔ بشیر سلطانہ ۷۔ ارشاد سلطانہ ۸۔ نصرت سلطانہ

۹۔ مسرت سلطانہ (ازبطن سردار بیگم بنتِ جھنڈے خاں ذیلدار مریدوال ضلع لاہور)

پیر عبدالغفور المشہور سخی سیدن کی اولاد

ازبطن بنت رجب علی مرحوم۔ساکن کوٹ یعقوب

۱۔ محمد شاہ ۲۔ سجاد شاہ ۳۔ نرگس سلطانہ

پیر عبدالجبار عرف اسوار شاہ ممبر یونین کی اولاد

۱۔ عمران شاہ ازبطن برکت بیگم بنت بہاول بھٹی ساکن جھنڈے والا ۲۔ امتیاز شاہ

۳۔ چاند شاہ ۴۔ اقدس سلطانہ، ہر سہ ازبطن وحید بیگم دختر رجب علی مرحوم

Marfat.com

پیر احمد شاہ صدر یونین کی اولاد از بطن منور بیگم ولد چوہدری فتح محمد مرحوم لاہوری

۱۔ انور شاہ ۲۔ افتخار احمد

پیر محمد بشیر مرحوم کی اولاد از بطن وحید بیگم مذکور باز منکوحہ عبدالجبار

ریاض احمد متعلم جماعت نہم شرقپور اسکول

نوٹ: عزیزہ مذکور نے بڑی محنت سے اپنی نبی پوری عزیزوں کی کثیر تعداد اولاد کے نام بھی لکھائے جو ان کی عدم توجہی کی وجہ سے فی الحال درج نہیں کیے جاتے۔ نامی

وقف حساب کی پڑتال

میں (متولی) نے سرکاری دفاتر میں چونتیس سال بطور کلرک، اکاؤنٹنٹ، کیشئر، ہیڈ کلرک کام کر کے جو تجربہ حاصل کیا وہ متولی بن کر میرے کام آیا۔ چنانچہ آمد و خرچ کی رسیدیں چھپوائیں اور ریکارڈ میں محفوظ رکھیں۔ مئی ۵۹ء کی آخری تاریخوں میں ڈسٹرکٹ جج کی عدالت سے پروانہ آیا کہ آ کر حساب کی پڑتال کرائیں اس حکم کی تعمیل میں تین دن حاضر ہو کر حساب چیک کرایا اور پڑتال کنندہ اہلکاروں نے اسے درست پایا۔ الحمدللہ۔ (غلام دستگیر نامی مکان دار محلہ چلہ بی بیاں لاہور)

Marfat.com

اولادِ حضرت الجلیل تمکین رتہ پیراں

۱۔ پیر محمد افضل شاہ بن غلام دستگیر نامی

۱۔ محمد عمر (نواسہ پری شریف عالم بھٹے وڈی) ۲۔ شمیم افضل (بی۔اے والدِ عروضیہ)
۳۔ زاہدہ افضل ۴۔ قسیم افضل ۵۔ محمد عادل ۶۔ شاہدہ افضل ۷۔ محمد عاقل
۸۔ عتیقہ افضل (ہر پنج از بطن سہراب خاتون بنت پیر نصیر الدین ثانی صاحب موڑہ شریف)۔

۲۔ پیر محمد اجمل شاہ مرحوم بن غلام دستگیر نامی

۱۔ محمد ظہیر الحسن ۲۔ حامد سلطانہ زوجہ فرید اصغر ۳۔ طاہرہ سلطانہ
۴۔ طیبہ سلطانہ (ہر چہار از بطن اقبال سلطانہ بنت شریف عالم بھٹے وڈی)

۳۔ پیر محمد ابوبکر بی۔ ایس سی، کاٹن انسپکٹر ابن نامیؔ

۱۔ صدیقہ سلطانہ ۲۔ روبینہ سلطانہ ۳۔ حمیرا سلطانہ (ہر سہ از بطن عذرا بیگم بنت بابو عبدالرشید صاحب بی۔اے لاہوری)

۴۔ حافظ مختار النبی مرحوم متوفی ۱۳۶۵ھ

۱۔ وحیدہ سلطانہ مالکہ حصصِ اراضی حین حیات رتہ پیراں، رتیاں خورشید پورہ وقلعہ مستیا (از بطن سعید سلطانہ بنت پیر اشرف عالم شاہؒ)

۵۔ پیر آفتاب احمد بن پیر افتخار احمد مرحوم

۱۔ محمد اعظم ۲۔ محمد شعیب ۳۔ تنزیلہ سلطانہ (ہر سہ از بطنِ اصغر سلطانہ بنت پیر انور علی شاہ)

۶۔ پیر محمد اقبال بن وزیر علی شاہ حامیؔ

۱۔ فرخندہ اقبال سلطانہ زوجہ شمیم افضل مذکور ۲۔ راشدہ اقبال سلطانہ زوجہ نعیم اظہر
۳۔ محمد جاوید اقبال ۴۔ محمد عثمان اقبال ۵۔ محمد عفان اقبال ۶۔ رخشندہ اقبال سلطانہ
۷۔ غزالہ اقبال سلطانہ (ہر ہفت از بطن عارف سلطانہ بنت غلام دستگیر نامیؔ)

Marfat.com

۷۔ پیر محمد اختر ابن حامی

۱۔ عبیدہ سلطانہ ۲۔ شمع اختر سلطانہ

۳۔ تنویر اختر (ہرسہ ازبطن بنت سلطاہ بنت ادریس شاہ مرحوم)

۸۔ پیر محمد منیر ابنِ حامی فلائیٹ لفٹیننٹ پنشنر

۱۔ شاہانہ منیر ۲۔ محمد قاسم منیر ۳۔ شاہدہ منیر

۴۔ شاہ رخ (ہر چہار ازبطن صابر خاتون دختر پیر نصیر الدین موڑہ شریف)

۹۔ پیر محمد فاروق ابنِ حامی

۱۔ محمد عامر (ازبطن زاہدہ افضل بنت محمد افضل شاہ)

اولادِ حضرت عبدالجلیل عظمہ اللہ مکین قلعہ مستیا شاہ و مرید کے منڈی

۱۔ پیر عبدالغفور شاہ بن پیر انور علیشاہ

۱۔ اسماء سلطانہ ۲۔ رضوانہ سلطانہ ۳۔ فخر الاسلام ۴۔ فرید الاسلام ۵۔ معین اطہر

۶۔ قدرت اللہ (ہرشش ازبطن رؤف سلطانہ بنت نامی)

۲۔ پیر نعیم اظہر شاہ بن انور علی شاہ

۱۔ عظمیٰ سلطانہ (ازبطن راشدہ سلطانہ بنت محمد اقبال ابن حامی)

۳۔ حاجی بہاؤالدین ابنِ ظفر حسین مقیم مرید کے منڈی

۱۔ اعجاز احمد ۲۔ فیاض احمد ۳۔ رعنا سلطانہ

۴۔ اخلاق احمد (ہر چہار ازبطن صفیہ بیگم بنت ڈپٹی علی اصغر مرحوم)

اولادِ حضرت عبدالجلیل عظمہ اللہ تعالیٰ مکین بھٹے وڈھ

۱۔ پیر عزیز عالم ابن بابو شریف عالم مرحوم (ازبطن چراغ سلطانہ

۲۔ پیر فرید اصغر ابن فرید عالم مرحوم ابنِ شریف عالم

۱۔ فریدہ سلطانہ (ازبطنِ حامدہ سلطانہ بنت پیر محمد اجمل شاہ)

Marfat.com

۳۔ پیر محمد رفیق شاہ بن محمد اکبر علی شاہ مرحوم

۱۔ محمد سجاد اکبر ۲۔ فاخرہ سلطانہ ۳۔ محمد مجاہد اکبر ۴۔ افشاں انجم ۵۔ فرزانہ انجم

۶۔ شفیقہ انجم (ہر شش از بطن بتول سلطانہ بنت پیر محمود شاہ کوٹلوی)

۴۔ پیر تاج محمود برادرِ رفیق شاہ نمبر ۱۳

۱۔ کوثر سلطانہ ۲۔ طاہر محمود ۳۔ مصباح سلطانہ ۴۔ زاہد محمود

۵۔ طلعت مسعود ۶۔ ننھا ۷۔ ننھی

۵۔ پیر صفدر شاہ ابن پیر احمد علی شاہ

۱۔ مقصود شاہ (از بطن دختر پیر مخدوم عالم) ۲۔ شائستہ سلطانہ ۳۔ شاہدہ سلطانہ

۴۔ محبوب احمد ۵۔ لڑکی ۶۔ چن پیر ۷۔ لڑکی (ہر شش بطن کنیز بیگم از غیر برادری)

۶۔ پیر مقصود شاہ ابن صفدر شاہ

۱۔ محمد اشتیاق ۲۔ قیصرہ ۳۔ اخلاق (ہر سہ از بطن اشرف سلطانہ بنت پیر مظفر علی شاہ)

اولاد حضرت عبدالجلیل عظمہ اللہ تعالیٰ مکین کوٹلی پیراں

۱۔ پیر مظفر علی شاہ ابن پیر عالم شاہ

۱۔ امجد علی ۲۔ رضیہ سلطانہ (از بطن حمید سلطانہ بنت پیر احمد شاہ مرحوم)

۳۔ اقبال سلطانہ زوجہ خالد شاہ کوٹلی ۴۔ اشرف سلطانہ زوجہ مقصود شاہ (ہر دو از بطن مختار سلطانہ بنت احمد علی شاہ) ۵۔ پرویز ۶۔ عرفان ۷۔ لڑکی

۸۔ لڑکا (ہر چہار از بطن۔ بیگم (مطلقہ))

۲۔ پیر محمد خالد بن محمد ادریس مرحوم

۱۔ فوزیہ سلطانہ (از بطن صفورہ سلطانہ بنت حنیف شاہ)

۲۔ ریحانہ سلطانہ (از بطن اقبال سلطانہ)

۳۔ پیر محمد طفیل شاہ مرحوم بن غلام قادر مرحوم

Marfat.com

۱۔ اشرف سلطانہ ۲۔ مشرف سلطانہ (ہر دو بطن حمید سلطانہ بنت پیر عبدالمجید)

۴۔ پیر سید شاہ بن پیر غلام قادر مرحوم

۱۔ اسعد شاہ (صاحبِ اولاد) ۲۔ تاج سلطانہ زوجہ امجد علی ۳۔ شوکت علی

۴۔ محمد اسلم والد نزہت سلطانہ (ہر چہار بطنِ فیروز سلطانہ بنت پیر عالم شاہ مرحوم)

۵۔ پیر محمد یعقوب بن قائم علی شاہ مرحوم

۱۔ امین الحق مسعود ۲۔ محمد یٰسین حزیں (ہر دو بطن سعید سلطانہ بنت پیر عبدالمجید)

۳۔ محمد سلیم ۴۔ عذرا سلطانہ (ہر دو از بطنِ رشید سلطانہ بنت پیر ابراہیم مرحوم)

۶۔ پیر محمد حنیف شاہ بن قائم علی شاہ مرحوم

۱۔ صفورہ سلطانہ ۲۔ اصغری سلطانہ (ہر دو از بطن سردار سلطانہ بنت پیر عبدالمجید مرحوم)

۷۔ پیر مکرّم شاہ بن عبدالمجید شاہ مرحوم

۱۔ طیبہ سلطانہ از بطن مختار بیگم

۸۔ پیر محمد جمیل شاہ بن پیر عبدالمجید شاہ مرحوم

۱۔ ضیاء الحق ۲۔ منزہ سلطانہ ۳۔ مظہر الحق ۴۔ انجمہ

۵۔ طیبہ (ہر پنج از بطن رشید بیگم)

نوٹ: جن مستورات کے نام کے ساتھ خاتون یا بیگم ہے۔ وہ غیر برادری سے ہیں۔

پیر محمود شاہ اور ان کے فرزندوں پیر محمد خلیل شاہ اور پیر عبدالمجید شاہ ایم۔اے کی اولاد کا ذکر خاص تاریخ جلیلہ میں درج ہے اور ہوگا۔

Marfat.com

در تعریف والدم نامؔی صاحب مرحوم

کردهٔ ذکرِ دوستانِ خدا
گشت مشہور خوش کلامی تو
دستگیر تو شاہ جیلاں است
شد ہویدا ز نام نامؔی تو
دشمنِ تو بفضلِ ربِّ جلیل
باد تا حشر در غلامی تو
بالیقین روز محشر خواہد شد
خود خدا اور رسول حامیٔ تو

صاحبزادہ نثار قطب رضی شیرازی

Marfat.com

Marfat.com

پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

اولاد قطب العالم حضرت حمید الدین حاکم شاہ

و

اولاد قطب العالم حضرت عبد الجلیل چوہر شاہ بندگی

تکملہ

تاریخ جلیلہ

جسے

پیر ابوبکر ہاشمی ولد غلام دستگیر نامی متولی

نے

درگاہ حضرت عبد الجلیل قطب العلم لاہور میکلوڈ روڈ

سے شائع کیا

۱۴۲۹ھ مطابق ۲۰۰۸

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اولادِ پیر کرم شاہ (مسیتا شاہ) شہید

۱۔ مراد شاہ ۲۔ قلندر شاہ ۳۔ سکندر شاہ ۴۔ فرح بخش ۵۔ مبارک سلطان

۲۔ قلندر شاہ

۱۔ پیر غلام محی الدین

۱۔ پیر خورشید عالم ۲۔ پیر محمد اشرف عالم شاہ ۳۔ شریف سلطان (زوجہ حامد شاہ)

۴۔ لطیف سلطان (زوجہ اسمٰعیل شاہ)

۲۔ پیر محمد اشرف عالم شاہ

(از بطن مہتاب سلطان بنت پیر فرح بخش فرحت)

۱۔ حمید سلطان (زوجہ پیر غلام دستگیر نامی) ۲۔ سعید سلطان (زوجہ حافظ مختار النبی)

۳۔ وزیر سلطان (زوجہ افتخار احمد شاہ) ۴۔ اعظم شاہ

۵۔ مبارک سلطان (زوجہ پیر انور علی شاہ)

۲۔ پیر غلام بن پیر نبی بخش

(از بطن نور سلطان دختر پیر فرح بخش فرحت)

پیر حامد شاہ بن پیر غلام محمد بن پیر نبی بخش (نواسہ پیر فرح بخش)

(از بطن شریف سلطان دختر غلام محی الدین شاہ)

۱۔ پیر وزیر علی شاہ حامی ۲۔ پیر غلام دستگیر نامی ۳۔ حافظ مختار النبی ۴۔ پیر افتخار احمد شاہ

۲۔ پیر غلام دستگیر نامی مرحوم بن پیر حامد شاہ (نواسہ پیر غلام محی الدین شاہ)

(از بطن حمیدہ سلطان دختر پیر محمد اشرف عالم شاہ)

Marfat.com

۱۔ پیرمحمد افضل شاہ ۲۔ پیرمحمد اجمل شاہ ۳۔ عارف سلطان (زوجہ پیرمحمد اقبال شاہ)
۴۔ رؤف سلطان (زوجہ پیرعبدالغفور شاہ) ۵۔ محمد ابوبکر ہاشمی

۱۔ پیرمحمد افضل شاہ بن غلام دستگیر نامی (نواسہ پیراشرف عالم شاہ)

۱۔ محمد عمر شاہ (ازبطن فاطمہ بنت شریف عالم شاہ) ۲۔ محمد شمیم افضل شاہ
۳۔ زاہدہ سلطان (زوجہ محمد فاروق ہاشمی) ازبطن زبیدہ خاتون بنت صوفی عبدالرحمن
۴۔ محمد قسیم افضل شاہ سجادہ نشین ۵۔ محمد عادل شاہ ۶۔ شاہدہ افضل (زوجہ محمد ظہیر الحسن شاہ)
۷۔ محمد عاقل شاہ ۸۔ نائلہ افضل (زوجہ قاسم منیر)
[ازبطن سہراب خاتون بنت پیر ثانی نصیرالدین احمد موہڑہ شریف]

۱۔ پیرمحمد عمر شاہ (نواسہ پیرشریف عالم شاہ)
(شادی خاندان سے باہر اپنی مرضی سے کی۔ اولاد کی تفصیل معلوم نہیں)

۲۔ پیرمحمد شمیم افضل شاہ سابق سجادہ نشین رتہ پیراں (نواسہ صوفی عبدالرحمن)
(ازبطن فرخندہ اقبال)

۱۔ العروضیہ (زوجہ محمد طارق) والدہ (۱۔ محمد حمزہ طارق، ۲۔ محمد خضر طارق، ۳۔ عروج طارق، ۴۔ حافظہ مریم طارق)
۲۔ العراض ہاشمی (زوجہ عامر ہاشمی) ۳۔ شہنیلہ ہاشمی (زوجہ مرحوم محمد راشد بیگ) والدہ (۱۔ حرا بیگ،
۲۔ محمد ابراہم، ۳۔ محمد داؤد بیگ) ۴۔ فرح (زوجہ محمد اعظم) والدہ (۱۔ محمد امین، ۲۔ نوراں اعظم،
۳۔ محمد عمر اعظم) ۵۔ انیلہ ہاشمی (زوجہ محمد وقاص اظہر)
۶۔ بشریٰ ہاشمی (زوجہ جہاں زیب ہاشمی) ۷۔ عائشہ ہاشمی (زوجہ معاذ ہاشمی)
۸۔ مثنیٰ ہاشمی (زوج ثناء انصاری)

۱۔ مثنیٰ ہاشمی (ازبطن ثناء انصاری)
۱۔ محمد ہارون ہاشمی

۴۔ پیرمحمد قسیم افضل شاہ سجادہ نشین خاندانِ جلیلہ (نواسہ پیرنصیرالدین ثانی موہڑہ شریف)
(ازبطن رضوانہ سلطانہ)

۱۔ صدیقہ سلطانہ (زوجہ محمد فوزان ہاشمی) ۲۔ محمد حامد شاہ

Marfat.com

۳۔ آمنہ سلطانہ (زوجہ ذوالنورین ہاشمی) ۴۔ حافظ حسنین ہاشمی

پیر محمد حامد شاہ (نواسہ پیر عبد الغفور شاہ)

(از بطن ساجدہ خاتون)

۱۔ محمد افضل ہاشمی ۲۔ ملیحہ ہاشمی ۳۔ محمد حسن ہاشمی

۵۔ پیر محمد عادل شاہ ہاشمی (نواسہ پیر نصیر الدین ثانی موہڑہ شریف)
(از بطن شاہدہ منیر)

۱۔ محمد معاذ ہاشمی ۲۔ خنساء عادل (زوجہ محمد ضرار) والدہ (۱۔ضوریز ضرار، ۲۔فلذہ ضرار)

۳۔ زنیرہ عادل ہاشمی ۴۔ محمد معوذ ہاشمی

۱۔ محمد معاذ ہاشمی (نواسہ محمد منیر ہاشمی)

(از بطن عائشہ دختر شمیم افضل شاہ)

۱۔ رمان ہاشمی ۲۔ ہبہ ہاشمی ۳۔ فاطمہ ہاشمی

۲۔ پیر محمد عاقل شاہ (نواسہ پیر نصیر الدین ثانی موہڑہ شریف)

(از بطن راحیلہ کوکب دختر پیر ابوبکر ہاشمی ولد پیر غلام دستگیر نامی)

۱۔ پیر محمد بلال ہاشمی، (زوج فضہ ہاشمی) ۲۔ پیر محمد علی ہاشمی، ۳۔ یمنیٰ ہاشمی

۲۔ پیر محمد اجمل شاہ بن پیر غلام دستگیر نامی (نواسہ پیر اشرف عالم شاہ)

(از بطن اقبال سلطانہ دختر بابو شریف عالم شاہ)

۱۔ پیر محمد ظہیر الحسن شاہ ۲۔ حامدہ سلطانہ (زوجہ فرید اصغر شاہ)

۳۔ طاہرہ سلطانہ (زوجہ جاوید اقبال) ۴۔ طیبہ سلطانہ (زوجہ مرزا محمد سعید) (والدہ ۱۔فاطمہ مرزا،

۲۔محمد اجمل مرزا، ۳۔ محمد رفیق مرزا، ۴۔ڈاکٹر ناصر مرزا)

۱۔ پیر محمد ظہیر الحسن شاہ (نواسہ بابو شریف عالم شاہ)

(از بطن شاہدہ افضل)

۱۔ القا ظہیر (زوجہ خالد ابوبکر ہاشمی) ۲۔ جہاں زیب ہاشمی ۳۔ میمونہ ظہیر (زوجہ میجر رفیق مرزا)

۴۔ محمد ولید الحسن ہاشمی

Marfat.com

۲۔ جہاں زیب ہاشمی (نواسہ پیر محمد افضل شاہ)

(ازبطن بشریٰ ہاشمی دختر شمیم افضل)

۱۔ احلاء ہاشمی ۲۔ زینب ہاشمی

۵۔ پیر محمد ابوبکر ہاشمی بن پیر غلام دستگیر نامی (نواسہ پیر اشرف عالم شاہ)

(ازبطن عذرا خاتون)

۱۔ راحیلہ کوکب (زوجہ محمد عاقل شاہ) ۲۔ روبینہ شاہین (زوجہ محمد شعیب ہاشمی)

۳۔ حمیرا ابوبکر (زوجہ قمر الزماں قریشی، (چیف آڈٹ آفیسر، پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ لاہور)
والدہ (۱۔حنا قمر،۲۔فہد قمر،۳۔حماد قمر)

۴۔ سمیعہ ابوبکر (زوجہ کرنل قیصر قریشی) والدہ (۱۔مغیرہ، ۲۔محمد احمد)

۵۔ محمد خالد ابوبکر ہاشمی (ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ آف پولس) ۶۔ محمد اسامہ جرار ابوبکر ہاشمی

۵۔ پیر محمد خالد ابوبکر ہاشمی (ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ آف پنجاب پولس)

(ازبطن القا ظہیر دختر پیر ظہیر الحسن)

۱۔ حافظہ بلیغہ خالد ہاشمی ۲۔ محمد عمر ہاشمی ۳۔ رملہ خالد ہاشمی ۴۔ محمد غلام جیلانی ہاشمی
۵۔ محمد دائن ہاشمی

۶۔ پیر محمد اسامہ جرار ابوبکر ہاشمی

(ازبطن ام حبیبہ دختر عثمان اقبال ہاشمی)

۱۔ محمد مرتضیٰ ہاشمی

۱۔ پیر وزیر علی شاہ حامی مرحوم بن پیر حامد شاہ (نواسہ پیر غلام محی الدین شاہ)

(از بطن حکیم سلطان دختر پیر احمد علی شاہ)

۱۔ پیر محمد اقبال شاہ ۲۔ پیر محمد اختر شاہ ۳۔ پیر محمد منیر ہاشمی ۴۔ پیر محمد فاروق ہاشمی

۱۔ پیر محمد اقبال شاہ مرحوم (نواسہ پیر احمد علی شاہ)

(ازبطن عارف سلطان دختر پیر غلام دستگیر نامی)

۱۔ فرخندہ (زوجہ شمیم افضل ہاشمی) ۲۔ راشدہ (زوجہ نعیم اظہر) ۳۔ محمد جاوید اقبال

Marfat.com

۴۔ محمد عثمان اقبال، چیف انجینئر فاطمہ فرٹیلائزر کمپنی، صادق آباد

۵۔ محمد عفان اقبال ۶۔ رخشندہ (زوجہ اصغر قریشی) والدہ (ا۔ آئزہ اصغر، ۲۔ رباب اصغر)

۷۔ غزالہ (زوجہ ضیاء الحق)

۳۔ پیر محمد جاوید اقبال (نواسہ پیر غلام دستگیر نامی)

(از بطن طاہرہ دختر پیر اجمل شاہ)

ا۔ ڈاکٹر محمد یحییٰ جاوید ۲۔ یمامہ جاوید (زوجہ ڈاکٹر عرفان احمد) والدہ (ا۔ نادیہ عرفان، ۲۔ مریم عرفان، ۳۔ محمد عمار عرفان) ۳۔ ڈاکٹر زید جاوید، (بی ڈی ایس) ۴۔ محمد عبداللہ جاوید

ا۔ ڈاکٹر محمد یحییٰ جاوید (نواسہ پیر اجمل شاہ)

(از بطن ڈاکٹر حمیرا)

ا۔ محمد عیسیٰ ہاشمی ۲۔ محمد یوسف ہاشمی

۳۔ ڈاکٹر زید جاوید (بی ڈی ایس) (نواسہ پیر اجمل شاہ)

(از بطن ڈاکٹر اسرا سلیم، (بی ڈی ایس)

ا۔ زکریا ہاشمی

۴۔ پیر محمد عثمان اقبال (نواسہ پیر غلام دستگیر نامی)

چیف انجینئر فاطمہ فرٹیلائزر کمپنی، صادق آباد

از بطن اسماء دختر پیر عبدالغفور شاہ)

ا۔ محمد ذوالنورین عثمان ۲۔ محمد شرجیل عثمان ۳۔ محمد ارفع عثمان (بچپن میں وفات پائی)

۴۔ اُمِ حبیبہ عثمان (زوجہ محمد اسامہ جرار)

ا۔ محمد ذوالنورین عثمان (نواسہ پیر عبدالغفور شاہ)

(از بطن آمنہ دختر محمد قسیم افضل شاہ)

ا۔ حیاء ہاشمی ۲۔ محمد سلمان ہاشمی

۲۔ محمد شرجیل عثمان (نواسہ پیر عبدالغفور شاہ)

(از بطن سارہ ضیاء)

Marfat.com

۱۔ محمد اسمٰعیل ہاشمی ۲۔ مصطفیٰ محمد ہاشمی

۲۔ پیر محمد اختر شاہ بن پیروز یر علی شاہ حامی (نواسہ پیر احمد علی شاہ)

(از بطن اختری سلطان دختر پیر محمد ادریس شاہ)

۱۔ عبیدہ ۲۔ شمع (زوجہ عفان اقبال) ۳۔ تنویر (زوجہ محمود سلطان) والدہ (۱۔ اسامہ محمود، ۲۔ حسن محمود ۳۔ ماریہ محمود ۴۔ عاتکہ محمود)

۴۔ نبیلہ بصری (زوجہ محمد نجم) والدہ (۱۔ احسان نجم ۲۔ ہاجرہ نجم)

۳۔ پیر محمد منیر ہاشمی بن پیروز یر علی شاہ حامی (نواسہ پیر احمد علی شاہ)

(از بطن صابر خاتون بنت پیر ثانی نصیر الدین احمد موہڑہ شریف)

۱۔شاہانہ منیر ہاشمی ۲۔محمد قاسم منیر ہاشمی ۳۔شاہدہ منیر ہاشمی (زوجہ محمد عادل ہاشمی) ۴۔خولہ منیر (زوجہ محمد طیب) ۵۔ حفصہ منیر ہاشمی (زوجہ محمد سلیم) والدہ (۱۔ محمد معیز سلیم، ۲۔ اقلیمہ سلیم)

۴۔ محمد قاسم منیر ہاشمی (نواسہ پیر نصیر الدین ثانی موہڑہ شریف)

(از بطن نائلہ افضل شاہ)

۱۔ محمد انس ہاشمی ۲۔ محمد سراقہ ہاشمی ۳۔ محمد ارقم ہاشمی ۴۔ امیمہ ہاشمی

۴۔ پیر محمد فاروق ہاشمی بن پیروز یر علی شاہ حامی (نواسہ پیر احمد علی شاہ)

(از بطن زاہدہ افضل شاہ)

۱۔ محمد عامر فاروق ہاشمی ۲۔ محمد عاصم فاروق ہاشمی

۱۔پیر محمد عامر فاروق ہاشمی (نواسہ پیر محمد افضل شاہ)

از بطن العراض شمیم

۱۔ فضہ ہاشمی (زوجہ بلال ہاشمی) ۲۔ اذکا ہاشمی ۳۔ ردا ہاشمی ۴۔ علیہ ہاشمی ۵۔ محمد احمد ہاشمی

۱۔پیر محمد عاصم فاروق ہاشمی (نواسہ پیر محمد افضل شاہ)

(از بطن غازیہ نعیم)

۱۔ محمد ربیع ہاشمی ۲۔ محمد حسان ہاشمی ۳۔ خدیجہ ہاشمی

Marfat.com

حافظ مختار النبی بن حامد شاہ بن غلام محمد شاہ رحمتہ اللہ علیہ

(از بطن حاجیہ سعیدہ سلطان بنتِ پیر محمد اشرف عالمؒ)

۱۔ الطاف سلطان (بچی فوت ہوگئی) ۲۔ اکمل (بچہ فوت ہوا) ۳۔ محمد نثار (بچہ فوت ہوا)

۴۔ وحیدہ سلطان (زوجہ الحاج پیر ظفر حسین شاہ۔ اولا نہ ہوئی) ۵۔ محمودہ سلطان (بچی فوت ہوگئی)

۶۔ محمد خالد (بچہ فوت ہوا)

۴۔ پیر افتخار احمد بن حامد شاہ (نواسہ پیر غلام محی الدین شاہ)

(از بطن وزیر سلطانہ دختر پیر اشرف عالم شاہ)

۱۔ پیر منور شاہ ۲۔ پیر آفتاب احمد شاہ

۲۔ پیر آفتاب احمد شاہ بن پیر افتخار احمد (نواسہ پیر اشرف عالم شاہ)

(از بطن اصغری سلطانہ دختر پیر انور علی شاہ)

۱۔ محمد اعظم شاہ ۲۔ محمد شعیب ہاشمی ۳۔ تنزیلہ آفتاب (زوجہ پیر فخر الاسلام)

۱۔ پیر محمد اعظم شاہ بن آفتاب احمد شاہ (نواسہ پیر انور علی شاہ)

(از بطن شاہدہ خاتون)

۱۔ محمد حارث شاہ (زوج سعدیہ بخاری) ۲۔ ظل ہما (زوجہ عرباض نعیم اظہر)

۳۔ حنا اعظم (زوجہ محمد ظفر) والدہ (دوبا) ۴۔ زہرا اعظم

۵۔ سمیہ اعظم ۶۔ زید شاہ

۲۔ محمد شعیب ہاشمی بن آفتاب احمد شاہ (نواسہ پیر انور علی شاہ)

(از بطن روبینہ شاہین دختر پیر ابوبکر ہاشمی ولدیت غلام دستگیر نامی)

۱۔ محمد سفیان ہاشمی، ۲۔ ڈاکٹر انیقہ ہاشمی، (بی ڈی ایس گولڈ میڈلسٹ) ۳۔ محمد سعد ہاشمی،

۱۔ پیر انور علی شاہ (نواسہ پیر محی حق شاہ)

(از بطن مبارک سلطان بنت پیر محمد اشرف عالم شاہ)

۱۔ پیر عبد الغفور شاہ (داماد پیر غلام دستگیر نامی) ۲۔ اصغری سلطان (زوجہ پیر آفتاب احمد شاہ)

۳۔ نعیم اظہر ہاشمی (داماد پیر اقبال شاہ)

Marfat.com

۱۔ پیر عبدالغفور شاہ بن پیر انور علی شاہ (نواسہ پیر اشرف عالم شاہ)

(ازبطن رؤف سلطان بنت پیر غلام دستگیر نامی)

۱۔ اسماء الحسنٰی (زوجہ عثمان اقبال) ۲۔ رضوانہ سلطان (زوجہ پیر محمد قسیم افضل سجادہ نشین)

۳۔ محمد فخر الاسلام ۴۔ محمد زبیر فرید ۵۔ محمد معین اطہر ۶۔ محمد جواد غفور

۳۔ پیر محمد فخر الاسلام ناظم منڈی مرید کے (نواسہ پیر غلام دستگیر نامی)

(ازبطن تنزیلہ آفتاب دختر پیر آفتاب احمد)

۱۔ محمد حاشر الاسلام ۲۔ مدیحہ اسلام (زوجہ قمر اسلام ہاشمی) والدہ (۱۔ حمنا قمر ہاشمی ۲۔ عائشہ قمر ہاشمی)

۳۔ انیبہ اسلام (زوجہ یاسر ضیا) ۴۔ مریم اسلام ۵۔ حذیفہ اسلام (بچپن میں وفات پائی)

۱۔ محمد حاشر الاسلام (نواسہ پیر آفتاب احمد شاہ)

(ازبطن ثنا ضیاء)

۱۔ روحما ہاشمی ۲۔ محمد عبداللہ ہاشمی

۴۔ پیر محمد زبیر فرید (نواسہ پیر غلام دستگیر نامی)

(ازبطن عصمت خاتون)

۱۔ ثنا زبیر ۲۔ مبشرہ زبیر ۳۔ محمد مزمل زبیر ۴۔ محمد مدثر زبیر

۵۔ پیر محمد معین اطہر (نواسہ پیر غلام دستگیر نامی)

(ازبطن عالیہ اطہر دختر پیر نعیم اطہر ہاشمی)

۱۔ حافظ محمد عبدالرحمٰن ۲۔ محمد ہارون اطہر ۳۔ رافعہ معین

۶۔ پیر جواد غفور (نواسہ پیر غلام دستگیر نامی)

(ازبطن سمیہ خالد دختر پیر خالد شاہ)

۱۔ وجیہہ جواد ۲۔ محمد عزیر ۳۔ محمد زکریا جواد ۴۔ محمد دانیال جواد

۳۔ پیر نعیم اطہر ہاشمی بن پیر انور علی شاہ (نواسہ پیر اشرف عالم شاہ)

(ازبطن راشدہ اقبال دختر پیر اقبال بن حامی)

۱۔ عظمٰی نعیم (زوجہ محمد مظہر جمیل) ۲۔ عالیہ نعیم (زوجہ معین اطہر)

Marfat.com

۳۔ صبا نعیم (زوجہ حافظ جواد فائق) ۴۔ غازیہ نعیم (زوجہ محمد عاصم فاروق)

۵۔ محمد وقاص اظہر ۶۔ محمد عرباض اظہر

۵۔ پیر محمد وقاص اظہر (نواسہ پیر اقبال بن حامی)

(ازبطن انیلہ ہاشمی دختر پیر شمیم افضل)

۱۔ محمد موسیٰ ہاشمی ۲۔ محمد شہیر ہاشمی ۳۔ محمد نوح ہاشمی ۴۔ محمد اویس ہاشمی

۶۔ پیر محمد عرباض اظہر (نواسہ پیر اقبال بن حامی)

(ازبطن ظل ہما اعظم دختر پیر اعظم شاہ)

۱۔ محمد بن عرباض ۲۔ احمد بن عرباض

پیر محمود شاہ بن پیر محمد شاہ

(ازبطن عزیز سلطان دختر چراغ شاہ)

۱۔ حکیم محمد خلیل شاہ ۲۔ بتول سلطان (زوجہ پیر رفیق شاہ) ۳۔ پیر عبدالمجید شاہ

۱۔ حکیم محمد خلیل شاہ

۱۔ پیر محمد نعیم ارشد شاہ ۲۔ پیر محمد وسیم اطہر شاہ ۳۔ پیر محمد اعجاز شاہ ۴۔ نسیم (زوجہ محمد اسلم شاہ)

پیر محمد نعیم ارشد شاہ

ازبطن نورین (دختر محبوب شاہ)

۱۔ محمد شہباز محمود شاہ ۲۔ محمد سرفراز محمود شاہ ۳۔ میمونہ حفصہ ازبطن مسرت بی بی (دختر انور شاہ گنجی پیراں

۱۔ شہزاد محمد اکبر شاہ ۲۔ شاہنواز محمود ۳۔ محمد رفاقت محمود شاہ ۴۔ محمد کاشف محمود شاہ

۱۔ محمد شہباز محمود شاہ

از بطن مسرت بی بی (دختر انور شاہ گنجی پیراں)

۱۔ عرباض محمود شاہ ۲۔ ایاز شاہ ۳۔ نسیم بی بی

۲۔ محمد سرفراز محمود شاہ

از بطن شہناز (دختر نور شاہ شیخوپورہ)

۱۔ موحد ۲۔ فہد شاہ ۳۔ زوبیہ ۴۔ تحریم

Marfat.com

شہزاد محمد اکبر شاہ

از بطن صائمہ (دختر محبوب سلطان لاہور)

۱۔ محمد موسیٰ

۲۔ پیر محمد وسیم اطہر شاہ

از بطن فاخرہ بی بی (دختر رفیق شاہ بھٹے وڈہ)

۱۔ سہیل اطہر ۲۔ فاہیل اطہر ۳۔ سمیعہ وسیم ۴۔ محسن ہاشمی

سہیل اطہر

از بطن فاطمہ (دختر اسلم لاہور)

۱۔ وردہ

۳۔ پیر اعجاز شاہ

از بطن ڈاکٹر حور طلعت (دختر پیر حمید شاہ ماڈل ٹاؤن لاہور)

۱۔ محمد عمیر ہاشمی ۲۔ سمیر ہاشمی

پیر محمد عبد الحمید شاہ

از بطن زینت سلطانہ

۱۔ زاہدہ سلطانہ (زوجہ محمد سجاد اکبر) ۲۔ مسرت سلطانہ (زوجہ محمد حسین صدیقی) والدہ (۱۔ محمد ہارون صدیقی، ۲۔ فصیحہ ارم، ۳۔ محمد فیصل حسین صدیقی، ۴۔ محمد رضوان صدیقی) ۳۔ محمد داؤد شاہ

۴۔ صبوحی حمید (زوجہ شوکت حسین) والدہ (۱۔ سائرہ شوکت، ۲۔ فائزہ شوکت، ۳۔ حسن شوکت)

۵۔ محمد سلیمان شاہ ۶۔ محمد نعمان شاہ ۷۔ توصیف خانم (زوجہ ظہور احمد ارشد) والدہ (۱۔ آمنہ ظہور، ۲۔ خدیجہ ظہور) ۸۔ محمد لقمان شاہ ۹۔ محمد فرقان شاہ ۱۰۔ حور طلعت (زوجہ اعجاز ہاشمی)

۱۱۔ روحی حمید (زوجہ محمد ندیم) والدہ (۱۔ حمزہ ندیم، ۲۔ حذیفہ ندیم، ۳۔ علی ندیم، ۴۔ ملائکہ ندیم)

۳۔ محمد داؤد زوج شائستہ داؤد

۶۔ محمد نعمان شاہ

(از بطن عالیہ نعمان)

۱۔ محمد وارث شاہ ۲۔ محمد زوار شاہ ۳۔ محمد ارحم شاہ

Marfat.com

۸۔ محمد لقمان شاہ

(از بطن طاہرہ لقمان)

۱۔ محمد عثمان شاہ ۲۔ محمد بلال شاہ ۳۔ محمد حارث شاہ

۹۔ محمد فرقان شاہ

(از بطن رضوانہ فرقان)

۱۔ طلحہ فرقان شاہ ۲۔ مذاہل فرقان شاہ

پیر شریف عالم شاہ

۱۔ صابرہ سلطان (زوجہ اکبر علی شاہ) ۲۔ عزیز عالم شاہ

۳۔ فاطمہ سلطان (زوجہ محمد افضل شاہ بن نامی) ۴۔ فرید عالم شاہ

۵۔ اقبال سلطان (زوجہ محمد اجمل شاہ)

۴۔ فرید عالم شاہ

(از بطن مختار سلطان دختر عبدالمجید شاہ)

فرید اصغر شاہ (نواسہ عبدالمجید شاہ)

(از بطن حامدہ سلطان دختر اجمل نامی)

۱۔ فریدہ سلطان (زوجہ فخر) ۲۔ حافظ محمد جواد فائق شاہ ۳۔ ضرار اصغر (شہید)

۴۔ فوزان اصغر ۵۔ سائرہ اصغر

۲۔ حافظ محمد جواد فائق شاہ (نواسہ پیر اجمل شاہ)

(از بطن صبا نعیم دختر نعیم اظہر شاہ)

۱۔ حافظ محمد ابراہیم فائق ۲۔ حلیمہ فائق ۳۔ محمد ادریس فائق

۴۔ فوزان اصغر (نواسہ پیر اجمل شاہ)

(از بطن صدیقہ سلطان دختر پیر محمد قسیم افضل شاہ سجادہ نشین)

۱۔ محمد ہاشم ۲۔ محمد ہود ۳۔ محمد یوسف ۴۔ محمد یعقوب

Marfat.com

پیر اکبر شاہ بن پیر نبی بخش

(از بطن دختر پیر علی حق شاہ)

۱۔ پیر عبدالمجید شاہ ۲۔ قائم علی شاہ

۱۔ پیر عبدالمجید شاہ (نواسہ پیر علی حق شاہ)

(از بطن نجیب سلطان بنت چراغ شاہ)

۱۔ حمید سلطان (زوجہ محمد طفیل شاہ) ۲۔ سعید سلطان (زوجہ محمد یعقوب)

(از بطن حفیظ دختر پیر مخدوم عالم شاہ)

۱۔ سردار سلطان (زوجہ محمد حنیف شاہ) ۲۔ مختار سلطان (زوجہ فرید عالم شاہ)

۳۔ محمد مکرم شاہ ۴۔ محمد جمیل شاہ

۱۔ محمد مکرم شاہ (نواسہ پیر مخدوم عالم شاہ)

از بطن ممتاز خاتون

۱۔ طیبہ سلطان (زوجہ اشرف) والدہ (۱۔حافظ عمار، ۲۔ عدیل، ۳۔عمیر)

۴۔ محمد جمیل شاہ (نواسہ پیر مخدوم عالم شاہ)

(از بطن رشیدہ خاتون)

۱۔ محمد ضیاء الحق ۲۔ منزہ (زوجہ عطا محی الدین) والدہ (۱۔محی الدین، ۲۔حماد محی الدین، ۳۔رابعہ محی الدین، ۴۔محمد اسامہ)

۳۔ محمد مظہر الحق ۴۔ محمد طیب ۵۔ محمد ضیغم جمیل ۶۔ محمد عمران جمیل

۱۔ کرنل محمد ضیاء الحق ہاشمی

(از بطن غزالہ دختر پیر اقبال شاہ)

۱۔ یاسر جمیل ۲۔ امامہ ضیاء (زوجہ حافظ عمار) والدہ (ذکیہ عمار)

۳۔ سارہ ضیا (زوجہ شرجیل ہاشمی) ۴۔ سبحان جمیل

Marfat.com

۱۔ یاسر جمیل

(ازبطن انیبہ اسلام دختر پیر فخر الاسلام)

۱۔ محمد عبدالرحیم ۲۔ لائبہ جمیل

۳۔ محمد مظہر الحق

(ازبطن ناہید خاتون)

۱۔ ثوبیہ سلطان (ازبطن عظمیٰ نعیم) ۲۔ صہیب جمیل ۳۔ جنید جمیل
۴۔ حنظلہ مظہر ۵۔ محمد حسام جمیل

۵۔ ضیغم جمیل

(ازبطن آمنہ شہزادی)

۱۔ جویریہ جمیل ۲۔ علی احد جمیل

۶۔ عمران جمیل

(ازبطن ہما خاتون)

۱۔ حفصہ جمیل ۲۔ فاطمہ جمیل

پیر غلام محمد بن پیر نبی بخش

(از دختر قطب شاہ قریشیاں والا)

۱۔ پیر عالم شاہ ۲۔ پیر احمد شاہ

۱۔ پیر عالم شاہ

(ازبطن حاکم بی بی دختر مہر شاہ قریشیاں والا)

۱۔ فروز سلطان (زوجہ پیر سید محمد شاہ بن غلام قادر شاہ) ۲۔ مظفر علی شاہ
۳۔ صفیہ سلطان (زوجہ عزیز عالم شاہ) ۴۔ کبریٰ سلطان (زوجہ حکیم محمد خلیل شاہ)

۲۔ مظفر علی شاہ

(ازبطن حمیدہ سلطان)

۱۔ عارف سلطان (زوجہ افضل نامی) ۲۔ امجد علی شاہ ۳۔ رضیہ سلطان (زوجہ اسد علی شاہ)

Marfat.com

ازبطن مہراں بی بی ۴۔ عصمت شاہ (ازبطن مختار سلطان) ۵۔ اقبال سلطان (زوجہ محمد خالد شاہ)

۶۔ اشرف سلطان (زوجہ مقصود حسین شاہ) ازبطن رضیہ بیگم راجپوت ۷۔ پروین

۸۔ پرویز سلیمان ۹۔ محمد عرفان مظفر ۱۰۔ گڈی ۱۱۔ عدنان مظفر

۴۔ پیر محمد عصمت شاہ

ازبطن ذکیہ سلطانہ

۱۔ محمد مظفر شاہ ۲۔ راحیلہ سلطانہ ۳۔ محمد افضل شاہ ۴۔ محمد عثمان شاہ

۵۔ عتیقہ سلطانہ ۶۔ ادیبہ سلطانہ

۸۔ پرویز سلیمان

ازبطن تہمینہ بیگم

۱۔ ساحرہ سلیمان ۲۔ عمیر سلیمان ۳۔ عبیداللہ سلیمان

۹۔ محمد عرفان مظفر

ازبطن راشدہ

۱۔ محمد ثیب عرفان ۲۔ محمد ثاقب عرفان ۳۔ سدرہ عرفان

ازبطن مسرت

۱۔ راشد عرفان ۲۔ صباح عرفان ۳۔ قیصرہ عرفان

۴۔ احمد عرفان ۵۔ علی احمد عرفان

۱۱۔ عدنان مظفر ہاشمی

ازبطن ثمینہ بیگم

۱۔ وقاص ہاشمی ۲۔ نعیم ہاشمی ۳۔ مدیحہ ہاشمی ۴۔ ولید ہاشمی ۵۔ آمنہ ہاشمی

پیر یوسف علی شاہ بن پیر چراغ شاہ

(ازبطن فاطمہ سلطان بنت خورشید عالم شاہ)

پیر حاجی ظفر حسین شاہ

(ازبطن امیر سلطان بنت الحاج پیر احمد علی شاہ)

۱۔ مسعودہ سلطان (بچپن میں فوت ہوئی) ۲۔ حاجی پیر بہاء الدین

Marfat.com

۳۔ ریاض (لڑکی پیدا ہوئی اور ماں بیٹی دونوں فوت ہوگئیں)

پیر بہاء الدین ولد حاجی ظفر حسین شاہ

ازبطن صفیہ بیگم بنت ڈپٹی علی اصغر

۱۔ پیر محمد اعجاز ہاشمی ۲۔ پیر محمد فیاض احمد ہاشمی ۳۔ رعنا سلطانہ (زوجہ جبار قریشی والدہ) ۱۔ ارم

۲۔ احمد جبار

۴۔ پیر محمد اخلاق احمد ہاشمی

۱۔ پیر محمد اعجاز احمد ہاشمی

(ازبطن آسمینہ ہاشمی دختر پیر نذیر احمد ہاشمی)

۱۔ حمراء اعجاز زوجہ ڈاکٹر سید محسن حسین مشہدی ملتان ۲۔ حفصہ اعجاز

۳۔ جویریہ اعجاز زوجہ سید عابد منہاج ۴۔ محمد اویس رضا

۲۔ پیر محمد فیاض احمد ہاشمی

(ازبطن شگفتہ نرگس دختر سید خادم حسین)

۱۔ محمد جواد احمد ہاشمی ۲۔ حفیہ سلطانہ زوجہ سید حامد علی شاہ

۳۔ صائمہ فیاض ہاشمی زوجہ نعمان وارث ۴۔ محمد جنید ہاشمی

محمد جواد ہاشمی ولد پیر محمد فیاض احمد ہاشمی

(ازبطن عالیہ ہاشمی دختر ڈاکٹر اسعد اللہ ہاشمی)

۱۔ شایان ۲۔ شافعین

۴۔ پیر محمد اخلاق احمد ہاشمی

(ازبطن فوزیہ رعنا دختر ڈاکٹر پیر بشیر احمد ہاشمی)

۱۔ زہرہ ہاشمی زوجہ سید عامر علی ضیا ۲۔ محمد ابوالحسن ہاشمی

پیر اکبر علی شاہ

۱۔ پیر محمد رفیق شاہ ۲۔ پیر تاج محمود شاہ

۱۔ پیر محمد رفیق شاہ

Marfat.com

ازبطن بنت بتول

۱۔ محمد سجاد اکبر ۲۔ فاخرہ سلطانہ (زوجہ وسیم اظہر) ۳۔ محمد مجاہد اکبر
۴۔ فرزانہ انجم (زوجہ زاہد حسین شاہ) والدہ (۱۔ جویریہ زاہد، ۲۔ مدیحہ زاہد، ۳۔ علی عمار)
۵۔ شفیقہ انجم ۶۔ صغیرہ انجم

۱۔ محمد سجاد اکبر

ازبطن زاہدہ سلطانہ

۱۔ لالہ رخ (زوجہ انوار الحق) ۲۔ باسط سجاد ۳۔ شبانہ سجاد (زوجہ سید نصر علی) والدہ (۱۔ ریحاب، ۲۔ زرناب، ۳۔ حجاب)

۲۔ باسط سجاد

ازبطن فرح

۱۔ عینا باسط ۲۔ فاخر سجاد

۲۔ پیر تاج محمود شاہ

ازبطن انور بیگم

۱۔ کوثر سلطانہ (زوجہ امجد شاہ) والدہ (۱۔ عامر شاہ، ۲۔ عاشی، ۳۔ آصف شاہ) ۲۔ طاہر محمود ہاشمی
۳۔ زاہد محمود ہاشمی ۴۔ مصباح سلطانہ (زوجہ سلطان بیگ) والدہ (۱۔ شازیہ بیگ، ۲۔ چاند بیگ، ۳۔ مسرت بیگ، ۴۔ نازیہ بیگ، ۵۔ بشریٰ بیگ، ۶۔ سائرہ بیگ، ۷۔ فرحان بیگ، ۸۔ عمران بیگ)
۵۔ شاہد محمود ہاشمی ۶۔ شفقت سلطانہ (زوجہ بشیر خاں) والدہ (۱۔ رابعہ بشیر، ۱۔ سونیا بشیر، ۳۔ رفعت بشیر)

۲۔ طاہر محمود ہاشمی

ازبطن صبین

۱۔ خرم ہاشمی ۲۔ ذیشان ہاشمی ۳۔ عظمیٰ ہاشمی ۴۔ تابندہ ہاشمی ۵۔ لقمان ہاشمی

۳۔ زاہد محمود ہاشمی

ازبطن نگہت

۱۔ صباح ہاشمی ۲۔ شعیب ہاشمی ۳۔ فوزیہ ہاشمی ۴۔ زوہیب ہاشمی

Marfat.com

۵۔ شاہد محمود ہاشمی

از بطن ساجدہ پروین

۱۔ نوید محمود ہاشمی ۲۔ دیبا ہاشمی ۳۔ شاہ زیب ہاشمی ۴۔ عزیز ہاشمی ۵۔ فیصل ہاشمی

پیر محمد صفدر شاہ

(از بطن رشیدہ سلطانہ)

۱۔ بشریٰ سلطانہ (بچپن میں وفات پائی) ۲۔ مقصود شاہ

۲۔ پیر مقصود شاہ

۱۔ اشتیاق شاہ ۲۔ قیصرا سلطانہ ۳۔ عابد اخلاق ۴۔ عطیہ جبین ۵۔ اشفاق شاہ

۱۔ اشتیاق شاہ

(از بطن نسیم بی بی)

۱۔ وقاص شاہ ۲۔ نوشابہ (وفات پائی) ۳۔ شہباز شاہ ۴۔ شمیلہ

۵۔ سمرا ۶۔ بلال شاہ

(از بطن کنیز بی بی)

۱۔ شائستہ سلطانہ ۲۔ شاہدہ سلطانہ ۳۔ محبوب شاہ ۴۔ شاہینہ سلطانہ

۵۔ ایوب الحسن عرف چن پیر ۶۔ فرخ سلطانہ ۷۔ نائلہ روبی ۸۔ پیر شاکر شاہ

۳۔ محمد محبوب شاہ

(از بطن تسنیم بی بی)

۱۔ صنم محبوب (وفات پائی) ۲۔ فرحان محبوب ۳۔ بلال محبوب (وفات پائی)

۴۔ زہرہ محبوب

۲۔ فرحان محبوب

از بطن ربیعہ سلطانہ (دختر چن پیر)

۱۔ ایمان فرحان (بیٹی)

Marfat.com

۵۔ ایوب الحسن عرف چن پیر

ازبطن صفیہ بی بی (دختر لال شاہ)

۱۔ جہانزیب ہاشمی ۲۔ مدیحہ ایوب ۳۔ ربیعہ ایوب ۴۔ سویرا ایوب ۵۔ علی حیدر

ازبطن عشرت بانو

۱۔ بسمہ ایوب

۸۔ پیر شاکر شاہ

(ازبطن عشرت بانو)

۱۔ عمر ہاشمی ۲۔ زرنش ۳۔ زویا (وفات پا گئی)

نوٹ: پیر شاکر شاہ کی وفات کے بعد ان کی بیوہ سے چن پیر نے شادی کر لی جس سے ایک بیٹی بسمہ ایوب ہے۔

پیر سید شاہ ولد غلام قادر

ازبطن فیروز بی بی (دختر عالم شاہ)

۱۔ پیر اسد شاہ ۲۔ پیر شوکت شاہ ۳۔ پیر اسلم شاہ ۴۔ ممتاز بی بی زوجہ امجد شاہ

۱۔ پیر اسد شاہ

(ازبطن انور بی بی)

۱۔ محمد رضا ۲۔ حامد رضا ۳۔ محمود رضا ۴۔ احمد رضا ۵۔ رفعت سلطانہ

۶۔ نائلہ سلطانہ ۷۔ غزالہ سلطانہ

۲۔ پیر شوکت شاہ

ازبطن اشرف سلطانہ (دختر طفیل شاہ کوٹلی پیراں)

۱۔ احمد شاہ

۳۔ پیر اسلم شاہ

ازبطن نسیم سلطانہ (دختر خلیل شاہ کوٹلی پیراں)

۱۔ نزہت سلطانہ ۲۔ انوار الحق ہاشمی

Marfat.com

۱۔ محمد رضا ولد پیر اسد شاہ

(ازبطن زاہدہ بی بی)

۱۔ محمد قاسم ہاشمی ۲۔ محمد قسیم ہاشمی ۳۔ غیث ہاشمی

۲۔ حامد رضا

(ازبطن صائمہ بی بی)

۱۔ حرا ۲۔ حبہ

۳۔ محمود رضا

(ازبطن تنویر بی بی)

۱۔ سوہا ۲۔ صباح ۳۔ ثمرہ

۴۔ احد رضا

(ازبطن تابندہ بی بی)

۱۔ حمزہ ۲۔ حارث ہاشمی ۳۔ زین ہاشمی

انوار الحق ہاشمی

ازبطن لالہ رخ (دختر پیر سجاد اکبر شاہ شیخوپورہ)

۱۔ ماہ نور ۲۔ مائدہ

پیر محمد یعقوب شاہ

ازبطن سعیدہ سلطانہ (دختر عبد المجید شاہ) پہلی بیوی

۱۔ امین الحق ہاشمی ۲۔ محمد یسین ہاشمی

ازبطن رشیدہ سلطانہ (دختر محمد ابراہیم شاہ) دوسری بیوی

۳۔ سلیم رضا ۴۔ عذرا سلطانہ

۱۔ امین الحق ہاشمی

ازبطن صفیہ بی بی

۱۔ غزالہ سلطانہ ۲۔ شکیلہ سلطانہ ۳۔ چندہ

Marfat.com

۲۔ محمد یٰسین ہاشمی

ازبطن خالدہ پروین (دختر محمد کاظم)

۱۔ عمرانہ جبین ہاشمی (زوجہ معظم خان) والدہ (۱۔عبدالمنعم خان، ۲۔ نمیر خان، ۳۔ عائشہ خان)
۲۔ شکیل احمد ہاشمی ۳۔ شبانہ یاسمین ہاشمی (زوجہ معین خان) والدہ (۱۔ انوشہ معین، ۲۔ فائقہ معین)
۴۔ حافظ خلیل احمد ہاشمی ۵۔ عقیل احمد ہاشمی

۲۔ شکیل احمد ہاشمی

ازبطن حنا شکیل (دختر سید ناصر علی)

۱۔ طلحہ ہاشمی ۲۔ فِلزہ ہاشمی ۳۔ علیزہ ہاشمی

۴۔ حافظ خلیل احمد ہاشمی، (سی اے)

ازبطن سائرہ خلیل (دختر مقصود احمد)

۱۔ مہک ہاشمی

۵۔ عقیل احمد ہاشمی

ازبطن روزینہ عقیل (دختر عارف حسین شاہ)

۱۔ ماہم عقیل ۲۔ شانزہ عقیل

۳۔ سلیم رضا

ازبطن شائستہ سلطانہ (دختر پیر صفدر شاہ)

۱۔ نیلم سلطانہ (زوجہ طارق) ۲۔ قیصر سلیم (زوج زونیرہ) ۳۔ شازیہ سلیم (زوجہ عامر)

ازبطن تسنیم اختر

۱۔ عاصمہ سلیم (زوجہ ضمیر عمران) ۲۔ فاطمہ سلیم (زوجہ یحیٰی فواد شاہ)
۳۔ عظمیٰ سلیم (زوجہ عقیل رضوان) ۴۔ بلال سلیم ۵۔ سفیان سلیم
۶۔ عائشہ سلیم

پیر محمد ادریس شاہ ولد پیر ملک شاہ

(ازبطن رشیدہ سلطانہ)

Marfat.com

۱۔ ارشاد سلطانہ (زوجہ زبیر شاہ) والدہ (۱۔اعظم شاہ ۲۔قاسم شاہ)

۲۔ اختری سلطانہ (زوجہ پیر اختر شاہ) ۳۔ پیر محمد خالد شاہ

۳۔ پیر محمد خالد شاہ

(ازبطن حضوراں بی بی)

۱۔ فوزیہ خالد (پیدائش کے بعد فوت ہوئی)

ازبطن اقبال سلطانہ

۱۔ ریحانہ خالد ۲۔ سہلا ناہید ۳۔ شاہد رضا ۴۔ سمعیہ خالد ۵۔ انیلہ خالد ۶۔ ظل ہما

۳۔ شاہد رضا

ازبطن مریم بی بی (دختر مہدی شاہ)

۱۔ ماہانہ خالد ۲۔ تحریم خالد

نوٹ: اس شجرہ میں حضرت شیخ حمید الدین حاکمؒ کی اولاد کے نام شامل کرنے کی حتی المقدور کاوش کی گئی ہے مگر آپ کی اولاد میں سے وہ حضرات جن سے رابطہ ممکن نہ ہو سکا۔ جس کی وجہ سے نام شامل نہیں ہو سکے ان سے ہم معذرت خواہ ہیں

Marfat.com

Marfat.com

پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

اولاد قطب العالم حضرت عبدالجلیل چوہر شاہ بندگی

ضلع ننکانہ صاحب

تکملۂ

تاریخ جلیلہ

مطابق 2008

Marfat.com

Marfat.com

پیرمہرشاہ نبی پورپیراں ننکانہ صاحب

۱۔پیرسیدشاہ ۲۔پیرحیات شاہ ۳۔پیربہادرشاہ ۴۔ولایت شاہ ۶۔ پیرعبداللہ شاہ
۷۔بیٹی ۸بیٹی

۱۔پیرسیدشاہ ولدمہرشاہ

۱۔ پیردائم شاہ ۲۔پیرفروزشاہ ۳۔پیرحسین شاہ ۴۔محمد علی شاہ

۲۔پیرمحمدحیات شاہ ولدمہرشاہ

۱۔ پیراحمدشاہ ۲۔پیرمہدی شاہ ۳۔پیرممتازشاہ،(ضلع ناظم ننکانہ صاحب)۴بیٹی ۵۔بیٹی ۶۔بیٹی
۷۔بیٹی

پیراحمدشاہ ولدپیرسرورشاہ

۱۔ برگیڈیراعجازاحمد(D.G I.B)۲۔کرنل ضمیراحمد۳۔پیر طارق احمدشاہ ۴۔پیرحسن احمدشاہ(پپو)
۵۔بیٹی

پیرمہدی شاہ ولدپیرسرورشاہ

۱۔ افضال مہدی شاہ۲۔آفتاب مہدی شاہ۳۔سہیل مہدی شاہ ۴۔ بیٹی ۵۔بیٹی ۶۔بیٹی

پیرممتازشاہ،(ضلع ناظم ننکانہ صاحب) ولدپیرسرورشاہ

۱۔پیرسلیمان بابرشاہ ۲۔ پیرہمایوں ممتازشاہ ۳۔بیٹی ۴۔بیٹی ۵۔بیٹی

۱۔برگیڈیراعجازاحمد(D.G I.B) ولداحمدشاہ

۱۔پیرمحمدشاہ۔۲۔بیٹی ۳۔بیٹی

۲۔کرنل ضمیراحمد ولداحمدشاہ

۱۔پیرنادرشاہ ۲۔پیرسکندرشاہ ۳۔بیٹی

۳۔ پیرطارق احمدشاہ ولداحمدشاہ

۱۔ پیرعمیرشاہ ۲۔بیٹی ۳۔بیٹی

Marfat.com

۴ پیر حسن احمد شاہ (پپو) ولد احمد شاہ

ا۔ پیر احمد سرور شاہ ۲۔ بیٹی ۳۔ بیٹی ۴۔ بیٹی

پیر قائم شاہ ولد عبداللہ شاہ

ا۔ پیر داؤد شاہ ۲۔ معسود شاہ ۳۔ پیر لیاقت شاہ

پیر ولائت شاہ ولد مہر شاہ نبی پور پیراں

ا۔ پیر امیر شاہ ۲۔ پیر احمد شاہ ۳۔ پیر محمد وارث شاہ ۴۔ بیٹی ۵۔ بیٹی ۶۔ بیٹی ۷ بیٹی

ا۔ پیر امیر شاہ ولد پیر ولائت شاہ

ا۔ پیر شفیع شاہ ۲۔ بیٹی

پیر شفیع شاہ ولد پیر امیر شاہ

ا۔ پیر سکندر شاہ ۲۔ پیر نصیر شاہ ۳۔ بیٹی ۴۔ بیٹی ۵۔ بیٹی

۲۔ پیر احمد شاہ ولد پیر ولائت شاہ

ا۔ پیر عمر شاہ ۲۔ پیر خضر شاہ ۳۔ پیر توقیر شاہ ۴۔ پیر شبیر شاہ ۵۔ بیٹی ۶۔ بیٹی ۷۔ بیٹی ۸۔ بیٹی

۳۔ پیر محمد وارث شاہ ولد پیر ولائت شاہ

ا۔ پیر بشیر احمد شاہ ۲۔ زبیر شاہ ۳۔ پیر ریاض شاہ ۴۔ بیٹی

پیر بشیر احمد شاہ ولد پیر وارث شاہ

ا۔ پیر گلزار شاہ ۲۔ انوار شاہ ۳۔ رضوان شاہ ۴۔ بیٹی ۵۔ بیٹی ۶۔ بیٹی

پیر زبیر احمد شاہ ولد پیر وارث شاہ

ا۔ پیر محمد اشفاق شاہ ۲۔ ۳۔ ۴۔

پیر ریاض شاہ ولد پیر وارث شاہ

ا۔ پیر ابرار شاہ ۲۔ پیر بلال شاہ

Marfat.com

پیر محمد یار شاہ پنڈی پیراں

۱۔ پیر غلے شاہ (احمد) ۲۔ پیر دارے شاہ ۳۔ پیر مراد شاہ

پیر غلے ولد پیر محمد یار شاہ

۱۔ پیر کرم شاہ ۲۔ پیر شاہ محمد ۳۔ پیر مبارک شاہ (پٹواری)

پیر کرم شاہ ولد پیر غلے شاہ (احمد)

۱۔ پیر احمد شاہ ۲۔ پیر عالم شاہ ۳۔ پیر مکھے شاہ ۴۔ پیر محمد شاہ ۴۔ پیر حاجی قطب شاہ

پیر شاہ محمد ولد غلے شاہ

۱۔ پیر نور محمد شاہ ۲۔ پیر عبدالجبار شاہ ۳۔ پیر عبداللہ شاہ ۴۔ پیر امیر شاہ ۵۔ پیر عبدالقادر شاہ ۶ پیر سردار شاہ ۷۔ پیر حیات شاہ

پیر احمد شاہ ولد کرم شاہ

۱۔ پیر غلام شاہ ۲۔ بیٹی ۳۔ بیٹی

پیر شاہ محمد بن گھلے شاہ پنڈی پیراں ننکانہ صاحب

۱۔ پیر نور محمد (لاولد) ۲۔ پیر عبدالجبار شاہ ۳۔ پیر عبداللہ شاہ ۴۔ پیر عبدالقادر شاہ ۵۔ پیر سردار شاہ
۶۔ پیر حیات شاہ ۷۔ مریم بی بی ۸۔ حیات بی بی ۹۔ نواب بی بی ۱۰۔ زینب بی بی

پیر عبدالجبار شاہ ولد پیر شاہ محمد

۱۔ پیر محمد حسین ۲۔ پیر عمر حیات شاہ ۳۔ پیر سرور شاہ ۴۔ پیر انوار شاہ ۵۔ پیر زید احمد شاہ ۶۔ غلام فاطمہ ۷۔ آمنہ بی بی ۸۔ زینب بی بی

پیر محمد حسین شاہ ولد پیر عبداللہ الجبار شاہ

۱۔ پیر ذوالفقار شاہ ۲۔ خالد حسین شاہ ۳۔ ارشاد بی بی

پیر ذوالفقار شاہ ولد پیر محمد حسین شاہ

۱۔ صدام حسین شاہ ۲۔ ابوصفیان ۳۔ شاہ زیب انم

Marfat.com

پیر خالد شاہ ولد پیر محمد حسین شاہ

۱۔ پیر عبدالمجید شاہ ۲۔ پیر عبدالوحید شاہ ۳۔ پیر عبدالرحیم ۴۔ نجمہ بی بی

پیر حیات شاہ ولد پیر عبدالجبار شاہ

۱۔ پیر مظہر شاہ ۲۔ پیر حبیب شاہ ۳۔ پیر شاہ فیصل عمر ۴۔ پیر یاسر عمر شاہ ۳۔ پیر سجاد عمر شاہ ۶۔ پیر بلال عمر شاہ ۷۔ روبینہ عمر

پیر مظہر شاہ ولد عمر حیات شاہ

۱۔ پیر علی عمر شاہ ۲۔ ضحیٰ ہاشمی ۳۔ ہمنہ ہاشمی

پیر سرور شاہ ولد عبدالجبار شاہ

۱۔ عبدالمعید ہاشمی ۲۔ زری فاطمہ ۳۔ طیبہ ہاشمی ۴ رحیلہ ہاشمی ۵۔ سلمہ ہاشمی ۶۔ اسماء ہاشمی ۷۔ فرحت ہاشمی ربیعہ ہاشمی ۸۔ شازیہ ہاشمی

سید زید احمد شاہ ولد عبدالجبار شاہ (P.I.A) پنڈی پیراں

۱۔ پیر ضیاء الحق ہاشمی ۲۔ پیر احمد سعید ہاشمی ۳۔ پیر وارث ہاشمی ۴۔ پیر حارث احمد ہاشمی ۵۔ شبنہ ہاشمی ۶۔ رقیہ ہاشمی ۷۔ ماریہ ہاشمی ۸۔ زینب ہاشمی

پیر سکندر شاہ بن مبارک شاہ بن پیر چراغ شاہ چک نمبر 15-11/L چیچہ وطنی

۱۔ پیر خادم حسین شاہ ۲۔ سراج بیگم ۳۔ پیر منظور شاہ ۴۔ پیر منصب شاہ

پیر خادم حسین شاہ ولد پیر سکندر شاہ

۱۔ پیر ظہور شاہ ۲۔ نسیم اختر ۳۔ پیر عطاء محمد شاہ ۴۔ پیر عمر دراز شاہ ۵۔ نصرت بیگم ۶۔ انور بی بی

پیر ظہور شاہ ولد پیر خادم حسین شاہ

۱۔ پیر محمد افضل شاہ ۲۔ فہمدہ بیگم ۳۔ پیر عطاء محمد شاہ ۴۔ پیر ذکاء اللہ شاہ ۵۔ حمیرا ظہور ۶۔ خدیجہ ظہور ۷۔ اقصیٰ ۸۔ کرن ظہور

پیر عمر دراز شاہ ولد پیر خادم حسین شاہ

۱۔ پیر تہمینہ عمر ۲۔ مدثرہ عمر ۳۔ سدرہ عمر ۴۔ پیر توقیر حسین شاہ

Marfat.com

پیر منظور شاہ ولد سکندر شاہ

۱۔تصور منظور ۲۔نسرین منظور ۳۔تحسین منظور ۴۔پیر اسد منظور شاہ

پیر اسد منظور شاہ ولد پیر منظور شاہ

۱۔پیر شاہ محمد شاہ ۲۔پیر شیراز شاہ ۳۔پیر ارتضی شاہ

پیر منصب شاہ ولد پیر سکندر شاہ

اہلیہ نشاط خانم (موڑہ شریف مری)

۱۔غالیہ منصب زوجہ (پیر انیس عدنان شاہ بن پیر محمد شاہ، ننکانہ صاحب)۲۔پیر بلال منصب شاہ

پیر حسین شاہ ولد فتح علی شاہ چیچہ وطنی

۱۔شمشاد اختر ۲۔پیر اسرار احمد شاہ ۳۔پیر افتخار احمد شاہ ۴۔شہناز اقدس ۵۔پیر نصیر احمد شاہ ۶۔پیر شکیل احمد شاہ ۷۔پیر ڈاکٹر امتیاز حسین شاہ ۸۔اقلیمہ پروین

پیر نصیر احمد شاہ ولد پیر حسین شاہ

۱۔ باذلہ نصیر شاہ ۲۔حاجرہ نصیر شاہ ۳۔پیر فواد نصیر شاہ ۴۔خدیجہ نصیر شاہ

پیر عبد الرؤف شاہ ولد پیر معصوم شاہ ولد پیر عالم شاہ

۱۔ پیر عمران رؤف شاہ ۲۔شازیہ رؤف ۳۔فوزیہ رؤف ۴۔فرح رؤف ۵۔ارم شہزادی ۶۔پیر ذیشان رؤف

پیر عمران رؤف شاہ ولد پیر عبد الرؤف شاہ

۱۔ زرینہ عمران ۲۔پیر محمد شاہ

پیر حسین شاہ ولد پیر سید شاہ ولد پیر مہر شاہ نبی پور پیراں ننکانہ صاحب

۱۔ پیر احمد شاہ ۲۔فاطمہ بی بی

پیر احمد شاہ ولد پیر حسین شاہ

۱۔ شاہنواز شاہ ۲۔ثریا بی بی ۳۔فاخرہ بی بی ۴۔فریدہ بی بی ۵۔فرزانہ بی بی ۶۔ناصرہ بی بی
۷۔شہناز بیگم زوجہ حسن احمد شاہ (پپو شاہ) باجے شاہ

پیر بہادر شاہ ولد پیر مہر شاہ، قریشیانوالہ ننکانہ صاحب

Marfat.com

ا۔ پیر فضل شاہ ذیلدار ۲۔ پیر محمد شاہ ۳۔ پیر عبدالرحمٰن شاہ ۴۔ پیر عبدالغفور شاہ عرف (پیر سخی شاہ) ۵۔ پیر عبدالجبار شاہ ۶۔ پیر احمد شاہ ۷۔ پیر بشیر احمد شاہ ۸۔ فضل بی بی ۹۔ شریفاں بی بی ۱۰ سراج بی بی ۱۱۔ بادشاہ بی بی ۱۲۔ فاطمہ بی بی

پیر فضل شاہ ذیلدار ولد پیر بہادر شاہ

ا۔ پیر مشتاق شاہ

پیر مشتاق شاہ ولد پیر فضل شاہ ذیلدار

ا۔ اشفاق شاہ ۲۔ اعجاز شاہ ۳۔ انتظار شاہ ۴۔ بیٹی

پیر عبدالغفور شاہ عرف (پیر سخی شاہ)

ا۔ میجر جنرل پیر محمود شاہ۔ ۲۔ بریگیڈیر سجاد شاہ ۳۔ نرگس بی بی

پیر عطاء اللہ شاہ ولد عنایت شاہ نبی پور، ننکانہ صاحب

ا۔ پیر احمد شاہ ۲۔ پیر خضر شاہ ۳۔ پیر قاسم شاہ ۴۔ نرگس بی بی ۵۔ ثریا بی بی ۶۔ اقبال بی بی

پیر احمد شاہ ولد پیر عطاء اللہ شاہ

ا۔ حسنات احمد شاہ (ناظم نبی پور پیراں، ننکانہ) ۲۔ معاذ شاہ ۳۔ الطاف شاہ ۴۔ نبیلہ بی بی ۵۔ شکیلہ بی بی

پیر درگاہی شاہ بن پیر محمد علی شاہ بانی گنجی پیراں، ننکاہ صاحب

ا۔ پیر وارے شاہ ۲۔ پیر دینے شاہ

پیر بہادر شاہ بن پیر سید شاہ بن پیر رزاق شاہ پیر خدایار شاہ بن پیر دینے شاہ

ا۔ پیر الطاف شاہ ۲۔ پیر اعجاز شاہ ۳۔ پیر سلیم اختر شاہ ۴۔ پیر ابوزر شاہ ۵۔ شہناز بی بی

پیر الطاف شاہ ولد بہادر شاہ

ا۔ فیاض شاہ ۲۔ ساجد شاہ ۳۔ بیٹی ۴۔ بیٹی

پیر سلیم اختر ولد بہادر شاہ

ا۔ پیر عمیر شاہ ۲۔ حماد ہاشمی ۳۔ بیٹی

Marfat.com

پیر دائم شاہ ولد سید شاہ

۱۔نصیر احمد شاہ ۲۔منیر احمد شاہ

نصیر احمد شاہ ولد پیر دائم شاہ

۱۔عمیر ہاشمی ۲۔اسامہ ہاشمی

منیر احمد شاہ ولد پیر دائم شاہ

۱۔پیر تنویر شاہ ۲۔پیر صغیر شاہ ۳۔بیٹی

پیر سردار شاہ بن مکھے شاہ بن پیر دارے شاہ گنجی پیراں، ننکانہ

۱۔پیر محسن شاہ ۲۔پیر شوکت شاہ ۳۔امانت شاہ

پیر محسن شاہ ولد پیر سردار شاہ

۱۔ ۲۔

پیر شوکت شاہ ولد پیر سردار شاہ

۱۔سید سرفراز شاہ (ایس ڈی او محکمہ آپاشی) ۲۔ ۳۔ ۴۔

پیر امانت شاہ ولد پیر سردار شاہ

۱۔پیر ناصر شاہ اسسٹنٹ کمشنر ۲۔ ۳۔

اولاد مقیم حویلی شیخ راجو ضلع جھنگ

۱۔ احمد شاہ

۱۔ قطب الدین ۲۔ قاسم دین

قطب الدین ولد احمد شاہ

۱۔ میاں محمد غوث ۲۔میاں محمد افضل

قاسم دین ولد احمد شاہ

۱۔

Marfat.com

میاں محمد غوث ولد قطب الدین

ا۔ میاں الطاف حسین

میاں محمد افضل ولد قطب الدین

ا۔ بیٹی (زوجہ الطاف حسین) ۲ بیٹی (زوجہ میاں مبارک حسین)

میاں الطاف حسین ولد میاں محمد غوث

ا۔میاں خالد الطاف ۲۔میاں ساجد الطاف ۳۔میاں ندیم الطاف ۴۔میاں طارق الطاف ۵۔آفصہ (زوجہ میاں عمران)

میاں خالد الطاف ولد میاں الطاف حسین

ا۔میاں محمد غوث ۲۔ میاں محمد حارث

میاں ساجد الطاف ولد میاں الطاف حسین

ا۔میاں محمد افضل ۲۔نداء ۳صباء

ا۔میاں مبارک علی ۲۔ میاں سلطان علی ۳۔میاں آفتاب

میاں مبارک علی

ا۔میاں قیصر ۲۔میاں علی شیر ۳۔میاں اسد مبارک ۴بیٹی ۵۔بیٹی

میاں سلطان علی

ا۔میاں فرحت عباس

میاں آفتاب

ا۔میاں علی آفتاب ۲۔بیٹی

میاں قیصر ولد میاں مبارک علی

ا۔میاں محمد عمر ۲۔بیٹی ۳۔بیٹی

نوٹ: اس شجرہ میں حضرت شیخ حمید الدین حاکمؒ کی اولاد کے نام شامل کرنے کی حتی المقدور کاوش کی گئی ہے مگر آپ کی اولاد میں سے وہ حضرات جن سے رابطہ ممکن نہ ہوسکا۔ جس کی وجہ سے نام شامل نہیں ہوسکے ان سے ہم معذرت خواہ ہیں

Marfat.com

پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

اولاد قطب العالم حضرت حمید الدین حاکم

مومبارک رحیم یار خان

تکملۂ

تاریخ جلیلہ

مطابق ۲۰۰۸

Marfat.com

Marfat.com

مخدوم کرم شاہ سجادہ نشین موضع مبارک رحیم یار خان

1920 -1960

ا۔مخدوم حمید الدین شاہ۔ سجادہ نشین 1960 1994 ممبر قومی اسمبلی ،ممبر قومی وصوبائی اسمبلی وسینئر صوبائی وفاقی وزیر

۲۔ مخدوم رکن الدین شاہ، ممبر قومی اسمبلی ۳۔بیٹی ۴۔بیٹی ۵۔بیٹی

ا۔مخدوم حمید الدین شاہ

سجادہ نشین 1960 1994 ممبر قومی اسمبلی ،ممبر قومی وصوبائی اسمبلی وسینئر صوبائی وفاقی وزیر

ا۔مخدوم شہاب الدین شاہ موجودہ سجادہ نشین موضع مبارک رحیم یار خان، ممبر قومی اسمبلی وفاقی وزیر

ا۔بیٹی ۲۔بیٹی

مخدوم شہاب الدین شاہ موجودہ سجادہ نشین موضع مبارک ،ممبر قومی اسمبلی وفاقی وزیر، رحیم یار خان

ا۔مخدوم طاہر رشید الدین شاہ ۲۔بیٹی ۳۔بیٹی

۲۔مخدوم رکن الدین شاہ ولد کرم شاہ (ممبر قومی اسمبلی)

ا۔مخدوم خسرو بختیار شاہ، ممبر قومی اسمبلی و وفاقی وزیر ۲۔مخدوم عمر شہر یار شاہ ۳۔مخدوم محمد ہاشم شاہ

مخدوم خسرو بختیار شاہ ولد مخدوم رکن الدین شاہ (ممبر قومی اسمبلی و وفاقی وزیر)

ا۔مخدوم کرم شاہ ۲۔بیٹی

مخدوم عمر شہر یار شاہ ولد مخدوم رکن الدین شاہ

مخدوم روشن چراغ شاہ حاکمی (انیریری مجسٹریٹ کوٹ سالہ ،ممبر ریاست بہاول پور اسمبلی)

ا۔ مخدوم سلطان احمد شاہ ۲۔ مخدوم نور مصطفےٰ شاہ ۳۔مخدوم احمد شاہ ۴۔مخدوم ارشاد احمد شاہ ۵۔مخدوم فضل حسین شاہ ۶۔بیٹی ۷۔بیٹی ۸۔بیٹی

مخدوم سلطان احمد شاہ ولد مخدوم روشن چراغ شاہ (ممبر مغربی پاکستان اسمبلی)

ا۔مخدوم الطاف احمد شاہ (ممبر صوبائی اسمبلی وصوبائی وزیر) ۲۔مخدوم نور علی شاہ

۳۔مخدوم اشفاق احمد شاہ (ممبر صوبائی اسمبلی وصوبائی وزیر) ۴۔مخدوم اعجاز احمد شاہ

Marfat.com

مخدوم الطاف احمد ولد سلطان احمد

ا۔ مخدوم احمد مجتبیٰ شاہ ۲۔ محمد ارتضیٰ (ممبر صوبائی اسمبلی 2008)

مخدوم نور علی شاہ ولد سلطان احمد شاہ

ا۔ سعد علی شاہ

مخدوم اشفاق شاہ احمد ولد سلطان احمد شاہ (ممبر صوبائی اسمبلی وصوبائی وزیر)

ا۔ مخدوم فواد احمد شاہ۔ ۲۔ مخدوم واصف احمد شاہ

مخدوم اعجاز احمد شاہ

ا۔ بیٹی ۲۔ بیٹی ۳۔ بیٹی

مخدوم نور مصطفےٰ شاہ ولد مخدوم روشن چراغ شاہ

ا۔ مخدوم جاوید مصطفےٰ شاہ ۲۔ مخدوم وقار الحسن شاہ ۳۔ بیٹی ۴۔ بیٹی

مخدوم احمد شاہ ولد مخدوم روشن چراغ شاہ

ا۔ مخدوم رفیع الدین شاہ ۲۔ مخدوم روشن چراغ شاہ ۳۔ مخدوم طارق احمد شاہ ۴۔ بیٹی ۵۔ بیٹی

مخدوم ارشاد احمد شاہ ولد مخدوم روشن چراغ شاہ

ا۔ مخدوم ابرار احمد شاہ ۲۔ مخدوم اسرار احمد شاہ ۳۔ مخدوم عمار احمد شاہ

مخدوم فضل حسین شاہ ولد مخدوم روشن چراغ شاہ

ا۔ مخدوم افکار الحسن شاہ (صوبائی وزیر معدنیات ،نگران حکومت) ۲۔ مخدوم البصار احمد شاہ ۳۔ مخدوم انوار احمد شاہ

مخدوم احمد مجتبیٰ شاہ ولد مخدوم الطاف احمد شاہ

ا۔ مخدوم الطاف حیدر شاہ

مخدوم جاوید مصطفےٰ شاہ ولد مخدوم نور مصطفےٰ شاہ

ا۔ مخدوم ولید حسن شاہ ۲۔ مخدوم صدام حسین شاہ ۳۔ بیٹی

مخدوم رفیع الدین شاہ ولد مخدوم احمد شاہ

Marfat.com

ا۔بیٹی ۲۔بیٹی ۳۔بیٹی

مخدوم روشن چراغ شاہ ولد مخدوم احمد شاہ

ا۔مخدوم محمد جنید شاہ ۲۔مخدوم محمد ذکریا شاہ

مخدوم ابرار احمد شاہ ولد مخدوم ارشاد احمد شاہ

ا۔مخدوم احمد شاہ ۲۔بیٹا

مخدوم اسرار احمد شاہ ولد مخدوم ارشاد احمد شاہ

ا۔ مخدوم ہود شاہ

مخدوم محمد عمار شاہ ولد مخدوم ارشاد احمد شاہ

ا۔بیٹا ۲۔ بیٹا ۳۔بیٹی

مخدوم اختر حسین شاہ (سائیں اللہ رکھیا شاہ) ولد مخدوم حاجی نور محمد شاہ (سائیں نواب شاہ)

ا۔ مخدوم نور محمد شاہ ۲۔مخدوم مظفر حسین شاہ ۳۔مخدوم مشرف حسین شاہ ۴۔مخدوم اطہر حسین شاہ

۵۔مخدوم عماد الدین شاہ ۶۔مخدوم محمد ادریس شاہ

ا۔ مخدوم نور محمد شاہ ولد اختر حسین شاہ سابق ایم این اے میاں والی قریشی

ا۔مخدوم صفی الدین شاہ ۲۔ مخدوم معین الدین علی شاہ ۳۔مخدوم عدیل الرحمن شاہ

۴۔مخدوم صہیب حسن شاہ

۲۔مخدوم مظفر حسین شاہ ولد اختر حسین شاہ

ا۔مخدوم صدر الدین منصور شاہ ۲۔مخدوم فہد مرتضی شاہ

۳۔مخدوم مشرف حسین شاہ ولد اختر حسین شاہ

ا۔مخدوم متعال محمد شاہ ۲۔مخدوم مہال محمد شاہ ۳۔مخدوم مرتال محمد شاہ ۴۔مخدوم معاذ محمد شاہ

۴۔مخدوم اطہر حسین شاہ ولد اختر حسین شاہ

ا۔مخدوم اوصاف اختر حسین شاہ

Marfat.com

۵۔ مخدوم عماد الدین شاہ ولد اختر حسین شاہ

ا۔ مخدوم عون محمد شاہ ۲۔ مخدوم معیذ الدین شاہ ۳۔ مخدوم عزیز محمد شاہ

۶۔ مخدوم ادریس حسین شاہ ولد اختر حسین شاہ

ا۔ مخدوم مراد شاہ

مخدوم صدر الدین منصور شاہ

ا۔ مخدوم علی مظفر شاہ ۲۔ مخدوم مصطفےٰ شاہ

مخدوم حاجی غوث بخش شاہ (مومبارک)

ا۔ مخدوم محمد بخش شاہ ۲۔ مخدوم محمود بخش شاہ ۳۔ مخدوم دوست بخش شاہ ۴۔ مخدوم حبیب شاہ ۵۔ مخدوم کامل شاہ ۶۔ مخدوم خورشید عالم شاہ

ا۔ مخدوم محمد بخش شاہ ولد حاجی غوث بخشاہ

ا۔ مخدوم محمد ذوالفقار حسین شاہ ۲۔ مخدوم نیاز حسین شاہ ۳۔ مخدوم فدا حسین شاہ ۴۔ بیٹی ۵۔ بیٹی

۲۔ مخدوم محمود بخش شاہ ولد حاجی غوث بخش شاہ

ا۔ مخدوم غلام سرور حسین شاہ

۳۔ مخدوم دوست بخش شاہ ولد حاجی غوث بخش شاہ

ا۔ مخدوم مظہر حسین شاہ ۲۔ مخدوم مظفر حسین شاہ ۳۔ مخدوم رفیق حسین شاہ ۴۔ مخدوم صفدر حسین شاہ ۵۔ مخدوم جمیل شاہ

۴۔ مخدوم حبیب شاہ ولد حاجی غوث بخش شاہ

ا۔ مخدوم غوث بخش شاہ ۲۔ مخدوم نور احمد شاہ

۵۔ مخدوم کامل شاہ ولد حاجی غوث بخش

ا۔ مخدوم امیر حسین شاہ ۲۔ مخدوم عاشق حسین شاہ ۳۔ مخدوم مقبول حسین شاہ ۴۔ مخدوم حیات حسین شاہ

۴۔ مخدوم حیات حسین شاہ ولد مخدوم کامل شاہ

Marfat.com

ا۔مخدوم امجد حسین شاہ

ا۔مخدوم امجد حسین شاہ ولد مخدوم حیات حسین شاہ

ا۔مخدوم سلیمان امجد شاہ

۶۔مخدوم خورشید عالم شاہ ولد حاجی غوث بخش شاہ

ا۔مخدوم سجاد حسین ۲۔مخدوم ففصل حسین ۳۔مخدوم نظام حسین ۴۔مخدوم ساجد حسین شاہ

ا۔مخدوم محمد شاہ ذولفقار حسین ولد محمد بخش شاہ

ا۔مخدوم افتخار حسین ۲۔بیٹی ۳۔ بیٹی ۴۔بیٹی ۵۔بیٹی

۲۔مخدوم نیاز حسین ذولفقار حسین شاہ

ا۔مخدوم نواز حسین شاہ۲۔مخدوم ریاض حسین شاہ۳۔مخدوم فیاض حسین شاہ ۴۔بیٹی ۵۔بیٹی ۶۔بیٹی

۳۔مخدوم فدا حسین ولد ذولفقار حسین

ا۔مخدوم فیض حسین شاہ۲۔مخدوم ڈاکٹر محمد حسین شاہ۳۔بیٹی ۴۔بیٹی ۵۔بیٹی

ا۔مخدوم فیض حسین شاہ ولد فدا حسین شاہ

ا۔مخدوم علی فرید شاہ ۲۔مخدوم شہباز علی شاہ۳۔مخدوم سرفراز علی شاہ ۴۔مخدوم حمزہ شاہ ۵۔بیٹی

۲۔مخدوم ڈاکٹر محمد حسینشاہ

ا۔مخدوم علی فداء شاہ ۲۔بیٹی۔ ۳۔بیٹی ۴۔بیٹی ۵۔بیٹی

ا مخدوم غلام سرور حسین شاہ ولد مخدوم محمود بخش شاہ

ا۔مخدوم محمود حسین شاہ۲۔مخدوم افضل حسین شاہ ۳۔بیٹی ۴۔بیٹی

ا۔ مخدوم محمود حسین شاہ ولد غلام سرور حسین شاہ

ا۔مخدوم عابد حسین شاہ ۲۔ بیٹی ۳۔بیٹی ۴۔بیٹی ۵۔بیٹی۶۔بیٹی

۲۔ مخدوم افضل حسین شاہ ولد غلام سرور حسین شاہ

ا۔مخدوم شاہد سرور شاہ ۲۔مخدوم زاہد قمر شاہ ۳۔مخدوم حسن عمر شاہ ۴۔معید اظہر شاہ ۵۔بیٹی

Marfat.com

۱۔ مخدوم شاہد سرور شاہ ولد افضل حسین شاہ

۱۔مخدوم محمد افضل شاہد شاہ ۲۔مخدوم محمد ارسلان شاہد شاہ

۱۔ مخدوم شمس الدین شاہ موموبارک رحیم یار خان

۱۔مخدوم دوست محمد شاہ۲۔مخدوم پیدشاہ۳۔مخدوم میاں شاہ

۱۔ مخدوم دوست محمد شاہ ولد مخدوم شمس الدین شاہ

۱۔مخدوم فاضل شاہ لاولد ۲۔مخدوم امیر شاہ۳۔مخدوم مٹھوں شاہ

۲۔مخدوم امیر شاہ ولد مخدوم دوست محمد شاہ

۱۔مخدوم امام بخش شاہ ۲۔مخدوم دین محمد شاہ

۳۔ مخدوم مٹھوں شاہ ولد مخدوم دوست محمد

۱۔مخدوم بخش شاہ

مخدوم میاں شاہ ولد مخدوم شمس الدین

۱۔مخدوم فرید بخش شاہ

مخدوم فرید بخش شاہ ولد مخدوم میاں شاہ

۱۔مخدوم عطاء محمد شاہ ۲۔مخدوم شیر محمد شاہ

مخدوم امام بخش شاہ ولد مخدوم امیر محمد شاہ

۱۔مخدوم امام بخش ۲۔مخدوم دین محمد شاہ

مخدوم امام بخش شاہ ولد مخدوم امیر محمد شاہ

۱۔مخدوم مختیار احمد ۲۔مخدوم امیر حیدر شاہ۳۔بیٹی ۴۔بیٹی ۵۔بیٹی

مخدوم مختیار احمد ولد مخدوم امام بخش

۱۔ بیٹی ۲۔بیٹی

مخدوم امیر حیدر شاہ ولد مخدوم امام بخش

Marfat.com

ا۔محمد امتیاز حسین ۲۔بیٹی

محمد امتیاز حسین ولد مخدوم امیر حیدر شاہ

ا۔مخدوم شہزاد حسین ۲۔مخدوم شیراز حسین ۳۔مخدوم فہد حسین ۴۔بیٹی ۵۔بیٹی ۶۔بیٹی

مخدوم شہزاد حسین ولد محمد امتیاز حسین

ا۔بیٹی

مخدوم دین محمد ولد محمد امیر شاہ

ا۔مخدوم فیض رسول (ناظم مومبارک رحیم یار خان) ۲۔مخدوم فیاض احمد ۳۔مخدوم ایاز احمد ۴۔بیٹی

مخدوم فیض رسول (ناظم مومبارک رحیم یار خان) ولد مخدوم دین محمد شاہ

ا۔مخدوم حسام الدین ۲۔مخدوم احتشام الدین

مخدوم فیاض احمد ولد مخدوم دین محمد شاہ

ا۔بیٹی ۲۔بیٹی ۳۔بیٹی

مخدوم ایاز احمد ولد مخدوم دین محمد شاہ

ا۔مخدوم بلال احمد ۲۔بیٹی ۳۔بیٹی ۴۔بیٹی ۵۔بیٹی

نوٹ: اس شجرہ میں حضرت شیخ حمید الدین حاکمؒ کی اولاد کے نام شامل کرنے کی حتی المقدور کاوش کی گئی ہے مگر آپ کی اولاد میں سے وہ حضرات جن سے رابطہ ممکن نہ ہوسکا۔جس کی وجہ سے نام شامل نہیں ہوسکے ان سے ہم معذرت خواہ ہیں

۔☆۔

Marfat.com

Marfat.com

پیر محمد ابوبکر ہاشمی ولد پیر غلام دستگیر نامی

Marfat.com

Marfat.com